مرغوب الفتاوی ج:۱

افادات: مفتیٔ اعظم برما حضرت مولانا مفتی
مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ترتیب وحواشی

مرغوب احمد لاجپوری (نبیرۂ حضرت مفتی صاحب)

ناشر: زمزم پبلیکشرز، کراچی

فہرست مضامین ''مرغوب الفتاوی ج:۱''

عرض مرتب..........	۲۵
خواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت..........	۲۵
خواب کی تعبیر..........	۲۶
تبویب فتاوی..........	۲۶
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ..........	۳۰
تقریظ از: حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ..........	۳۲
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم..........	۳۳
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ..........	۳۵
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ..........	۳۶
مکتوب گرامی از: حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ..........	۳۷

رسالہ ''فقہ وفتوی'' یعنی مقدمہ مرغوب الفتاوی

پیش لفظ..........	۴۰
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ..........	۴۲
تقریظ از: حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی مدظلہ..........	۴۳
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ..........	۴۵
فقہ کے لغوی معنی..........	۴۷
قرآن کریم میں لفظ فقہ کے مادہ کا استعمال..........	۴۸
فقہ کی اصطلاحی تعریفات..........	۴۹

فقہ کی پہلی تعریف	۴۹
دوسری تعریف	۴۹
تیسری تعریف	۵۱
چوتھی تعریف	۵۱
پانچویں تعریف	۵۱
چھٹی تعریف	۵۲
ساتویں تعریف	۵۳
فقہ اسلامی کا دائرہ	۵۳
تصوف اور فقہ میں منافات نہیں	۵۴
فقہ کا موضوع	۵۵
بنیاد فقہ	۵۶
فقہ کی غرض وغایت	۵۶
علم فقہ کی اہمیت وفضیلت	۵۷
احادیث نبویہ	۵۸
دین کی سمجھ اللہ تعالی کی بھلائی کا ارادہ ہے	۵۸
فقہ کی مجلس شرکت ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے	۵۹
منافق، فقہ فی الدین سے محروم	۶۰
فقیہ کا مقام	۶۰
فقہ سے بہتر کسی طرح اللہ تعالی کی عبادت نہیں ہوسکتی	۶۱

ایک فقیہ ہزار عابد پر بھاری ہے..	۶۱
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا واقعہ..	۶۳
فقہ دین کا ستون ہے..	۶۴
بہترین عبادت فقہ کا علم ہے..	۶۴
''الناس معادن كمعادن الذهب''..	۶۵
تفقہ فی الدین کے لئے آپ ﷺ کی دعا..	۶۶
فقہ کے طالب ساتھ نرمی کی تاکید..	۶۶
قرآن کریم میں تفقہ فی الدین کے حصول کا امر..	۶۶
فقہاء سے مشورہ کا حکم..	۶۸
فقہاء کی قلت قیامت کی علامت میں سے ہے..	۶۹
تھوڑی دیر فقہ پڑھنا بہت زیادہ عبادت بہتر ہے..	۶۹
علم فقہ کا حصول بہتر عبادت ہے..	۷۰
قیامت کے دن فقیہ کی شفاعت قبول کی جائے گی..	۷۰
فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں..	۷۰
فقیہ کو مغلوب کرنا دین کے زوال کا سبب ہے..	۷۰
فقیہ کے ساتھ جاہل کا دینی تلاعب کرنا قابل رحم ہے..	۷۱
فقہ کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم واسلاف کے اقوال..	۷۱
ایک گھڑی فقہ کا حصول رات بھر کی عبادت سے افضل ہے..	۷۱
ہزاروں عابد کی موت ایک فقیہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے..	۷۲

سیادت سے پہلے تفقہ کا حکم	۷۲
فقہاء کی مثال	۷۲
فقہاء امت کے رہنما ہیں	۷۲
علمی مذاکرہ کی رات عبادت سے افضل	۷۳
فقہاء کی موت' امت کی تباہی	۷۳
علم فقہ میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے	۷۳
حدیث کی مراد کو فقہاء ہی سمجھنے والے ہیں	۷۴
تفقہ کے بغیر حدیث کو سمجھنا گمراہی ہے	۷۴
علم تو دو ہی ہیں: علم فقہ اور علم طب	۷۴
علم فقہ کی فضیلت پر چند اشعار	۷۵
فقہ' قرآن وحدیث ہی کا عطر ہے' اس کی مثال	۷۷
فقہ کی مثال	۷۸
فقہ کے دیگر اسماء	۸۰
فقہ کے مدون اور واضع	۸۰
ترتیب فقہ کا سلسلہ	۸۱
فقہ کی کتابیں	۸۲
فقہ کے مسائل	۸۲
نقل مسائل	۸۲
مذہب حنفی	۸۳

ضرورت تدوین فقہ........................	۸۴
کیفیت تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چالیس رفقاء..................	۸۵
مجلس تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع رحمہ اللہ کی شہادت..................	۸۷
استنباط مسائل کا طریقہ........................	۸۷
امام صاحب رحمہ اللہ کا مدون شدہ قانون عدالت میں..................	۸۹
تدوین فقہ میں احتیاط........................	۸۹
طریقۂ تدوین........................	۹۰
ایک ایک مسئلہ پر بحث........................	۹۱
کتاب وسنت کی حیثیت........................	۹۱
انسانی غلطی کا تدارک........................	۹۲
امام اعظم رحمہ اللہ کا اعلان........................	۹۳
دلائل پر بنیاد........................	۹۴
بعد والوں کی احتیاط........................	۹۴
ضد سے اجتناب کی بکثرت مثالیں........................	۹۵
کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی مذمت........................	۹۵
استنباط مسائل اور اس کے لئے اہتمام........................	۹۶
اصحاب الرائے کا حاصل........................	۹۷
تدوین فقہ میں ترتیب........................	۹۷
تدوین فقہ میں اولیت کا شرف........................	۹۸

امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب، پہلے محدث پھر فقیہ........................	۹۹
غلط پروپیگنڈا........................	۱۰۰
تدوین فقہ اور مسائل کا پھیلاؤ........................	۱۰۳
طبقات فقہاء........................	۱۰۳
مجتہد مطلق/ مجتہد فی الشرع........................	۱۰۳
تین فقہاء کے القاب میں طلبہ کو اشتباہ ہوتا ہے: ابن کمال، ابن الکمال، اکمل یا الاکمل.	۱۰۳
مجتہدین منتسبین........................	۱۰۳
مجتہد فی المذہب........................	۱۰۳
مجتہد فی المسائل........................	۱۰۴
اصحاب التخریج........................	۱۰۴
اصحاب الترجیح........................	۱۰۵
مقلدین اصحاب تمییز........................	۱۰۵
غیر ممیّز مقلدین........................	۱۰۵
ضروری یادداشت........................	۱۰۶
طبقات مجتہدین........................	۱۰۸
مجتہدین مطلق مستقل........................	۱۰۸
مجتہدین مطلق منتسب........................	۱۰۸
مجتہدین فی المذہب........................	۱۰۸
مجتہدین کرام........................	۱۱۰

فقہاء حنفیہ..	۱۱۱
فقہاء شافعیہ..	۱۱۴
فقہاء مالکیہ..	۱۱۶
فقہاء حنابلہ..	۱۱۸
فائدۂ جلیلہ..	۱۱۹
متون کا بیان..	۱۱۹
متون غیر معتبرہ..	۱۱۹
فتوی کے لغوی معنی..	۱۲۰
فتوی کی اصطلاحی تعریف..	۱۲۱
تاریخ فتاوی..	۱۲۳
ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی..	۱۲۳
آپ ﷺ کے بعد منصب افتاء پر صحابہ..	۱۲۴
صاحب فتاوی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد..	۱۲۵
صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد فتاوی..	۱۲۶
کار افتاء، فرض کفایہ ہے..	۱۲۶
مفتی کا مقام، نیابت نبوت..	۱۲۷
اولی الامر کی تفسیر..	۱۲۹
قاضی اور مفتی میں فرق..	۱۲۹
عورت، غلام، گونگا اور مسند افتاء..	۱۳۰

مفتی کی فضیلت	۱۳۱
خود مفتی نہ بن بیٹھے	۱۳۴
نااہل مفتی کی تعزیر	۱۳۵
ابن خلدون کی صراحت	۱۳۵
لائق ترین کی جستجو	۱۳۶
مفتی کے لئے شرائط واوصاف	۱۳۷
اسلام، عقل، بلوغ، عدالت	۱۳۷
بلند کرداری اور عفت	۱۳۷
بردباری اور نرم خوئی	۱۳۸
دینداری	۱۳۸
شگفتہ مزاجی	۱۳۹
دوراندیشی اور بیدار مغزی	۱۳۹
پانچ خوبیاں	۱۴۰
مفتی اور اجتہاد	۱۴۰
ماہر استاد کی شاگردی	۱۴۱
فقیہ النفس	۱۴۳
فقیہ النفس کی تعریف	۱۴۳
''فقیہ النفس'' کی حرمت بھی پامال	۱۴۴
زمانہ کے عرف وعادات سے واقفیت	۱۴۴

احوال زمانہ سے واقفیت کی قید اور وجہ	۱۴۴
مفتی کے لئے مقتضائے حال کی رعایت	۱۴۵
مختلف پہلوؤں میں کسی پہلو کی ترجیح مشکل ہو تو مفتی توقف کرے	۱۴۶
اغلاط سے محفوظ ہونا	۱۴۷
مسائل پر عبور اور قواعد کا علم	۱۴۸
فتوی دینے میں احتیاط	۱۴۸
فتوی دینے میں بے احتیاطی پر وعید	۱۵۰
لاعلمی کی صورت میں مفتی کا فرض	۱۵۲
مفتی کے اختیار اور فرائض	۱۵۸
ظاہری ہیئت	۱۶۰
دماغی توازن	۱۶۰
یقین واعتماد	۱۶۱
مستند کتابوں کا حوالہ	۱۶۱
شامی متأخرین کی کتابوں میں	۱۶۲
صراحت نقل کی جائے	۱۶۳
عرف زمانہ کی رعایت	۱۶۳
قول راجح پر فتوی	۱۶۴
سہل اور رخصت پر فتوی	۱۶۵
خواہشات سے اجتناب	۱۶۶

ناجائز حیلے..	۱۶۷
جائز حیلے..	۱۶۷
جائز حیلے کی مثال قرآن کریم سے......حضرت داؤد علیہ السلام کے قسم کھانے کا قصہ.	۱۶۸
جائز حیلے کی مثال حدیث سے......حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ اللہ کا قصہ..........	۱۶۸
فتوی نویسی کے آداب..	۱۶۹
سوال اچھی طرح پڑھے..	۱۶۹
سوال کے بیچ میں خالی جگہ ہوتو کیا کرے؟..	۱۶۹
فتنہ کے اندیشہ کے وقت زبانی جواب دے..	۱۶۹
ترتیب استفتاء کا لحاظ..	۱۷۰
جواب لکھنے کی ابتدا وانتہاء..	۱۷۰
تفصیل طلب مسئلہ کا جواب..	۱۷۱
صورت واقعہ کا جواب..	۱۷۱
ایک عجیب واقعہ..	۱۷۲
جواب قطعی ہو..	۱۷۳
جواب واضح ہو..	۱۷۳
جواب کی تحریر کیسی ہو؟..	۱۷۳
جواب مختصر ہو..	۱۷۴
جواب میں دلیل لکھنا..	۱۷۴
خصومات میں نہ پڑے..	۱۷۵

معارض ومعاند کو جواب نہ دے........................	۱۷۵
کن حالتوں میں فتوی نہ دینا چاہیے........................	۱۷۵
دستی فتوی فورا نہ لکھے........................	۱۷۵
وراثت کے مسائل لکھنے کا طریقہ........................	۱۷۶
حوالجات لکھنے کا ادب........................	۱۷۶
اگر سوال کے کاغذ پر جواب پورا نہ آئے........................	۱۷۷
اہل مجلس کے سامنے فتوی سنانا........................	۱۷۷
مستفتی کی کٹھ حجتی پر صبر........................	۱۷۷
فتاوی کی نقل........................	۱۷۷
عورت و بچہ کے ہاتھ سے استفتاء خود نہ لے........................	۱۷۸
راستہ میں فتوی پوچھا جائے تو کیا کرے........................	۱۷۸
مصلحت کو ترجیح........................	۱۷۸
فتوی سے رجوع کرنا........................	۱۷۹
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ........................	۱۷۹
اصول تکفیر........................	۱۸۰
کفر کی تعریف........................	۱۸۰
قطعی الثبوت کے معنی........................	۱۸۱
قطعی الدلالۃ کے معنی........................	۱۸۱
دوسرا: اصول........................	۱۸۲

فقہاء کرام رحمہم اللہ کی احتیاط	۱۸۲
لزوم کفر اور التزام کفر میں فرق	۱۸۳
عالم اور ڈاڑھی کی توہین	۱۸۴
تیسرا: اصول	۱۸۴
نفاق کا حکم لگانے کے بعد حسن بصری رحمہ اللہ کا رجوع	۱۸۵
جدید مسائل میں فتوی کیسے دیا جائے؟ از افادات: مفتی محمد تقی عثمانی صاحب...	۱۸۶
امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ	۱۸۷
اس واقعہ سے ہدایات	۱۸۹
لطائف افتاء	۱۹۰
ہندوستان میں کار افتاء	۱۹۱
فتاوی کی معتبر کتابیں	۱۹۳
فتاوی کی غیر معتبر کتابیں	۱۹۵
اکابر دیوبند کے فتاوی	۱۹۶
مختلف اداروں کے فتاوی...... چند اور فتاوی	۱۹۸
علمائے گجرات کے گجراتی زبان کے فتاوی	۱۹۹
دار الافتاء سورتی جامع مسجد (رنگون، برما) کی مختصر تاریخ	۲۰۰
فتاوی کا حصول اور راقم کا سفر برما	۲۰۱
فتاوی کی حفاظت اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کرامت	۲۰۲
حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ	۲۰۳

صاحب مرغوب الفتاوی

ولادت......لاجپور......اسم گرامی......والدین......	۲۰۵
بچپن......تعلیم......	۲۰۶
علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ......	۲۰۸
رفقاء درس......	۲۰۹
اساتذۂ باکمال......	۲۰۹
تدریسی خدمات وتلامذہ......	۲۱۰
اوصاف وکمالات......علمی قابلیت......	۲۱۰
فقہی حذاقت......	۲۱۱
مفتیٔ اعظم برما کے عہدہ پر......	۲۱۱
مفتی صاحب کا ذوق مطالعہ......	۲۱۲
کتابوں کی حفاظت......	۲۱۳
عربی ادب میں آپ کی مہارت......	۲۱۴
مفتی صاحب اور اشعار......	۲۱۵
تواضع......	۲۱۶
اصاغر کی حوصلہ افزائی......	۲۱۷
اسلاف کی قدردانی، شفقت وتعلق......	۲۱۷
اہل علم کی قدردانی کا ایک واقعہ......	۲۱۸
اکرام ضیف......صلہ رحمی......سخاوت وفیاضی......	۲۱۹

مزاح وخوش مزاجی	۲۱۹
بیعت وخلافت	۲۲۰
شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ: مرغوب احمد کی تربیت کرو	۲۲۱
سفرِ حج	۲۲۱
رویائے صادقہ	۲۲۱
رویت آقاﷺ	۲۲۱
رویت آقائے دوجہاں ﷺ	۲۲۲
آپ ﷺ کو (قدیم) جامع مسجد لاجپور میں نماز پڑھتے دیکھنا	۲۲۳
حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا	۲۲۴
حضرت ﷺ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت	۲۲۴
حضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ..	۲۲۵
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت	۲۲۶
رویت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام	۲۲۶
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری زیارت	۲۲۸
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت	۲۲۹
اتباع سنت	۲۲۹
ذکر اللہ کا اہتمام	۲۳۰
نماز باجماعت کا اہتمام	۲۳۰
قیلولہ	۲۳۰

قیام لیل..	۲۳۱
نماز اشراق..	۲۳۱
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۲۳۱
حق گوئی کا ایک واقعہ..	۲۳۱
متفرق واقعات......رقت قلبی..	۲۳۳
ایک حکیمانہ فیصلہ..	۲۳۴
مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ..	۲۳۶
دینی خدمات..	۲۳۸
صدقۂ جاریہ..	۲۳۸
(قدیم) جامع مسجد لاجپور..	۲۳۸
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام..	۲۳۹
قیام رنگون اور دینی خدمات..	۲۳۹
تصنیفات..	۲۴۰
نو مشائخ کے حالات..	۲۴۱
مرض ووفات..	۲۴۱
زمانۂ مرض میں دو امتحان	۲۴۲
قطعات تاریخ وفات ومنظومات..	۲۴۳
حلیہ..	۲۴۶
نکاح واولاد..	۲۴۶

کتاب الایمان

''میں بت کی پوجا کروں گا'' کہنے والے کا حکم	۲۴۹
اللہ، پیغمبر اور قرآن کو جھوٹا کہنے والے کا حکم	۲۵۰
اللہ تعالی اور قرآن کریم کو گالیاں دینے والا کافر ہے	۲۵۰
خدا کی شان میں عبدیت قرار دینا	۲۵۲
''اسلام میں کلمہ گو و کلمہ نہ پڑھنے والا دونوں کافر'' کہنے والے کا حکم	۲۵۳
منکر شرع کے کافر ہونے کا حکم	۲۵۳
''ملک برہما میں شریعت نہیں ہے'' یہ الفاظ کہنے والے کا حکم	۲۵۴
وراثت ہندو رواج سے تقسیم کرنے والی جماعت کا حکم	۲۵۵
''میں زکوۃ نہیں دیتا'' کہنے والے کا حکم	۲۵۷
نماز کا استہزاء اور خدا کا انکار کفر ہے	۲۵۹
حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے	۲۶۲
مولوی کو خدا کہنے والے امام کا حکم	۲۶۵
پیر کو سجدہ کرنے اور اول و آخر کہنے والی جماعت کا حکم	۲۶۷
سجدۂ غیر اللہ اور رقص و سرور کے ساتھ ذکر کا حکم	۲۶۹
شیطانی مجلس اور شیطان کی پرستش کرنا	۲۷۱
افعال شرکیہ کرنا موجب ارتداد ہے یا نہیں؟	۲۷۲
شرکیہ افعال کے مرتکب کا حکم	۲۷۲
نومسلمہ کا اپنے سابق دین پر رہنے کا اقرار کرنا	۲۷۳

بارش کی کمی پر ہندوانہ رسم کرنا........................	۲۷۴
عملیات سے کسی پر الزام لگانا اور اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟........................	۲۷۵
بت خانہ میں شوق سے جانا........................	۲۷۶
اسلام سے روکنا اور مسلمان کو مرتد ہونے کی ترغیب دینے والے کا حکم........	۲۷۷
کسی کو مسلمان ہونے سے روکنے والے کا حکم........................	۲۷۸
فرشتوں کو غلام کہنا اور سمجھنا کیسا ہے؟........................	۲۷۹
اہانت علماء کا حکم........................	۲۷۹
کسی مسلمان کو ابوجہل وابولہب وغیرہ کہنا........................	۲۸۰
یزید ودیگر خلفائے اسلام کے کفر واسلام کے متعلق........................	۲۸۸
یزید کو برا بھلا کہنے کا حکم........................	۲۹۴
گائے کو ماں کی طرح سمجھنا اور اس کا گوشت کھانے سے روکنا........................	۲۹۵

باب ما يتعلق بالقاديانية

فرقۂ قادیانی باتفاق علماء مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے........................	۳۰۱
قادیانی کی نماز جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم...........	۳۰۳
قادیانیوں کا ہماری مساجد میں آنا اور نماز ادا کرنا کیسا ہے؟........................	۳۰۳
قادیانیوں کو ہمارے جلسہ میں شریک کرنا کیسا ہے؟........................	۳۰۴
قادیانیوں کے یہاں کھانا پینا اور ان سے نکاح کرنا کیسا ہے؟........................	۳۰۵
قادیانی عقائد کا شرعی حکم........................	۳۰۵

باب ما يتعلق بالشيعة

شیعہ مذہب کی حیثیت کیا ہے؟....................................	۳۰۸
بابی و بہائی فرقہ کا حکم....................................	۳۱۲
قادیانی و بابی و بہائی کو مسلمان کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکنا..........	۳۱۶
رسالہ ”عنایت اللہ مشرقی اور اس کے باطل عقائد“	۳۱۷

باب القدر

تقدیر کے متعلق....................................	۳۲۸
تقدیر کا بیان....................................	۳۳۵
تقدیر پر چند اشکالات اور ان کے جوابات....................................	۳۳۶

باب رد البدعات

بدعت کیا ہے؟....................................	۳۴۳
اذان علی القبر....................................	۳۴۴
رسم فاتحہ خوانی....................................	۳۴۵
فاتحہ خوانی....................................	۳۴۸
قرآن خوانی....................................	۳۵۰
فاتحہ خوانی کے لئے ضیافت کرنا....................................	۳۵۳
ایصال ثواب کا صحیح طریقہ....................................	۳۵۴
ایصال ثواب کا طریقہ....................................	۳۵۶

شب برات میں مسجد کو روشن کرنا	۳۵۶
شب برات میں چراغ سلگانا	۳۵۷
محرم میں شربت وغیرہ پلانے کا حکم	۳۵۷
عید میلاد النبی کے جلسے جلوس کا شرعی حکم	۳۵۸
ربیع الاول میں بارہ دن میلاد	۳۵۹
مولود مروجہ کا حکم	۳۶۰
مولود برزنجی پڑھنے کا حکم	۳۶۱
بارہ ربیع الاول کی مجالس کا حکم	۳۶۳
دعائے ثانی کا حکم	۳۶۴
نماز جمعہ کی سنن کے بعد دعائے ثانی کا حکم	۳۶۵
دعائے ثانی کے لئے امام کو مجبور کرنا	۳۶۶
صفر کا آخری چہار شنبہ	۳۶۶
رسالہ ’’میلاد میں قیام کی حیثیت‘‘	
استفتاء قیام	۳۷۰
غیر مقلد کا حکم	۳۸۶
اہل حدیث اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں؟	۳۸۶
رسالہ ’’الجرح الجمیل علی کلام عبد الجلیل‘‘	
ایک مفسد غیر مقلد کی کارگذاری اور رنگون میں فتنۂ خوابیدہ کی بیداری	۳۸۷
حادثۂ رنگون	۳۹۲

مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی کی تحریر اول پر تنقیدی نظر...........	۳۹۸
نقل جواب تحریر...........	۴۱۰

کتاب العلم

فرض وواجب کی تعریف...........	۴۱۶
متقدمین اور متأخرین کی تعریف کیا ہے؟...........	۴۱۷
لفظ آل اور اولاد کی تحقیق...........	۴۱۸
لفظ ''پھیا'' کی تحقیق...........	۴۲۰
اہل سنت والجماعت کسے کہتے ہیں اور غیر مقلدین اس میں شامل ہے؟........	۴۲۲
اہل سنت والجماعت کی تحقیق...........	۴۲۷
لفظ ''مولوی'' کی تحقیق...........	۴۲۸
درہم کی تحقیق...........	۴۲۸
دیوث کسے کہتے ہیں؟...........	۴۲۹
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر تھے یا نہیں؟...........	۴۳۱
آٹھ بہشتوں کے نام کیا ہیں؟...........	۴۳۲
شب معراج میں آپ ﷺ کو رویت خداوندی ہوئی یا نہیں؟...........	۴۳۴
شب معراج میں ادریس علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کس آسمان میں ہوئی؟	۴۳۶
خدا پاک ہیں اور ہر جگہ موجود ہے تو کیا ناپاک جگہ پر بھی موجود ہے؟...........	۴۳۷
''مالابدمنہ'' کی ایک عبارت کی تحقیق...........	۴۳۸

نحوی قاعدہ: اضافت کے وقت مضاف کے آخر سے نون تثنیہ وجمع گر جاتا ہے	۴۳۹
زمین کی حرکت وسکون کے متعلق	۴۳۹
زمین وسورج متحرک ہے یا ساکن؟	۴۴۰
تبلیغی رسائل کی اشاعت کا حکم	۴۴۲
اسلام ایک جامع مذہب ہے	۴۴۴
پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟	۴۴۴
جن لوگوں تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ جہنمی ہے یا جنتی؟	۴۴۹
ملک چین دار الحرب ہے یا درالاسلام	۴۵۱

باب السیر والمناقب

حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق تحقیق	۴۵۳
حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی ملاقات آپ ﷺ سے ہوئی یا نہیں؟.....	۴۶۷
آب حیات کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟	۳۵۹
حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہے یا ان کی وفات ہو چکی؟	۴۶۱
حضرت شمس تبریز وملا جامی رحمہما اللہ گروہ صوفیاء میں ہیں یا نہیں؟	۴۶۶
حضرت محی الدین ابن عربی وحضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہما اللہ کے متعلق..	۴۶۸
بخاری کی روایت میں مروان بن حکم جو راوی ہیں کیا وہ صحابی ہے؟	۴۷۲
صحابی کی تعریف کیا ہے؟	۴۷۳
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد عفان کا اسلام	۴۷۴
حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے والد کا نام اور عقیدہ	۴۷۴
عبد مناف کے بچوں کے متعلق	۴۷۵

ابوجہل وابولہب ہر دو ایک ہیں یا علیحدہ............	۴۷۶

ما يتعلق بالتفسير

﴿ ولا تقربا هذه الشجرة ﴾ کا غلط مطلب............	۴۷۹
﴿ لا تشتروا بايتى ثمنا قليلا ﴾ کی تفسیر............	۴۷۹
﴿ الزانى لا ينكح ﴾ الخ آیت کا مطلب کیا ہے؟............	۴۸۰

ما يتعلق بالحديث

احادیث کے اقسام واصطلاحات............	۴۸۳
حکم صحت کتب صحاح ستہ............	۴۸۶
واقعۂ معراج میں شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے کاندھا دینے کی روایت موضوع ہے۔	۴۹۲
وعظ میں موضوع روایات بیان کرنے کا حکم............	۴۹۳
حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع الی السماء کے متعلق تحقیق............	۴۹۴
قصہ تعریس صحیح ہے یا نہیں اور ''من نام عن صلوة'' حدیث ہے؟............	۴۹۷
''من لم يعرف امام زمانه'' الخ کی مراد............	۴۹۹
کلمۂ طیبہ کے صلہ میں جنت ملنے کا ثبوت حدیث سے ہے؟............	۵۰۲
''حب الوطن من الايمان حديث'' ہے؟............	۵۰۳

''الرسالة فى تحقيق احاديث الثلاثة''

عرض مرتب............	۵۰۵
تقریظ: حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی قاسمی مدظلہ............	۵۰۶
''علماء امتى كأنبياء بنى اسرائيل'' حدیث ہے؟............	۵۰۷

غرض تحریر......محدثین کی تصریحات	۵۰۸
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۵۱۱
" حب الوطن من الایمان " حدیث ہے؟	۵۱۲
محدثین کی تصریحات	۵۱۲
مکہ مکرمہ سے آپ ﷺ کا خطاب	۵۱۴
مکہ مکرمہ سے آپ کا خطاب:﴿ لرادک الی معاد ﴾ کا شان نزول	۵۱۶
تین حیوانوں میں تین خصلتیں	۵۱۷
آدمی کے پہچان کی علامتیں	۵۱۷
حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا فتوی	۵۱۸
" خیر القرونی قرنی" حدیث کے الفاظ ہیں؟ تحقیق کی وجہ	۵۱۹
اہل علم اور ارباب افتاء کی صراحت	۵۱۹
دوسرے الفاظ سے یہ حدیث ثابت ہے	۵۱۹
" خیر القرونی" کے الفاظ ثابت نہیں	۵۲۲
شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کی تحقیق	۵۲۲
خطبہ میں حدیث سے ثابت شدہ الفاظ ہی پڑھنے چاہئے	۵۲۲
ارباب افتاء کے فتاوی......مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کا فتوی	۵۲۳
دارالعلوم دیوبند کا فتوی......دارالعلوم کراچی کا فتوی	۵۲۴
مظاہر علوم سہارنپور (وقف) کا فتوی	۵۲۵
مظاہر علوم سہارنپور کا فتوی	۵۲۶
حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کی تحقیق	۵۲۷

عرض مرتب

بسم اللہ ا لرحمن الرحیم

الحمد لله الذی فضل العلماء علی العابدین ، ولنشر احکامه ورثهم الانبیاء والمرسلین ، واعطی الدرجة الفقهاء والمفتین والمجتهدین ، والصلوة والسلام علی سید الاولین والآخرین ، الذی بین فی حدیثه المبین : من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین ، وعلی آله واصحابه الذین هم فقهوا فی صحبة خاتم النبیین ، وعلی العلماء والفقهاء العاملین ، والدعاة المخلصین ، اما بعد ،

خواب میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت

راقم الحروف کو اپنے دور طالب علمی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔راقم کے مکان میں جمعہ کی نماز کے بعد کچھ حضرات جن میں علماء بھی جمع ہیں،دروازہ کے ساتھ ایک آرام دہ کرسی پر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں، مجمع ہمہ تن باادب خاموش،مگر ان کی چاہت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی زبان مبارک سے علمی گفتگو سنیں،میں نے ہمت کرکے حضرت سے سوال کیا کہ:

حضرت ''مالابدمنہ'' کا یہ مسئلہ:''نفل بشروع واجب شود'' سمجھ میں نہیں آیا اور اس مسئلہ کی جو مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں وہ تو بہت ہی مشکل ہیں،حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے جوابا فرمایا: یہ تو بہت آسان مسئلہ ہے،اور مسئلہ کی وضاحت کی اور اس کی صورتیں بالکل آسان انداز سے سمجھائیں کہ محسوس ہوا کہ یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں۔اتنے میں لاجپور کے ایک نابینا حافظ صاحب مکان میں تشریف لائے اور زور سے سلام کیا اور راقم کی آنکھ کھل گئی۔

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے کرسی پر بیٹھنے کی ہیئت اور شکل و شباہت آج تک ذہن میں محفوظ ہے۔اس ناپاک آنکھ کو اپنے جن اکابر کی زیارت نصیب ہوئی ان میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی شکل کو تشبیہ دے سکوں تو حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ سے دے سکتا ہوں۔

خواب کی تعبیر

صبح کو یہ خواب میں نے اپنے استاذ مولانا نذیر احمد صاحب صوفی مدظلہ کو سنایا۔موصوف نے برجستہ فرمایا کہ: اللہ تعالی تجھ سے فقہ کی کوئی خدمت لے گا۔

یہ خواب آج سے تقریباً پچیس سال قبل دیکھا تھا،حق تعالی شانہ نے جدامجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے وہ فتاوی' جنہیں اندازاً ساٹھ سال پہلے تحریر فرمایا تھا' جمع وترتیب وتحشیہ کا کام اس عاجز اثم سے لیا۔

اے اللہ! آپ ہی نے اپنے فضل وکرم سے بغیر کسی استحقاق وصلاحیت کے اس خدمت کی توفیق بخشی،آپ ہی سے یہ درخواست ہے کہ اسے شرف قبولیت عطا فرمائیے، ذخیرۂ آخرت و ذریعۂ نجات بنا،مرتب اور صاحب فتاوی دونوں کے لئے صدقۂ جاریہ بنادیجئے،آمین۔

تبویب فتاوی

رجسٹروں میں یہ فتاوی غیر مرتب درج تھے،فقہی ابواب پر مرتب نہ تھے۔مرتب نے تمام رجسٹروں سے مسائل کو تلاش کرکے فقہی ترتیب پر مرتب کیا،اور کتاب وابواب قائم کئے مثلاً:''کتاب الطهارت ''و''کتاب الصلوة''وغیرہ، پھر ہر کتاب میں مختلف ابواب قائم کئے: مثلاً''باب الغسل''''باب فی الوضوء''وغیرہ۔

حاشیہ میں آیات واحادیث وکتب فقہ کے مکمل حوالجات اور جہاں کوئی فقہی عبارت نہ تھی، صرف نفس مسئلہ لکھا تھا اور کسی کتاب کا نام درج تھا مثلا: شامی، عالمگیری وغیرہ، ان مواقع پر مکتوب کتابوں میں سے عبارت بھی نقل کردی، اگر کہیں حوالہ نہ تھا اور صرف مسئلہ لکھ دیا گیا تھا، وہاں کسی معتبر فقہ کی کتاب کی عبارت بھی لکھدی گئی۔

احادیث میں اگر صرف عربی عبارت تھی تو ترجمہ اور ترجمہ تھا تو عربی عبارت نقل کر کے مکمل حوالہ لکھ دیا گیا۔

رجسٹر میں سوالات کے ساتھ سائل کا پتہ اور بعض جگہ تاریخ تھی، ان کو حذف کردیا گیا۔اسی طرح ہر جواب کے ساتھ صاحب فتاوی کے دستخط کی بھی ضرورت محسوس نہ کر کے اسے بھی حذف کردیا گیا۔البتہ جن جوابات کے ساتھ ہم عصر علماءاور ارباب افتاء میں سے کسی کی تصدیق ودستخط ملی تو اسے نقل کردیا گیا ہے۔

شروع میں راقم نے تفصیلی مقدمہ لکھا جو اندازے سے خاصہ طویل ہوگیا، مگر الحمدللہ اس میں کئی مفید ابحاث آ گئیں۔

اسی طرح صاحب فتاوی کا قدرے تفصیلی تذکرہ بھی ضروری سمجھا گیا۔ویسے صاحب فتاوی کے حالات راقم نے مفصل ''تذکرۃ المرغوب'' کے نام سے مرتب کئے ہیں۔اللہ کرے جلد اس کی طباعت کا غیبی نظام بن جائے۔

جلد اول میں: کتاب الایمان والعقائد، باب القدر، باب رد البدعات، کتاب العلم، باب السیر والمناقب، ما یتعلق بالتفسیر، ما یتعلق بالحدیث وغیرہ کے فتاوی ہیں۔دوسری جلد: کتاب الطھارۃ و کتاب الصلوۃ پر مشتمل ہے۔

مرتب کی یہ تمنا تھی کہ ان فتاوی پر میرے اکابر میں سے کسی کی نظر ہو جائے۔الحمدللہ یہ

تمنا بھی پوری ہوئی اور جلد اول کے تمام فتاوی میرے محسن استاذ حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم نے من وعن دیکھے (البتہ چند فتاوی بعد میں شامل کئے گئے وہ اس سے مستثنی ہیں) بعض جگہ راقم کو باوجود تتبع کے حوالجات نہ مل سکے، حضرۃ الاستاذ مدظلہ نے ان مواقع پر حوالجات بھی تحریر فرمادیئے۔ راقم حضرت کا شکریہ رسمی الفاظ میں ادا کرنے سے قاصر ہے۔ حق تعالی حضرت کو اپنی شایان شان بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت استاذ مدظلہ کے علاوہ جلد اول کو حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ نے بھی ملاحظہ فرمایا اور ایک دو جگہ مفید مشورے بھی دیئے، جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔

فتاوی کی ان تینوں جلدوں کو راقم کے مخلص دوست بلکہ بزرگ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے معتمد وخادم خاص حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ نے بھی مکمل ملاحظہ فرمایا اور مفید مشورے دیئے۔ اللہ تعالی ان کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے۔

فتاوی کی دوسری جلد حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ کے حکم سے اور ان کی زیر نگرانی رفیق محترم مولانا مفتی عبد القیوم صاحب زادمجدہ نے مکمل دیکھی اور بعض جگہ حوالجات بھی تحریر فرمائے۔ جہاں کہیں ان کو اشکال ہوا' حضرت مفتی صاحب کو دکھلایا، اس پر راقم نے دوبارہ تحقیق کی، جزاهم الله احسن الجزاء۔

آخر میں راقم حضرت وقار سادات فخر گجرات مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ، فقیہ عصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی احمد صاحب

خانپوری دامت برکاتہم ،حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان حضرات نے تقریظ تحریر فرما کر راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

فتاوی کا مسودہ راقم کو:۹۳ء میں موصول ہو چکا تھا،مگر ترتیب' تبویب' تحشیہ وغیرہ کا یہ وقت طلب کام طویل انتظار کے بعد اب تک تین جلدوں میں مکمل ہوا۔

شکر کہ جمازہ بمنزل رسید　　زورق اندیشہ بساحل رسید

اللہ کرے بقیہ جلدیں بھی جلد شائع ہو جائیں۔''مرغوب الفتاوی'' کی یہ جلدیں بہت جلد منظر عام پر آجاتیں ،مگر درمیان میں کئی اسفار کے ساتھ کچھ دوسرے کام سامنے آگئے، چنانچہ اس اثناء میں متعدد رسائل وکتابیں تیار ہوئیں اور بعض اللہ کے فضل سے چھپ بھی گئیں،اس دوران کئی کئی مہینے مسلسل فتاوی کا کام مطلقاً معطل رہا۔الحمدللہ آج وہ ساعت آ ہی گئی کہ تین جلدوں کا کام اپنی تکمیل تک پہنچا۔

اخیر میں اس بات کا اظہار نامناسب نہ ہوگا کہ مرتب نے اپنی مقدور بھر محنت وکوشش سے دریغ نہیں کیا۔تاہم ناظرین کی خدمت میں عاجزانہ درخوست ہے کہ کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو مرتب فتاوی کو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کردی جائے۔﴿ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ﴾

مرغوب احمد لاجپوری

مؤرخہ ۵/ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷/دسمبر ۲۰۰۴ء

بروز جمعہ

تقریظ از:

وقار سادات فخر گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم ، اما بعد !

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ وسیع النظر عالم باعمل تھے، قرآن اور حدیث وفقہ پر بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے فتاوی مدلل اور فقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے۔ اہل برما کی دعوت پر آپ رنگون تشریف لے گئے اور ایک مدرسہ میں تعلیم وافتاء کی خدمت انجام دی اور اس کے بعد رنگون کی مشہور سورتی جامع مسجد میں فتوی نویسی کی خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی۔ اہل برما کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بڑا فیض پہنچا۔

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی کے نقول سورتی جامع مسجد میں محفوظ تھے۔ ان کے سعادت مند پوتے جن کا نام حسن اتفاق سے ''مولوی مرغوب احمد'' ہی ہے' انہوں نے رنگون کا سفر کیا اور بڑی کوشش کر کے فتاوی کے رجسٹروں کی فوٹو کاپی کر کے مرحوم کے تمام فتاوی حاصل کئے اور اب مرحوم مفتی صاحب رحمہ اللہ کے پوتے مولوی مرغوب احمد سلمہ ان فتاوی کو ترتیب دے کر شائع کر رہے ہیں۔

انشاء اللہ فتاوی کے ذخیرہ میں ایک بیش بہا علمی' قیمتی ذخیرہ کا اضافہ ہوگا اور بڑی علمی چیز امت کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔ مرحوم کا علمی شاہکار منظر عام پر آ رہا ہے، اس پر ہم اللہ تعالی کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ مرحوم کی روح کو بھی انشاء اللہ بڑا سکون حاصل ہوگا۔ اللہ

عز وجل اشاعت کے تمام مراحل کو آسان فرمائے اور جلد از جلد فتاوی کا مبارک مجموعہ منظر عام پر آجائے۔ اور اللہ پاک ان فتاوی سے امت مرحومہ کو بیش از بیش فیض پہنچائے، مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔ بحرمة النبی الامی صلی اللہ علیه و اٰله و صحبه و سلم۔

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے جناب محمد اسماعیل عرف ''بھائی میاں'' اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر ہیں۔ بڑے مہمان نواز، بااخلاق ملنسار، شب بیدار، عبادت گذار ہیں، یہ سب انہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالی ان کی اور ان کے صاحبزادوں کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد و اٰله و صحبه اجمعین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا۔

احقر الانام

سید عبدالرحیم لاجپوری

تقریظ از: فقیہ عصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے اتفاقا سفر امریکہ سے واپسی پر چند دنوں کے لئے برطانیہ میں قیام کا موقع ملا۔ اس سفر میں میری سعادت ہے کہ متعدد ذی صلاحیت نوجوان علماء کی زیارت نصیب ہوئی۔

انہیں علماء میں مولانا مرغوب احمد صاحب مقیم ڈیوز بری ہیں، جن کے علم وفضل کا میں معترف ہوں۔ موصوف حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ سابق مفتیٔ اعظم رنگون (برما) سے نسبی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت رحمہ اللہ کے پوتے ہیں اور اپنے دادا مرحوم کے ہم نام ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ ہماری جماعت کے ان محقق علماء میں گذرے ہیں جنہوں نے عرصہ دراز تک ملک برما میں مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرمائی اور اس طرح ان کے فتاوی کا ایک بڑا ذخیرہ اکٹھا ہو گیا۔

قابل صد ستائش ہیں مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب جنہوں نے اس عظیم الشان علمی اور فقہی ذخیرہ کو ضائع ہونے سے بچا لیا اور رنگون کی سورتی جامع مسجد کے دار الافتاء سے اس ذخیرہ کو حاصل کر کے اس کی ترتیب وتحقیق کا فریضہ انجام دیا، فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

میں نے اس فتاوی کے بہت سارے حصہ کا مطالعہ کیا اور میں اطمینان قلب سے اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ فتاوی کا مستند مجموعہ ہے، جس کی طباعت واشاعت ہمارے فقہی خزانہ میں اضافہ ثابت ہوگی۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ہمارے دوست مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مفتیٔ ڈابھیل نے بھی اس پر نظر ثانی فرمائی اور تحقیق وحواشی کا اضافہ فرمایا۔

میں اس عمل کی قبولیت کے لئے دعا کرتا ہوں اور اپنے عزیز فاضل دوست مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے علم وعمل کی ترقی کے لئے دعا گو ہوں، فقط۔ مجاہد الاسلام قاسمی

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله و کفی ، وسلام علی عباده الذین اصطفی ، اما بعد ! قال الله تعالی: ﴿ فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ﴾، وقال النبی صلی الله علیه وسلم : " من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین " وقال الله تعالی : ﴿یؤتی الحکمة من یشاء و من یؤت الحکمة فقد أُوتی خیرا کثیرا﴾۔

پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ امت میں سے بقدر ضرورت لوگوں کو فقہ کا علم حاصل کرنا چاہئے تا کہ ملت کی دینی ضرورت پوری ہو۔ اور حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ یہ نعمت اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کے حق میں اللہ تعالی خیر چاہتے ہیں۔ اور دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ دانائی اور دین کی کامل سمجھ اللہ کی توفیق سے جس کو مل گئی تو اسے بے حد بھلائی حاصل ہوگئی، کیونکہ اس سے اوپر بھلائی کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

ایسے ہی موفق بندوں میں سے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری قدس سرہ 'مفتیٔ اعظم رنگون' برما' بھی ہیں۔

آپ نے ایک لمبے عرصہ تک برما کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرمائی ہے اور فتاوی کی صورت میں ایک عظیم ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے' جس کو ان کے پوتے جو انہی کے ہم نام ہیں''مرغوب الفتاوی'' کے نام سے مرتب کررہے ہیں' جو انشاء اللہ کئی جلدوں میں شائع ہوگا۔

ان فتاوی کے بارے میں میری تصدیق وتصویب کوئی معنی نہیں رکھتی ع

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

خود مفتی صاحب قدس سرہ کا مقام و مرتبہ اس کی بڑی ضمانت ہے، پھر بھی کچھ حصہ میں نے پڑھا، قلب کو سرور اور طبیعت کو انبساط حاصل ہوا، نہایت مدلل اور مفصل جوابات ہیں، کسی جواب کو پڑھ کر تشنہ کامی کا احساس نہیں ہوتا، ہر فتوی تحقیق کی داد طلب کرتا ہے۔

لاجپور ہی کے حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری قدس سرہ بھی ہیں۔ آپ کا ''فتاوی رحیمیہ'' بھی فتاوی کی دنیا میں تہلکہ مچائے ہوئے ہے، اس کے جوابات عوام و خواص کے لئے تشفی بخش ہوتے ہیں۔ ''مرغوب الفتاوی'' بھی اس کا قرین ہے۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ مرتب کتاب نے فتاوی کی بھرپور تخریج کردی ہے، ہر عبارت کا حوالہ بیان کیا ہے، اور ضرورت کی جگہوں میں دلائل کا اضافہ کیا ہے، اس طرح شراب دوآتشہ ہوگئی۔

بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی ان فتاوی کو مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور بقید حیات کے لئے ترقئ درجات کا موجب بنائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز ، وصلی اللہ علی النبی الکریم ، والحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

خادم دار العلوم دیوبند

۸/شعبان ۱۴۲۷ھ

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضلع سورت میں واقع قصبہ ''لاجپور'' قدیم زمانہ سے علماء اور صلحاء کا مخزن ومنبع رہا ہے۔ بین الاقوامی شہرت کی حامل کئی ہستیاں وہاں پر ہوئیں۔ان میں سے ''حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہٗ'' کی شخصیت بھی ہے۔آپ کو اللہ تعالی نے علمی اور عملی ہر دو کمالات سے متصف فرمایا تھا۔حضرت موصوف کو دیکھنے والی چند آنکھیں جو ابھی بھی موجود ہیں اور حضرت کے سوانحی خاکے جو مختلف زمانوں میں ترتیب دیئے گئے،اس کے شاہد عدل ہیں۔آپ کی علمی خدمات کا ایک میدان افتاء وارشاد بھی ہے۔آپ نے اپنے زمانۂ قیامِ رنگون میں یہ مقبول خدمت بھی انجام دی ہے۔آپ کے اس زمانہ کے تحریر فرمودہ فتاوی وہاں کے رجسٹروں میں محفوظ تھے۔اس علمی جواہر اور موتیوں کو بڑی محنت اور جاں فشانی اور جستجو کے بعد حاصل فرما کر آپ کے حفید، آپ ہی ہم نام عزیز مکرم ''مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری سلمہ اللہ تعالی وعافاہ'' (مقیم ڈیوز بری، یو-کے) مرتب ومدلل فرما کر شائع فرمارہے ہیں، اس طرح جد امجد کی علمی کاوشوں اور یادگاروں کو اہل علم کی خدمت میں پیش فرما کر ان کی خدمت کا حق بھی ادا کر رہے ہیں۔ میں ان کو اس پر مبارک باد دیتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس قیمتی اور گراں مایہ سرمایہ کو حسن قبول عطا فرما کر اہل علم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور نافع بنائے، اور عزیز موصوف کو اس طرح کی علمی خدمات کو انجام دینے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

املاہ: احمد خانپوری

۳ر جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم

علم کے بہت سے خزانے وہ ہیں، جو گوہر آبدار کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن حالات کی ناموافقت کی وجہ سے وہ آج تک گمنامی کے سینہ میں دفن ہیں اور اہل علم کی ان تک رسائی نہیں۔ انہیں دفینوں میں ایک ہندوستان کی مردم خیز ریاست گجرات کے بزرگ اور صاحب نظر عالم دین حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری سابق مفتیٔ اعظم برما کے بیش قیمت فتاوی ہیں۔ یہ فتاوی اہل علم کی رسائی سے باہر تھے اور ہم جیسے لوگ تو اس کے وجود سے بھی واقف نہیں تھے۔ صاحب فتاوی کے ہمنام ان کے فاضل حفید کے لئے یہ سعادت مقرر تھی کہ وہ اس لعل وگوہر کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر لوگوں کے لئے قابل استفادہ بنائیں۔ چنانچہ انہوں نے ''مرغوب الفتاوی'' کے نام سے ان فتاوی کو مرتب کیا ہے۔ اس حقیر کو دوران سفر اس مجموعہ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، اس سے صاحب فتاوی کی علمی گہرائی، فقہی مراجع پر نظر اور مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے امید ہے کہ فتاوی کا یہ مجموعہ اردو فتاوی میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ پھر مرتب گرامی نے اس کی ترتیب وتعلیق میں بڑی محنت کی ہے اور ان کے تشفی بخش حواشی نے اس کتاب کی افادیت کو دوچند کردیا ہے۔ مرتب نے فتاوی میں مذکورہ عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی حواشی میں ذکر کردیا ہے، یہ بہتر صورت ہے اور اس سے عام لوگوں کے لئے بھی اس کتاب سے استفادہ آسان ہوجائے گا۔ دعاء ہے کہ جلد از جلد یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئے اور اہل علم کی چشم انتظار کا سرمہ بنے۔ نیز صاحب فتاوی اور مرتب فتاوی دونوں کو اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا ہو۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

خالد سیف اللہ رحمانی

۶؍شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۲۰۰۵ء

ابتداءً راقم کے محسن دوست اور اب تو بزرگ حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ سے راقم نے درخواست کی آپ دادا رحمہ اللہ کے فتاوی کو ملاحظہ فرمالیں تو احسان ہوگا۔ موصوف سے درخواست کی وجہ یہ تھی کہ ان کو ''فتاوی رحیمیہ'' کی ترتیب و اشاعت کے کام کے سبب اس لائن کا کافی تجربہ حاصل ہے۔ مزید برآں آپ نے حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی تقریبا پچیس سالہ صحبت اٹھائی اور حضرت کی خدمت کا حق ادا فرمادیا، اس لئے فتوی میں بھی آپ کی مہارت مسلم ہے۔ موصوف نے میری درخواست پر تینوں جلدوں کا من وعن مطالعہ فرمایا۔ میں نے تقریظ کی درخواست کی تو معذرت کا خط آیا۔ اللہ تعالی نے موصوف کو تواضع کا وہ جوہر عطا فرمایا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے مجھے یقین تھا کہ آپ تقریظ لکھنے سے گریز ہی فرمائیں گے۔ [۱] میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ آپ کی تقریظ کے بغیر فتاوی شائع کروں کہ موصوف نے بڑی محنت سے فتاوی پر نظر ثانی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا تھا۔ اس کا حل یہ نظر آیا کہ معافی کی درخواست کے ساتھ آپ کے مکتوب کو تقریظ کی جگہ نقل کردوں۔ مکتوب گرامی سے آپ کے تواضع کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ مرغوب

مکتوب گرامی حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہم

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب زادمجدکم ومدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد سلام مسنون عافیت طرفین عند اللہ مطلوب،

---

[۱] ......اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے تقریظ لکھنے والے اکابر تواضع سے خالی ہیں، ع: وللناس فیما یعشقون مذاهب۔

عرض اینکہ ''مرغوب الفتاوی'' کا استفادہ کی نیت سے مطالعہ کیا۔ الحمدللہ بہت فائدہ ہوا۔ مرحوم ومغفور کا علم بہت عمیق اور مسائل اور علم بہت مستحضر ہے۔ انشاء اللہ ''مرغوب الفتاوی'' کی اشاعت سے فتاوی کے ذخیرہ میں بہت ہی قابل قدر اضافہ ہوگا اور امت مرحومہ کو بہت فیض پہونچے گا۔ آپ نے حاشیہ سے چار چاند لگا دئے ہیں۔ ماشا اللہ بہت ہی جانفشانی اور انتھک محنت وکوشش کر کے حاشیہ میں بہت ہی علمی مواد جمع فرمادیا ہے اور فتاوی کو مدلل ومبرہن کر دیا ہے۔ اللہ تعالی آپ کو اس کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائیں اللہ پاک اپنی رضا نصیب فرمائیں اور لوگوں کو خوب فیض پہونچائیں۔ اس مجموعہ کو بے انتہا مفید ونافع بناویں آمین، بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ سے عرض ہے کہ احقر نے پہلے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ احقر بے علم و بے عمل ہے۔ یہ سیاہ کار صرف مطالعہ کی نیت اور استفادہ کی غرض سے ان فتاوی کو بشوق دیکھے گا، اس لئے بہت مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ نے مقدمہ میں اس سیاہ کار کا نام درج فرمادیا ہے، اسے شامل نہ فرمائیں۔ جن اکابر کا نام آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ بہت ہی کافی و شافی ہے۔ احقر کا نام شامل کرنے سے فتاوی کا وزن کم ہوگا۔ احقر کی کیا حیثیت کہ یہ بے علم و بے عمل ان اکابر کے فتاوی دیکھے، لہذا آپ نام خارج فرمادیں۔ آپ کا بہت احسان ہوگا، امید کہ آپ احقر کے اس معروضہ کو قبول فرمائیں گے، جزاکم اللہ۔

بس اپنی ادعیہ مستجابہ میں اس سیاہ کار کو اور بچوں، بچیوں کو بھی شامل فرمائیں، اب بھی آپ کی دعائیں قبول ہیں، مغفرت اور رضا الہی کی، حسن خاتمہ وسعادت دارین کی دعا فرماویں، فقط والسلام۔ محتاج دعا

العبد: اکرام الحق غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ ولمشائخہ

مقدمہ مرغوب الفتاوی

موسوم بہ: فقہ وفتوی

اس کتاب میں تفصیل سے فقہ کی لغوی واصطلاحی تعریف، فقہ کا موضوع، غرض وغایت، علم فقہ وفقہاء کی فضیلت، فقہ کے اسماء، علم فقہ کے مدون وواضع، ضرورت تدوین فقہ، طبقات فقہاء، مجتہدین، فتوی کی لغوی واصطلاحی تعریف، تاریخ فتاوی، مفتی کا مقام وفضیلت، مفتی کے لئے شرائط واوصاف، فتوی نویسی کے آداب، ہندوستان میں کار افتاء وغیرہ موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى هدانا الى طريق الهدى ، وجنبنا من الشرک والكفر والهوى ، ووقانا عن الزلل فى عموم البلوى ، وارشدنا الى الصواب لدى الفتوى ، والذى جعل الفقه اسا سا و مبنى ، وبين فضائله حبيب المصطفى ، والصلوة والسلام على رسوله الذى دنى فتدلى ، و على اٰله و صحبه الذين هم نجوم الهدى۔

راقم الحروف اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ سابق مفتیٔ اعظم برما کے فتاوی کا مجموعہ ''مرغوب الفتاوی'' کی ترتیب کے وقت ضروری سمجھتا تھا کہ شروع میں فقہ وفتوی کے موضوع پر ایک تفصیلی مقدمہ شامل کیا جائے، چنانچہ بعض اکابر علماء وارباب افتاء کی خدمت میں درخواست کی کہ ان میں سے کوئی تفصیلی مقدمہ تحریر فرمادیں، مگر ان حضرات کی گونا گوں مصروفیات اس عظیم کام میں سدراہ بنتی گئیں، بالآخر حضرت استاذ محترم مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے حکم پر خود ہی توکلاً علی اللہ ایک خاکہ ذہن میں تیار کر کے موضوع سے متعلق چند کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور کام کا آغاز کردیا۔ مقدمہ کی ترتیب میں حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ کے اس مقدمہ سے جوانہوں نے ''فتاوی دارالعلوم دیوبند'' کے شروع میں تحریر فرمایا خوب استفادہ کیا اور بعض صفحات تو من وعن ان کی اجازت سے مکمل شامل کر لئے گئے ہیں۔

کتب فتاوی پر مقدمات کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ فقہ کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف، اس کی غرض وغایت اور موضوع وغیرہ کے ساتھ علم فقہ کی اہمیت وفضیلت پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے، چنانچہ اس عنوان پر راقم نے تفصیل سے لکھا، اس طرح فتوی کی

لغوی واصطلاحی تعریف، مفتی کی فضیلت، مفتی کے شرائط واوصاف، فتوی نویسی کے آداب وغیرہ کو بھی چند کتب کی مدد سے قدرے تفصیل سے لکھا۔

راقم کے اندازے سے زیادہ مقدمہ طویل ہوگیا، مگر فقہ وفتوی کے موضوع پر کچھ چیزیں جمع ہوگئیں۔ اس مقدمہ کا مستقل نام ''فقہ وفتوی'' رکھا گیا اور اسے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا، انشاء اللہ۔

مقدمہ کو میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی قاسمی مدظلہ نے مکمل ملاحظہ فرمایا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اسی طرح حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم نے بھی ملاحظہ فرمایا اوران سب ہی حضرات نے قیمتی تقریظیں تحریر فرما کر راقم کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالی ان اکابر ثلاثہ کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔

اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، اور مرتب کے لئے ذریعۂ نجات و ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ وتعالی

عزیز مکرم مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب سلمہ اللہ تعالی وعافاہ (مقیم ڈیوزبری' برطانیہ) جو اپنے جد امجد سابق مفتئ اعظم برما حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ کی وقیع ورفیع علمی یادگار فتاوی کو ترتیب دینے کے ساتھ اس کو اپنے قیمتی حواشی سے بھی مزین کرنے کا محنت طلب کام انجام دے رہے ہیں۔

اس کی پہلی جلد تو مدت ہوئی تیار ہو چکی تھی، لیکن عزیز موصوف کی خواہش تھی کہ اس کا ایک مبسوط مقدمہ بھی تیار کیا جائے، جس میں فقہ وفتاوی کی مختصر تاریخ اور دیگر ضروری معلومات آجائیں، اس کے لئے انہوں نے اپنے بعض اکابر کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کے ساتھ انتظار بھی کیا، لیکن اس انتظار میں اصل کتاب کی طباعت واشاعت کا سلسلہ رکا ہوا تھا تو احقر نے ان سے عرض کیا کہ آپ ہی یہ کام بھی انجام دے لیں۔ بالآخر وہ آمادہ ہوئے اور بحمد اللہ تعالی ایک مبسوط مقدمہ تیار فرمالیا۔ احقر نے ان کی اس کاوش کو حرف بحرف دیکھا۔ ماشاء اللہ تعالی موصوف نے اپنے آپ کو اس فریضہ سے بھی بڑی عمدگی اور حسن وخوبی سے عہدہ برآ کیا ہے۔

اللہ تعالی موصوف کی اس علمی خدمت (ترتیب وحواشی اور مقدمہ) کو حسن قبول عطا فرماکر مستفیدین کو بیش از بیش فائدہ پہنچائے اور آئندہ مزید علمی خدمات کی توفیق و سعادت ارزانی فرمائے، آمین یارب العالمین۔

کتبہ العبد: احمد خانپوری عفی عنہ

مؤرخہ ۸/رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۵/اگست ۲۰۰۵ء، یوم دوشنبہ

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی قاسمی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے جو قیامت تک انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔خاتم النبیین حضرت محمدﷺ (فداہ امی وابی) کی ذات گرامی پر نبوت و رسالت کی سنہری زنجیر مکمل ہونے کے بعد آپ کی امت خصوصا اس امت کے علماء پر دین حق کی دعوت واشاعت اور انسانیت کی رہنمائی کی ذمہ داری ڈالی گئی،اور اللہ کا بے پایاں شکر واحسان ہے کہ علماء امت نے ہر دور میں ملامت وستائش سے بے پرواہو کر ہر ملک اور ہر عہد میں اپنا فرض منصبی ادا کیا،اللہ تعالی شانہ کے پیغام کو بلا کم وکاست بندوں تک پہنچایا، حلال وحرام کے درمیان خط فاصل کھینچا، ہر ملک اور ہر دور کے نت نئے مسائل کا حل کتاب وسنت،اجماع وقیاس کی روشنی میں پیش کیا۔

علماء دین کی دینی خدمات کے بے شمار میدانوں میں سے ایک اہم میدان فقہ وفتوی کا بھی ہے۔فقہ وفتوی کا علم امت مسلمہ کے امتیازات وخصوصیات میں سے ہے۔انسانی تاریخ میں کسی قوم اور مذہب کے پاس ایسا مرتب و مدون مجموعۂ قانون نہیں ہے جیسا مسلمانوں کے پاس ہے۔

ہندوستان میں فقہ وفتاوی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اس ملک میں مسلمانوں کی تاریخ قدیم ہے۔فقہ وفتوی میں علماء ہند کے کارنامے،ان کی تصنیفی کاوشیں تاریخ فقہ اسلامی کا روشن ترین باب ہے۔خاص طور پر آخری چند صدیوں میں ہندوستان کے فقہاء اور اصحاب افتاء نے بڑے عظیم کارنامے انجام دیئے،اور زندہ وتابندہ تصنیفی نقوش چھوڑے۔

چودھویں صدی ہجری کے ہندوستانی اصحاب افتاء میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا

مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری (م:۱۳۸۲ھ) رحمہ اللہ کا ہے جو صوبہ گجرات کے ایک مردم خیز گاؤں لاجپور (ضلع سورت) کے باشندے تھے، لیکن انہوں نے مدت مدید تک ملک برما کی راجدھانی رنگون میں افتاء کی خدمات انجام دیں، اور بے شمار عالمانہ ومحققانہ فتاوی لکھے۔ موصوف برما میں مفتی اعظم کے منصب پر فائز تھے اور گہری فقہی بصیرت رکھتے تھے۔

مقام شکر ہے کہ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے پوتے' ہمارے دوست مولانا مفتی مرغوب صاحب مدظلہ العالی (جو اپنے دادا کے ہم نام اوران کے ذوق تفقہ کے وارث ہیں) نے ان فتاوی کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا۔ دیدہ ریزی سے ان پر حواشی لکھے۔ (خدا کرے فتاوی کا یہ مجموعہ ''مرغوب الفتاوی'' جلد از جلد شائع ہو کر اہل علم کے لئے سرمۂ بصیرت بنے)

جناب مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نے ''مرغوب الفتاوی'' کے مقدمہ کے طور پر 'فقہ وفتوی'' کے موضوع پر جو تحریر لکھی وہ ایک مستقل کتاب کا حجم اختیار کر گئی۔ اس بہانے فقہ وفتوی کے موضوع پر اردو میں ایک گراں قدر معلومات افزا چیز تیار ہوگئی۔ موصوف نے از راہ عنایت نظر ثانی کے لئے یہ تحریر مجھے بھیجی۔ میں نے اس تحریر کو حرف بہ حرف پڑھا، استفادہ کیا اور بعض مقامات پر حک وفک کے لئے طالب علمانہ مشورے دیئے۔ موصوف نے کشادہ قلبی کے ساتھ ان مشوروں کو قبول فرمایا۔

میرے نزدیک یہ تحریر ''فقہ وفتوی'' علماء وطلباء کے لئے خاصے کی چیز ہوگئی ہے۔ بے انتہاء مفید معلومات اس میں جمع ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت سے نوازے۔ مصنف کی علمی وتحقیقی کاوشوں کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ عتیق احمد قاسمی بستوی

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم

پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اب کار نبوت میں ہر عہد کے علماء آپ ﷺ کے وارث اور نائب ہیں: العلماء ورثة الانبياء۔

آپ ﷺ نے بحیثیت نبی جو امور انجام دیئے ہیں ان میں ایک احکام شرعیہ کی رہنمائی بھی ہے جس کو ''افتاء'' کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس منصب کی طرف خود قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے (نساء: ۱۷۶، و۱۲۷) اس لئے فتوی دینا نہایت ہی نازک اور اہم کام ہے، اور ہر عہد میں راسخ العلم فقہاء اس فریضہ کو انجام دیتے رہے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ مفتی اعظم برما کے فتاوی ہیں، جنہیں ان کے ہمنام اور صاحب ذوق و صاحب نظر عالم محبی فی اللہ جناب مولانا مرغوب احمد لاجپوری نے ''مرغوب الفتاوی'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔

مولانا موصوف نے نہ صرف یہ کہ خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے جد امجد کے ان گراں قدر فتاوی کو جمع کیا ہے، بلکہ اس مجموعہ پر ایک تفصیلی مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

مقدمہ سے عام طور پر مختصر تعارفی تحریر کی طرف ذہن جاتا ہے، لیکن مصنف کی یہ تحریر نہایت اہم، بصیرت افروز اور چشم کشا ہے۔ جس میں فقہ کی تعریف' اس کا موضوع' اس کی غرض و غایت' اس کی اہمیت وفضیلت' اسلام میں فقہاء کا درجہ اور مقام' فقہ حنفی کی تدوین و ترتیب' اس کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور فقہاء کے طبقات وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

پھر مصنف نے فتوی کی تعریف' فتوی دینے کا حکم' افتاء کی تاریخ' مفتی کے لئے مطلوبہ

اوصاف اور استعداد' کار افتاء میں عرف و عادت سے واقفیت کی اہمیت' فتوی لکھنے کے آداب واصول وغیرہ جیسے مسائل پر بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے،اوراس طرح یہ مقدمہ فقہ و فتوی کے تعارف'اس کی تاریخ اوراس کے اصول وآداب پرایک جامع تحریر کی حیثیت رکھتی ہے جواساتذہ وطلبہ کے لئے بھی اور دوسرے اصحاب ذوق کے لئے بھی ایک قیمتی علمی تحفہ ہے۔

کتاب کے مؤلف سے میری ایک دوہی ملاقات ہے،لیکن ان کی تحریروں سے بھی اور بالمشافہ گفتگو سے بھی ان کی بلند مذاقی' وسیع النظری اور فقہی ذوق کا اندازہ ہوا۔امید ہے کہ مولانا محترم کی اس علمی خدمت سے لوگوں کو بہت نفع پہنچے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے،اور مصنف کے علمی کاموں میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

خادم المعہد الاسلامی حیدرآباد، واسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۶رشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۰رستمبر ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لفظ فقہ کے معنی کسی شئی کا جاننا　　احکام شرع جو بھی ہیں ان کو پہچاننا

فقہ کے لغوی معنی

باعتبار لغت فقہ کا استعمال بکسر القاف ’’ فَقِہَ ‘‘اور بضم القاف ’’فَقُہَ‘‘دونوں طرح ہوتا ہے۔’’فَقِہَ ‘‘ باب ’’سَمِعَ‘‘ سے ہے،جس کے معنی جاننا اور’’ فَقُہَ ‘‘ باب ’’ کَرُمَ ‘‘ سے ہے اس کے معنی ہے فقیہ ہو جانا۔

صاحب درمختار علامہ علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’فالفقه لغةً: العلم بالشئی ثم خص بعلم الشرعية ، وفقِه بالكسر فقها علم وفقُه بالضم فقاهة صار فقيها‘‘۔

علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

’’ويقال فقِه بكسر القاف اذا فهم و بفتحها اذا سبق غيره الى الفهم و بضمها اذا صار الفقه سجية له‘‘۔

یعنی’’فقِہ‘‘(قاف کے کسرہ سے)اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی بات سمجھ لے۔ ’’فقَہ‘‘(قاف کے فتحہ سے)اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص بات سمجھنے میں دوسرے سے سبقت کر جائے اور فقُہ (قاف کے ضمہ سے)اس وقت استعمال ہوتا ہے جب فقہ اس کی طبیعت بن جائے۔(منحة الخالق على البحر الرائق ص۳ ج۱)

قرآن مجید میں لفظ فقہ کے مادہ کا استعمال بیس مرتبہ ہوا ہے

علامہ رشید رضا مصری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’ ذكر هذا اللفظ فی عشرين موضعا من القرآن، تسعة عشر منها تدل على ان

المراد به نوع خاص من دقة الفهم والتعمق فی العلم الذی یترتب علیه الانتفاع به''۔

یعنی قرآن پاک میں یہ مادہ بیس [1] جگہ استعمال ہوا ہے جس میں سے انیس جگہ اس کا مدلول ایک مخصوص قسم کی دقت فہم اور علمی گہرائی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو۔

بعض حضرات نے یہ تعریف کی:

''الفقه حقیقة الشق والفتح والفقیه العالم الذی یشق الاحکام ویفتش عن حقائقها و یفتح ما استغلق منها''۔

---

[1] ......وہ بیس آیتیں یہ ہیں:

	آیت	سورت	نمبر		آیت	سورت	نمبر
۱	یفقهون حدیثا	نساء	۷۸	۱۱	ما نفقه کثیرا	ھود	۹۱
۲	ان یفقهوه	انعام	۲۵	۱۲	ولکن لا تفقهون تسبیحهم	اسراء	۴۴
۳	لعلهم یفقهون	,,	۶۵	۱۳	ان یفقهوه وفی آذانهم	,,	۴۶
۴	لقوم یفقهون	,,	۹۸	۱۴	ان یفقهوه	کھف	۵۷
۵	لا یفقهون بها	اعراف	۱۷۹	۱۵	لا یکادون یفقهون قولا	,,	۹۳
۶	قوم لا یفقهون	انفال	۶۵	۱۶	یفقهوا قولی	طٰہ	۲۸
۷	لو کانوا یفقهون	توبہ	۸۱	۱۷	لا یفقهون الا قلیلا	فتح	۱۵
۸	فهم لا یفقهون	,,	۸۷	۱۸	بانهم قوم لا یفقهون	حشر	۱۳
۹	لیتفقهوا فی الدین	,,	۱۲۲	۱۹	فهم لا یفقهون	منافقون	۳
۱۰	قوم لا یفقهون	,,	۱۲۷	۲۰	ولکن المنافقین لا یفقهون	,,	۷

فقہ کے لغوی معنی کسی شئی کو کھولنا اور واضح کرنا ہے۔فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کرے، اور ان کے حقائق کا سراغ لگائے، اور مغلق و پیچیدہ مسائل کو واضح کرے۔(فائق الزمخشری)

فقہ کی اصطلاحی تعریفات

اصطلاح میں فقہ کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فقہ کا اطلاق پہلے عام تھا، پھر یہ لفظ ایک مخصوص فن کے ساتھ خاص ہو گیا۔

فقہ کی پہلی تعریف

صاحب مفتاح السعادۃ رحمہ اللہ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

''هو علم باحث عن الاحكام الشرعية الفرعية العملية من حيث استنباطها من الادلة التفصيلية''۔

یعنی علم فقہ وہ علم ہے جو احکام شرعیہ فرعیہ سے اس حیثیت سے بحث کرے کہ اس کا استنباط تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہے، لیکن یہ تعریف اصول فقہ کی تو موزوں ہے، مگر فقہ کی موزوں نہیں۔نیز اس تعریف کے اعتبار سے صرف مجتہد پر فقیہ کا اطلاق ہو سکے گا، حافظ للفروع کو فقیہ کہنا صحیح نہ ہوگا، البتہ مجازاً اس کو فقیہ کہہ سکیں گے۔

دوسری تعریف

شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے:

''هو التصديق بالاحكام الشرعية القطعية''۔(تحریر ابن ہمام ص۴)

اس تعریف میں ابن ہمام رحمہ اللہ نے لفظ تصدیق کا اضافہ کر دیا ہے۔علامہ ابن نجیم

مصری رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے اس تعریف کو پہلی تعریف سے اچھا کہا ہے، وہ فرماتے ہیں:

فالاولی ما فی التحریر من ذکر التصدیق الشامل للعلم والظن۔(بحرالرائق ص۳)

اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہ تغیر اس لئے کیا کہ فقہ کو جو لوگ ظنی کہتے ہیں ان پر رد ہوجائے، اس لئے کہ فقہ قطعی ہے۔

یہ ایک طویل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ فقہ کا مأخذ کتاب وسنت اور اجماع ہے اس لئے قطعی الثبوت ہے، لیکن چونکہ اس کا اکثر حصہ قطعی الدلالۃ نہیں ہے، اس وجہ سے اس میں قیاس کی گنجائش ہے، اور اسی بناء پر کسی مجتہد کے مسلک کو بالکلیہ غلط نہیں کہہ سکتے، اور کسی ایک مسلک پر عمل کرنا نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے''درمختار''میں ہے:

''اذا سئلنا عن مذهبنا و عن مذهب مخالفنا ' قلنا وجوبا مذهبنا صواب يحتمل الخطأ و مذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب ' واذا سئلنا عن معتقدنا و معتقد خصومنا ' قلنا وجوبا الحق ما نحن عليه والباطل ما عليه خصومنا''۔

یعنی اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تمہارا فقہی مسلک ٹھیک ہے یا تمہارے مخالفین (شوافع، مالکیہ، حنابلہ وغیرہم) کا؟ تو ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مسلک صحیح ہے، مگر اس میں خطا کا احتمال ہے، اور ہمارے مخالفین کا مسلک خطا ہے، مگر اس میں درستگی کا احتمال ہے:'' لان المجتهد يخطی ويصيب ''اور اگر ہمارے اعتقادات کے متعلق پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا تمہارے مخالفین (معتزلہ، خوارج وغیرہ) کے اعتقادات حق ہیں؟ تو ہم پورے یقین کے ساتھ کہیں گے کہ ہمارے اعتقادات حق ہیں اور ہمارے مخالفین کے اعتقادات باطل ہیں۔ (اس لئے کہ ان کا ثبوت نصوص قطعی الدلالۃ سے ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے)۔(ص۳۳ ج۱)

تیسری تعریف

''ارشاد القاصدین'' میں اس طرح تعریف کی ہے:''تکالیف شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام علم فقہ ہے جیسے عبادات، معاملات، عادات وغیرہ''۔

چوتھی تعریف

امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''اتمام الدرایہ'' اور ''نقایہ'' میں اس طرح تعریف کی ہے:
''علم فقہ ان احکام شرعیہ کا پہچاننا ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہوں''۔(مفید المفتی ص۵)

پانچویں تعریف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے:
''معرفة النفس ما لها وماعليها ''(آدمی کا اپنے لئے مفید اور مضر چیزوں کو جان لینا) لیکن یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے ''بحر الرائق'' میں ہے کہ:

''عرفه الامام الاعظم بانه معرفة النفس مالها وما عليها ، لكنه يتناول الاعتقادات كوجوب الايمان والوجدانيات أى الاخلاق الباطنة والملكات النفسانية والعمليات كالصلوة والصوم والبيع ، فمعرفة ما لها وما عليها من الاعتقادات علم الكلام ' و معرفة ما لها وماعليها من الوجدانيات هى علم الاخلاق والتصوف كالزهد والصبر والرضا وحضور القلب فى الصلوة و نحو ذلک ، و معرفة ما لها وماعليها من العمليات هى الفقه المصطلح ، فان اردت بالفقه هذا المصطلح زدت عملا على قوله ما لها وما عليها ، وان اردت علم ما يشمل على الاقسام الثلا ثة لم تزد وابوحنيفة انما لم يزد ' لانه اراد الشمول اى اطلق العلم على العلم بما لها وما عليها سواء كان من الاعتقاديات أو الوجدانيات أو العمليات ومن

ثم سمی الکلام فقھا اکبر ''۔(ص ۱/۶)

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف کی ہے''معرفہ النفس ما لھا و ما علیھا'' لیکن یہ تعریف اعتقادات جیسے وجوب ایمان اور وجدانیات یعنی اخلاق باطنہ اور ملکات نفسانیہ اور عملیات جیسے نماز، روزہ اور خرید وفروخت وغیرہ کو شامل ہے، پس جو چیزیں آدمی کے لئے از قبیل اعتقادات جاننا ضروری ہیں ان کا نام تو علم کلام ہے، اور جو چیزیں از قبیل وجدانیات جاننا ضروری ہیں ان کا نام علم الاخلاق وعلم تصوف ہے جیسے زہد وصبر' رضا' نماز میں حضور قلب وغیرہ، اور جو چیزیں آدمی کے لئے اعمال کے قبیل سے جاننا ضروری ہیں ان کا اصطلاحی نام علم فقہ ہے، پس اگر فقہ سے آپ کی مراد اصطلاحی علم فقہ ہے تو''ما لھا و ما علیھا'' پر عملا کی قید بڑھا دیجئے، اور اگر ایسا علم مراد لینا چاہتے ہوں جو تینوں اقسام کو شامل ہو تو مذکورہ قید کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے، امام اعظم نے اس قید کا اضافہ اس لئے نہیں فرمایا کہ انہوں نے سب کی شمولیت کا ارادہ فرمایا ہے، یعنی انہوں نے مطلق علم مراد لیا ہے خواہ اعتقادات ہوں یا وجدانیات یا عملیات اور اسی لئے آپ نے علم کلام کا نام فقہ اکبر رکھا ہے۔

چھٹی تعریف

صوفیاء کے نزدیک فقیہ کی تعریف جیسا کہ حضرت حسن بصری سے منقول ہے، یہ ہے:

''انما الفقیہ الزاھد فی الدنیا ' الراغب فی الاخرۃ ' البصیر بدینہ ' المداوم علی عبادۃ ربہ ' الورع الکاف نفسہ عن اعراض المسلمین العفیف عن اموالھم الناصح لجماعتھم''۔

یعنی فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو،

دین سے باخبر ہو، پروردگار کی عبادت پابندی سے کرتا ہو، پرہیزگار رہو، مسلمانوں کی آبرو ریزی سے بچتا ہو، ان کے مالوں سے کنارہ کش ہواوران کا خیرخواہ ہو۔

ساتویں تعریف

امام غزالی رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے:

''معرفة الفروع والوقوف على دقائق عللها''۔

یعنی فروعات کو جاننا اوران کی دقیق علتوں سے واقف ہونا۔(مبادیات فقہ ص۱۹)

فقہ اسلامی کا دائرہ

فقہ دراصل انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے، اور درج ذیل شعبہائے حیات کی بابت اس فن کے ذریعہ رہنمائی ملتی ہے:

عبادات:......یعنی وہ احکام جو اللہ تعالی اور بندوں کے براہ راست تعلق پر مبنی ہیں۔نماز' روزہ' حج' زکوۃ' قربانی' اعتکاف' نذر' عبادات میں شامل ہیں۔

احوال شخصیہ:......یعنی دو آدمیوں کے درمیان غیر مالی تعلقات سے متعلق احکام۔اس میں نکاح' طلاق' فسخ وتفریق' عدت' ثبوت نسب' نفقہ' حضانت' ولایت' میراث' وصیت وغیرہ احکام آتے ہیں۔قدیم فقہاء اس کو' مناکحت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔اردو زبان میں'' عائلی قوانین'' اور انگریزی میں پرسنل لاء''personal law'' کہا جاتا ہے۔

معاملات:......یعنی دو شخصوں کے درمیان مالی معاہدہ پر مبنی تعلقات۔اس میں خرید و فروخت' شرکت' رہن' کفالت' ہبہ' عاریت' اجارہ وغیرہ قوانین شامل ہیں۔آج کل اسے ''تجارتی قوانین'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مرافعات:......یعنی عدالتی قوانین۔قاضی کا تقرر' شہادت ووکالت کے احکام' مقدمات کو

ثابت کرنے کا طریقہ وغیرہ۔

دستوری قانون:......یعنی وہ قوانین جو حکومت اور ملک کے شہریوں کے درمیان حقوق و فرائض کو متعین کرتے ہیں۔

عقوبات:......جرم وسزا سے متعلق قوانین۔اس میں شرعی حدود، قتل و جنایت کی سزا، اور جن جرائم کے بارے میں کوئی سزا متعین نہیں کی گئی ہے، ان کی بابت سزا کا تعین، جسے فقہ کی اصطلاح میں ''تعزیز'' کہتے ہیں، شامل ہیں۔

بین المملکی قانون:......یعنی دو ملکوں اور دو قوموں کے درمیان تعلقات و معاہدات اور حقوق وفرائض سے متعلق قوانین۔ان کو فقہاء اسلام ''سیر'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس موضوع پر پہلی تالیف امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب السیر'' ہے۔مستشرقین کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فقہ اسلامی کا دائرہ کس قدر وسیع ہے،اور کس طرح اس نے زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی سے لے کر خلافت عثمانیہ کے سقوط تک فقہ اسلامی نے ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے قابل لحاظ حصہ پر فرماں روائی کی ہے۔(قاموس الفقہ ص ۳۴۱ ج ۱)

تصوف اور فقہ میں منافات نہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقہ کی امام صاحب رحمہ اللہ نے تعریف کی ہے: **معرفة النفس مالها وما عليها**۔

منافع اخروی کے اعتبار سے نفس کو پہچاننا۔

یہ عام ہے اعمال ظاہری و باطنی سب کو،تو تصوف اور فقہ میں منافات کہاں ہے؟ پہلے

لوگ فقہ اور تصوف کے جامع ہوا کرتے تھے۔

سلف میں فقہ فقط احکام ظاہر کے علم کا نام نہ تھا، بلکہ مجموعہ احکام ظاہرہ و باطنہ کے علم کو فقہ کہتے تھے، جس میں تصوف بھی داخل ہے۔امام مالک رحمہ اللہ کا قول مشہور ہے:

'' مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا تَحَقَّقَ''۔

جس نے بغیر تصوف کے فقہ حاصل کیا وہ متفسّق ہو گیا، اور جو بغیر فقہ کے صوفی بن گیا وہ زندیق ہو گیا، اور جس نے دونوں باتیں جمع کر لیں وہ محقق ہو گیا۔

یہ روایت میں نے ''جامع التفاسیر'' مصنفہ نواب قطب الدین خان صاحب میں دیکھی ہے۔(حسن العزیز ص ۳۲۶ ج ۴۔فقہ حنفی کے اصول وضوابط ص ۲۸)

فقہ کا موضوع

کسی علم میں جس چیز کے حالات وصفات سے بحث کی جاتی ہے وہی چیز اس علم کا موضوع ہوتی ہے۔اور بحث کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان حالات وصفات کو موضوع کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔علم طب میں بدن انسانی کے حالات سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق اس کی صحت اور بیماری سے ہے، اس لحاظ سے علم طب کا موضوع انسانی بدن ہے۔

اسی طرح فقہ میں چونکہ انسان کے ظاہری افعال کی کچھ صفات (احکام شرعیہ) سے بحث کی جاتی ہے، لہذا فقہ کا موضوع انسان کے ظاہری افعال ہیں، یعنی انسان کے صرف ظاہری افعال کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کے شرعی احکام کیا ہیں۔

بعض حضرات نے اس طرح بیان کیا ہے کہ (فقہ کا موضوع) مکلّف آدمی کا فعل وعمل ہے جس کے احوال سے اس علم میں بحث ہوتی ہے، مثلاً اس کا صحیح ہونا صحیح نہ ہونا، فرض ہونا

یا فرض نہ ہونا، حلال ہونا یا حرام ہونا، حلال یا حرام نہ ہونا وغیرہ۔

مکلّف سے مراد عاقل بالغ شخص ہے، مجنون یا نابالغ پر چونکہ شرعی احکام کی ذمہ داریاں نہیں لہذا ان کے اعمال فقہ کا موضوع نہیں، یعنی ان کے کسی فعل کو فرض' واجب یا حرام' مکروہ نہیں کہہ سکتے، اور فقہ میں جو مسائل مجنون یا نابالغ کے افعال سے متعلق ذکر کئے جاتے ہیں ان کا مقصد صرف یہ بتانا ہوتا ہے کہ ان افعال کی بنا پر اس کے ولی اور سرپرست کی ذمہ داریاں کیا ہیں، مثلاً بچہ کوئی جنایت کرے تو اس کا ضمان بچہ کے ولی پر ہوگا بچہ پر نہیں، کیونکہ وہ غیر مکلّف ہے۔

بنیاد فقہ

''واستمداده من الكتاب والسنة و الاجماع والقياس'' ۔

اور فقہ میں مدد لی جاتی ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس سے۔

(درمختار ص۱۲۰ ج۱، مقدمہ۔ طبع: مکتبہ دار الباز، مکۃ مکرمہ)

فقہ کی غرض وغایت

جس مقصد کے پیش نظر کوئی کام کیا جائے تو اس کو غرض کہتے ہیں، اور اس مقصد کے حصول کو غایت کہتے ہیں۔ ''دستور العلماء'' ج۳ر میں ہے:

''اعلم ان ما يترتب على فعل ان كان تصوره باعثا للفاعل على صدوره عنه يسمى غرضا أو علة''۔

یعنی جاننا چاہئے کہ وہ چیز جس پر کوئی فعل مرتب ہوا گر اس چیز کا تصور فعل پر فاعل کے اقدام کا سبب ہو تو اس کو غرض وعلت کہتے ہیں، مثلاً جامع مسجد پہنچنے کے ارادہ سے کوئی چلے تو یہ جامع مسجد پہنچنا غرض ہے، اور جامع مسجد پہنچ جانا غایت ہے۔

اسی تھوڑے سے فرق کی وجہ سے مناطقہ کے یہاں غرض اور غایت دو مستقل چیزیں ہیں، مگر حقیقت اور مصداق کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔

فقہ کی غرض وغایت:

''الفوز بسعادة الدارین''یعنی دونوں جہاں میں کامیاب ہونا ہے، یعنی خود بھی دنیا میں جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں پہنچنا' ترقی کرنا' خود بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچاننا اور عمل کرنا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے کر آخرت میں اعلی درجات حاصل کرنا۔(کما فی رد المختار ص۲۷ ج۲)۔

مأخذ کے بعد سمجھئے غایت ملاحظہ — علم فقہ کی کیجئے عنایت ملاحظہ
غایت حصول علم سے رحمت قریب ہو — دونوں جہاں میں ہم کو سعادت نصیب ہو
علم فقہ سے فہم مسائل کا ہو شعور — سنگ فقہ سے جام جہالت ہو چور چور
اے دوست اس سے بڑھ کے ہو برکت کی چیز کیا — اس سے زیادہ چاہئے میرے عزیز کیا

علم فقہ کی اہمیت وفضیلت

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ يُؤتِى الُحِكُمَةَ مَنُ يَّشَاءُ وَمَنُ يُّؤتَ الُحِكُمَةَ فَقَدُ اُوُتِىَ خَيُراً كَثِيُراً ﴾۔

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں، اور جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔(سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۹۶۲)

مفسرین کی ایک جماعت نے''حکمت'' سے مراد''فقہ''لیا ہے۔

(دیکھئے! معارف القرآن ص۳۲۷ ج۱۔تفسیر مظہری اردو ص۲۲۵ ج۱۔تفسیر ابن کثیر ص۳۰۶ ج۱)

پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جسے علم فقہ دیا گیا اسے خیر کثیر دی گئی۔تفسیر ماجدی میں ہے:

''حکمت کی تشریحیں بہت سی کی گئی ہیں، لیکن بہترین اور جامع تشریح یہ ہے کہ: وہ امور دین میں فہم صحیح کا نام ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (مفسرین کی تفسیر کے مطابق) علم فقہ کو''خیر کثیر'' سے تعبیر فرمایا، اور الفاظ قرآنی پر غور فرمائیے''خیراً کثیراً '' نکرہ لائے ہیں اظہار عظمت کے لئے، یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔(تفسیر ماجدی)

احادیث نبویہ......دین کی سمجھ اللہ تعالیٰ کی بھلائی کا ارادہ ہے

(۱)......عن معاویة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ۔

ترجمہ:......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

(بخاری، باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین، کتاب العلم، رقم الحدیث:۷۱)

تشریح...... دین کا علم حاصل ہوجانا اور دین کی سمجھ بوجھ کامل جانا یہ دونوں بالکل الگ الگ چیزیں ہیں۔ کتابوں یا اساتذہ سے کچھ معلومات کو حافظہ میں جمع کر لینے والا ضروری نہیں کہ دین کی صحیح سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہو۔ دراصل ہر کام میں جب آدمی ایک عرصہ دراز تک مستقل لگا رہتا ہے، اور شب وروز اس کا وہی مشغلہ رہتا ہے، اور گویا وہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے، تو اسے اس کام میں ایک خاص ملکہ حاصل ہوجاتا ہے، یہی اس کام کی سمجھ بوجھ ہوتی ہے، اسی طرح علوم شرعیہ کے طویل انہماک اور عرصۂ دراز تک اس سے لگاؤ کے بعد وہ علوم اس کے دل ودماغ میں رچ بس جاتے ہیں، اور آدمی مزاج شریعت سے آگاہ ہوجاتا ہے، اور ذہن ایک ایسی لائن پر پڑ جاتا ہے کہ اگر کبھی کسی معاملہ میں کوئی علمی روشنی آفتاب

نبوت سے نہ بھی ملے تب بھی یہ شخص وہی کرے گا جو شریعت کا منشاء ومقتضی ہے، اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ذہن انسانی زندگی کی نئی نئی راہوں میں بھی صحیح راستہ نکالنے کے قابل ہو جاتا ہے، جس کو اصطلاح فقہ میں مقام اجتہاد کہتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علماء نے لکھا ہے کہ: کسی کو خبر نہیں کہ میرے ساتھ خدا کو کیا منظور ہے، مگر فقہاء کو معلوم ہے کہ خدا کو ان کے ساتھ بھلائی منظور ہے، کیونکہ حدیث میں فرمادیا: ”من یرد اللہ“۔

امام محمد رحمہ اللہ کو کسی نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: مجھ کو حق تعالی کے سامنے پیش کیا گیا، تو حق تعالی نے فرمایا: اے محمد! مانگو کیا مانگتے ہو! میں نے عرض کیا کہ میری مغفرت کر دی جائے، جواب ملا کہ: اگر ہم تم کو بخشنا نہ چاہتے تو فقہ عطاء نہ کرتے، ہم نے تم کو فقہ اسی لئے عطا کیا تھا کہ تم کو بخشنا منظور تھا۔ لیکن اس سے مامون العاقبۃ ہونا لازم نہیں آتا، یعنی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ فقہاء پر سوء خاتمہ کا اندیشہ بالکل نہیں، اس لئے مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں، کیونکہ حق تعالی عذاب دینا چاہیں تو فقہ اس سے سلب کرلیں گے۔ (الحج المبرور، التبلیغ ص ۱۳۸ ج ۲۔ فقہ حنفی کے اصول وضوابط ص ۳۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

”اس سے تمام لوگوں پر علماء کی فضیلت اور تمام علوم پر تفقہ فی الدین کا افضل ہونا ظاہر ہے“۔ (فتح الباری ص ۱۲۴ ج ۱۔ قاموس الفقہ ص ۳۴۲ ج ۱)

فقہ کی مجلس میں شرکت ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے

(۲)......مَجْلِسُ فِقْهٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً۔ (دیلمی ص ۱۷۶ ج ۵، رقم الحدیث: ۷۸۷۹۔ جامع الاحادیث ص ۳۸۶ ج ۱۶، رقم الحدیث: ۱۷۰۷۴)

ترجمہ:......فقہ کی مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے

منافق تفقہ فی الدین سے محروم

(۳)......عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِى مُنَافِقٍ : حُسْنُ سمتٍ وَلَا فِقْهٌ فِى الدِّيْنِ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة ، ابواب العلم ، رقم الحدیث:۲۶۸۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں: خوش اخلاقی اور فقہ فی الدین۔

تشریح:......سراج وغیرہ میں بعض سلف سے منافق کی ایک یہ پہچان بتلائی گئی ہے کہ وہ دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر مقدم رکھتا ہے تو مؤمن فقیہ کی شناخت یہ ہوئی کہ وہ آخرت کو مقدم رکھے، اور جب فقہ کی پوری سمجھ حاصل ہوتی ہے تو اس کو دنیا کی نمود سے بالکل برأت ہوجاتی ہے، پھر بھلا نفاق کا اثر کیسے رہے گا؟ کیونکہ وہ بھی منافق ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو، چنانچہ بعض احادیث میں تصریح موجود ہے۔

بیہقی نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ: ایمان والوں میں سب سے بہتر عالم فقیہ ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے اس کے پاس جاویں تو اس سے نفع اٹھاویں، اور اگر بے پرواہی کریں تو وہ ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ (مقدمہ فتاوی عالمگیری، اردو ص۶ ج۱)

فقیہ کا مقام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا:

(۴)......فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔

(ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة ، ابواب العلم ، رقم الحدیث:۲۶۸۱)

یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

فقہ سے بہتر کسی طرح خدا کی عبادت نہیں کی گئی

(۵)......قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : مَا عُبِدَ اللّٰہ بِشَئْیٍ اَفْضَلَ مِنْ فِقْہٍ فِی الدِّیْنِ، وَ لَفَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ، وَلِکُلِّ شَئْیٍ عِمَادٌ ' وَ عِمَادُ ھذا الدِّیْنِ اَلْفِقْہُ۔

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: تفقہ فی الدین سے بہتر خدا کی عبادت کسی اورطریقے سے نہیں کی گئی، اور یقیناً ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، اور ہر چیز کا ستون ہوتا ہے، اور دین کا ستون فقہ ہے۔

(معجم طبرانی اوسط ص۱۹۴ ج۶ ،ط: دارالحرمین، رقم الحدیث :۶۱۶۶۔مجمع الزوائد ص۱۶۰ ج۱، باب منہ [باب فی فضل العلم] کتاب العلم ، رقم الحدیث:۴۸۷)

تشریح:...... یہ حدیث فقہ کی فضیلت پر بڑی اہمیت رکھتی ہے، جس میں صاف ارشادفرمایا گیا کہ: تفقہ فی الدین سے بڑھ کر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی، اس لئے کہ عبادت کی کماحقہ ادائیگی فقہ کی معرفت پر موقوف ہے، جاہل کو یہ معرفت حاصل نہیں کہ اوامر کی اتباع کرکے اور مناہی سے اجتناب کرکے کیسے متقی بن جائے ، اسی وجہ سے فقہ کا امتیاز اوراس کی فضیلت دوسرے علوم پر ظاہر ہے کہ یہ علم بڑا اہم علم ہے، اگرچہ دوسرے علوم مثلاً علم تفسیر وحدیث اشرف ہیں۔

فقیہ ہزار عابد پر بھاری ہے

حدیث پاک کا دوسرا جملہ:'' فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد '' کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں:

مقابلہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ کامیابی اس شخص کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے مد مقابل کے داؤ پیچ سے بخوبی واقف ہو اور اس کا توڑ جانتا ہو، چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ مقابلہ کے اکھاڑہ میں وہ شخص جو اپنے ظاہری قوی اور جسم کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اپنے اس مقابل کو پچھاڑ دیتا ہے جو جسم و بدن کے اعتبار سے اس سے کئی گنا طاقت ور ہوتا ہے، کیونکہ وہ جب مقابلہ میں آتا ہے تو اس کا دماغ بنیادی طور پر مقابل کے ہر وار سے بچاؤ کی شکل اور اس کے ہر داؤ کا جواب اپنے خزانہ میں رکھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی اسی ہی کی ہوتی ہے۔

دنیا میں باطنی طور پر انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو اپنے مکر وفریب کی طاقت سے لوگوں کو گمراہی کی وادی میں پھینکتا رہتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو شیطان کے مکر وفریب سے واقف نہیں ہوتے اور اس کی طاقت وقوت کا جواب نہیں رکھتے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں، مگر ایسے لوگ جو اس کے ہر داؤ کا جواب رکھتے ہیں اور اس کی طاقت وقوت کی شہ رگ پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ خود اس کی گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں ، بلکہ دوسروں کو بھی محفوظ رکھتے ہیں اور یہ لوگ وہی عالم ہوتے ہیں جن کے قلب ودماغ نور الٰہی کی مقدس روشنی سے منور اور ان کے ذہن وفکر علم ومعرفت کی طاقت سے بھرپور ہوتے ہیں، اسی لئے اس حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابد جتنی طاقت رکھتے ہیں اتنی طاقت تنہا ایک عالم کے پاس ہوتی ہے، کیونکہ جب شیطان لوگوں پر اپنے مکر وفریب کا جال ڈالتا ہے اور انہیں خواہشات نفسانی میں پھنسا کر گمراہی کے راستہ پر لگا دینا چاہتا ہے تو عالم اس کی چال سمجھ لیتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں پر شیطان کی گمراہی کو ظاہر کرتا ہے، اور ایسی تدابیر انہیں بتا دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ شیطان کے ہر حملہ سے

محفوظ رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے وہ عابد جوصرف عبادت ہی عبادت کرنا جانتا ہے اور علم ومعرفت سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ تو محض اپنی ریاضت ومجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے یہ خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ شیطان کس چور دروازے سے اس کی عبادت میں خلل ڈال رہا ہے، اوراس کی تمام سعی وکوشش کو ملیا میٹ کررہا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پرتو وہ عبادت میں مشغول رہتا ہے، مگر لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کے مکرو فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے، اس لئے نہ وہ خود شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ (مظاہرحق جدید ص۲۴۵ ج۱)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: ایک دفعہ میں چند دن کے لئے جنگل بیابان میں مقیم رہا، ایک روز شدت سے پیاس لگی تھی میں پانی کی تلاش میں نکلا مگر پانی نہ ملا، اسی اثناء میں کچھ بادل چھاگئے ، کچھ بوندیں برسیں، جن سے مجھے تسکین ہوئی، پھران بادلوں میں سے ایک روشنی نکلی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو گھیر لیا، اس روشنی سے ایک عجیب وغریب صورت نمودار ہوئی جو مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ: اے عبد القادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں تجھ پر تمام حرام چیزوں کو حلال کرتا ہوں، (اس لئے جو چاہو کرو کوئی باز پرس نہ ہوگی) میں نے کہا: ﴿ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ﴾ اے شیطان ملعون! راندۂ درگاہ! دور ہو اور بھاگ، کیا بکتا ہے؟ میں نے جیسے ہی ''اعوذ باللہ'' پڑھی وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی ،اندھیرا چھا گیا، وہ صورت غائب ہوگئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر! شریعت مقدسہ کی واقفیت اور علمی بصیرت جو تمہیں حاصل ہے اور جو تقوی تمہیں میسر ہے کہ تم بیدار مغز عالم متقی ہو اس کی وجہ سے تم محفوظ رہ گئے اور مجھ سے نجات

پا گئے ورنہ اس مقام پر تم جیسے ستر عبادت گذار زاہدوں اور صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔

(البلاغ المبین ص ۳۴۔از حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔بحوالۂ فتاوی رحیمیہ ص ۱۷و۱۲۱ج ۱)

نوٹ :......’’اخبار الاخیار‘‘ اردو ص:۳۳۳/ پر بھی یہ قصہ ہے، اس میں آخر میں ہے کہ: بتائیے یہ کونسا علم وہدایت ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عنایت فرمایا ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالی کا فضل وکرم، اور وہی ابتداء وانتہا میں رہبری کرتا ہے۔(مبادیات فقہ ص ۲۴)

فقہ دین کا ستون ہے

حدیث شریف کے آخر میں فرمایا:’’لکل شئی عماد‘‘ کہ ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے،یعنی کوئی بھی چیز بغیر ستون کے قائم نہیں ہوتی،مثلا ایک بلند وبالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں

ایک حدیث پاک میں دین واسلام کے لئے پانچ ستون فرمائے گئے ہیں کہ’’ بنی الاسلام علی خمس‘‘ کہ ان پانچ ستون کے بغیر اسلام مکمل نہیں، ویسے ہی دین کا ستون فقہ کو بتلایا کہ بغیر علم فقہ کے دین اور اس کے ارکان کی معرفت اور اس پر عمل ممکن نہیں، گویا فقہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب’’جامع العلم وفضلہ‘‘ میں اس روایت کو تھوڑے فرق سے بیان کیا ہے۔

بہترین عبادت‘فقہ کا علم ہے

(۲)......عن انس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خَيْرُ دِيْنِكُمْ اَيْسَرُهُ وَ خَيْرُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ۔(فيض القدير ص ۶۴۸ ج ۳، رقم الحديث : ۴۰۶۸)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے اچھا

دین وہ ہے جو سب سے آسان ہو،اور بہترین عبادت (علم) فقہ ہے۔

(جامع بیان العلم وفضله ،لابن عبد البر ص۳۵،العلم والعلماء(اردو) ص۵۳)

تشریح:......صاحب فیض القدیر اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: کہ آدمی کے لئے تمام علوم میں معرفت ممکن نہیں،اس لئے علوم میں اہم علم کے حصول کی طرف اپنی توجہ کو صرف کرنا اور بہتر علم کی طرف اپنی عنایت کو متوجہ کرنا ضروری ہے،اور وہ علم فقہ ہے،اس لئے کہ لوگ اس علم سے راہ راست پر آئیں گے اور اس کی عدم واقفیت سے گمراہ ہو جائیں گے۔

الناس معادن كمعادن الذهب

(۷)......عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اَلنَّاسُ مَعَادِن كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا۔

(مسلم، باب الارواح جنود مجنده ، کتاب البر والصلة والادب ، رقم الحديث:۲۶۳۸)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ سونے چاندی کی کان کی طرح ہیں،جو لوگ ایام جاہلیت میں (کریم الاخلاق ہونے کی وجہ سے مقتدا و پیشوا اور) اچھے تھے وہ (زمانۂ) اسلام میں بھی اچھے ہیں اگر وہ سمجھیں (یعنی فقہ فی الدین حاصل کریں۔

تشریح:......احکام کو علی وجہ البصیرت جانتے ہوں،اور فروعات کے استنباط کی قوت رکھتے ہوں) اس سے فقہ کی شرافت ظاہر ہے۔پس واقعی خوبی وشرافت ذاتی میں یہ ہے کہ ایمان والا فقیہ ہو اور اگر یہ بات اس سے ظاہر نہ ہو تو گویا کان کے اندر یہ کنکر تھا یا زہریلی مٹی تھی۔

(مقدمہ فتاوی عالمگیری اردو ص۶ ج۱)

تفقہ فی الدین کے لئے آپ ﷺ کی دعا

(۸)......فقہ فی الدین کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعا فرمائی: ''اللھم فَقِّهْهُ فی الدین وعلِّمه التاویل''۔اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما۔(ترجمان السنہ ص ۲۵۸ ج ۴)

فقہ کے طالب علم کے ساتھ نرمی کی وصیت

(۹)......عن ابی سعید الخدری انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : انّ الناس لکم تبع ، وان رجالا یأتونکم من اَقطار الارض یتفقّهون فی الدین ، فاذا اَتَوْکم فاسْتَوصوا بهم خیرا۔

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے میرے صحابہ) لوگ تمہارے تابع ہیں، دور دراز سے تمہارے پاس تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے لئے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ (نرمی، محبت اور) بھلائی کے ساتھ پیش آنا، یہ میری تم کو وصیت ہے۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ، ابواب العلم ، رقم الحدیث:۲۶۵۰)

قرآن پاک اور حدیث پاک میں تفقہ فی الدین کے حصول کا امر

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾۔(سورۂ توبہ، آیت نمبر:۱۲۲)

ترجمہ:......سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد) میں جایا کرے تا کہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قرآن حکیم نے اس جگہ علم دین کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی لفظ میں بتلا دیا ہے، وہ ہے '' لیتفقّھوا فی الدّین '' یہ موقع بظاہر اس کا تھا کہ '' یتعلّمون الدّین ''کہا جاتا، یعنی علم دین حاصل کریں، مگر قرآن نے اس جگہ ''تعلم '' کا لفظ چھوڑ کر ''تفقہ '' کا لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، وہ تو بہت سے کافر، یہودی، نصرانی بھی پڑھتے ہیں، اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے، [۱] بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ یہی لفظ ''تفقہ '' کا ترجمہ ہے اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ بوجھ ہی کے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ مجرد کے صیغے سے '' لیفقھوا الدین ''یعنی'' تا کہ وہ دین کو سمجھ لیں نہیں فرمایا'' بلکہ ''لیتفقھوا فی الدین ''فرمایا جو باب تفعل سے ہے، اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت حاصل کریں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت، نجاست یا نماز، روزے، زکوۃ، حج کے مسائل معلوم کرے، بلکہ دین کی سمجھ بوجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا، اس کو اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہئے۔ دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے، اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ:

---

[۱]...... یہ طفل مکتب بہت ادب سے اس بات کا اظہار مناسب سمجھتا ہے کہ: ''اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے'' کے بجائے یہ الفاظ ہوتے تو زیادہ مناسب ہوتا ''اور شیطان کو بہت زیادہ حاصل ہے''۔

’’انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اوران تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کے لئے ضروری ہے‘‘۔

آج کل جو علم فقہ مسائل جزئیہ کے علم کو کہا جاتا ہے یہ بعد کی اصطلاح ہے۔قرآن و سنت میں فقہ کی حقیقت وہی ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ جس شخص نے دین کی کتابیں سب پڑھ ڈالیں مگر یہ سمجھ بوجھ پیدا نہ کی وہ قرآن وسنت کی اصطلاح میں عالم نہیں۔اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ علم دین حاصل کرنے کا مفہوم قرآن کی اصطلاح میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے، وہ جن ذرائع سے حاصل ہو وہ ذرائع خواہ کتابیں ہوں یا اساتذہ کی صحبت سب اس نصاب کے اجزاء ہیں۔(معارف القرآن ص۴۹۱ ج۴)

(۱۰)......عن واثلة ' قال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان نتفقه فى الدين۔

ترجمہ:......حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دین میں سمجھ اور فقہ حاصل کرنے کا حکم فرمایا۔

(مجمع الزوائد ص ۱۵۸ ج۱، باب فى طلب العلم ، كتاب العلم ، رقم الحديث:۴۷۶)

فقہاء سے مشورہ کا حکم

(۱۱)......عن على رضى الله عنه قال : قلت : يا رسول الله ! ان نزل بنا امرٌ ليس فيه بيان امر ولا نهى فما تأمرنى ؟ قال : شاوِروا فيه الفقهاء و العابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة۔

(طبرانی (اوسط) ص۴۴۱ ج۱، رقم الحديث:۱۶۱۸۔مجمع الزوائد ص۱۷۸ ج۱، باب الاجماع ، رقم الحديث:۷۵۹)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا

کہ: اگر ہمیں کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے جس کے بارے میں (قرآن وسنت میں) نہ کوئی حکم موجود ہو نہ ممانعت تو اس بارے میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو، اور اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

فقہاء کی قلت علامت قیامت میں سے ہے

شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو الانصاری کی روایت نقل کی ہے:

(۱۲)......من اقتراب الساعة كثرة القطر، وقلة النبات، وكثرة القراء، وقلة الفقهاء وكثرة الامراء، و قلة الامناء۔ [۱]

(کنز العمال ص۲۲۰ ج۱۴، رقم الحدیث:۳۸۴۷۲)

قیامت کی علامات میں بارش کا زیادہ ہونا اور پیداوار کا کم ہونا ہے اور قراء کی زیادتی اور فقہاء کی قلت ہے اور امراء کی کثرت اور امانت داروں کی کمی ہے۔

تھوڑی دیر فقہ پڑھنا بہت زیادہ عبادت بہتر ہے

(۱۳)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يسير الفقه خير من كثير العبادة۔

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: تھوڑی دیر فقہ پڑھنا بہت زیادہ (نفل) عبادت سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد ص۱۶۹ ج۱، باب فی فضل العلم، کتاب العلم، رقم الحدیث:۴۸۱)

---

[۱]...... یہ روایت اور الفاظ سے بھی مروی ہے:

عن حكيم بن حزام، عن ابيه، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: انّكم قد اصبحتم فى زمانٍ كثيرٍ فقهاؤه، قليل خطباؤه، كثير مُعطوه، قليل سوّاله، العمل فى خير من العلم، و سيأتى زمان قليل فقهاؤه، كثير خطباؤه، وكثير سوّاله و قليل معطوه، العلم فيه خير من العمل۔

(مجمع الزوائد ص۱۶۹ ج۱، باب فی فضل العلماء و مجالسهم، کتاب العلم، رقم الحدیث:۵۳۱/۵۲۹)

علم فقہ کا حصول بہتر عبادت ہے

(۱۴)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : افضل العبادة الفقه ، وافضل الدين الورع۔

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: (علم) فقہ (کا حصول) بہتر عبادت ہے، اور بہترین دین تقوی ہے۔

(مجمع الزوائد ص۱۶۹ ج۱، باب فی فضل العلم ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۴۷۹)

قیامت کے دن فقیہ کی شفاعت قبول کی جائے گی

(۱۵)......آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک عابد اور فقیہ پیش ہوں گے۔ اللہ تعالی عابد سے فرمائیں گے: اے عابد! تو جنت میں چلا جا، کیونکہ تیری عبادت اپنی ذات کے لئے تھی، اور فقیہ سے فرمائیں گے: تو میری بارگاہ میں گنہگاروں کی شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی، کیونکہ تیری محنت دوسروں کی اصلاح کے لئے تھی۔

فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں

(۱۶)......آپ ﷺ نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں اور ان کی مجالس میں خیر و برکت کی زیادتی ہے۔

فقیہ کو مغلوب کرنا دین کے زوال کا سبب ہے

(۱۷)......آپ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا عروج و زوال ہوتا ہے۔ میرے دین کے عروج کا زمانہ یہ ہے کہ پورے قبیلے کے لوگ فقہ کو مانتے ہوں، اس کے موافق عمل کرتے ہوں، اگر ان میں ایک دو شخص فقہ سے ہٹ کر فاسق بن جائیں تو قبیلہ کے فقہاء ان فقہ کے

منکرین فاسقوں کو ڈانٹیں گے۔اور دین کا زوال اس وقت ہوگا کہ پورے معاشرے میں ایک دو فقیہ ہوں گے اور معاشرے کی اکثریت فاسق ہوگی، اس لئے اگر وہ فقیہ کسی فاسق کو روکیں گے تو معاشرے میں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور سب فاسق اس فاسق کی حمایت کریں گے اور فقیہ کو مغلوب کر دیں گے، یہی دن' دین کے زوال کے ہوں گے۔

فقیہ کے ساتھ جاہل کا دینی تلاعب کرنا قابل رحم ہے

(۱۸)......آپ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی بہت ہی قابل رحم ہیں: ایک وہ شخص جو پہلے امیر تھا پھر فقیر ہو گیا۔ دوسرا وہ جو قوم میں بڑا باعزت تھا، پھر ذلیل ہو گیا۔ تیسرا وہ فقیہ جس کے ساتھ جاہل لوگ دینی تلاعب کرنا شروع کر دیں۔

نوٹ:...... یہ چار احادیث خطیب بغدادی کی کتاب ''الفقیه و المتفقه ''میں سندوں سے منقول ہیں۔(تجلیات صفدر ص ۶۰۹ ج ۱)

فقہ اور فقہاء کے متعلق صحابہ واسلاف کے اقوال

ایک گھڑی فقہ کا حصول رات بھر کی عبادت سے افضل ہے

(۱)......عن عبد الله بن مسعود ' انه يقول : المتقون سادة ' والفقهاء قادة ' و مجالستهم سيادة۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرماتے تھے کہ: متقی حضرات سردار ہیں، اور فقہاء قائدین ہیں، اور ان کی مجالس سیادت کا ذریعہ ہے۔

(معجم طبرانی کبیر ص ۱۱۰ ج ۹۱، خطبة ابن مسعود و من کلامه ، رقم الحديث:۸۵۵۳۔

مجمع الزوائد ص ۱۶۷ ج ۱، باب فی فضل العلماء ومجالستهم ، کتاب العلم ، رقم الحديث:۵۲۰)

(۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گذاروں۔(العلم والعلماء ص۵۴)

ہزاروں عابد کی موت ایک فقیہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے

(۳)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: قائم اللیل اور صائم النہار ہزار عابدوں کی موت حلال وحرام جاننے والے ایک دانا وبینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

(العلم والعلماء ص۵۵)

سیادت سے پہلے حصول تفقہ کا حکم

(۴)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:'' تَفَقَّهُوا قَبلَ اَنْ تَسُودُوا ''یعنی سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

(رواہ البیهقی فی الشعب ،کذا فی المقاصد الحسنة ص۲۵۹، رقم الحدیث:۳۴۱،کشف الخفاء ص۲۷۸، رقم الحدیث۱۰۰۰)

فقہاء کی مثال

(۵)......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: انما مثل الفقهاء کمثل الاکف۔

بے شک فقہاء کی مثال ہتھیلی کے مانند ہے،یعنی جس طرح انسان ہتھیلی کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح لوگ فقہ اور فقیہ کے محتاج ہیں۔(مفید المفتی ص۹۔فتاوی رحیمیہ ص۱۶۵ ج۴)

فقہاء امت کے رہنما ہیں

(۶)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: متقی لوگ سردار ہیں، اور فقیہ

لوگ امت کے رہنما ہیں، اوران کے ساتھ بیٹھنے سے (ایمان وعلم میں) اضافہ ہوتا ہے۔
(حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۲۶ ج ۳)

علمی مذاکرہ رات کی عبادت سے بہتر ہے

(۷)......حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گذار دینا عبادت میں گذارنے سے بہتر ہے۔

(۸)......اسحاق بن منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر کیا تو فرمایا: اس سے مراد وہ علم ہے جس سے لوگ اپنے دین میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، طلاق وغیرہ مسائل واحکام کا علم؟ کہنے لگے ہاں۔ اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے بھی امام احمد رحمہ اللہ کی تصدیق کی۔ (العلم والعلماء ص ۵۴)

فقہاء کی موت امت کی تباہی

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی امت کی تباہی وبربادی کی علامت یہ ہے کہ اس امت کے فقہاء وفات پاجائیں تو امت ہلاک ہوگئی۔ (تجلیات صفدر ص ۶۰۸ ج ۱)

علم فقہ میں مہارت حاصل کرنی چاہئے

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے، کیونکہ شاعر انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی یا برائی کرکے) بھیک مانگے گا، اور نحو کا ماہر انجام کار تعلیم صبیان میں مشغول ہوگا، اور چاہئے کہ حساب داں بھی نہ بنے، کیونکہ وہ انجام کار زمین

کی پیمائش کرتا پھرے گا، بلکہ اس کو چاہئے کہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرے۔(اس لئے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے)۔(مقدمہ شامی ص۱۲۱،طبع: مکتبہ باز،مکہ مکرمہ)

حدیث کی مراد کو فقہاء ہی سمجھنے والے ہیں

امام ترمذی رحمہ اللہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ:

وکذلک قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الحديث۔

(ترمذی ص۱۱۸ ج۱، باب ماجاء فی غسل المیت ، ابواب الجنائز)

اسی طرح فقہاء نے فرمایا ہے اور وہی حضرات حدیث کی مراد اور مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔

حدیث فقہاء کے بغیر

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے استاذ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**الحديث مضلة الا الفقهاء**''۔

(تفقہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے۔

یعنی جس کو تفقہ فی الدین حاصل نہیں وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہ پہنچ سکے گا اور اپنی ناقص رائے سے الٹا سیدھا مطلب اخذ کرے گا اور گمراہ ہوگا۔دیکھئے.....فرق باطلہ قرآن وحدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں، مگر گمراہ ہوتے ہیں۔(فتاوی رحیمیہ ص۱۶۶ ج۴)

علم تو دو ہی ہیں: علم فقہ اور علم طب

امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:**العلم علمان : علم الفقه للاديان وعلم الطب للابدان ، وما وراء ذلک بلغة مجلس**۔(مفتاح السعادة ص۲۶۷ ج۱)

(سیکھنے کے لائق) علم (درحقیقت) دو ہی ہیں: (ایک) فقہ کا علم طریقہ زندگی کے لئے (بغیر علم فقہ کے دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے) اور (دوسرا) علم طب علاج جسمانی کے لئے، اور بقیہ علوم تو صرف حظ نفس کا ذریعہ ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دو علم ضروری ہیں، ان کی تحصیل ہر شخص کے لئے از حد ضروری ہے، ان کے علاوہ دیگر علوم درجۂ کفایت میں ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ علوم بے سود ہیں۔

اسی طرح کا قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔

(روضۃ الطالبین ص ۹۶ ج ۲۔ المغنی لابن قدامی ص ۵۳۹ ج ۵۔ زاد المعاد ص ۶۶ ج ۳۔ موسوعہ فقہیہ اردو ص ۱۷۰ ج ۱۲، تطبیب)

علم فقہ کی اہمیت وفضیلت پر چند اشعار

اذا ما اعتز ذو علم بعلم فعلم الفقه اولی باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسک وکم طیر یطیر ولا کباز

یعنی جب کوئی ذی علم اپنے علم پر فخر محسوس کرے تو علم فقہ فخر کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں، لیکن مشک کی طرح نہیں ہوسکتیں، اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

تفقه فان الفقه افضل قائد الی البر والتقوی واعدل قاصد

هو العلم الهادی الی سنن الهدی هو الحصن ینجی من جمیع الشدائد

وکن مستفیدا کل یوم زیادة من الفقه واسبح فی بحور الفوائد

فان فقیها واحدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد

علم فقہ ضرور حاصل کر، کیونکہ وہ بہترین رہنما ہے بر اور تقوی کے حصول کا اور سیدھا قاصد ہے۔

وہ ایسا علم ہے جو سنن ہدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، وہ ایسا قلعہ ہے جو تمام مصائب سے نجات دیتا ہے۔

اور روزانہ علم فقہ سے زیادہ مستفید ہو اور فوائد کے سمندروں میں تیر (علم کے سمندر میں خوب غوطہ لگاؤ)۔

بیشک ایک (متقی) متورع فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

وخیر علوم علم فقه لانه　　یکون الی کل العلوم توسلا

علم فقہ تمام علوم میں بہتر ہے، اس لئے کہ یہ علم تمام علوم کے لئے وسیلہ ہے۔

والعمر عن تحصیل کل علم　　یقصر فابدا منه بالاهم

وذلک الفقه فان منه　　ما لا غنی فی کل حال عنه

اور (انسان کی مختصر) عمر ہر (طرح لا محدود) علوم کے حاصل کرنے سے قاصر (و عاجز) ہے، لہذا اہم (علم کے حصول سے) ابتدا کر۔

اور وہ (اہم علم) فقہ ہے، اس لئے کہ اس سے کسی حال میں کوئی مستغنی نہیں۔

امام ابوالحسن منصور بن اسماعیل شافعی رحمہ اللہ (م ۳۰۶ھ) کا شعر ہے ۔

عاب التفقه قوم لا عقول لهم　　ان لا یری ضوئها من لیس ذا بصر

ما ضر شمس الضحی وهی طالعة　　وما علیه اذا عابوه من ضرر

فقہ حاصل کرنے پر ان لوگوں نے عیب لگایا ہے جنہیں عقل نہیں، اور ایسے لوگوں کی نکتہ چینی سے کوئی نقصان نہیں۔

دو پہر کا سورج جو روشن ہو کسی نابینا کا اسے نہ دیکھنا کیا آفتاب کی روشنی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟۔ (طبقات السبکی ص ۳۱۷ ج ۲۔ قاموس الفقہ ص ۳۴۲ ج ۱)

مولانا عبدالاحد کوثر قادری صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے خوب کہا ؎

علم فقہ کی اب میں فضیلت بیان کروں — اس کی اہمیت کی حقیقت بیان کروں
علم فقہ کے معنی طہارت کی زندگی — اس علم کا منشا نفاست کی زندگی
علم فقہ کا نام فضیلت کی زندگی — اس علم سے مراد شریعت کی زندگی
علم فقہ عطیہ خیر القرون ہے — فرمایا آپ نے یہ دین کا ستون ہے

فقہ کی فضیلت کے آخر میں اس بات کا اظہار نامناسب نہ ہوگا کہ علم حدیث وعلم تفسیر کے جو فضائل قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ فقہ درحقیقت درایت حدیث کا نام ہے، فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث ہی کا عطر ہے۔

فقہ، قرآن وحدیث کا عطر ہے اس کی مثال

اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے دودھ، مکھن اور گھی۔ حدیث کو دودھ سمجھئے اس سے مکھن اور گھی بنتا ہے۔ اسی طرح اصل قرآن وحدیث ہے، اور فقہ اس کا گھی ہے جس کے بغیر انسان اپنی زندگی نہیں گذار سکتا۔ (مبادیات فقہ ص ۲۹)

''شامی'' میں ہے:

'' ان الفقه هو ثمرة الحديث وليس ثواب الفقيه اقل من ثواب المحدث ''۔

یعنی فقہ حدیث کا خلاصہ ہے اور فقیہ کا اجر محدث کے اجر سے کم نہیں۔

(مقدمہ شامی، ص ۱۲۱، طبع: مکتبہ باز، مکہ مکرمہ)

محدثین نے اس حدیث کے زمرہ میں جس میں فرمایا:

’’ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِی اَلَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِی اَلَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَسُنَّتِیْ وَیُعَلِّمُونَھَا النَّاسَ ‘‘۔

یعنی اللہ تعالیٰ میرے خلفاء پر رحم فرمائے جو میرے بعد آئیں گے، جو میری احادیث اور سنتوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھائیں گے۔

فقہاء کو بھی شامل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:’’فیدخل فیہ الفقھاء ‘‘ کہ اس فضیلت میں فقہاء بھی شامل ہیں۔(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص۱۸۸ج۲، رقم الحدیث: ۱۵۴۴)

فقہ کی مثال

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے استنباط کے لفظ سے فقہ کی ضرورت اور اہمیت سمجھائی ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مثال بیان فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ نے جو وحی مجھ پر نازل فرمائی اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔فرمایا: بارش زمین پر برسی، لیکن زمین تین قسم کی تھی:

(۱)......ایک ارض طیبہ، اس پاکیزہ اور ستھری زمین نے اپنا سینہ کھول کر اس بارش کو جذب کرلیا اور پھر اس کی برکت سے زندگی کی تمام ضروریات اس کھیت میں پیدا ہوگئیں۔

(۲)......دوسری قسم کی زمین نشیب تھی، اس میں بارش کا پانی بھر گیا، گویا تالاب کی شکل میں جمع ہوگیا۔

(۳)......تیسری قسم کی زمین ایک ٹیلہ تھی، نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ کوئی فصل اُگی۔

آپ ﷺ نے اول نمبر پر جس زمین کا ذکر فرمایا اور اسے ارض طیبہ قرار دیا، یہ مثال فقہ کی کتابوں کی ہے، اس میں اسی پانی کی برکت سے تمام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں: اناج، غلہ، پھل، پھول، گنا، سبزیاں، گھاس، چارہ، دوادارو کے لئے جڑی بوٹیاں، لباس کے لئے کپاس وغیرہ، اگر چہ یہ کھیت بعض مرتبہ خشک نظر آئے، اس میں پانی کا قطرہ بھی نظر نہ آئے، مگر اس کی فصل کا ہر پھل ہر پتا اسی پانی ہی کی برکت کا ظہور ہے۔

اسی طرح اگر کسی فقہ کی کتاب میں'' قال اللہ ''اور'' قال رسول صلی اللہ علیہ و سلم '' کا لفظ صراحتا موجود نہ ہو تب بھی یہ تمام مسائل کتاب وسنت کے ہی ثمرات ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جتنی ضروریات زندگی کی کھیت ہے اتنی ہی اسلامی زندگی میں فقہ کی اہمیت ہے۔

دوسری قسم کی زمین جس میں پانی تالاب کی شکل میں جمع ہوگیا، یہ حدیث کی کتابیں ہیں، جس طرح تالاب میں پانی سب کو نظر آتا ہے، یہاں'' قال الرسول '' سب کو نظر آتا ہے، اگر بارش کے براہ راست پانی میں کچھ کمی ہو تو اس پانی سے بھی کھیت کو سینچا جا سکتا ہے، اور سب کو معلوم ہے کہ کھیت کی طرح تالاب میں سب ضروریات زندگی نہیں ملتیں، بلکہ اکثر ضروریات زندگی میں تالاب والے بھی کھیت والوں ہی کے محتاج ہوتے ہیں، اسی لئے سب محدثین کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوئے ہیں۔

فقہ کی چھوٹی سی چھوٹی کتاب میں بھی آپ کو نماز، نماز عید، نماز جنازہ وغیرہ کے مسائل کی مکمل تفصیل اور تمام مسائل کا حل ملے گا۔ جب کہ حدیث کی بڑی سے بڑی کتاب میں بھی آپ کو روزانہ پانچ دفعہ پڑھی جانے والی نماز کا مکمل طریقہ نہیں ملے گا۔

اور تیسری وہ زمین ہے جہاں سے نہ فصل اُگی نہ پانی ٹھہرا، یہ وہی فرقے ہیں جن کی

دنیا میں حدیث کی کوئی کتاب نہیں، اور نہ فقہ اور نہ اصول فقہ کی۔

مقلدین مانگ کر کھیت والے سے ضروریات لیتے ہیں، اور یہ بیچارے چوری کر کے۔

بہر حال کوئی تالاب والا ہو یا ٹیلے والا وہ اپنی ضروریات زندگی میں کھیت والے کا محتاج ہے، اور سر کی ٹوپی، جسم کے کپڑے، پاؤں کے جوتے، پیٹ میں غذا سب میں کسی نہ کسی طرح اسی کھیت کا دخل ہے۔ ہاں مانگ کر گنا لے لیا جائے تو وہ حلال ہوتا ہے، اور چوری کر کے لیا جائے تو وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

فقہ کے دیگر اسماء

کتب فقہ میں حلال اور حرام، مکروہ و ناجائز وغیرہ احکام ہیں، اس لئے اس کو علم الحلال والحرام، علم فقہ وعلم فتاوی، علم الاحکام، اور علمِ آخرت سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

فقہ کے مدون اور واضع

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے علم شریعت کی ابوابِ فقہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، چونکہ ان کو اپنی یادداشت پر پورا اطمینان تھا، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا، اور متأخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ آپ نے اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس حضرات کو فقہ کے لئے منتخب فرمایا، جو سب اپنے اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلۂ محدثین کے شیخ الشیوخ تھے۔

اور یہ حضرات تو وہ تھے جو باقاعدہ تدوینِ فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے محدثین وفقہاء بھی اکثر اوقات حدیثی وفقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں

اپنے اپنے علم وصوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔امام صاحب رحمہ اللہ نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ ہے جس کی نظیر غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نہیں ملتی۔(قرۃ العیون ص۸۲)

ترتیب فقہ کا سلسلہ

ترتیب فقہ کا سلسلہ اس طرح ہے:

" الفقه زرعه ابن مسعود ، و سقاه علقمة ، و حصده ابراهيم النخعي ، و داسه حماد ، و طحنه ابو حنيفة ، وعجنه ابويوسف ، و خبزه محمد ، فسائر الناس يأكلون من خبزه " ۔

(الدر المختار ص۱۴۱ ج۱، المقدمة ، مطلب : يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل)

یعنی (آپ ﷺ سے کتاب وسنت کا بیج لے کر) علم فقہ کی تخم ریزی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی،اس کی آبیاری حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کی،حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اسے کاٹا،اور حضرت حماد رحمہ اللہ نے اسے گاہا،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے پیسا،امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے گوندھا،امام محمد رحمہ اللہ نے روٹیاں پکائیں،اب تمام لوگ ان کی پکائی ہوئی روٹیاں کھا رہے ہیں۔

الحمد للہ اس سند کی ابتدا بھی محمد رسول اللہ ﷺ سے اور انتہاء بھی امام محمد رحمہ اللہ پر، یہی فقہ محمدی ہے، ولله الحمد۔

کسی شاعر نے اسے نظم میں یوں پیش کیا ہے ؎

الفقه زرع ابن مسعود و علقمة حصاده ثم ابراهيم دواس

نعمان طاحنه يعقوب عاجنه محمد خابز والآكل الناس

فقہ کی کتابیں

فقہ کی کتابیں امام محمد رحمہ اللہ نے لکھیں جو امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ان کا وصال: ۱۸۹ھ میں ہوا۔ان کی چھ کتابیں تواتر اور شہرت کی وجہ سے ظاہر الروایۃ کہلاتی ہیں، یہ ان سے متواتر ہیں۔ہمارے متون فقہ: قدوری، کنز، نقایہ، وغیرہ ان ہی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

فقہ کے مسائل

فقہ کے مسائل تین طرح کے ہیں:

(۱)......وہ جو تواتر اور شہرت سے امام صاحب رحمہ اللہ سے منقول ہیں۔عموماً متون فقہ ان ہی پر مبنی ہیں۔

(۲)......جو اخبار آحاد کے طرز پر منقول ہیں، ایسی روایات کو نوادر کہتے ہیں۔یہ شروح و فتاوی کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۳)......وہ مسائل جو امام صاحب رحمہ اللہ کے بعد پیش آئے، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے اصولوں پر ان کا حکم استنباط کر لیا گیا، وہ بھی فقہ حنفی ہی کہلاتے ہیں، جیسے حساب کے اصول سے جو جواب نکالا جائے، مثلاً: ۸×۹=۷۲، اس کو حساب کا ہی جواب کہتے ہیں۔

نقل مسائل

فقہ کے روزمرہ پیش آنے والے مسائل جو متون متواترہ اور مشہورہ میں ہیں وہ سند کے محتاج نہیں ہوتے، جیسے قرآن پاک، لغت کے روزانہ استعمال ہونے والے الفاظ، مثلاً: گلاس، چارپائی، یا نحو کے روزانہ استعمال ہونے والے قاعدے، جیسے ''کل فاعل مرفوع''

وغیرہ،اور جو مسائل کتب متواترہ یا مشہورہ میں نہ ہوں ان کا ثبوت صحت سند پر موقوف ہوتا ہے۔

مذہب حنفی

جس طرح قرآن پاک کی بڑی تفاسیر میں متواتر قراءتوں کے علاوہ شاذ اور متروک قراءتیں بھی درج ہوتی ہیں،مگران شاذ ومتروک قراءتوں کوقرآن نہیں کہا جاتا،قرآن وہی ہے جوعوام متواتراً تلاوت کررہے ہیں۔اسی طرح کتب حدیث میں متواتر،مشہور،آحاد کے علاوہ ضعیف،شاذ بلکہ موضوع حدیثیں تک درج ہوتی ہیں،مگران شاذ،متروک اور موضوع احادیث کوسنت نہیں کہا جاتا،سنت وہی احادیث ہیں جن کے ساتھ عملی تواتر شامل ہوجائے۔اسی طرح کتب فقہ وفتاوی کی بڑی کتابوں میں متواتر،مشہوراور مفتی بہ کے ساتھ شاذ اور غیر مفتی بہ اقوال بھی موجود ہیں،مگران میں سے مذہب حنفی صرف ان مسائل کا نام ہے جواحناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہا ہیں،متروک العمل اور غیر مفتی بہا اقوال حنفی نہیں۔ مذہب کا معنی شاہراہ ہے جس پرلوگ رات دن چلتے ہوں۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:﴿ یاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً ﴾۔
ترجمہ:......اے ایمان والو!اللہ سے ڈرواور مضبوط بات کہو۔(سورۂ احزاب،آیت نمبر:۷۰)

فقہ کی کتابوں میں جو بات احناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہ ہے وہی مضبوط کہلاتی ہے۔متروک العمل اور غیر مفتی بہ مسائل پراعتراض کرنے والے خوف خدا سے خالی ہیں۔

اسی طرح لکھا ہے:

’’وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق لاجماع‘‘۔

اور یہ کہ قاضی کا حکم اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اوراجماع کا پھاڑنا ہے،

یعنی حرام اور باطل ہے۔

(الدرالمختار ص ۱۴۱ ج ۱، المقدمة ، مطلب : لا یجوز العمل بالضعیف حتی لنفسه عندنا)

ضرورت تدوین فقہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جب تک دنیا میں صحابہ رضی اللہ عنہم رہے ان میں جو حضرات فقیہ اور مجتہد تھے اور افتاء کا کام کرتے تھے وہ پوری اسلامی حکومت میں پھیلے ہوئے تھے اور پیش آمدہ مسائل کا حل کرتے تھے۔

۱۱۰ھ میں جب جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخری فرد حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے بعد مستقلا احکام کی نشر و اشاعت کا کام ان کے شاگردوں (یعنی تابعین رحمہم اللہ) نے شروع کر دیا، اس وقت سات مقامات ایسے تھے جو علوم نبویہ کا مرکز تھے اور وہاں دارالافتاء قائم تھے۔ ان مقامات میں بڑے بڑے جید تابعی موجود تھے، وہ سات مقام یہ ہیں: مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق (شام) مصر، یمن، کوفہ بڑی خصوصیات کا حامل تھا۔ ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہاں قیام رہ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے ہزاروں تلامذہ یہاں موجود تھے، اس لئے کوفہ علمِ حدیث وفقہ میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔

۱۲۰ھ سے پہلے تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے مشہور محدث وفقیہ امام حماد رحمہ اللہ کے حلقۂ درس کے ایک ممتاز طالب علم تھے۔ امام حماد رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کی درسگاہ کے صدر نشین اور ایک مستقل معلم ومفتی ہوئے۔ امام صاحب نہایت ذکی، فہیم ومتفکر تھے۔ آپ نے اطراف عالم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اختلاف احوال وزماں کی وجہ سے ایک

صدی ہی میں عالم میں بہت کچھ تغیر وتبدل آچکا ہے، اور آئندہ ادوار میں یہ تغیر رک نہیں سکتا۔ واضعین حدیث نے وضع حدیث کا فتنہ اٹھا رکھا ہے، اور دوسرے فتنے بھی سر اٹھا رہے ہیں، اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب علم ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے، بلکہ وہ اطراف عالم میں پھیل چکا ہے، اس لئے آپ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر اس کو یکجا جمع نہ کیا گیا تو یہ علم ضائع ہو جائے گا۔

نیز امام صاحب رحمہ اللہ کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ آج سے پہلے جو افراد تھے وہ آج نہیں ہیں، زمانہ انحطاط کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، لہذا آج جو جبال العلوم ہیں ان سے استفادہ کرنا چاہئے، اور اس علم کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہئے، اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایسا دستور العمل مرتب کر دینا چاہئے جو زندگی کے ہر موڑ پر ان کے لئے مشعل راہ ہو، اور جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو، ان اسباب کی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔

کیفیت تدوین فقہ اور امام صاحب کے چالیس رفقاء

اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس ماہر اشخاص منتخب فرمائے اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی جن کے مبارک اسماء یہ ہیں:

نمبر	اسماء	وفات ھ	نمبر	اسماء	وفات ھ
۱	امام زفر....................	۱۵۸	۲۱	امام اسد بن عمرو...........	۱۸۸
۲	امام مالک بن مغول.......	۱۵۹	۲۲	امام محمد بن الحسن..........	۱۸۹
۳	امام داؤد طائی..............	۱۶۰	۲۳	امام علی بن مسہر...........	۱۸۹
۴	امام مندل بن علی..........	۱۶۸	۲۴	امام یوسف بن خالد......	۱۸۹

۵	امام نضر بن عبدالکریم.....	۱۶۹	۲۵	امام عبداللہ بن ادریس...	۱۹۲
۶	امام عمرو بن میمون.........	۱۷۱	۲۶	امام فضل بن موسی.........	۱۹۲
۷	امام حبان بن علی.........	۱۷۲	۲۷	امام علی بن طبیان.........	۱۹۲
۸	امام ابوعصمہ............	۱۷۳	۲۸	امام حفص بن غیاث......	۱۹۴
۹	امام زہیر بن معاویہ.......	۱۷۳	۲۹	امام وکیع بن جراح.......	۱۹۷
۱۰	امام قاسم بن معین.......	۱۷۵	۳۰	امام ہشام بن یوسف....	۱۹۷
۱۱	امام حماد بن الامام اعظم...	۱۷۶	۳۱	امام یحیٰ بن سعید القطان..	۱۹۸
۱۲	امام ہیاج بن بسطام.....	۱۷۷	۳۲	امام شعیب بن اسحاق....	۱۹۸
۱۳	امام شریک بن عبداللہ...	۱۷۸	۳۳	امام ابوحفص بن عبدالرحمٰن	۱۹۹
۱۴	امام عافیہ بن یزید........	۱۸۰	۳۴	امام ابومطیع بلخی.........	۱۹۹
۱۵	امام عبداللہ بن مبارک....	۱۸۱	۳۵	امام خالد بن سلیمان......	۱۹۹
۱۶	امام ابویوسف............	۱۸۲	۳۶	امام عبدالحمید............	۲۰۳
۱۷	امام محمد بن نوح	۱۸۲	۳۷	امام حسن بن زیاد.........	۲۰۴
۱۸	امام ہشیم بن بشیر السلمی....	۱۸۳	۳۸	امام ابوعاصم النبیل........	۲۱۲
۱۹	امام ابوسعید یحیٰ بن زکریا..	۱۸۴	۳۹	امام مکی بن ابراہیم.......	۲۱۵
۲۰	امام فضل بن عیاض.......	۱۸۷	۴۰	امام حماد بن دلیل.........	۲۱۵

(امانی الاحبار ، الجواهر المضیئه ،بحوالۂ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ص۱۸۳/۱۸۴۔

فتاوی رحیمیہ ص۲۳۲ ج۴)

نوٹ......ان چالیس علماء رحمہم اللہ کے حالات کے لئے دیکھئے! مقدمہ انوار الباری۔

مجلس تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع رحمہ اللہ کی شہادت

اس مجلس تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ مشہور محدث - امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ - فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کام میں کس طرح غلطی باقی رہ سکتی تھی، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ابو یوسف، حفص بن غیاث، حبان، مہندل رحمہم اللہ جیسے ماہرین حدیث ان کے ساتھ تھے، اور لغت وعربیت کے ماہر قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جیسے شریک تھے، اور داؤد بن نصیر طائی، فضیل بن عیاض رحمہما اللہ جیسے زہد اور تقوی اور پرہیزگاری رکھنے والے حضرات موجود تھے، لہذا جس کے رفقاء کار اور ہم نشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا، کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف واپس کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(جامع المسانید ص۳۳/بحوالۂ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ص ۱۷۸۔فتاوی رحیمیہ ص۲۳۳ ج۴)

استنباط مسائل کا طریقہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے استنباط مسائل کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ اولا کتاب اللہ پھر سنت نبویہ پھر آثار صحابہ اور اس کے بعد قیاس۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی نظر احادیث کے بارے میں بہت دوربین تھی۔ وہ حدیث کے قوی، ضعیف، مشہور، آحاد کے علاوہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ آخری امر جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا ہے وہ کیا تھا؟ اور مسائل کے استنباط میں امام صاحب رحمہ اللہ سوچ سوچ کر اس قسم کے جزئیات پر بھی بحث کرتے تھے کہ جن کا وجود ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے امام صاحب رحمہ اللہ نے مجلس تدوین فقہ میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی کہ جن

کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا۔

آپ کے اردگرد تلامذہ کا مجمع ہوتا، اور ہر شخص کو احادیث آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی سے گفتگو و بحث کا موقع دیا جاتا تھا، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے سب ہی لوگ اپنے اپنے دلائل بیان کرتے، اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہوجاتی تھی اور بحث کے دوران خود امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی (جو سب کے مسلم شیخ اور استاذ تھے) بعض حضرات اختلاف کر بیٹھتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔ بعض اجنبی لوگ امام صاحب رحمہ اللہ سے کہتے کہ آپ اتنی بے باکی سے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنادیا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں، اور یہ لوگ ہر ایک کے حتی کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں تاکہ صحیح بات بالکل منقح ہوکر سامنے آجائے۔

بہر حال اس طرح آپ جزئیات پیش فرماتے اور جواب حاصل کرتے، اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت قلمبند کرلیا جاتا، ورنہ بحث کا سلسلہ جاری رہتا اور جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پاجاتی۔ کبھی کبھی ایک مسئلہ پر مہینوں گذر جاتے، جب کلام بہت طویل ہوجاتا تو آخر میں امام صاحب رحمہ اللہ بحیثیت صدر مجلس تقریر شروع فرماتے اور سب دم بخود ہوکر ہمہ تن متوجہ ہوکر امام صاحب رحمہ اللہ کے فرمودات سنتے اور آپ ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب اسے تسلیم کرلیتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم رہتے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلمبند کرلئے جاتے تھے۔

تقریباً بائیس سال کی مدت میں امام صاحب رحمہ اللہ نے قانون اسلامی کو مدون کرلیا،

یہ کتابیں کتب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ: ۸۳/ ہزار دفعات پر مشتمل تھا جس میں: ۳۸/ ہزار مسائل عبادات کے متعلق تھے، باقی: ۴۵/ ہزار مسائل کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ (از: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ملخص)

امام صاحب رحمہ اللہ کا مدون شدہ قانون عدالتوں میں

امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور والیان ریاست کے کام آیا۔ عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کرلیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے، یحیٰ ابن آدم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''قضی به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر''۔

یعنی خلفاء، حکام اور ائمہ امام صاحب رحمہ اللہ کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، بالآخر اسی پر عمل ہونے لگا۔ (مؤفق ص ۱۴۱ ج ۲)

''وقال محمد بن اسحاق النديم فى '' الفهرست '' والعلم براً و بحراً و شرقاً و غرباً بُعداً و قُرباً تدوينه رضى الله عنه''۔

یعنی بر و بحر، شرق و غرب، دور اور نزدیک ہر جگہ کا علم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تدوین کا ثمرہ ہے۔ (فقه اهل العراق وحديثهم ص ۵۷، از: فتاوی رحیمیہ ص ۲۳۵ ج ۴)

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

تدوین فقہ میں احتیاط

کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہنے پائے، اور ہر طرح چھان بین کر کے جچے تلے جملوں میں اسے قلمبند کیا، اور اس دیدہ ریزی، غور وفکر، اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کا وجود عمل میں آیا جو ہر

جہت سے مہذب ومرتب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

طریقۂ تدوین

جن علماء قائمین بالحق کی مجلس میں استنباط واستخراج مسائل کا یہ مہتم بالشان کام انجام پایا،ان کی تعداد سیکڑوں سے بڑھ کر ہزار تک تھی،ان میں سے چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے،اور مختلف علم وفن کے ماہر شمار کئے جاتے تھے۔

''ونقل عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه ، اجلهم و افضلهم اربعون قد بلغوا الاجتهاد ، فقربهم أودناهم''۔

''روی الامام ابو جعفر الشیراماذی عن شقیق البلخی انه کان یقول : کان الامام ابوحنیفة من أورع الناس ، وأعبد الناس ، وأکرم الناس ، وأکثرهم احتیاطا فی الدین، وأبعدهم عن القول بالرائی فی دین الله عز وجل ، و کان لا یضع مسألة فی العلم حتی یجمع اصحابه ویعقد علیها مجلسا ، فاذا اتفق اصحابه کلهم علی موافقتها للشریعة قال لابی یوسف أوغیره : ضعها فی الباب الفلانی''۔

(شامی ص۱۶۵ ج۱، المقدمة ، مطلب : فی مولد الائمة الاربعة ومدة حیاتهم ، ط: دار الباز، مکة)

امام ابوجعفر الشیر اماذی رحمہ اللہ شقیق بلخی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے تھے کہ:امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ بڑھ کر پرہیزگار،عبادت گذار،کریم النفس اور دین کے باب میں محتاط تھے،آپ اللہ تعالیٰ کے دین میں ذاتی رائے کے اظہار سے کوسوں دور تھے،کسی علمی مسئلہ کی اس وقت تک تفریع نہ کرتے جب تک تمام احباب کو جمع کرکے اس پر بحث نہ کر لیتے ،جب سارے علماء شریعت کے اس مسئلہ میں متفق ہوجاتے تو کہیں جاکر امام ابو یوسف رحمہ اللہ یا ان کے سوا کسی اور سے فرماتے کہ اسے فلاں

باب میں داخل کرلو۔

ایک ایک مسئلہ پر بحث

امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے اس طرز استنباط کا تذکرہ کیا ہے، اورتقریبا کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

'' كذا فی المیزان للامام الشعرانی قدس سرہ '' ۔ (ایضا)

پھر علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'' فکان اذا وقعت واقعة شاورهم و ناظرهم وجاورهم وسألهم ' فیسمع ما عندهم من الاخبار والآثار ویقول ما عنده ' ویناظرهم شهرا أو اکثر حتی یستقر اٰخر الاقوال فیثبته ابو یوسف ' حتی اثبت الاصول علی هذا المنهاج شوری ' لا انه تفرد بذٰلک ، الخ ''۔

جب کوئی واقعہ (مسئلہ) آپڑتا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ، بحث ومباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرتے، پہلے ان سے فرماتے کہ: جو کچھ ان کے پاس حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر خود اپنا حدیثی ذخیرہ سامنے رکھتے اور اس کے بعد ایک ماہ یا اس سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ آخری بات طے پاتی، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ اسے قلمبند کرتے، اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے، ایسا نہیں ہوا کہ تنہا کبھی کوئی بات کہی ہو۔(ایضا)

کتاب وسنت کی حیثیت

''اخبار وآثار'' کے الفاظ بتارہے ہیں کہ ان علماء کے پاس کتاب وسنت کا جو ذخیرہ ہوتا تھا وہ سنایا جاتا تھا، پھر صدر مجلس کے سینے میں کتاب وسنت کا جو خزانہ محفوظ ہوتا وہ پیش ہوتا

اوران تمام مرحلوں کے بعدان کی روشنی میں ہر شخص پیش آمدہ مسئلہ پر بحث کرتا اور اپنی رائے دیتا، دوسرے اس پر مختلف پہلو سے اعتراض اور اشکالات پیدا کرتے، پھر اشکالات کا ہر ایک اپنے فہم کے مطابق مگر کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیتا، خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اس بحث ومباحثہ میں حصہ لیتے، اور جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث جاری رہتی، جب ہر پہلو سے اطمینان حاصل کرلیا جاتا تو اسے جچے تلے الفاظ میں درج رجسٹر کیا جاتا۔

خودسوچئے اگر تنہا کسی ایک کی بات ہوتی تو غلطی کا احتمال تھا، مگر جہاں چالیس چالیس جید ماہرفن علماء ہوں، اور پوری سنجیدگی اور دیانت داری سے ہفتوں اور مہینوں تک ایک ایک مسئلہ پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں بحث وتمحیص ہو، وہاں غلطی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔

انسانی غلطی کا تدارک

لیکن بہرحال تھے یہ سارے علماء ربانیین انسان ہی، اس لئے ممکن تھا کہ کہیں کسی مسئلہ میں لغزش رہ گئی ہو، یا آیات واحادیث سے استنباط واستخراج میں چوک ہوگئی ہو، اس لئے صدر مجلس نے ضروری سمجھا کہ بایں ہمہ حزم واحتیاط اور کدوکاوش انسانی بھول چوک اور محدودنظری سے صرف نظر کسی طرح بھی مناسب نہیں، چنانچہ اعلان کردیا کہ اگر کسی مستنبط مسئلہ کا کتاب وسنت کے خلاف ہونا ثابت ہوجائے تو ہر مسلمان کو کامل اختیار بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ اسے ترک کردے، اور صراحۃً حدیث سے جو مسئلہ جس طرح ثابت ہوتا ہے اسی پر عمل کرے۔

" فقد صح عن ابی حنیفة انه قال : اذا صح الحديث فهو مذهبی ، وقد حكی

ذلک الامـام عبـد البـر عـن ابـی حـنیـفة و غیـره مـن الائـمة ' و نقلـه ایضـا الامـام الشعرانی ''۔

(عقود رسم المفتی ص ۱۷۔ شامی ص ۱۶۷ ج ۱، المقدمة ، مطلب : صح عن الامام انه قال : اذا صح الحدیث فهو مذهبی ، ط: دار الباز، مکة)

امام اعظم رحمہ اللہ کا اعلان

صاحب ہدایہ سے مختلف حضرات نے ان کی روایت نقل کی ہے جو روضۃ العلماء زندوسیہ کے باب فضل صحابہ میں ہے: سـئل ابـو حـنیـفة : اذا قـلت قولا و کتـاب اللـه یخالفه ؟ قال : اترکوا قولی بکتاب الله۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کے کسی قول کی کتاب اللہ سے مخالفت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو۔

''فـقیـل اذا کـان خبر الرسول صلی الله علیه وسلم یخالفه ؟ قال : اترکوا قولی بـخبـر رسـول الـلـه صلی الله علیه وسلم ، فقیل اذا کان قول الصحابة یخالفه ؟ قال اترکوا قولی بقول الصحابة ''۔(عقد الجید للشاه ولی الله ص ۳۵)

کہا گیا اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے اس کی مخالفت ہوتی ہو تو ؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو۔ کہا گیا اور اگر ایسا ہی قول صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف پڑے تو؟ فرمایا قول صحابہ کے مقابلہ میں بھی میرا قول چھوڑ دو، یعنی میرے قول کی وقعت اس وقت کچھ نہیں جب وہ ان میں سے کسی کے بھی خلاف ثابت ہو۔

بات بالکل درست ہے کہ دراصل جدید ترتیب مسائل کی ہورہی تھی، یہ کتاب وسنت اوراقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی ہی میں تو ہورہی تھی،اس طرز کا منشاء صرف یہی تھا کہ امت کے سامنے زمانۂ حال کے مطابق مسائل سہل اسلوب میں آجائیں،اس لئے کہ زمانہ کی رفتار کا جورخ تھا وہ بتارہا تھا کہ انسانی مزاج سہل طلب بنتا جارہا ہے،اوراس وقت توجہ نہ دی گئی تو آگے چل کر دشواری بڑھتی ہی جائے گی۔

دلائل پر بنیاد

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ اپنے تلامذہ اوراصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا، بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو پھراس کو اختیار کرنا،اوراسی کا دوسروں کو حکم دینا،اس لئے کہ مقصد کتاب وسنت اوراقوال صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل ہے، اپنی بات پر ضد اوراپنے فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں ہے۔

''فاعلم ان ابا حنيفة من شدة احتياطه و علمه بان الاختلاف من اٰثار الرحمة قال لاصحابه : ان توجد لكم دليل فقولوا به''۔(عقود رسم المفتی ص١٦)

یعنی غایت احتیاط اوراس یقین کی وجہ سے کہ اختلاف آثار رحمت سے ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے اصحاب سے فرمادیا تھا کہ اگر کوئی دلیل تم کو مل جائے تو پھراسی پر عمل کرواوراسی کا حکم دو۔

بعدوالوں کی احتیاط

چنانچہ آپ کے تلامذہ واصحاب اور بعدوالوں نے اس قول کی اہمیت محسوس کی اور جب کبھی اور جہاں کہیں کسی مسئلہ میں دلائل وبراہین کی روشنی میں شبہ پیدا ہوا اسے ترک کردیا،

اور کتاب وسنت کے دائرہ میں جو دوسری صورت نظر آئی اس پر عمل کیا:

''وقد یتفق لهم ان یخالفوا اصحاب المذهب لدلائل و اسباب ظهرت لهم''۔

یعنی اور کبھی کبھی دلائل و براہین کے پیش نظر اصحاب مذہب کی مخالفت بھی ان لوگوں نے کی ہے۔

ضد سے اجتناب کی بکثرت مثالیں

یہ تو آپ کے اصحاب وتلامذہ کا حال تھا کہ انہوں نے بیسیوں مسائل میں آپ سے دلائل اور اپنے فہم کی بنیاد پر اختلاف کیا اور اسی پر ان کا عمل رہا۔ دوسری طرف خود امام اعظم رحمہ اللہ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی طے کردہ مسئلہ کے خلاف کوئی دوسری رائے کتاب وسنت کی روشنی میں وزنی معلوم ہوئی اور کتاب وسنت سے قریب تر لگی تو آپ نے اس طے کردہ مسئلہ کو ترک کردیا اور اس سے رجوع کر کے دوسری صورت کے قائل ہو گئے۔ ایک دو نہیں بیسیوں مسائل ایسے ہیں جن سے آپ کا رجوع ثابت ہے۔ جن لوگوں نے دقت نظر سے فقہ کا مطالعہ کیا ہے ان کی نگاہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں۔

کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی شدید مذمت

یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس رائے کی مخالفت کرتے تھے جو کتاب وسنت سے مستفاد نہ ہو، بلکہ اسے ضلالت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے:

" وقد روی الشيخ محی الدين فی الفتوحات المكية بسنده الی الامام ابی حنيفة انه كان يقول : اياكم والقول فی دين الله تعالی بالرائی ، و عليكم باتباع السنة ، فمن خرج عنها ضل" ۔(كتاب الميزان لشعرانی ص۵۰ ج ۱)

''فتوحات مکیہ''میں شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے مسلسل ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک اپنی سند

بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے: اللہ تعالی کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی ضروری کرلو، اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوا وہ گمراہ ہوگیا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ: جب تک شریعت میں کسی بات کا ثبوت نہ مل جائے اسے زبان پر لانا بھی گناہ ہے:

''وكان يقول لا ينبغي لاحد ان يقول قولا حتى يعلم ان شريعة رسول الله صلى الله عليه وسلم تقبله''۔(کتاب المیزان لشعرانی ص۱۵ ج۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے: جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ یہ بات شریعت رسول ﷺ کے مطابق ہے کسی کے لئے اس کا زبان پر لانا درست نہیں ہے۔

استنباط مسائل اور اس کے لئے اہتمام

جو مسائل صراحۃً کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں ملتے ان کے لئے پوری مجلس طلب کرتے، بحث وتمحیص سے کام لیتے، اور جب تک کوئی چیز باہمی اتفاق سے طے نہ ہوجاتی اطمینان خاطر نہ ہوتا۔ امام شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وكان يجمع العلماء في كل مسئلة لم يجدها صريحة في الكتاب والسنة ويعمل بما يتفقون فيها''۔(کتاب المیزان ص۱۵ ج۱)

جو مسئلہ کتاب وسنت میں صراحۃً نہیں ملتا اس کے لئے علماء کو جمع کرتے اور جس پر سب ہی کا اتفاق ہوتا عمل فرماتے۔

ایسا ہی استنباط واستخراج کے موقعہ پر کیا کرتے۔ علماء عصر سے مشورہ اور ان کا اتفاق ضروری سمجھتے تھے، تنہا ہرگز اس طرح کا کوئی قدم نہ اٹھاتے۔

وکذلک یفعل اذا استنبط حکما فلا یکتبه حتی یجمع علیه علماء عصره ' فان رضوه قال لابی یوسف اکتبه۔(ایضاً)

جب کبھی کسی حکم کا استنباط مقصود ہوتا تو اس وقت تک اسے ضبط تحریر میں نہ لاتے جب تک تمام علماء کو جمع کر کے مشورہ نہ کر لیتے ، اگر سب اس سے متفق ہوتے اور پسند کرتے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے فرماتے: اسے لکھ لو!۔

اصحاب الرائے کا حاصل

علماء نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو جو ''صاحب الرائے'' قرار دیا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی ذاتی یا من مانی رائے ہوا کرتی تھی ، اس لئے کہ آپ پڑھ چکے کہ امام صاحب رحمہ اللہ ایسی رائے کو گمراہی فرمایا کرتے تھے، لہذا اگر کسی نے ایسا کہا ہے یا سمجھا ہے تو اس نے کھلی ہوئی غلطی کا ارتکاب کیا ہے خواہ وہ بڑے سے بڑا محدث ہی کیوں نہ ہو۔ امام موصوف اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ اس سے بالکل بری ہیں۔ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ نے درست لکھا ہے کہ: اعلم انه یتعین علیک ان لا تفهم من اقوال العلماء عن ابی حنیفة و اصحابه انهم اصحاب الرائی علی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی قول اصحابه لانهم برآء من ذلک۔(ایضاً)

خوب یقین کر لو کہ علماء کے اقوال کی وجہ سے ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب سنت رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں ''اصحاب الرائے'' کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے کہ یہ حضرات اس سے بالکلیہ بری ہیں۔

تدوین فقہ میں ترتیب

آگے دلائل کے طور پر لکھتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کا طرز فکر

اوراستنباط واستخراج کیا تھا؟اورآپ کس اصول پرگامزن تھے؟فرماتے ہیں:

'' فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق کثیرة ما ملخصه انه اولا یاخذ بما فی القراٰن فان لم یجد فبالسنة ' فان لم یجد فبقول الصحابة ' فان اختلفوا اخذ بما کان اقرب الی القراٰن أو السنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم ' فان لم یجد لاحد منهم قولا لم یاخذ بقول احد من التابعین ، بل یجتهد کما اجتهدوا ''۔(الخیرات الحسان ص۲۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق کثرت طرق سے جو ثابت شدہ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ آپ پہلے قرآن اختیار کرتے ،اگرقرآن میں وہ چیز نہ ملتی تو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ،اوراگرسنت میں بھی کوئی چیز نہ ملتی تو پھرقول صحابہ اختیار کرتے ،اگرکسی مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوتا تو ان میں جو کتاب وسنت کے زیادہ قریب معلوم ہوتا اسے قبول کرتے اوراس حد سے باہر نہ جاتے ،اوراگرصحابہ کا بھی کوئی قول نہ ملتا تو تابعین میں سے کسی کا قول اختیارنہیں کرتے ، بلکہ خوداجتہاد کرتے جیسا کہ دوسرے لوگ کرتے۔

تدوین فقہ میں اولیت کا شرف

امت میں ترتیب فقہ اور مسائل کے استنباط واستخراج میں آپ کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔اس سے پہلے عام طور پرلوگوں کا دارومدار حافظہ پرتھا۔امام مالک رحمہ اللہ بھی اس سلسلہ میں آپ کے خوشہ چیں ہیں۔ابن حجرشافعی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں: انه اول من دوّن علم الفقه ورتبه ابوابا وکتبا علی نحو ما هو علیه الیوم ' و تبعه مالک فی مؤطاه و من قبله انما کانوا یعتمدون علی حفظهم۔(الخیرات الحسان ص۳۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کومدون کیا اوراسے اس طرح باب وفصل وارمرتب کیا جس طرح آج اس کی مرتب شکل پائی جاتی ہے۔امام مالک رحمہ اللہ

نے اپنی''مؤطا''میں آپ کی پیروی کی ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا۔

امام اعظم رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ تھے،اس لئے کہ جس زمانہ میں احادیث کے مجموعے پائے نہیں جاتے تھے بغیر علم حدیث کے مسائل کا استخراج کہاں سے ہوسکتا تھا؟فقہ حنفی کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ جس سے ساری دنیا اور بعد کے مجتہدین نے اپنے اپنے زمانہ میں استفادہ کیا بغیر حدیث کے کہاں سے آ گیا؟اور آج اس کے سارے مسائل واصول کس طرح حدیث کے مطابق ہو گئے؟لہذا ماننا پڑے گا کہ ''فقہ حنفی''کتاب وسنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ابن حجر شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''مر انہ اخذ عن اربعۃ الاف شیخ من ائمۃ التابعین و غیرھم ومن ثم ذکرہ الذھبی و غیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین''۔(ایضاً)

یہ بات گذر چکی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چار ہزار ائمۂ تابعین اور دوسرے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا،اور یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ وغیرہ نے محدثین کے طبقۂ حفاظ میں آپ کا شمار کیا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا ذوق حدیث ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً''کتاب الآثار ، کتاب الخراج ، کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ ، مؤطا امام محمد''وغیرہ،اور دوسری کتابیں جو عام طور پر ملتی ہیں، ان کو حاصل کر کے پڑھا جائے اور ان کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام علاؤالدین الطرابلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب''معین الحکام''میں نقل کیا ہے:

فان ابا یوسف صاحب حدیث حتی روی انه قال احفظ عشرین الف حدیث من المنسوخ ' فاذا کان یحفظ من المنسوخ هذا القدر فما ظنک بالناسخ و کان صاحب فقه و معنی۔(ص۳۰)

جس کا ماحصل یہ ہے کہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ محدث تھے، اور بعض روایتوں کے مطابق خود امام موصوف کا بیان ہے کہ: مجھے منسوخ حدیثیں بیس ہزار یاد ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ناسخ حدیثیں کتنی ہزار یاد ہوں گی۔

اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ: آپ کو احادیث کی معرفت حاصل تھی، فقیہ اور ذہین تو تھے ہی۔

ومحمد صاحب قریحة یعرف احوال الناس و عاداتهم وصاحب فقه و معی ' ولهذا قلّ رجوعه فی المسائل ' وکان مقدما فی معرفة اللغة وله معرفة بالاحادیث۔ (ایضا)

اور امام اعظم رحمہ اللہ ہر چیز میں بڑھے ہوئے تھے۔

''وابو حنیفة کان مقدما فی ذلک کله''۔

آج بھی فقہ حنفی کا کوئی طالب علم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک ایک ایک مسئلہ فقہ حنفی کی تحقیق کتاب وسنت کی روشنی میں نہیں کر لیتا۔

غلط پروپیگنڈا

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان حضرات کو حدیث نبوی ﷺ سے اتنا شغف نہیں تھا جتنا فقہ سے تھا، اور نہ یہ کہنا بجا ہے کہ ان حضرات کی تمام تر توجہ آیات اور احادیث سے مسائل و احکام کے استنباط واستخراج پر مرکوز تھی، اور تدوین وجمع احادیث سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی،

بلکہ بات صرف اس قدر ہے کہ تدوین فقہ جس کی طرف اب تک کسی نے توجہ نہیں دی تھی انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور اجتماعی طور پر پوری محنت کے ساتھ یہ کام شروع کردیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ استنباط مسائل واحکام اس وقت کا سب سے اہم کام تھا، اور یہ سب کے بس کی بات بھی نہ تھی، کیونکہ اس میں بڑے غور وفکر اور فہم وبصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ باقی تدوین حدیث کا کام تو یہ عہد نبوی سے ہوتا آرہا تھا، اور اس وقت بھی بطور خود ہر شخص کو اس سے دلچسپی تھی، جس کا بڑا ثبوت خود امام اعظم رحمہ اللہ کی ''جامع المسانید'' ہے، اور پھر پہلی صدی ہجری کے ختم پر جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو روپوش ہوئے ابھی دس بیس سال بھی نہ گذرے تھے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جمع حدیث میں اہم کام اسناد اور رواۃ پر نظر ہے، اور سچ پوچھئے تو یہی معیار ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے دور میں جس وقت تابعین کا بڑا طبقہ بقید حیات تھا، اسناد ورواۃ کی اس بحث کی گنجائش ہی کہاں تھی جو بعد میں ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ مسلم ہے کہ ''الصحابة کلهم عدول'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں، رہ گئے تابعین تو یہ موجود ہی تھے۔

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب فقہ کی تدوین آیات وحدیث سے ہورہی تھی تو ان چیزوں سے عدم توجہ کا موقع بھی کہاں تھا، اس لئے کہ اس کام میں پہلے احادیث ہی کی ضرورت پڑتی ہے۔

ابن حجر شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: جس طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے (باوجود جلالت علم اور آنحضرت ﷺ کی اقربیت کے) احادیث کا وہ ذخیرہ مروی نہیں ہے جو دوسرے چھوٹے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، کیونکہ یہ

حضرات مسلمانوں کے عمومی مصالح میں اس طرح منہمک تھے کہ ان کو روایت کی طرف وہ توجہ نہ رہی جو اور لوگوں کو تھی، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوسکتا کہ یہ حضرات احادیث سے شغف نہیں رکھتے تھے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب فقہ کی ترتیب اور استنباط واستخراج کے اشتغال کی وجہ سے اگر احادیث کی روایت میں نمایاں نظر نہیں آتے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آپ حضرات نے حدیث کی دولت سے وافر حصہ نہ پایا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں: **ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم يظهر حديثه فى الخارج، كما ان ابا بكر و عمر رضى الله عنهما لما اشتغلا لمصالح المسلمين العامة لم يظهر عنهما من رواية الاحاديث مثل ماظهر عمن دونهما حتى صغار الصحابة رضوان الله عليهم۔**

(الخیرات الحسان ص٦٦)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث وقرآن سے چونکہ مسائل کے استنباط واستخراج میں منہمک تھے جو بڑا اہم کام تھا اس وجہ سے آپ کی خدمت حدیث نمایاں نہ ہوسکی، اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما مصالح عامہ سے متعلقہ امور میں اشتغال کی وجہ سے روایت حدیث میں وہ نمایاں مقام نہ حاصل کر سکے جو دوسرے چھوٹے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل رہا، اور یہی حال امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ کا ہے کہ ان کی خدمت حدیث ان لوگوں کی طرح نمایاں نہیں جو اسی کام کے ہو کر رہ گئے تھے، جیسے ابوزرعہ اور ابن معین رحمہما اللہ۔

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب نے احادیث کے ساتھ بھی اپنے دور کے مذاق کے مطابق وہی شغف رکھا جو رکھنا چاہئے تھا۔

تدوین فقہ اور مسائل کا پھیلاؤ

فقہ کا جو کام امام اعظم رحمہ اللہ کی زیر نگرانی انجام پایا تھا وہ ضرورت اور تقاضائے وقت کے ساتھ پھیلتا اور بڑھتا ہی گیا، کسی منزل پر جا کر رکا نہیں، اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا، کیونکہ انسانی ضرورتیں نئی نئی شکلیں اختیار کرتی رہیں، اور نئی ایجادات اور جدت پسندی کے ساتھ نئے مسائل ابھرتے رہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت یوں ہی جاری رہے گا، اور یہی وجہ ہے کہ فقہ کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (مقدمہ فتاوی دارالعلوم دیوبند)

طبقات فقہاء

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

علامہ ابن کمال پاشا [۱] کی تصریح کے مطابق فقہاء کے کل سات طبقات ہیں:

(۱)......مجتہدین مطلق/ مجتہدین فی الشرع: اس طبقہ کا اطلاق ان حضرات ائمہ پر ہوتا ہے جو براہ راست ادلۂ اربعہ (قرآن وسنت، اجماع وقیاس) سے اصول وکلیات اور جزئیات واحکامات مستنبط کرتے ہیں، جیسے حضرات ائمۂ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ان کے درجہ کے مجتہدین، رحمہم اللہ۔ [۲]

(۲)......مجتہدین منتسبین/ مجتہدین فی المذہب: یہ نام ان حضرات فقہاء کو دیا جاتا ہے جو قواعد وکلیات میں تو اپنے امام اور مجتہد مطلق کے پابند ہوتے ہیں، لیکن جزئیات اور فروعی

---

[۱]......تین فقہاء ایسے ہیں جن کے القاب میں طلبہ کو اشتباہ ہوتا ہے: کمال، ابن الکمال اور اکمل یا الاکمل۔ کمال سے مراد علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر ہیں، اور ابن الکمال سے علامہ ابن کمال پاشا اور اکمل سے علامہ اکمل الدین بابرتی صاحب عنایۃ مراد ہوتے ہیں۔ (آپ فتوی کیسے دیں؟ ص۲۰)

[۲]......جیسے سفیان ثوری، امام اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ، ابن ابی لیلی وغیرہ رحمہم اللہ۔ (حوالۂ بالا ص۲۱)

مسائل میں امام کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ حضرات اگر چہ ادلۂ اربعہ سے براہ راست استفادہ کی صلاحیت رکھتے ہیں، مگر اکثر اصولوں میں اپنے امام کی تقلید کی بنا پر ان کو مجتہد فی المذہب کے زمرہ میں رکھا جاتا ہے، مجتہد مطلق نہیں کہا جاتا، مثلاً حضرت امام ابو یوسف، امام محمد اور امام صاحب کے دیگر شاگردان رشید، رحمہم اللہ۔

(۳)......مجتہدین فی المسائل: مذہب میں کچھ مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے بارے میں اصحاب مذہب سے کوئی صراحت منقول نہیں ہوتی تو جو حضرات فقہاء مذہب کے قواعد وضوابط کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل کے احکامات متعین کرتے ہیں انہیں مجتہدین فی المسائل کا لقب دیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ حضرات اصول یا فروع کسی چیز میں بھی اپنے امام سے الگ راہ اپنانے کا حق نہیں رکھتے۔ اس طبقہ کے حضرات میں امام احمد بن عمر خصاف، م:۲۶۱ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، م:۳۲۱ھ، امام ابوالحسن الکرخی، م: ۳۴۰ھ شمس الائمہ عبدالعزیز الحلوانی، م: ۴۴۸ھ، شمس الائمہ محمد بن سہل السرخسی، م:۴۸۳ھ، علامہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی، م:۴۴۲ھ اور علامہ فخر الدین حسن بن منصور المعروف بہ قاضی خان، م:۵۵۲ھ وغیرہ رحمہم اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

(۴)......اصحاب التخریج: وہ فقہاء کرام جو اجتہاد کی صلاحیت تو نہیں رکھتے، لیکن اصول و مأخذ کو محفوظ رکھنے کی بنا پر اتنی قدرت ضرور رکھتے ہیں کہ ذو وجہین یا مجمل قول کی تعیین و تفصیل کر سکیں، اور نظائر فقہیہ اور قواعد مذہب پر نظر کر کے اپنی ذمہ داری انجام دینے کے اہل ہوں تو انہیں اصحاب التخریج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس طبقہ کے لوگوں میں امام احمد بن علی بن ابو بکر الجصاص الرازی م:۳۷۰/ رحمہ اللہ اور ان جیسے حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ہدایہ میں جہاں کہیں ''کذا فی تخریج الرازی و کذا فی تخریج الکرخی'' جیسے

الفاظ آتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں۔

(۵)......اصحاب الترجیح: اس طبقہ کے فقہاء کا کام یہ ہے کہ وہ مذہب کی بعض روایات کو دوسری بعض روایات پر اپنے قول'' ھذا اولی ، ھذا اصح ، ھذا اوضح ''وغیرہ کلمات کے ذریعہ ترجیح دیتے ہیں۔علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے اس طبقہ سے انتساب رکھنے والوں میں امام احمد بن محمد بن احمد ابوالحسن القدوری م:۳۶۲ھ اور صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی م:۵۹۳ھ رحمہما اللہ کو شمار فرمایا ہے۔

(۶)......مقلدین اصحاب تمییز: ان حضرات کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ مذہب کی مضبوط اور کمزور روایات میں فرق وامتیاز کرتے ہیں اور ظاہر الروایہ، ظاہر مذہب اور روایات نادرہ کی پہچان رکھتے ہیں، اکثر اصحاب متون اسی طبقہ سے وابستہ ہیں مثلاً صاحب کنز علامہ عبد اللہ بن احمد النسفی م:۷۱۰ھ اور صاحب مختار عبداللہ بن محمود الموصلی م:۶۸۳ھ اور صاحب وقایہ تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ م: ۶۴۷ھ اور صاحب مجمع الانہر احمد بن علی المعروف بابن الساعاتی م:۶۹۴ھ وغیرہ رحمہم اللہ۔ یہ حضرات اپنی تصنیفات میں مردود اور غیر معتبر اقوال نقل کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔

(۷)......غیر ممیّز مقلدین: جو حضرات گذشتہ طبقات میں سے کسی بھی ذمہ داری کو اٹھانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں انہیں ساتویں طبقہ میں رکھا جاتا ہے۔درحقیقت یہ لوگ فقیہ نہیں بلکہ محض ناقل فتاوی ہیں۔آج کل کے اکثر مفتیان کا تعلق اسی طبقہ سے ہے، اس لئے اس طبقہ کے لوگوں پر پوری احتیاط لازمی ہے، جب تک مسئلہ منقح نہ ہو اس وقت تک انہیں جواب دینے سے گریز کرنا چاہئے۔[۱]

[۱]......فقہاء کے ان طبقات کے بیان کے متعلق ابن کمال پاشا کی عبارت علامہ شامی رحمہ اللہ نے'' رد المحتار''ص۷۵ج۱''مطلب : فی طبقات الفقھاء''میں نقل کی ہے

ضروری یادداشت

واضح رہے کہ ائمۂ اربعہ کے بعد امت میں کوئی ایسا مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا جس کے اجتہاد کو امت نے بالاتفاق قبول کرلیا ہو، اور مذہب حنفی و مالکی میں تیسری صدی کے بعد مذکورہ صفت کا مجتہد فی المذہب کوئی پیدا نہیں ہوا، البتہ شوافع وحنابلہ میں نویں صدی تک مجتہدین فی المذہب پائے جاتے رہے ہیں۔(النافع الکبیر للعلامه اللکنوی ص۶)

غور کیا جائے تو اب ان دونوں طبقوں کی چنداں ضرورت بھی باقی نہیں رہی، اس لئے کہ شریعت کے سبھی اصول وفروع کی تدوین مکمل ہوچکی ہے، البتہ بعد کے طبقات کا وجود امت میں رہا ہے اور رہے گا، اور خود ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ یہ طبقات تا قیامت موجود رہیں تا کہ غیر منصوص مسائل کی تخریج واستنباط کا کام انجام دیا جاتا رہے۔

اس لئے یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ طبقات فقہاء کے ضمن میں جن حضرات کے نام بطور مثال ذکر کئے گئے ہیں بس وہی ان طبقات کے مصداق ہیں اور بعد میں کوئی شخص ان صفات کا حامل نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ صلاحیتیں بعد کے فقہاء ومفتیان میں بھی حسب ضرورت پائی جاتی رہیں گی۔

پھر خود علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا طبقات کی تقسیم پر بعد کے فقہاء نے اشکالات کئے ہیں کہ انہوں نے بعض فقہاء کا درجہ گھٹا دیا اور بعض کا درجہ بڑھا دیا ہے، چنانچہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ہارون بن بہاء الدین مرجانی حنفی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان سب اشکالات کو نقل کیا ہے، اور اخیر میں ان کے باوزن ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ان اشکالات کا خلاصہ ذیل میں درج ہے:

(الف)......حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کو مجتہد فی المذہب کے درجہ میں رکھنا

صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں مطلق اجتہادی صلاحیت تھی، اور ان کا درجہ امام مالک امام شافعی وغیرہ رحمہم اللہ سے بڑھا ہوا نہیں تو کمتر بھی نہیں ہے، اور انہوں نے اصول و فروع دونوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔

(ب)...... علامہ ابن کمال پاشا کا امام خصاف، امام طحاوی اور امام کرخی رحمہم اللہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اصول وفروع کسی میں بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے خلاف رائے اپنانے کا حق نہیں رکھتے واقعہ کے خلاف ہے، انہوں نے بہت سے مسائل میں امام صاحب رحمہ اللہ کے خلاف رائے اپنائی ہے۔

(ج)...... امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ کو اس تقسیم میں درجۂ اجتہاد سے بالکل خارج کردیا گیا ہے، یہ ان کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے جس کا بخوبی اندازہ ان کی بلند پایہ علمی فقہی اور تحقیقی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے، اور شمس الائمہ حلوانی وغیرہ جن کو ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے مجتہدین میں شمار کیا ہے وہ سب ابوبکر جصاص رحمہ اللہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

(د)...... اس تقسیم میں صاحب ہدایہ اور امام قدوری رحمہما اللہ کو اصحاب تخریج میں اور قاضی خان رحمہ اللہ کو مجتہدین میں شمار کیا ہے، حالانکہ ان دونوں کا درجہ بہرحال قاضی خان سے بڑھ کر ہے۔ (ملخص از: النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر ص۴/۵)

الغرض ابن کمال پاشا رحمہ اللہ کی تقسیم طبقات میں مذکورہ اسماء کو حتمی اور آخری نہ سمجھنا چاہئے، بلکہ اس میں ترمیم وتبدیل اور اضافہ کی گنجائش موجود ہے۔

اب رہ گئی اشکالات کی بات تو مذکورہ اشکالات میں اخیر کے تین اشکالات کا حل تو یہ ہے کہ آپ ناموں میں ردوبدل کردیں، لیکن پہلے اشکال کے حل کے لئے بہتر صورت وہ

ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اختیار فرمائی ہے، آپ نے مجتہدین کے تین طبقات بیان کئے ہیں جو افادہ کے لئے نقل کئے جاتے ہیں:

طبقات مجتہدین

اول:......مجتہد مطلق مستقل: یعنی وہ شخص جو فقاہت نفس، سلامتیٔ طبع، بیدار مغزی، دلائل کی معرفت، استنباط کی صلاحیت اور جزئیات پر تعمق جیسی صفات سے متصف ہو، جیسے حضرات ائمہ أربعہ۔

ثانی:......مجتہد مطلق منتسب: یعنی وہ مجتہد جو ائمۂ متبوعین میں سے کسی امام کی طرف نسبت کرتا ہو، لیکن وہ مذہب اور دلیل میں اس کا نرا مقلد نہ ہو، بلکہ محض اجتہاد میں اپنے امام کا طریقہ اختیار کرنے کی بنا پر اس کا انتساب اس مذہب کی طرف کیا جاتا ہو، جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور امام ابوحنیفہ کے دیگر شاگردانِ رشید رحمہم اللہ۔

ثالث:......مجتہد فی المذہب: یہ ایسا شخص ہے جو کسی امام کی تقلید کا پابند ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے امام کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے دائرہ میں رہتے ہوئے دلیل کی روشنی میں اپنے اصول مقرر کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، تاکہ غیر منصوص مسائل کا حکم معلوم کرنے میں آسانی ہو اور ضرورت وغیرہ کا حسب موقع خیال رکھا جاسکے۔ ایسے شخص میں درج ذیل صفات پائی جانی ضروری ہیں:

(۱)......اصول مذہب کا علم رکھنے والا ہو۔

(۲)......تفصیلی دلائل کا علم رکھتا ہو۔

(۳)......قیاس اور معانی کے ادراک پر اسے پوری بصیرت ہو۔

(۴)......اپنے امام کے اصول پر تخریج واستنباط کی صلاحیت اور مہارت رکھتا ہو۔

اس طبقہ میں بہت سے علماء اور فقہاء کو شامل کیا جا سکتا ہے اور تقریبا ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ افراد اس صلاحیت کے موجود رہتے ہیں۔

(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف بحوالۂ النافع الکبیر ص ۶/۵ تلخیص)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مجتہد مطلق کے دو درجے کر کے حضرات صاحبین وغیرہ کے درجہ پر پیدا ہونے والے اشکال کو بالکل ختم کر دیا ہے۔اسی طرح اصحاب التخریج والترجیح کی تحدید بھی ختم کر دی ہے،اس لئے فقہاء کے کام مختلف انداز کے ہیں،ایک ہی طبقہ کے حضرات ایک جگہ تخریج کا کام انجام دیتے ہیں تو دوسری جگہ ترجیح کی خدمت بھی بجا لاتے ہیں،اور کہیں کہیں ان میں اجتہادی شان بھی نظر آنے لگتی ہے،فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص از ۵۹ تا ۶۴)

مجتہدین کرام

نمبر	اسماء	تصنیف	و...ھ	و...ء	م..ھ	م...ء
۱	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت مجتہد اعظم	کتاب الآثار	۸۰	۶۹۹	۱۵۰	۷۶۷
۲	امام مالک بن انس امام دار الہجرت ..	مؤطا	۹۳	۷۱۲	۱۷۹	۷۹۵
۳	امام شافعی محمد بن ادریس بن عباس....	کتاب الام	۱۵۰	۷۶۷	۲۰۴	۸۲۰
۴	امام احمد بن حنبل شیبانی وائلی..........	مسند احمد	۱۶۴	۷۸۰	۲۴۱	۸۵۵
۵	امام ابو یوسف یعقوب، مجتہد منتسب.	کتاب الخراج	۱۱۳	۷۳۱	۱۸۲	۷۹۷
۶	امام محمد بن حسن شیبانی، مجتہد منتسب..	کتاب الاصل	۱۳۲	۷۴۹	۱۸۹	۸۰۴
۷	امام زفر بن الہذیل، مجتہد منتسب....		۱۱۰	۷۲۸	۱۵۸	۷۷۵
۸	امام حسن بن زیاد لؤلوی، مجتہد منتسب	کتاب الخراج			۲۰۴	۸۱۹
۹	امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود.		۴۶	۶۶۶	۹۶	۷۱۵
۱۰	امام عبداللہ بن مبارک، مجتہد منتسب.	کتاب الرقاق	۱۱۸	۷۳۶	۱۸۱	۷۹۷
۱۱	امام ابوعبداللہ سفیان ثوری، مجتہد مطلق	الجامع الکبیر	۹۵	۷۱۳	۱۶۱	۷۷۷
۱۲	امام ابن راہویہ بن ابراہیم، مجتہد مطلق	کتاب السنن	۱۶۱	۷۷۷	۲۳۸	۸۵۳
۱۳	امام عبدالرحمٰن اوزاعی، مجتہد مطلق.....	کتاب السنن	۸۸	۷۰۶	۱۵۷	۷۷۳
۱۴	امام لیث بن سعد....................				۱۷۵	
۱۵	امام داؤد ظاہری....................		۲۰۰		۲۷۰	
۱۶	امام ابن جریر طبری....................	تفسیر طبری	۲۲۴		۳۱۰	

فقہاء حنفیہ

نمبر	اسماء	تصنیف	و...ھ	و...ء	م...ھ	م...ء
۱	امام اعظم ابوحنیفہ........	کتاب الآثار..........	۸۰	۶۹۹	۱۵۰	۷۶۷
۲	امام زفر...............		۱۱۰	۷۲۸	۱۵۸	۷۷۵
۳	امام ابو یوسف...........	الآثار، مبسوط، امالی.....	۱۱۳	۷۳۱	۱۸۲	۷۹۷
۴	امام محمد...............	جامع صغیر، جامع کبیر.	۱۳۲	۷۴۹	۱۸۹	۸۰۴
۵	امام حسن بن زیاد.........	ادب القاضی، الامالی...			۲۰۴	۸۱۹
۶	امام طحاوی...........	معانی الآثار...........	۲۲۹			۳۲۱
۷	امام عبداللہ بن مبارک...	کتاب الرقاق........	۱۱۸	۷۳۶	۱۸۱	۷۹۷
۸	حاکم شہید محمد مروزی.....				۳۳۴	۹۴۵
۹	امام ابوالحسن عبداللہ کرخی.		۲۶۰		۳۴۰	
۱۰	ابوجعفر محمد بن عبداللہ بلخی..				۳۶۲	
۱۱	ابوبکر احمد جصاص رازی.	احکام القرآن.........	۳۰۵	۹۱۷	۳۷۰	۹۸۰
۱۲	ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی				۳۷۳	
۱۳	ابوعبداللہ یوسف بن محمد جرجانی				۳۹۸	
۱۴	شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی	مبسوط.................			۴۱۸	
۱۵	ابوالحسین احمد قدوری....	مختصر القدوری.........	۳۶۲	۹۷۳	۴۲۸	۱۰۳۷
۱۶	قاضی ابوزید دبوسی.......	تاسیس النظر...........			۴۳۰	۱۰۳۸
۱۷	ابوبکر خواہر زادہ بخاری...				۴۳۳	

۱۸	ابوعبداللہ حسین صیمری...				۴۳۶	
۱۹	ابوعبداللہ محمد بن علی دامغانی		۴۴۰		۴۷۸	
۲۰	ابوالحسن علی محمد بزدوی.....	اصول بزدوی..........	۴۰۰	۱۰۰۹	۴۸۲	۱۰۸۹
۲۱	شمس الائمہ محمد سرخسی	مبسوط،اصول سرخسی ..	۴۴۰	۱۰۰۹	۴۸۳	۱۰۹۰
۲۲	شمس الائمہ بکر بن محمد.....		۴۲۷		۵۱۲	
۲۳	ظہیرالدین عبدالرشید والوالجی				۵۴۰	
۲۴	طاہر بن احمد بخاری......				۵۴۲	
۲۵	ابواسحاق ابراہیم صفار...				۵۷۴	
۲۶	ابوبکر بن مسعود کاسانی...	بدائع الصنائع...........			۵۸۷	۱۱۹۱
۲۷	فخرالدین حسین قاضی خان				۵۹۲	
۲۸	برہان الدین مرغینانی....	ہدایہ.......................	۵۳۰	۱۱۳۵	۵۹۳	۱۱۹۷
۲۹	عبداللہ بن محمود موصلی....	المختار متن فقہ حنفی........	۵۹۹	۱۲۰۲	۶۸۳	۱۲۸۴
۳۰	ابوالبرکات نسفی	تفسیر مدارک، کنزالدقائق			۷۱۰	۱۳۱۰
۳۱	تاج الشریعہ محمود بخاری..	وقایہ.......................				
۳۲	ابوعثمان فخرالدین زیلعی.				۷۴۳	
۳۳	صدرالشریعہ عبیداللہ.....	شرح وقایہ،نقایہ،توضیح.			۷۴۷	۱۳۴۶
۳۴	محمد کمال الدین ابن ہمام				۷۶۱	
۳۵	اکمل الدین محمد بابرتی....	عنایہ شرح ہدایہ..........	۷۱۴	۱۳۱۴	۷۸۶	۱۳۸۶
۳۶	علامہ بدرالدین عینی.....	بنایہ شرح ھدایہ........	۷۶۲	۱۳۶۱	۸۵۵	۱۴۵۱

۳۷	ابن ہمام کمال الدین....	فتح القدیر، مسایرہ.......	۷۹۰	۱۳۸۸	۸۶۱	۱۴۶۲
۳۸	شمس الدین محمد حلبی......				۸۷۹	
۳۹	حافظ سیف الدین قطلو بغا		۷۹۸		۸۸۱	
۴۰	ابراہیم محمد بن محمد حلبی......	ملتقی الابحر، کبیری.....			۹۵۶	۱۵۴۹
۴۱	ابن نجیم زین الدین......	الاشباہ والنظائر، البحر...			۹۷۰	۱۵۶۳
۴۲	عمر بن ابراہیم ابن نجیم ...	النہر الفائق.............			۱۰۰۵	
۴۳	ملا علی قاری...............	شرح نقایہ، مرقاۃ.......			۱۰۱۴	۱۶۰۶
۴۴	مظفر الدین بغدادی.....	مجمع البحرین متن.......			۱۰۵۹	۱۶۴۹
۴۵	حسن بن عمار شرنبلالی.....	نور الایضاح، مراقی....	۹۹۴	۱۵۸۵	۱۰۶۹	۱۶۵۸
۴۶	علاء الدین حصکفی	الدر المختار شرح تنویر....	۱۰۲۵	۱۶۱۶	۱۰۸۸	۱۶۷۷
۴۷	سید احمد طحطاوی مصری....	طحطاوی، حاشیہ مراقی...			۱۲۴۳	۱۸۲۷
۴۸	علامہ ابن عابدین شامی.	رد المحتار حاشیہ شامی.....	۱۱۹۸	۱۷۸۴	۱۲۵۲	۱۸۳۶
۴۹	مولانا محمد احسن نانوتوی.	غایۃ الاوطار............			۱۳۱۲	۱۸۳۶
۵۰	حضرت مولانا گنگوہی....	فتاوی رشیدیہ..........	۱۲۴۴	۱۸۲۹	۱۳۲۳	۱۹۰۵
۵۱	حضرت سہارنپوری......	بذل المجہود فتاوی مظاہر	۱۲۶۹	۱۸۵۲	۱۳۳۷	۱۹۲۹
۵۲	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب	فتاوی دار العلوم مکمل....	۱۲۷۵	۱۸۵۸	۱۳۴۷	۱۹۲۸
۵۳	حکیم الامت تھانوی.....	امداد الفتاوی............	۱۲۸۰	۱۸۶۳	۱۳۶۲	۱۹۴۳
۵۴	مفتی کفایت اللہ صاحب	کفایت المفتی	۱۲۹۲	۱۸۷۵	۱۳۷۲	۱۹۵۳
۵۵	مفتی محمد شفیع صاحب.....	جواہر الفقہ امداد المفتین	۱۳۱۴	۱۸۹۶	۱۳۹۶	۱۹۷۶

فقہاءشافعیہ

نمبر	اسماء	تصنیف	و...ھ	و...ء	م..ھ	م...ء
ا	ابواسحاق ابراہیم مروزی.......				۲۴۰	
۲	امام مزنی تلمیذ امام شافعی........	مختصرالمزنی.......	۱۷۵	۷۹۱	۲۶۴	۸۷۷
۳	ابوعلی حسین المعروف بابن ابی ہریرہ				۳۴۵	
۴	قاضی ابوحامد مروزی...........				۳۶۲	
۵	محمد بن اسماعیل قفال کبیر شاشی				۳۶۵	
۶	ابوالقاسم عبدالعزیز دارکی......				۳۷۵	
۷	ابوالقاسم عبدالواحد یعمری......				۳۸۶	
۸	ابوحسین سنجی.....................				۴۰۳	
۹	ابوحامد بن محمد اسفرائنی..........				۴۰۸	
۱۰	عبداللہ بن احمد قفال صغیر......				۴۱۷	
۱۱	ابواسحاق ابراہیم اسفرائنی.......				۴۱۸	
۱۲	ابوالطیب طاہر طبری...........				۴۵۰	
۱۳	ابوالحسن علی ماوردی..............				۴۵۰	
۱۴	ابوعاصم محمد مروزی.............				۴۵۸	
۱۵	ابواسحاق ابراہیم شیرازی.......				۴۷۶	
۱۶	ابونصر بن صباغ..................				۴۷۷	
۱۷	امام الحرمین ابوالمعالی جوینی...				۴۷۸	

۱۸	حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی....	احیاء علوم الدین..	۴۵۰	۱۰۵۸	۵۰۵	۱۱۱۱
۱۹	ابو القاسم عبد الکریم رافعی.......				٦۲۳	
۲۰	محی الدین ابو زکریا نووی.......	منہاج الطالبین..	٦۳۱	۱۲۳۴	٦۷۷	۱۲۷۸
۲۱	علامہ تقی الدین سبکی............			٦۸۳	۷۵۲	
۲۲	حافظ ابن حجر عسقلانی مصری...	بلوغ المرام.......	۷۷۳	۱۳۷۲	۸۵۲	۱۴۴۹
۲۳	جلال الدین محمد بن احمد محلی	جلالین نصف آخر	۷۹۱	۱۳۸۹	۸٦۴	۱۴٦۰
۲۴	شیخ الاسلام زکریا انصاری......		۸۲٦		۹۲٦	
۲۵	جلال الدین بن ابی بکر سیوطی..	جلالین نصف اول	۸۴۹	۱۴۴۵	۹۱۱	۱۵۰۵
۲٦	شہاب الدین احمد بن حجر مکی....	صواعق محرقہ	۹۰۹	۱۵۰۳	۹۹۵	۱۵٦٦

فقہاء مالکیہ

نمبر	اسماء	تصنیف	و...ھ	و...ء	م..ھ	م...ء
۱	بکر بن علا قشیری................				۳۲۴	
۲	محمد بن یحی اندلسی...............				۳۲۶	
۳	ابوبکر بن عبداللہ المعیطی.........				۳۶۷	
۴	یوسف بن عمر بن عبدالبر........				۳۸۰	
۵	ابوبکر محمد بن عبداللہ............				۳۹۵	
۶	قاضی عبدالوہاب بغدادی......				۴۲۲	
۷	ابوالقاسم عبدالرحمٰن حضرمی......				۴۴۰	
۸	ابن عبدالبر قرطبی...............	الاستیعاب........	۳۶۸	۹۷۸	۴۶۳	۱۰۷۱
۹	ابوالولید سلیمان باجی..........				۴۹۴	
۱۰	ابوالحسن علی لخمی.................				۴۹۸	
۱۱	ابوالولید محمد بن رشد قرطبی......				۵۲۵	
۱۲	ابوعبداللہ تمیمی..................				۵۲۶	
۱۳	ابوبکر محمد بن عربی................	احکام القرآن....			۵۳۶	
۱۴	ابوالفضل قاضی عیاض..........				۵۴۱	
۱۵	محمد بن احمد بن رشد فلسفی اندلسی.	بدایۃ المجتہد.......	۵۲۰	۱۱۲۶	۵۹۵	۱۱۹۸
۱۶	عبداللہ بن نجم سعدی...........				۶۱۰	
۱۷	امام تقی الدین ابن دقیق العید..	احکام الاحکام.....	۶۳۵	۱۲۲۷	۷۰۲	۱۳۰۲

۱۸	قاضی ابوعبداللہ محمد تلمسانی......	القواعد الفقہیہ			۷۵۶	
۱۹	ابوضیاء خلیل کردی................				۷۷۶	
۲۰	ابوعبداللہ محمد بن غازی المکتاسی	الکلیات الفقہیہ ...				
۲۱	علی زرقانی تجیبی مالکی............	المنهج المنتخب.			۹۱۳	
۲۲	ابوالحسن نورالدین اجھوری......		۹٦۷		۱۰٦٦	
۲۳	شیخ میارہ فاسی...................	تكميل المنهج...			۱۰۷۲	
۲۴	محمد بن عبداللہ قریشی............				۱۱۱۱	
۲۵	نورالدین عدوی................				۱۱۱۲	

فقہاء حنابلہ

نمبر	اسماء	تصنیف	و...ھ	و...ء	م..ھ	م...ء
۱	صالح بن احمد بن حنبل....					
۲	عبداللہ بن احمد بن حنبل...					
۳	احمد بن محمد ابوبکر اثرم......					
۴	عبدالملک میمونی...........					
۵	ابوبکر مروزی.............					
۶	احمد بن محمد بن ہارون ابوبکر خلال	الجامع الکبیر............				
۷	ابوالقاسم عمر بن حسین خرقی	مختصر خرقی...............			۳۳۴	
۸	قاضی ابویعلی محمد حسن بن فراء	کتاب الروایتین والوجہین			۴۵۸	
۹	شیخ عبدالقادر جیلانی......	فتوح الغیب...........	۴۷۱	۱۰۷۸	۵۶۱	۱۱۶۵
۱۰	عبداللہ بن احمد ابن قدامہ	المغنی..............	۵۴۱	۱۱۴۶	۶۲۰	۱۲۲۳
۱۱	مجدالدین ابوالبرکات عبدالسلام	المحرر..............			۶۵۲	
۱۲	عبدالرحمٰن بن امام ابی عمر مقدسی	الشافی (الشرح الکبیر).			۶۸۲	
	نجم الدین طوفی...........	القواعد الکبری فی فروع الحنابلہ.			۷۱۰	
۱۳	شیخ الاسلام ابن تیمیہ......	منہاج السنۃ............	۶۶۱	۱۲۶۲	۷۲۸	۱۳۲۷
۱۴	ابن قیم جوزیہ دمشقی.......	زادالمعاد، بدائع الفوائد	۶۹۱	۱۲۹۱	۷۵۱	۱۳۵۰
	علامہ ابن رجب حنبلی.....	تقریر القواعد..........			۷۹۵	

(''ایک عالمی تاریخ''۔ از مولانا محمد عثمان معروفی اعظمی مدظلہ۔ قاموس الفقہ از: ص ۳۶۶ تا ۳۷۰ ج ۱)

فائدۂ جلیلہ

متون کا بیان

متون متن کی جمع ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ریڑھ کی ہڈی اور اصطلاح میں ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن کو فن میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

فقہ حنفی میں بہت سے متون لکھے گئے۔ جب تک متأخرین کے متون وجود میں نہیں آئے تھے، متقدمین کی کتابیں متون کہلاتی تھیں، مثلاً امام طحاوی، کرخی، خصاف، جصاص رازی اور حاکم شہید رحمہم اللہ کی مرتب کردہ فقہی کتابیں متون سے متعارف تھیں۔ بعد میں جب متأخرین نے متون مرتب کئے تو بعض لوگ متون ثلاثہ یعنی کنز، قدوری اور وقایہ کو اہمیت دیتے تھے، اور اکثر متأخرین متون اربعہ یعنی کنز، وقایہ، مختار اور مجمع البحرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سب متون زیادہ تر مذہب کی روایات ظاہرہ اور مشہور اقوال پر مشتمل ہیں، اسی لئے معتبر ہیں۔ (آپ فتوی کیسے دیں؟ ص ۱۳۹۔ فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۱۶۴)

متون غیر معتبرہ

ان کے برخلاف وہ متون کی کتابیں جن میں ظاہر الروایۃ کا زیادہ التزام نہیں کیا گیا ہے فتوی دیتے وقت ان کو سامنے نہیں رکھا جائے گا۔ اس طرح کے متون میں: ''غرر الاحکام'' لملا خسرو محمد بن فراموز اور ''تنویر الابصار'' کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۱۶۴)

فتوی کے لغوی معنی

فتوی کا مادہ ہے''ف' ت' ی''۔''فتوی''اور''فتیا''افتاء سے ماخوذ ہے۔افتاء کے معنی کسی امر کو واضح کرنے کے ہیں''افتاه الامر ' ابانه له''۔(القاموس المحیط ۱۷۰۲)

''فتیا''تو''ف''کے پیش کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔

''فتوی''فاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ آتا ہے،مگر زبر کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ومروج ہے'اوراہل مدینہ کی لغت بھی یہی ہے'' الفتح فی الفتوی لاهل المدينة''

(لسان العرب ص ۳۳۴۸)

علامہ زبیدی کا رجحان تو اس طرف ہے کہ''فتیا''''ف''کے پیش کے ساتھ ہونا چاہئے، اور''فتوی''کے زبر ساتھ ہی ہونا چاہئے۔

(تاج العروس ص ۳۸ ج ۲۰۔کتاب الفتاوی ص ۱۷۱ ج ۱)

''فتوی''کا معنی ہے شرعی حکم،مفتی کا فیصلہ۔(فیروز)

صاحب مصباح نے لکھا ہے:

''شرعی مسائل میں ماہر شریعت کا فیصلہ،مگر زیادہ صحیح فتوی کے لغوی معنی یہ ہیں کہ کسی سائل کے سوال کا جواب دینا،چاہے وہ سوال کسی شرعی حکم کے متعلق ہو یا نہ ہو،جیسے قرآن کریم میں ہے:

﴿ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِى سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ ﴾۔

اے یوسف!اے صدق مجسم!آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی۔(سورۂ یوسف،آیت نمبر:۴۶)

دوسری جگہ ہے:

﴿ يَآ يُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِی فِی اَمْرِیْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْراً حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ﴾۔

اے اہل دربار! تم مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو (کہ ہم کو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ (سورۂ نمل، آیت نمبر:۳۲)

ان دونوں آیتوں میں یہ لفظ سوال کے جواب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے احکام شرعی سے متعلق نہیں۔

قرآن مجید میں ''افتاء'' اور ''استفتاء'' کے الفاظ مجموعی طور پر گیارہ (۱۱) جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

اور حدیث کی نو مشہور کتب جن کی فہرست سازی ''المعجم المفہرس ''میں کی گئی ہے' میں بارہ (۱۲) مواقع پر'' فتیا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (کتاب الفتاوی ص ۲۱۷ ج ۱)

فتوی کی اصطلاحی تعریف

فتوی کا لغوی معنی تو کسی بھی سوال کے جواب دینے کا ہے، مگر اصطلاح میں شرعی سوال کے جواب کے لئے فتوی کا استعمال ہونے لگا۔ اور قرآن کریم میں بھی لفظ فتوی اس معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے:

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ﴾۔

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالی تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے۔ (سورۂ نساء آیت ۱۷۶)

دوسری جگہ ہے:

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ﴾۔

لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالی ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۲۷)

بعض اہل علم نے فتوی کی اس طرح تعریف کی ہے:

علم فتوی وہ علم ہے جس میں جزئی واقعات کی بابت ماہر شریعت فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ آنے والے پست ہمت لوگوں کے لئے عمل سہل ہو۔

قال فی مدنیة العلوم : هو علم مروی فیه الاحکام الصادرة عن الفقهاء فی الواقعات الجزئية ليسهل الامر على القاصرين من بعدهم۔(قرة العیون ص ۹۹)

فتوی کی اصطلاحی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔علامہ قرافی فرماتے ہیں:

''الفتوى اخبار عن الله تبارک و تعالى فی الزام أو اباحة''۔

(کتاب الفروق ص ۵۳ ج ۴)

یعنی اللہ تعالی کی طرف سے کسی امر کے لازم ہونے یا مباح ہونے کی خبر دینا فتوی ہے۔

علامہ بنانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''الاخبار بالحکم من غير الزام''۔(حاشیہ جمع الجوامع ص ۳۹۷ ج ۲)

یعنی لازم قرار دیئے بغیر کسی حکم کی بابت خبر دینے کو فتوی کہتے ہیں۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ حکم کے بارے میں خبر دینے کا نام افتاء ہے''الا ان المفتی مخبر عن الحکم''۔(الدر المختار مع الرد ص ۶۷ اج ۱، مقدمہ)

ڈاکٹر شیخ حسین ملاح نے فتوی کی جامع تعریف کی ہے:''الاخبار بحكم الله تعالى عنا لوقائع بدليل شرعی لمن سأل عنه''۔(الفتوی نشاتها و تطورها ص ۳۹۸ ج ۱)

پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو دلیل شرعی کے ذریعہ اللہ تعالی کے حکم کے بارے میں خبر دینے کو فتوی کہتے ہیں۔(کتاب الفتاوی ص ۲۱۸/۲۱۹ ج ۱)

تاریخ فتاوی

عدالت کے متعلق یہ (افتاء) ایک نہایت ضروری صیغہ ہے جو آغاز اسلام میں قائم ہوا اور جس کی مثال اسلام کے سوا اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ قانون کے جو مقدم اصول ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص کی نسبت یہ فرض کرنا چاہئے کہ قانون سے واقف ہے، یعنی مثلاً اگر کوئی شخص کوئی جرم کرے تو اس کا یہ عذر کام نہیں آسکتا کہ وہ اس فعل کا جرم ہونا نہیں جانتا تھا۔ یہ قاعدہ تمام دنیا میں مسلم ہے، اور حال کے ترقی یافتہ ملکوں نے اس پر زیادہ زور دیا ہے۔ بلاشبہ یہ قاعدہ صحیح ہے، لیکن تعجب یہ ہے کہ اور قوموں نے اس کے لئے کسی قسم کی تدبیر اختیار نہیں کی۔

یورپ میں تعلیم اس قدر عام ہو چکی ہے، لیکن اس درجے کو نہیں پہنچ سکی اور نہ پہنچ سکتی ہے کہ ہر شخص قانون داں بن جائے، کوئی جاہل شخص قانون کا کوئی مسئلہ جاننا چاہے تو اس کے لئے کوئی تدبیر نہیں، لیکن اسلام میں اس کا ایک خاص محکمہ تھا جس کا نام ''افتاء'' تھا، اس کا یہ طریقہ تھا کہ نہایت لائق قانون داں یعنی ''فقہاء'' ہر جگہ موجود رہتے تھے، اور جو شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا ان سے دریافت کرسکتا تھا۔ ان پر فرض تھا کہ نہایت تحقیق کے ساتھ ان مسائل کو بتائیں، اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانون کے مسائل سے واقف ہوسکتا تھا، اور اس لئے کوئی شخص یہ عذر نہیں کرسکتا تھا کہ وہ قانون کے مسئلے سے ناواقف تھا، یہ طریقہ آغاز اسلام میں خود بخود پیدا ہوا اور اب تک قائم ہے۔

(الفاروق ص ۲۴۱)

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی

اس امت کے سب سے پہلے مفتی خود رسول الثقلین ﷺ کی ذات بابرکت ہے، اور

یہ دولت آپ تک رب العزت کی طرف سے پہنچی۔

قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے ﴿ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ ﴾ آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اس آیت میں افتاء کی نسبت خود رب العزت جل مجدہ کی طرف کی گئی ہے، جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے، اور یقیناً یہ نسبت اس شعبہ کی اہمیت وافضلیت کی سب سے بڑی سند ہے۔ یہیں سے یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جو عالم دین اس عظیم الشان منصب پر فائز ہوتا ہے اس کی ذمہ داری کس درجہ اہم ہے اور اسے کس بلندی کا حامل ہونا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب افتاء پر صحابہ رضی اللہ عنہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس عظیم الشان منصب پر آپ کے وہ جلیل القدر صاحب بصیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فائز ہوئے جن کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾۔

اللہ تعالی ان سے راضی وخوش ہوئے اور یہ اللہ تعالی سے خوش اور راضی ہیں۔

(سورۂ بینہ، آیت نمبر:۸)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

'' اصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم ''۔

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی تم اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔ (مشکوۃ ۵۵۴، باب مناقب الصحابة رضی الله عنهم اجمعین ' الفصل الثالث)

اور جنہیں کتاب وسنت کا فہم خصوصی حاصل تھا اور جن کے بارے میں امت کا فیصلہ ہے: الین الامة قلوبا ' واعمقها علما ' و اقلها تکلفا ' واحسنها بیانا ' واصدقها

ایمانا ، واعمها نصیحة ، واقربها الی الله وسیلة۔

صحابۂ کرام امت میں سب سے زیادہ نرم دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے زیادہ کم تکلف والے اور حسن بیان میں سب سے بڑھ کر ہیں، اسی طرح ایمان میں سب سے زیادہ سچے، خیر خواہی میں سب سے آگے اور باعتبار وسیلہ اللہ تعالی سے قریب تر ہیں۔(اعلام الموقعین ص۵ ج۱)

صاحب فتوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باہمی فہم وفراست اور ذہانت وذکاوت میں مختلف تھے، ان میں سے جو صاحب فتوی تھے ان کی تعداد کے متعلق حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ وہ کچھ اوپر ایک سوتیس ہیں، جن میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں۔ ان میں سات کا مکثرین میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ وہ بزرگوار ہیں جن کے فتاوی کتب حدیث میں بکثرت منقول ہیں، اور کہا گیا ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے فتاوی یکجا کئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے فتاوی کی تعداد اتنی ہو کہ اس کی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں، بلکہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ابوبکر بن موسی بن مامون نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاوی کو جمع کیا تو اس کے بیس جزو ہوئے۔ ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء یہ ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

حضرت قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل فقہ سے مشورہ کرنا چاہتے تو مہاجرین و

انصار میں سے کچھ حضرات کو بلا لیتے ، اور حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلاتے ۔ یہ سب حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فتوی دیا کرتے تھے۔ اور لوگ بھی ان ہی حضرات سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہی ترتیب رہی، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ بھی ان ہی حضرات کو (مشورہ کے لئے) بلایا کرتے اور ان کے زمانے میں حضرت عثمانؓ حضرت ابی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم فتوی کا کام کیا کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو ص۸۴ ج ۲، بعنوان: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد فتاوی

پھر ان حضرات اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ دینی علوم نے نشو ونما پائی اور اس طرح چراغ سے چراغ جلتا چلا گیا، یہ سلسلہ الحمد للہ کسی منزل پر پہنچ کر رکا نہیں، بلکہ اب تک مسلسل چلا آ رہا ہے اور یقین کامل ہے کہ تا قیامت یونہی جاری رہے گا، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تابعین کے بعد تبع تابعین، پھر بعد کے علماء وفقہاء نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔

کار افتاء فرض کفایہ ہے

ایک طرف افتاء کی ذمہ داری بہت نازک ہے، اور دوسری طرف امت مسلمہ کے لئے یہ ایک ایسی ضرورت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے علماء نے افتاء کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، اور اگر کسی علاقہ میں ایک ہی شخص مسائل شرعیہ کے بارے میں جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہو کوئی اور شخص اس کا اہل نہ ہو تو اس کے لئے فتوی دینا فرض عین ہے،

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فان لم یکن غیرہ تعین علیہ و ان کان غیرہ فھو فرض کفایۃ''۔

اگراس کے علاوہ کوئی اورفتوی دینے کا اہل نہ ہوتو یہ فریضہ متعین طور پراس کے ذمہ ہے،اور اگراس صلاحیت کادوسراشخص بھی موجود ہوتو یہ فرض کفایہ ہے۔(البحر الرائق ص۲۹۰ ج۳)

امام نووی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''الافتاء فرض کفایۃ ' فاذا استفتی و لیس فی الناحیۃ غیرہ تعین علیہ الجواب''

فتوی دینا فرض کفایہ ہے،لیکن اگراستفتاء کیا جائے اوراس علاقہ میں اورکوئی مفتی نہ ہو تواس کے لئے فتوی دینا فرض عین ہے۔(مقدمہ شرح مہذب ص۴۵ ج۱)

مفتی کا مقام' نیابت نبوت

مفتی کی ذمہ داری انتہائی اہم،نازک اورعظیم الشان ہے،کیونکہ افتاء کی حقیقت دراصل بندوں اورخدائے تعالی کے درمیان سفارت اورواسطہ بننے کی ہے۔مستفتی حق جل شانہ کا حکم معلوم کرنے کی غرض سے مفتی وعالم دین کے پاس آتا ہے،اورمفتی اپنی مرضی ومنشاء یا اپنی ذاتی رائے سے حکم بتلانے کے بجائے اس حادثہ میں حق تعالی کے حکم کی طرف رہنمائی کرتا ہے،جس مفتی میں اپنی اس ذمہ داری کا احساس وشعور جتنا زیادہ ہوگا اسی اعتبار سے افتاء میں اس کا مقام بلندوبرتر ہوگا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے''موافقات''میں اس پرمفصل بحث فرمائی۔امام موصوف نے یہاں تک صراحت فرمادی کہ مفتی امت میں افتاء اورتعلیم وتبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے قائم مقام ہوتا ہے،فرماتے ہیں:

'' المفتی قائم فی الامۃ مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدلیل علی ذلک امور:

احدھا:......النقل الشرعی ، فی الحدیث'' ان العلماء ورثة الانبیاء'' و بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم نذیرا لقولہ تعالی﴿ فلولا نفر من کل فرقة ﴾

الثانی:......انہ نائب عنہ فی تبلیغ الاحکام ،

والثالث:...... ان المفتی شارع من وجہ ' لان ما یبلغہ من الشریعة اما منقول عن صاحبھا واما مستنبط من المنقول : فالاول یکون فیہ شارعا من وجہ..... فھو من ھذا الوجہ واجب اتباعہ ' و العمل علی وفق ما قالہ ' وھذہ ھی الخلافة علی التحقیق ..... وقد جاء فی الحدیث : ان من قرأ القرآن فقد استدرجت النبوة بین جنبیہ ، و علی الجملة فالمفتی مخبر عن اللہ تعالی کالنبی ' و نافذ امرہ فی الامة بمنشور الخلافة کالنبی ' ولذا سموا اولی الامر وقرنت طاعتھم طاعة اللہ وطاعة الرسول فی قولہ تعالی﴿ یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ﴾۔

مفتی امت میں نبی کریم ﷺ کے قائم مقام ہوتا ہے،اس پر کئی دلیلیں ہیں:

ان میں سے پہلی دلیل یہ ہے کہ:حضور ﷺ کا فرمان ہے: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اورحضور ﷺ نذیر بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ایسے ہی اللہ تعالی نے یہ وصف علماء کی جماعت کا ذکر فرمایا جو تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے بعد اپنی قوم کو احکام خداوندی کی مخالفت سے ڈرائیں گے۔﴿ ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم ﴾۔

دوسری دلیل: مفتی بھی احکام خداوندی کو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ بھی فریضہ تھا۔

تیسری دلیل: مفتی مجتہد ایک اعتبار سے شارع ہے، کیونکہ احکام دو طرح کے ہیں: اول صراحۃً صاحب شریعت سے منقول ہیں۔ثانی نصوص سے اجتہاد واستنباط کے ذریعہ حاصل

شدہ ہوں۔اول میں مفتی مبلغ اور ثانی میں بمنزلہ شارع کے ہے۔اس اعتبار سے مفتی کی اتباع اوراس کےقول پرعمل واجب ہوا۔یہی درحقیقت خلافت نبوت ہے۔ایک حدیث پاک میں وارد ہے: جس شخص نے قرآن سیکھ لیا نبوت گویا اس کے دونوں پہلو میں داخل ہوگئی۔

الحاصل مفتی نبی کی طرح احکامات خداوندی کی لوگوں کوخبر دیتا ہے، اورمنشورخلافت کے ذریعہ نبی کی طرح امت میں اس کا حکم نافذ و جاری ہوتا ہے، اورارشادات ربانیہ کو لوگوں پرنافذ وجاری کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فقہاء وعلماء کو'' اولی الامر '' کا لقب عطا فرمایا، اوران کی اطاعت کواپنی اوراپنے رسول پاک ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ذکرکیا۔ارشادخداوندی ہے:اے ایمان والو!تم اللہ کا کہنا مانواوررسول کا کہنا مانواور تم میں جولوگ اولوالامر ہیں ان کا بھی۔

اولی الامر کی تفسیر

یہاں اس بات کااظہاربھی مناسب ہے کہ''اولی الامر '' کی تفسیرایک جماعت مفسرین نےاہل علم واہل فقہ سے کی ہے:

اختلف فی تاویل اولی الامر ' فروی عن جابر بن عبد الله وابن عباس روایة والحسن وعطاء و مجاهد : فهم اولوا الفقه والعلم۔

(احکام القرآن للجصاص ص۲۱۰ج۲)

قاضی اورمفتی میں فرق

منصب افتا کتنی اہم اورعظیم الشان ذمہ داری ہےاس کااندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فتوی کا دائرہ بمقابلہ قضا کے زیادہ وسیع ہے،بعض احکام وہ ہیں جن میں فتوی تو

دیا جائے گا،لیکن وہ قاضی کے دائرہ سے باہر ہیں،جیسے عبادات۔

عبادات سے متعلق مسائل میں فتاوی تو دیئے جائیں گے،لیکن قاضی اس سلسلہ میں کوئی حکم نہیں دے گا،اوراگر قاضی کوئی حکم دے بھی تو اس کی حیثیت فتوی ہی کی ہوگی نہ کہ حکم لازم کی۔(دیکھئے!کتاب الفروق للقرافی ص۴۸ ج۴)

اصول قضامیں صراحت ہے:

''لا فرق بين المفتي والقاضي ' الا ان المفتي مخبر والقاضي ملزم به''۔

مفتی اور قاضی کے درمیان اس کے سوا کچھ فرق نہیں کہ مفتی حکم شرعی کے متعلق خبر دیتا ہےاور قاضی اسے لازم کرتا ہے۔(عقود رسم المفتي ص۲۷)

فتوی اور قضا کا بنیادی فرق یہی ہے کہ مفتی کسی مسئلہ سے متعلق حکم شرعی بتلاتا ہے،اور قاضی واقعہ کی تحقیق کر کے اس پر حکم کو منطبق کرتا ہے''فتوی''''اخبار'' ہے اور''قضا''''الزام'' ہے۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ مفتی دیانت پرفتوی دیتاہےاور قاضی ظاہر حال پر فیصلہ کرتا ہے:

''في ايمان البزازيه : المفتي يفتي بالديانة والقاضي يقضي بالظاهر ''۔

''فتاوی بزازیہ'' کی''کتاب الایمان''میں ہے کہ:مفتی دیانت پرفتوی دیتا ہے،اور قاضی ظاہر حال پر فیصلہ کرتا ہے۔(درمختار ص۴۱۹ ج۴)

عورت......غلام......گونگا......اور مسند افتاء

مسند افتاء کے لئے یہ شرط نہیں کہ مرد ہواور آزاد ہواور بولنے والا ہو۔عورت،غلام اور اخرس بھی مسند افتاء پر بیٹھ سکتے ہیں۔علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'' لاحرية ولا ذكورة ولا نطق فيصح افتاء الاخرس ''۔

مفتی کے لئے نہ آزاد ہونے کی شرط ہے نہ مرد ہونے کی اور نہ صاحب نطق ہونے کی، لہذا گونگے کا فتوی دینا درست ہے۔ (درمختار ص۱۹۹۱ ج۴)

مفتی کی فضیلت

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾۔
تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ (سورۂ ال عمران، آیت نمبر:۱۱۰)

امر بالمعروف سے مراد بھلائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے مراد برائی سے روکنا ہے۔ افتاء بھی امر بالمعروف ہی کی ایک صورت ہے۔ فتوی کی حقیقت یہی ہے کہ کسی واقعہ کے بارے میں حکم شرعی سے آگاہ کیا جائے کہ وہ حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز، مکروہ ہے یا مستحب۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: خدا اسے سرخ رو کرے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور دوسروں کو پہنچادی، کتنے ہی حامل علم ہیں جو عالم نہیں ہوتے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: منی میں خطبہ دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو! جو حاضر ہیں غیر حاضروں تک یہ سب پہنچادیں، کیا عجب جنہیں پہنچاؤ گے وہ زیادہ سمجھنے والے ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی رحمت ہو اس پر جو ایک دو فرض سیکھتا ہے، عمل کرتا ہے اور ایسے لوگوں کو سکھا دیتا ہے جو اس پر عمل کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو یہ سب سے بہتر فائدہ پہنچا سکتا ہے کہ جو اچھی بات سنے اسے بھی سنادے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: میری دانست میں اس سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں کہ علم کی اشاعت کرو۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی علم حاصل کرتا ہے اور اس کا چرچا نہیں کرتا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خزانے کا مالک ہے مگر خرچ نہیں کرتا۔

ابن قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: درس کے بعد جب ہم امام مالک رحمہ اللہ سے رخصت ہونے لگتے تو فرماتے: خدا سے ڈرو اور اس علم کو پھیلاؤ! لوگوں کو سکھاؤ! اور کسی سے بھی نہ چھپاؤ!۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کا علم حاصل کرنا اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا صدقہ ہے۔

عبدالملک بن مروان نے خطبہ میں کہا: علم بہت جلد سلب ہو جاتا ہے، لہذا جس کے پاس علم ہے غلو اور خوف کے بغیر اشاعت کرتا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: مجھے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن علماء سے

اشاعت علم کے بارے میں اس طرح سوال ہوگا،جس طرح انبیاء سے تبلیغ رسالت کے بارے میں۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمہیں بتادوں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ سب سے بڑے سخی خدا تعالی ہیں، پھر آدمیوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں،اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اسے پھیلایا ایسا شخص قیامت کے دن ایک پوری امت بن کر اٹھے گا،اور سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے خدا کی راہ میں اپنی جان خرچ کی اور قتل ہوگیا۔

سلیم بن عامر رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ جب ہمیں بہت سی حدیثیں سنا کر فارغ ہوتے تو سوال کرتے تم سمجھ گئے؟ ہم عرض کرتے جی ہاں خوب سمجھ گئے ،فرماتے تو جاؤ! اور یہ علم دوسروں کو اسی طرح پہنچاؤ جس طرح ہم نے تمہیں پہنچایا ہے۔حضرت کو اس بات کا بڑا اہتمام تھا کہ جو کچھ سنیں اس کی اشاعت کرتے رہیں۔

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم کی اشاعت کی اسے برابر ثواب ملتا رہے گا جب تک کوئی ایک آدمی بھی اس کے علم پر عمل کرتا رہے۔

جعفر برقان کا بیان ہے کہ: عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ہمیں فرمان بھیجا: اپنے یہاں فقہاء وعلماء کو حکم دو کہ اپنی مجالس ومساجد میں علم کی اشاعت کریں۔

مشہور مقولہ ہے: علم کی اس سے بڑھ کر کوئی حفاظت نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے اہل کو سکھا دیا جائے۔علم کی مثال آگ کی ہے جو خرچ ہونے سے نہیں بجھتی ،البتہ ایندھن نہ پانے سے بجھ جاتی ہے، اسی طرح علم بھی خرچ ہونے سے کم نہیں ہوتا، البتہ

قدر دان نہ ملنے سے مٹ جاتا ہے۔

﴿ اِنَّ اِبۡرَاهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا ﴾ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امت کے معنی ہیں ''معلم'' اور قانت کے معنی ہیں ''مطیع''۔

آیت ﴿ وَجَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ﴾ کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: مبارک سے مراد ''نیکی کا معلم'' ہے۔

کسی دانا نے اپنے دوست کو لکھا: علم کا چھپانا ہلاکت ہے اور علم کا چھاپنا نجات ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے علم حاصل کیا اور تعلیم دی ملکوت السماوات میں اسے عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

اسی مضمون کو لے کر بکر بن حماد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مرثیے میں کہا ہے ؎

واذا امرؤ عملت یداہ بعلمه نودی عظیما فی السّماء مسوّدا

(العلم والعلماء ترجمہ جامع بیان العلم وفضلہ ص ۹۳)

خود مفتی نہ بن بیٹھے

خود بخود مفتی بن کر فتوی نویسی شروع نہ کردے، بلکہ اساتذہ واکابر کے حکم کے بعد ڈرتے ڈرتے یہ منصب قبول کرے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

''ما افتیت حتی شهد لی سبعون انی اهل لذلک''۔

یعنی میں نے اس وقت تک فتوی کی جرأت نہیں کی جب تک ستر اکابر نے میری اہلیت کی شہادت نہیں دی۔ (اعلام الموقعین ص ۲۵۷ ج ۲)

''ما افتی مالک حتی شهد له سبعون اماما انه اهل لذلک'' (مقدمہ اوجز ص ۱۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے کو فتوی کے لئے پیش کردیا اس

نے ایک امرعظیم کو اٹھالیا، جب تک ضرورت مجبور نہ کرے اس منصب پر فائز ہونے کی جرأت نہ کرے۔(مقدمہ فتاوی دارالعلوم)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ: فقہاء اہل کوفہ نے انہیں مسند افتاء پر بٹھایا تھا۔(عقود۱۶۹)

نااہل مفتی کی تعزیر

اگرکوئی مفتی بننے کا اہل نہیں ہےاوروہ بن گیا تو اس کی تعزیرضروری ہے،اس سلسلہ میں کوئی رورعایت نہیں ہونی چاہئے ،اس لئے کہ مفتی بظاہر بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ ہوتاہے،اس لئے اگرایسے شخص کونہیں روکا گیا تو مفاسد کے دروازے کھل جائیں گے،اور مخلوق خدا گمراہی میں مبتلا ہوجائے گی۔

واما غيره فيلزمه اذا تسود هذا المنصب الشريف التعزير البليغ والزجر الشديد الزاجر ذلک لامثاله عن هذا الامر القبيح الذی يؤدی الی مفاسد لا تحصی۔

(عقود رسم المفتی ص۸)

یعنی جوافتاء کے لائق نہ ہواوراس منصب عظیم پرآجائے اس کی تعزیرشدت کے ساتھ لازم ہے،اورایسی سختی ایسے لوگوں کے ساتھ ہونی چاہئے کہ پھروہ اس طرح کی جرأت نہ کرسکیں، کیونکہ اگرایسانہ کیا گیا تو بے انتہا مفاسد کے دروازے کھل جائیں گے۔

ابن خلدون کی صراحت

ابن خلدون نے بھی لکھا ہے کہ: دینی حکومت کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ منصب افتاء پراس کے لائق اورقابل ترآدمی کوتلاش کرکے فائز کریں،اور جوشخص اس کے لائق نہ ہواور یہ کام انجام دے رہاہواسے سختی کے ساتھ منع کردیں۔

اما الفتيا فللخليفة تفحص اهل العلم والتدريس ' ورد الفتيا الى من هو اهل لها واعانة على ذلك ' ومنع من ليس اهل لها وزجره ' لانها من مصالح المسلمين فى اديانهم ' فتجب عليه مراعاتها لئلا يتعرض لذلک من ليس له باهل فيضل الناس۔

فتوی کے لئے خلیفہ وقت کا فریضہ ہے کہ صاحب درس وتدریس اور ذی علم کی تلاش کرے، اور افتاء کا کام ایسے شخص کے سپرد کردے جو اس خدمت کے لائق ہو، اور پھر اس کی مدد بھی کی جانی چاہئے، اور جو اہل نہ ہو اسے روکنا چاہئے، اور سختی کے ساتھ علیحدہ رکھنا چاہئے، اس لئے کہ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے، اگر عہدہ کی نگہداشت نہ ہوئی تو نا اہل لوگ آجائیں گے، اور لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیں گے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۵)

لائق ترین کی جستجو

واقعہ بھی یہی ہے کہ ایسے نا اہل کو روک دیا جانا ہی ضروری ہے جو باعث گمراہی ہو۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ نا اہل کے مسند افتاء پر بیٹھنے سے سخت نکیر کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: اسے قطعا اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، یہ بھی کوئی بات ہے کہ ہر معمولی سے معمولی کام پر احتساب ہو، اور اس قدر اہم کام پر احتساب کی ضرورت محسوس نہ کی جائے۔

(دیکھئے! اعلام الموقعین ص۲۵۶ ج ۲)

طحطاوی نے عالمگیری کے حوالہ سے لکھا ہے:

''وعلى ولى الامر ان يبحث عمن يصلح للفتوى ويمنع من لا يصلح''۔

یعنی گورنر کا فرض ہے کہ وہ فتوی کے لائق ترین افراد کو تلاش کرے، اور جو اس منصب کے لائق نہ ہو اسے منع کردے۔ (طحطاوی علی الدر ص ۱۷۵ ج ۳)

مفتی کے لئے شرائط واوصاف

اسلام، عقل، بلوغت، عدالت۔

ولا خلاف فی اشتراط اسلامه وعقله قال فی البحر : فشرط المفتی اسلامه وعدالته ولزم منها بلوغه وعقله۔

مفتی کے لئے اسلام اور عقل کی شرط میں کسی کا اختلاف نہیں۔''بحر الرائق'' میں ہے کہ: مفتی کے لئے جو شرائط ہیں ان میں اس کا مسلم ہونا اور عادل ہونا بھی ہے اور ان دونوں شرطوں سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ بالغ اور عاقل بھی ہو۔

''بلوغه'' کی شرط میں یہ تفصیل بھی ہے کہ مفتی کے لئے صرف بالغ ہونے کی شرط ہے کسی مخصوص عمر کی قید نہیں، مثلاً وہ اس عمر کا ہو یا بوڑھا ہو تو اس کو ترجیح ہوگی۔

''ولا یعتبر السن ولا کثرة العدد ' لان الا صغر الواحد قد یوفق للصواب فی حادثة ما لا یوفق الاکبر والجماعة ''الخ۔(معین الحکام ص۳۰)

بلند کرداری اور عفت

مفتی کا بلند کردار، عفت مآب، کامل العقل اور صاحب صلاح وتقوی ہونا بھی ضروری ہے۔صاحب درمختار نے قاضی کی بحث میں جہاں اس کے اوصاف شمار کئے ہیں مفتی کے لئے بھی ان اوصاف کی نشاندہی کی ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل اوصاف وخصائل کا پایا جانا ضروری ہے:(وینبغی ان یکون موثوقا به فی عفافه وعقله وصلاحه و فهمه وعلمه بالسنة والأثار ووجوه الفقه والاجتهاد شرط الاولویة) لتعذره علی انه خلوّ الزمن عنه عند الاکثر...ومثله فیما ذکر المفتی۔

(الدر المختار ص۳۷ ج۸، کتاب القضاء ، ط: مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

اورضروری ہے کہ وہ (قاضی) اپنی پارسائی، عقل وفہم، صلاح وتقویٰ اورسنت وآثاراور فقہ کے علوم میں قابل اعتماد ہو۔ رہا اجتہاد تو یہ صرف اولویت کی شرط ہے، کیونکہ اس کا پایا جانا دشوار ہے، علاوہ ازیں اکثر حضرات کے نزدیک زمانہ اجتہاد سے خالی ہو چکا ہے اوراسی طرح ان تمام اوصاف مذکورہ کا مفتی میں پایا جانا بھی ضروری ہے۔

بردباری اورنرم خوئی

ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی لکھا کہ:

''ویجب ان یکون المفتی حلیما ' رزینا ' لین القول' منبسط الوجه''۔

اورواجب ہے کہ مفتی بردبار، سنجیدہ ومتین، شیریں مقال اورخندہ جبیں ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۳۰۹ ج۳، کتاب ادب القضاء ، الباب الاول فی تفسیر معنی الادب ، الخ)

دینداری

مفتی کا دینداراورخداترس ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ فاسق مسند افتاء کے لائق نہیں ہے اورنہ اسے اس کا حق حاصل ہے۔ فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ فاسق نہ مفتی ہوسکتا ہے اورنہ ایسے شخص سے استفتاء ہی درست ہے۔

(والفاسق لا یصلح مفتیا) لان الفتوی من امور الدین' والفاسق لا یقبل قوله فی الدیانات (الی قوله) وظاهر ما فی التحریر انه لا یحل استفتاءه اتفاقا۔

(الدر المختار ص۳۰ ج۸، کتاب القضاء ، ط: مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

فاسق مفتی نہیں ہوسکتا، وجہ یہ ہے کہ فتویٰ دینی امورمیں سے ہے اوردیانات میں فاسق کا قول قابل قبول نہیں ہوا کرتا ہے، ''کتاب التحریر'' میں جو کچھ ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ فاسق سے مسئلہ دریافت کرنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔

شگفتہ مزاجی

مفتی کومتواضع ،نرم خواور شگفتہ مزاج ہونا چاہئے ۔تند خوئی اور درشت مزاجی اس کے لئے سخت عیب ہے۔

وینبغی للمفتی ان یکون متواضعا ، لینا ولا یکون جبارا عنیدا ولا فظا غلیظ القلب لان الله تعالی قال :﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾۔

مفتی کومتواضع اور نرم خو ہونا چاہئے ،سخت، کینہ پرور اور درشت خو اور سخت دل نہیں ہونا چاہئے ،اس لئے کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے اوصاف میں نرم خوئی کا تذکرہ کیا ہے اور اسے سراہا ہے۔(بستان الفقیه ابی اللیث ، باب من یصلح له الفتوی ص۱۴)

جو ضرورت مند ضرورت لے کر مفتی کی خدمت میں حاضر ہوتو اسے چاہئے کہ اگر کوئی معقول عذر نہیں ہے تو اس کی ضرورت پوری کرے،اور اس کی حاجت برآری کرکے مستحق ثواب ہو اور اپنا فریضہ ادا کرے۔

قال الفقیه ینبغی لمن جعل نفسه مفتیا أو تولی شئیا من امور المسلمین وجعل وجه الناس الیه ' ان لا یردهم قبل ان یقضی حوائجهم الا من عذر ' و یستعمل فیه الرفق والحلم۔(ایضا)

جو شخص مفتی ہو یا مسلمانوں کے کسی اور شعبہ کا ذمہ دار ہو اور لوگوں کا اس کی طرف رجوع عام ہو تو اسے چاہئے کہ اگر کوئی عذر نہیں ہے تو ان کی حاجت روائی کرے واپس نہ کرے،اور اس سلسلہ میں بوقت عذر رفق وملاطفت کا برتاؤ کرے۔

دور اندیشی اور بیدار مغزی

''وشرط بعضهم تیقظه''بعض علماء نے مفتی کے لئے بیدار دماغ ہونا بھی شرط قرار

دیا ہے۔ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:اس دور میں '' تیقظ''کی شرط لازم ہے:

قلت : وهذا الشرط لازم فی زماننا... والحاصل : ان غفلة المفتی یلزم منها ضرر عظیم فی هذا الزمان۔

(شامی ص۳۰ ج۸، مطلب فی قضاء العدو علی عدوه ، کتاب القضاء ، ط: مکتبة دار الباز، مكة)

میں کہتا ہوں کہ بیدار مغز ہونے کی شرط ہمارے اس زمانہ میں لازم ہے، کیونکہ مفتی کی غفلت اور بے پرواہی سے اس دور میں بڑا نقصان لازم آئے گا۔

پانچ خوبیاں

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب تک کسی میں پانچ چیزیں نہ ہوں مسند افتاء کو زینت بخشنے کی جرأت نہ کرے:

(۱)......نیت صالحہ۔

(۲)......حلم ووقار۔

(۳)......مسائل میں بصیرت اوران پر ثابت قدمی کی شان۔

(۴)...... بقدر ضرورت ذرائع معاش۔

(۵)......لوگوں کے احوال کی معرفت۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ، مسلمان، معتمد، اسباب فسق اور خلاف مروت باتوں سے دور، متورع، فقیہ النفس، سلیم الفکر، قوت استنباط کا حامل اور بیدار مغز ہو۔(شرح مهذب ص۴۱ ج۱)

مفتی اور اجتہاد

ظاہر ہے ہر زمانہ میں مفتی کے سامنے کچھ مسائل ایسے ضرور آتے ہیں جن کا حل کتابوں

میں صراحۃً مذکور نہیں ہوتا، ایسی حالت میں مفتی پر مسئلہ کا اخذ واستخراج اصول وقواعد سے ضروری ہوتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی کے اوصاف میں یہ بھی ہے کہ اپنے مذہب کے اصول اور اسالیب سے مناسبت تامہ رکھتا ہو، اور اسی لئے مفتی کے لئے فقیہ النفس کی قید بھی لگائی گئی ہے، حتی کہ متقدمین مفتی کے لئے اجتہاد کو ضروری قرار دیتے تھے۔ علامہ صنعانی افتاء کی اہلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''هو من استكمل فيه ثلاثة شروط : الاجتهاد والعدالة والكف عن الترخيص والتساهل''۔

مفتی وہ ہے جو تین شرطوں کا جامع ہو: اجتہاد، عدالت، تساہل اور سہولت پسندی سے اجتناب۔ (تهذيب الفروق ص۱۱۶ج۲)

بعد کو جب علمی انحطاط پیدا ہوا، نہ ایسے لوگ باقی رہے جو اجتہاد کے اہل ہوں، اور نہ اتنی دیانت باقی رہی کہ لوگوں کی شخصی رائے پر اعتماد کیا جا سکے تو اہل علم نے یہ فیصلہ کیا کہ ان حالات میں نقل فتوی ہی کافی ہے۔

ماہر استاد کی شاگردی

مفتی کے لئے صرف علمی استعداد اور چند کتابوں کا مطالعہ کافی نہیں، بلکہ منصب افتاء پر فائز ہونا صرف اس شخص کے لئے روا ہے جس نے کسی ماہر استاد اور صاحب افتاء کی خدمت میں طویل عرصہ رہ کر فقہ میں مناسبت پیدا کی ہو، اور فتوی نویسی کی باقاعدہ مشق کی ہو۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے فتاوی میں میری نظر سے گذرا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اس نے کسی استاد سے علم فقہ حاصل نہیں کیا اور اپنے مطالعہ کے زور پر فتوی دیتا ہے تو کیا اس کے

لئے ایسا کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ: اس شخص کے لئے فتوی دینا کسی طرح بھی درست نہیں، کیونکہ وہ عامی جاہل ہے، اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

(آپ فتوی کیسے دیں؟ ص ۳۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں بزعم خویش تکمیل علم کے بعد بصرہ گیا، میرا خیال تھا کہ مجھ سے جو مسئلہ دریافت کیا جائے گا میں اس کا جواب دے سکوں گا، مگر جب اہل بصرہ نے کچھ سوالات کئے تو میرے پاس ان کے جوابات نہیں تھے۔

''فجعلت على نفسى ان لا افارق حمادا حتى يموت ، فصحبته ثمانى عشرة سنة ثم مات ، ثم ما صليت من صلوة منذ مات الا استغفرت له قبل ابوىّ''۔

(تاریخ بغداد ص ۳۳۳ ج ۱۳)

یعنی امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ اپنے استاد حضرت حماد رحمہ اللہ سے ان کی حیات میں جدا نہ ہوں گا، پس اٹھارہ سال تک آپ کی خدمت میں رہا، پھر آپ کی وفات کے بعد میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں اپنے والدین سے پہلے ان کے لئے دعاء مغفرت نہ کی ہو۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اپنی الگ مجلس تدریس وافتاء قائم فرمائی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک سائل بھیج کر پانچ مسائل میں ان کی غلطیوں پر مطلع کرتے ہوئے عملی طور پر متنبہ فرمایا کہ ابھی شیخ کی صحبت کی ضرورت باقی ہے۔

(نفع المفتی والسائل ص ۲۵)

علامہ شامی رحمہ اللہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''بخلاف الماهر الذى أخذ العلم عن اهله''۔(عقود رسم المفتی ص ۸)

البتہ ایسا ماہر فتوی دے سکتا ہے جس نے لائق وفائق اہل علم سے اخذ علم کیا ہو۔

دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

''والتخرج فی ذلک علی استاذ ماهر ' ولذا قال فی آخر منیة المصلی : لو ان الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لا بد ان یتلمذ للفتوی الیه''۔

(عقود رسم المفتی ص۴)

اور وہ کسی ماہر استاذ کا تربیت یافتہ ہو اور اسی وجہ سے ''منیة المصلی'' کے اخیر میں صراحت ہے کہ: گو وہ شخص ائمۂ احناف کی تمام کتابیں یاد کر چکا ہو، لیکن پھر بھی اس کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ اس نے تلمذ اختیار کیا ہو اور اس کی راہیں معلوم کر چکا ہو۔

فقیہ النفس

''وینبغی ان یکون.......فقیه النفس سلیم الذهن حسن التصرف''۔

لائق ہے کہ مفتی......فقیہ النفس، سلیم الذہن اور حسن تصرف کے اوصاف سے متصف ہو۔(طحطاوی ص۱۷۵ ج۳، کتاب القضاء)

فقیہ النفس کی تعریف

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''فقیہ النفس'' فقہاء کی ایک اصطلاح ہے، اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالی نے فقہ میں کثرت ممارست کے بعد ایک ایسا ذوق سلیم عطا فرمایا ہو، جس کی روشنی میں وہ کتابوں کی مراجعت کے بغیر بھی صحیح نتیجے تک پہنچ سکتا ہو۔

مجھ جیسے بے علم و عمل شخص کا یہ منصب نہیں ہے کہ کسی کے بارے میں فقیہ النفس ہونے کا فیصلہ کرے، کیونکہ فقیہ النفس کی پہچان بھی انہیں لوگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ تعالی نے تبحر

علمی سے نوازا ہو، چنانچہ اس پہچان کے لئے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ جیسے انسان کی ضرورت ہے۔ (میرے والد میرے شیخ ص ۵۸)

''فقیہ النفس'' کی حرمت بھی پامال

آج کل اور اسلامی اصطلاحات وخطابات کی طرح لفظ ''فقیہ النفس'' کی حرمت بھی پامال ہورہی ہے۔ ہندو پاکستان میں غالی معتقدین جس میں شاید بعض کو اس کے معنی بھی معلوم نہ ہوں گے، اپنے ممدوحین کے لئے اس کا بار بار اور کثرت سے استعمال کرتے رہتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ ص۸۱)

زمانہ کے عرف وعادات سے واقفیت

مفتی کے لئے زمانہ کے عرف اور اہل زمانہ کے احوال سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

''وکذا لا بد له من معرفته عرف زمانه واحوال اهله''۔ (عقود رسم المفتی ص۴۰)

اور ایسا ہی مفتی کے لئے عرف زمانہ کی معرفت اور اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

احوال زمانہ سے واقفیت کی قید اور اس کی وجہ

مفتی کے لئے عرف زمانہ اور احوال کے علم کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ لکھتے ہیں:

'' فقد ظهر لک ان جمود المفتی أوالقاضی علی ظاهر المنقول مع ترک العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس یلزم تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین'' ۔(ایضا)

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے آپ پر یہ بات عیاں ہوچکی ہوگی کہ اگر مفتی اور قاضی نے عرف عام اور قرائن واضحہ کو ترک کردیا اور لوگوں کے حالات سے بے خبر رہا اور ظاہر پر جما رہا تو پھر یقین کرلینا چاہئے کہ اس طرح بہت سے حقوق ضائع کرنا اور بہتیرے لوگوں پر ظلم کرنا لازم آئے گا۔

چنانچہ اسی وجہ سے لکھا گیا ہے:

''فلا بد للمفتی من معرفة احوال الناس وقد قالوا : من جهل باهل زمانه فهو جاهل ''۔ (ایضا)

لہذا مفتی کے لئے لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے، اور اہل علم کا فیصلہ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو نہ جانا وہ جاہل ہے۔

''مناقب کردری'' میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ رنگریزوں کے پاس جاتے، اور ان کے معاملات کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرتے، اور ان میں جو رواج ہوتا اس کا پتہ لگاتے۔

مفتی کے لئے مقتضائے حال کی رعایت

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ہمارے فقہاء یہ مسئلہ لکھتے ہیں کہ اگر عوام غیبت کے متعلق مسئلہ دریافت کریں کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ تو وہ حدیث سنادی جائے جس میں فرمایا گیا ہے: ''الغيبة يفطر الصوم'' کہ غیبت مفطر صوم ہے اور اس سے روزہ باقی نہیں رہتا، اس سے زائد کچھ نہ کہو، البتہ کوئی شخص کر چکنے کے بعد دریافت کرے تو اس وقت اصل مراد کے مناسب تشریح کرسکتے ہو، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: ان سے اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا کہ قاتل عمد کے

لئے توبہ ہے؟ تو اگر ان کو پتہ چل جاتا کہ اس نے ابھی تک کسی کو قتل نہیں کیا، بلکہ قتل کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے مسئلہ دریافت کرر ہا ہے تو اس کے سامنے آیت کے ظاہر کے مطابق مسئلہ بتاتے کہ نہیں، توبہ نہیں ہے:'' فجزائه جهنم خالدا فيها '' (النساء۹۳) اور اگر پتہ چلتا کہ قتل تو کر چکا ہے مگر اب نادم ہے اور توبہ کی غرض سے آیا ہے تو پھر واقعی مسئلہ بتلا دیتے تھے کہ توبہ ہے۔ الغرض علماء کے لئے مقتضائے حال کی رعایت ضروری ہے۔

(فضل الباری ص ۳۲۵ ج ۱۔ کشف الباری ص ۶۸۲ ج ۱)

مختلف پہلوؤں میں کسی پہلو کی ترجیح مشکل ہو تو مفتی توقف کرے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آج میرے پاس ایک شخص آیا، اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی، مجھے نہیں معلوم کہ میں اسے کیا جواب دوں؟ اس نے کہا: اگر کوئی چاق و چوبند اور مسلح شخص ان امراء کے ساتھ جنگوں میں نکلتا ہے اور وہ اسے ایسے کاموں کا حکم دیتے ہوں، جو وہ نہ کرسکتا ہو، آپ مجھے بتائیے کیا اس شخص پر ایسے احکامات کی تعمیل ضروری ہے؟ تو میں نے اسے کہا: خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہیں کیا جواب دوں...... ہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا کرتے تھے، بہت ہی کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی چیز کا حکم دیا کرتے تھے، کبھی کبھار فرماتے تو بھی ایک ہی بار فرماتے اور ہم فوراً اسے بجا لاتے تھے، یاد رکھو تم لوگوں میں اس وقت تک خیر رہے گی جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے، اور جب تمہارے دل میں کسی چیز کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے (کہ کرنا چاہئے یا نہیں) تو کسی ایسے شخص سے پوچھو جس سے اطمینان ہو جائے، وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ کوئی ایسا آدمی بھی (جو صحیح صحیح مسئلے بتا دے) تمہیں نہیں ملے گا، اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے وہ وادی کے اس پانی کی طرح

ہے جس کا اچھا اور صاف حصہ تو پیا جا چکا ہے اور گدلا پانی باقی رہ گیا ہے۔

(بخاری، باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون ، کتاب الجهاد والسیر ، رقم الحدیث:۲۹۶۴)

اس حدیث شریف سے ایک فقہی قاعدہ بھی مستنبط ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کسی مسئلے کے مختلف پہلو ہوں اور کسی ایک پہلو کی ترجیح مشکل ہو تو مفتی کو چاہئے کہ وہ اس مسئلے میں توقف کرے، جیسا کہ یہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے توقف کیا۔ (کشف الباری ص ۱۲۰)

اغلاط سے محفوظ ہونا

مفتی کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس سے غلطیاں کم واقع ہوں، ورنہ وہ لائق افتاء نہیں ہوسکتا ہے:

''ولا یصیر اهلا للفتوی ما لم یصر صوابه اکثر من خطأه ' لان الصواب متی کثر فقد غلب ' ولا عبرة فی المغلوب بمقابلة الغالب ' فان امور الشرع مبنیة علی الاعم الاغلب کذا فی الولوالجیة''۔ (عقود رسم المفتی ص ۲۲)

اس وقت تک مسند افتاء پر بیٹھنے کے لائق کوئی مفتی نہیں ہوسکتا جب تک اس کی درستی اس کی غلطیوں سے بڑھی ہوئی نہ ہو، اس لئے کہ اکثر جواب کی صحت غلبہ کی حیثیت میں ہے اور غالب کے مقابلہ میں مغلوب کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا، اس لئے کہ شرعی امور کا دارو مدار عموم اور اغلب پر ہی ہے۔

وذکر فی الملتقط : اذا کان صوابه اکثر من خطأه حل له ان یفتی وان لم یکن من اهل الاجتهاد۔

ملتقط میں مذکور ہے کہ: اگر مفتی کی درستی اس کی خطا اور غلطی پر غالب ہو تو اس کے لئے فتوی دینا درست ہے گو وہ مجتہدین میں سے نہ ہو۔ (طحطاوی علی الدر ص ۱۷۶ ج ۳)

مسائل پر عبور اور قواعد کا علم

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ مفتی اپنے امام کے مسائل پر پورا عبور رکھتا ہو، اور قواعد و اسالیب سے اچھی طرح واقف ہو:

’’ويشترط ان يحفظ مسائل امامه ويعرف قواعده واساليبه‘‘ (ایضا ص ۱۷۵ ج ۳)

اور مفتی کے لئے اس کی بھی شرط ہے کہ اسے اپنے امام کے مسائل یاد ہوں، اور اس کے قواعد اور اسالیب میں مہارت رکھتا ہو۔

فتوی دینے میں احتیاط

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سو بیس صحابہ رضی اللہ عنہم دیکھے ہیں، مسجد میں جمع ہوتے تھے، لیکن ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی خواہش یہی ہوتی تھی کہ خود نہیں دوسرا کوئی حدیث سنائے یا فتوی دے، ہر صحابی رضی اللہ عنہ اس چیز سے گھبراتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذیم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر ممکن ہو کہ ہمیشہ دوسروں ہی سے سنو اور خود کچھ نہ بولو تو ایسا ہی کرو۔

معاویہ بن ابی عیاش رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر تھا کہ محمد بن ایاس رحمہ اللہ نے آکر بیان کیا کہ ’’ریگستان میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے ہی تین طلاق دے دی ہیں، آپ حضرات کا فتوی کیا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس بارے میں ہماری کوئی رائے نہیں، تم ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے جا کر دریافت کرو، میں انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر چھوڑ آیا ہوں۔

ابواسحٰق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اگلے وقتوں کی یہ حالت میری آنکھوں دیکھی ہے کہ آدمی مسئلہ پوچھنے آتا تھا تو لوگ اسے مجلس مجلس لئے پھرتے تھے، علماء فتوی دینے سے ڈرتے تھے، آخر اسے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا۔ سعید رحمہ اللہ کو اس زمانہ کے علماء ''جری'' سے یاد کرتے تھے، کیونکہ وہ فتوی دینے میں کم جھجکتے تھے۔

سحنون بن سعید رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ: فتوی دینے کی سب سے زیادہ جرأت اسی میں ہوتی ہے جس کے پاس سب سے کم علم ہوتا ہے، یہ کیسی نادانی ہے کہ آدمی کو تھوڑا سا علم حاصل ہوتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ تمام وکمال حق کا مالک ہوگیا ہے۔ ایسے مسائل میں بھی جن میں ائمہ کے آٹھ آٹھ قول موجود ہیں بتاؤ! ان اقوال کو پرکھے بغیر کیسے جواب دیدوں؟ جواب میں تاخیر پر مجھے ملامت کرنا بے جا ہے۔ (العلم والعلماء، لابن عبد البر، اردو ص ۲۴۶)

حضرت ابومنہال رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت زید بن ارقم اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سونے' چاندی کی خرید وفروخت کے بارے میں پوچھا' تو میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے یہی کہا: تم دوسرے سے پوچھ لو' کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔

حضرت ابوحصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تو ہر آدمی اس مسئلہ میں فتوی دے رہا ہے، حالانکہ اگر یہ مسئلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے وہ تمام بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر لیتے (اور پھر ان کے مشورہ سے فتوی دیتے)۔

(حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۹۵ ج ۳)

حضرت ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک یہ بڑے عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ

پوچھا کرو۔(حوالہ بالا)

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا مشہور مقولہ ہے کہ:

''اجسر الناس علی الفتیا اقلهم علما''یعنی لوگوں میں فتوی دینے پر سب سے زیادہ جسارت وہ شخص کرتا ہے جوان میں سب سے کم علم رکھتا ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اگر علم کے ضائع ہونے کا خوف اوراس پر اللہ تعالی کی طرف سے گرفت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہرگز فتوی نہ دیتا۔

اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے بھی فتوی دینے میں نہایت احتیاط منقول ہے۔(فتوی نویسی کے رہنما اصول ص۴۴،۴۵)

سعید بن المسیب رحمہ اللہ جب فتوی دیتے تو فرماتے: اے اللہ! مجھے خود سلامت رکھنا کہ غلطی نہ ہونے پائے، اور مجھ سے محفوظ رکھنا کہ دوسرے میری وجہ سے غلطی میں مبتلا نہ ہو۔(اعلام الموقعین ص۲۵۷ ج۲)

فتوی دینے میں بےاحتیاطی پر وعید

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جوکوئی ہر مسئلہ میں فتوی دیتا ہے دیوانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ ہے:''جوشخص ہر مسئلہ میں فتوی دیتا ہے مجنون ہے''۔

حضرت سعید بن سحنون کا بیان ہے کہ: اجرأ الناس علی الفتیا اقلهم علما۔

فتوی دینے میں سب سے زیادہ جرأت اس کے پاس ہوتی ہے جس کے پاس سب سے کم علم ہوتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین قسم کے آدمی فتوی دیتے ہیں: ناسخ ومنسوخ کا عالم، (یعنی جو عالم قرآن کے ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو) امت کے حکام، اور تیسری قسم احمقوں کی ہے۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ یہ قول نقل کر کے فرمایا کرتے تھے: پہلی دو قسموں میں میرا شمار نہیں، اور امید ہے کہ احمقوں کے گروہ میں' میں کھڑا نہ ہوں گا۔ (العلم والعلماء)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم امیر نہیں ہو پھر بھی تم لوگوں کو فتوی دیتے ہو؟ جسے امارت کی راحت ملی ہے اسے ہی امارت کی مشقت بھی اٹھانے دو یعنی جو امیر ہے اسے ہی فتوی کی ذمہ داری اٹھانے دو تم فتوی نہ دو۔

(جامع العلم لابن البر ص۱۶۶ ج۲، حیاۃ الصحابہ ص۲۵۳ ج۳/اردو ص۳۹۴ ج۳)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اس طرح کی وعیدوں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''الجرء ۃ علی الفتیا تکون من قلة العلم ومن غرارته وسعة ' فاذا قل علمه افتی عن کل ما یسئل عنه بغیر علم ''۔(اعلام الموقعین ص۱۲ ج۱)

فتوے پر جری ہونا قلت علم و ناتجربہ کاری اور غفلت کی دلیل ہے، کیونکہ جب آدمی کا علم کمتر ہوتا ہے تو وہ ہر سوال کا جواب دیتا ہے بغیر جانے بوجھے۔

اس باب میں سب سے اہم وعید نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے:

عن ابی هریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه۔(ابوداؤد، باب التوقی فی الفتیا ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۳۶۵۷)

جس شخص کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا ہوگا تو اس کا گناہ اس شخص (مفتی) پر ہوگا جس نے

اس کو (غلط) فتوی دیا ہے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''یعنی کل جاھل سأل عالما عن مسئلة فافتاه العالم بجواب باطل فعمل السائل بها ولم یعلم بطلا نها فاثمه علی المفتی ان قصر فی اجتهاده''۔

(مرقاۃ ص۲۹۹ ج۱)

یعنی اگر کوئی جاہل کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ عالم غلط جواب دے، پس سوال کرنے والا اس غلط جواب پر اپنی عدم واقفیت کی وجہ سے عمل کرے تو اس کا گناہ اور وبال مفتی پر ہے، اگر اس کی طرف سے صحیح جواب کی تلاش میں کوتاہی ہوئی ہو۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ابوالفرج کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: ''من افتی الناس بغیر علم لعنته ملا ئکة السماء وملا ئکة الارض''۔

جو شخص بغیر علم کے لوگوں کو فتوی دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت برساتے ہیں۔ (اعلام الموقعین ص۲۵۶ ج۲)

نوٹ:...... ''جامع الصغیر'' میں بھی یہ روایت تھوڑے سے فرق سے آئی ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۱۰۱ ج۶، رقم الحدیث:۸۴۹۱)

امام مالک رحمہ اللہ نے بڑی اچھی بات فرمائی کہ: جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اسے چاہئے کہ جواب سے پہلے اپنے آپ کو جنت و دوزخ پر پیش کرے، اور سوچ لے کہ آخرت میں اسے چھٹکارا کیونکر حاصل ہوگا۔ (مقدمہ فتاوی دارالعلوم ص۶۹ ج۱)

لاعلمی کی صورت میں عالم ومفتی کا فرض

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

ایک شخص نے عرض کیا: سب سے اچھے مقامات کون ہیں؟ فرمایا: میں نہیں جانتا، اس نے پھر سوال کیا سب سے برے مقامات کون ہیں؟ فرمایا: میں نہیں جانتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں؟ مجھے نہیں معلوم کہ تبّع ملعون تھا یا نہیں؟

حدیث جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام میں قیامت کے متعلق سوال کے جواب میں آپ ﷺ کا جواب ''ما المسئول عنها بأعلم من السائل'' وارد ہوا ہے۔

(بخاری، باب سوال جبريل النبي صلى الله عليه وسلم، كتاب الايمان، رقم الحديث:۵۰)

امام نووی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے اس حکیمانہ جواب سے یہ نکتہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کسی عالم سے کوئی ایسا سوال کیا جائے، جس کے جواب سے وہ ناواقف ہو تو اسے ''لا اعلم'' کہنا چاہئے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ''لا اعلم'' کہنے سے وقعت ختم ہو جائے گی، بلکہ درحقیقت یہ رفع منزلت کا باعث ہے۔ (مسلم مع نووی ص ۲۸ ج ۱، کتاب الایمان)

ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ: نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے زیادہ اپنے علم کے بارے میں کوئی خائف نہ تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا مسئلہ آجاتا جس کا حکم کتاب وسنت میں نہ ملتا تو اجتہاد کرتے اور فرماتے: یہ میری رائے ہے درست ہو تو خدا کی توفیق سے ہے، غلط ہو تو غلطی میری ہے، خدا مجھے معاف فرمائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو جو نہیں جانتے اس پر ''الله اعلم'' کہا کرو، کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ انسان جو بات نہیں جانتا اس سے لاعلمی کا اعتراف کر لے۔

شعبی رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو کہنے لگے: یہ ایک آفت ومصیبت ہے میں اسے نہیں جانتا اور میں کیا! اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جاتا تو وہ مشکل میں پڑ جاتے، ہم تو بھیڑ بکری ہیں، اونٹوں میں ہمارا شمار نہیں۔ یہ جواب سن کر شعبی رحمہ اللہ کے شاگرد کہہ اٹھے آپ کے جواب نے تو ہمیں شرمندہ کرڈالا، فرمایا: ملائکہ مقربین تو اس اقرار سے شرمندہ نہیں ہوئے کہ ﴿ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ﴾ (ہمیں صرف وہی علم ہے جو آپ نے بخشا ہے)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: کون آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون زمین میرا بوجھ اٹھائے گی، اگر میں کتاب اللہ میں علم کے بغیر رائے زنی کرنے لگوں،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا تو جواب دیا: میں نہیں جانتا۔ اس نے مایوس ہوکر پیٹھ پھیری اور کہنے لگا: عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کیا ہی خوب جواب دیا ہے، جو نہیں جانتے تھے اس سے لاعلمی کا اقرار کرلیا۔

عبداللہ بن یزید ہرمز کا قول امام مالک رحمہ اللہ نقل کرتے تھے: مجھے پسند ہے کہ عالم اپنی ایک یادگار ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا) بھی چھوڑ جائے، تاکہ بعد کے لوگ یہ کہتے ہوئے نہ شرمائیں۔

مجاہد رحمہ اللہ سے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو کہنے لگے میں نہیں جانتا، کہا گیا آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جو بات معلوم نہ ہوتی تو صاف صاف لفظوں میں اقرار کرلیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہما اللہ سے مقام منی میں ہر طرف سے لوگوں نے مسئلے پوچھنا شروع کئے، وہ ہر سوال کے جواب میں یہی کہہ دیتے:

میں نہیں جانتا، مجھے نہیں معلوم، جب لوگوں نے بہت ہجوم کیا اور ان کے جواب پر تعجب ظاہر کرنے لگے تو فرمایا: بخدا تمہارے ان سوالوں کا جواب ہمیں نہیں آتا، آتا ہوتا تو ہرگز نہ چھپاتے، کیونکہ علم کا چھپانا ہمارے لئے جائز نہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو کہنے لگے: مجھے معلوم نہیں، اور ہلاکت ہے اس کے لئے جو علم نہ رکھنے پر علم کا دعوی کرے۔

شعبی رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ: ایک دن امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہوئے آبدیدہ ہوئے: اس چیز میں دل کے لئے کیسی ٹھنڈک ہے! عرض کیا گیا وہ کون چیز ہے؟ فرمایا وہ چیز یہ ہے کہ جو کچھ تم نہیں جانتے اس سے لاعلمی کا اقرار کرلو!۔

قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے عراقیوں سے کہا: اہل عراق! ہمارے پاس تمہارے اکثر مسئلوں کا جواب نہیں، فرائض الٰہی سے جاہل رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی خدا اور سول پر بے علمی کے باوجود بہتان باندھے۔

انہی قاسم بن محمد رحمہ اللہ کے متعلق ابن عون رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ: ایک شخص نے سوال کیا تو کہنے لگے میں نہیں جانتا! اس آدمی نے بڑی افسردگی سے کہا: کیسی امید سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، کسی اور عالم سے واقف بھی نہیں ہوں، قاسم رحمہ اللہ نے جواب دیا: برادر! میری اس لمبی داڑھی پر اور شاگردوں کے اس بڑے حلقے پر نہ جا، میں بقسم کہتا ہوں تیرے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں، اس پر ایک سربرآوردہ قریشی سردار بول اٹھا: برادر زادے! جواب کے بغیر سائل جانے نہ پائے، کیونکہ میں نے تمہارے گرد آج سے زیادہ شاندار مجمع کبھی نہیں دیکھا، قاسم رحمہ اللہ نے فورا جواب دیا: بخدا میری زبان کٹ کے گر پڑے تو یہ اس سے کہیں اچھا ہے کہ علم کے بغیر جواب دوں؟

امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ: عبداللہ بن نافع رحمہ اللہ نے حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا، ایوب رحمہ اللہ خاموش رہے، عبداللہ نے کہا: شاید آپ میرا سوال سمجھے نہیں؟ ایوب رحمہ اللہ نے جواب دیا سمجھ گیا ہوں، عبداللہ رحمہ اللہ نے کہا: پھر جواب کیوں نہیں دیتے؟ ایوب رحمہ اللہ نے کہا: اس لئے کہ جواب معلوم نہیں۔

خود امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: ایک دن مجلس جمی ہوئی تھی کہ ایک شخص نمودار ہوا اور کہنے لگا ابوعبداللہ! چھ مہینوں کی کڑی منزلیں طے کر کے پہنچا ہوں، میری قوم نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو! اس نے مسئلہ پیش کیا تو دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا: میں اسے نہیں جانتا۔ سائل مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ ایسے شخص کے پاس جا رہا ہوں جو سب کچھ جانتا ہے، اب صاف جواب سن کر سناٹے میں پڑ گیا، پھر کہنے لگا! لیکن حضرت! لوٹ کر اپنی قوم سے کیا کہوں گا؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: کہنا مالک نے کہا کہ: تمہارے مسئلہ سے میں ناواقف ہوں۔

ابن وہب رحمہ اللہ نے ’’کتاب المجالس‘‘ میں لکھا ہے کہ: میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: عالم کو چاہئے کہ بے علمی کی حالت میں اعتراف جہل کی عادت ڈالے، ایسا کرنے سے اسے بھلائی حاصل ہونے کی امید ہے۔

اسی کتاب میں ابن وہب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر ہم امام مالک رحمہ اللہ کی زبان سے ’’لاادری‘‘ لکھنا شروع کر دیں تو صفحے کے صفحے بھر جائیں گے۔

انہی محمد بن وہب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: امام مالک رحمہ اللہ نے قاسم بن محمد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا کہ: آدمی کا جاہل رہنا اس سے بہتر ہے کہ لاعلمی کے ساتھ خدا پر تہمت لگائے،

اور فرمایا: یہ حال ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کہ آپ لاعلمی کا اعتراف کیا کرتے تھے، حالانکہ خدا نے انہیں علم وفضل میں کتنا بلند رتبہ بخشا تھا۔

ابن وہب رحمہ اللہ ہی کہتے ہیں کہ: امام مالک رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ امام المسلمین وسید العالمین تھے، مگر ایسا بھی ہوتا تھا کہ سوال کیا جاتا تو جب تک وحی نہ آجاتی جواب نہیں دیتے تھے۔

عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: امام مالک رحمہ اللہ نے کہا دیکھو! جلیل القدر فرشتے بھی کہتے ہیں ﴿ لا عِلْمَ لَنَا ﴾ ہم بالکل بے علم ہیں۔

عبد الرزاق رحمہ اللہ راوی ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا: عالم جب ’’لا ادری‘‘ کہنا بھول جاتا ہے تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔

عقبہ بن مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں چونتیس مہینے رہا اور برابر دیکھتا رہا کہ اکثر مسئلوں میں ’’لا ادری‘‘ کہہ دیا کرتے، اور میری طرف مڑ کے فرماتے تم جانتے بھی ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ کو جہنم تک اپنے لئے پل بنالیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت اثرم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: امام احمد رحمہ اللہ کثرت کے ساتھ ’’لاادری‘‘ فرمایا کرتے تھے۔

(المجموع شرح المهذب للنووی ص۶۹ ج۱، باب آداب الفتوی)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: لاعلمی کی صورت میں آدمی کا ’’لا ادری‘‘ کہنا آدھا علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن عجلان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب کسی عالم و مفتی کو مسئلہ معلوم نہیں تھا اور اس نے ''لا ادری'' نہیں کہا' بلکہ اٹکل سے جواب دیا تو اس پر نفس وشیطان کی ایسی ضرب لگی کہ گویا اسے قتل ہی کر دیا۔ (حوالہ بالا)

ابو الزیاد رحمہ اللہ نے کہا: ''لا ادری'' کہنا سیکھو ''ادری'' کہنا نہ سیکھو، کیونکہ ''لا ادری'' کہو گے تو لوگ تمہیں سکھائیں گے اور تم میں درایت پیدا ہوگی، لیکن ''ادری'' ہی کہتے رہو گے تو تم سے سوال ہوتے رہیں گے، آخر تمہارا علم ختم ہو جائے گا اور ''لا ادری'' کی منزل میں پہنچ جاؤ گے۔ (العلم والعلماء، از: ص۱۵۸ تا ۱۶۲)

مفتی کے اختیارات اور فرائض

مفتی مناسب جانے تو اس کے لئے درست ہے کہ سائل نے جتنا پوچھا ہے' وہ اس سے زیادہ بتا دے۔ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یجوز للمفتی ان یجیب السائل باکثر مما سأله عنه' وقد ترجم البخاری علی ذلک فی صحیحه فقال: " باب من أجاب السائل باکثر مما سأل عنه " ثم ذکر حدیث ابن عمر۔ (اعلام الموقعین ص۲۳۳ ج۲)

یعنی یہ جائز ہے کہ مفتی سائل کو اس کے سوال سے زیادہ مسائل بتائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کا ایک باب قائم کیا: باب اس بات میں کہ سوال کرنے والے کو اس سے زیادہ جواب دے جتنا اس نے پوچھا، پھر اس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے۔ [1]

---

[1]...... ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا محرم کیا پہنے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہ قمیص پہنے نہ عمامہ باندھے اور نہ ازار پہنے اور نہ ٹوپی پہنے، اور نہ زعفران اور ورس میں رنگا ہوا کپڑا پہنے اور اگر جوتے نہ ہو تو

اگر کوئی جواب ایسا ہو جس میں اندیشہ ہو کہ مستفتی کا ذہن غلطی کی طرف جا سکتا ہے تو اس پر متنبہ کردے۔

افتی المفتی للسائل بشئی ینبغی له ان ینبهه علی وجه الاحتراز مما قد یذهب الیه الوهم منه من خلاف الصواب۔(ایضا ص۳۳ ج۲)

کسی مسئلہ کا مفتی نے جواب لکھا اور اس میں اندیشہ ہے کہ سائل کا ذہن درستی کی مخالف سمت میں جا سکتا ہے تو مفتی کو چاہئے کہ اس غلطی سے بچنے پر متنبہ کردے۔

حتی الامکان جو حکم بیان کیا جائے اس کی دلیل کا بیان کر دینا بہتر ہے تاکہ مستفتی کو سکون قلب حاصل ہو جائے۔

ینبغی للمفتی ان یذکر دلیل الحکم ومأ خذه ما امکنه من ذلک۔(ایضا)

حتی الامکان مفتی کو چاہئے کہ حکم کی دلیل اور اس کا مأخذ بیان کردے۔

جواب کافی وشافی ہو، اشکال وتذبذب میں ڈالنے والا نہ ہو، چنانچہ علماء نے لکھا ہے:

''لا یجوز للمفتی تخییر السائل فی الاشکال والحیرة ان یبین بیانا مزیلا للاشکال کافیا فی حصول المقصود۔(اعلام الموقعین ص۲۴۱ ج۲)

یہ درست نہیں ہے کہ مفتی سائل کو اختیار دیدے اور اس طرح اسے مشکلات میں ڈال دے، بلکہ اس کا فریضہ یہ ہے کہ اس طرح مسئلہ کو کھول کر بیان کردے کہ کوئی اشکال باقی نہ رہ سکے اور وہ جواب مقصود کے لئے کافی ووافی ہو۔

خفین پہن لے اور ان کو اس طرح کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔(بخاری، کتاب العلم)

ان رجلا سأله ما یلبس المحرم فقال لا یلبس القمیص ولا العمامة ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا مسه الورس او الزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین۔

اگر کوئی مسئلہ تفصیل طلب ہوتو ایسی صورت میں اسے مجمل نہیں بیان کرنا چاہئے۔

''اعلام الموقعین''میں ہے:

''لیس للمفتی ان یطلق الجواب فی مسئلة فیها تفصیل''۔(ص۲۴۵ج۲)

تفصیل طلب مسئلہ میں یہ جائز نہیں ہے کہ مفتی اجمالی جواب دے۔

ظاہری ہیئت

ظاہری ہیئت کے سلسلہ میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کا یہ واقعہ کتابوں میں درج ہے:

''عن ابی یوسف : انه اذا استفتی فی مسئلة استوی وارتدی وتعمم' ثم أفتی تعظیما لامور الافتاء''۔(الطحطاوی علی الدر ص۱۷۵ج۳)

امام ابویوسف رحمہ اللہ کے متعلق روایت ہے کہ: جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ یکسو ہوکر سیدھے بیٹھتے، چادر درست کرتے، عمامہ پہنتے، پھر جواب دیتے، اور آپ یہ سارا اہتمام افتاء کی عظمت کی وجہ سے کرتے۔

دماغی توازن

ہونا یہی چاہئے یہی کہ جس کو مسائل کا استحضار حاصل نہ ہو، یا اس کی دماغی ساخت ہی ٹیڑھی واقع ہو، یا اپنے کسی مرض کی وجہ سے اس فریضہ کو ادا نہ کرسکے تو وہ اس طرح کی ذمہ داری ہرگز قبول نہ کرے، اس لئے کہ جواب کے لئے جس طرح ظاہری ہیئت اچھی ہونی چاہئے، دماغی توازن کا برقرار رہنا بھی بے حد ضروری ہے۔

حد یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ: زیادہ مسرت اور حاجات بشریہ کے غلبہ کے وقت بھی فتوی نہ دیا کرے کہ یہ چیزیں اطمینان قلب اور دماغی توازن کو کھودینے والی ہیں۔

یقین واعتماد

مفتی جب جواب دینے کا ارادہ کرے تو دیکھ لے کہ وہ جو جواب دے رہا ہے اسے خود اس پر یقین ہے یا نہیں؟ اگر یقین ہے اور اسی کو راجح سمجھتا ہے تب تو جواب تحریر کرے یا بتائے، ورنہ اٹکل پچو جواب دینے کی ہرگز جرأت نہ کرے، اسی طرح جب خود اسے اعتماد نہ ہو تو دوسروں کو وہ جواب نہ دے۔

فالمفروض على المفتى والقاضى التثبت فى الجواب وعدم المجازفة فيهما خوفا من الافتراء على الله تعالى بتحريم حلال أو ضده۔(عقود رسم المفتی ص۵)

عدم تثبت کی صورت میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ وہ کیا سے کیا لکھ جائے، ہوسکتا ہے کہ حرام کو حلال لکھ جائے یا حلال کو حرام، اس لئے ایسی صورت میں افتاء سے پرہیز ہی ضروری ہے۔

مستند کتابوں کا حوالہ

اس سلسلہ میں طحطاوی اور دوسرے علماء صراحت کرتے ہیں کہ سند نہ ہونے کی صورت میں متداول مستند کتابوں سے مسئلہ اخذ کیا گیا ہو۔

وطريق نقله احد من امرين : اما ان يكون له سند فيه أو يأخذه من كتاب معروف تداولته الايدى من كتب الامام محمد بن الحسن و نحوها من التصانيف المشهورة لانه بمنزلة الخبر المتواتر والمشهور۔(طحطاوی علی الدر المختار ص۴۹ ج۱)

نقل کے دو طریقے ہیں: ان میں سے کوئی ایک ہو یا اس مسئلہ میں مسلسل اس کے پاس سند ہو یا ایسی مشہور ومعروف کتاب سے لیا گیا ہو جو علماء میں مقبول ورائج ہو جیسے امام محمد رحمہ اللہ کی تصانیف مشہورہ، یا ان جیسی دوسری کتابیں، اس لئے کہ یہ بھی خبر متواتر ومشہور

کے درجہ کی چیز ہے۔

اور کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلہ میں آج کل دوسری ہی صورت اسلم اور محکم ہے، اور اسی پر موجودہ مفتیوں کا عمل بھی ہے کہ وہ فتوی تحریر کرنے کے بعد کسی معتمد کتاب کی عبارت نقل کر دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جس حد تک صریح جزئیہ مل جائے اچھا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں سے نقل در نقل ہوتے ہوئے جو قابل اعتماد کتابیں علماء میں مقبول ہیں ان کا حوالہ بھی درست ہے۔ اما الاعتماد علی کتب الفقه الصحيحة الموثوقون بها ' فقد اتفق العلماء فی هذه العصر علی جواز الاعتماد عليها ' لان الثقة قد حصلت بها كما تحصل الرواية۔ (معین الحکام ص۳۱)

البتہ غیر مشہور کتابوں سے فتوی دینا درست نہیں ہے۔

وعلی هذا تحرم الفتيا من الكتب الغريبة التی لم تشتهر حتی تتظافر عليها الخواطر ويعلم صحة ما فيها۔ (ایضا ص۳۲)

اس طرح ان کتابوں سے فتوی دینا درست نہیں ہے جو نئی تصنیفات میں شمار کی جاتی ہیں، اور جن میں معتبر کتابوں کے حوالہ سے مسئلہ نہ اخذ کیا گیا ہو۔

و كذلک الكتب الحديثة التصنيف اذا لم يشتهر وما فيها من المنقول الی الكتب المشهورة ، الخ ۔(ایضا)

شامی متأخرین کی کتابوں میں مقبول ہے

ہمارے اس دور میں'' رد المحتار لابن عابدين شامی'' سب سے زیادہ مقبول و مشہور کتاب ہے، اس لئے کہ اس میں مستند کتب فقہ کا سارا ذخیرہ پوری خوبی سے یکجا جمع کر دیا گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اکثر ارباب افتاء کے سامنے بیشتر یہ کتاب رہتی ہے۔

صراحت نقل کی جائے

بعض علماء نے لکھا جو مسئلہ بیان کیا جائے اس کا ایسا حوالہ نقل کیا جائے جس میں کوئی گنجلک نہ ہو، اور مفتی کو چاہئے کہ وہ بجائے قواعد وضوابط سے مسئلہ اخذ کرنے کے صراحت نقل کرے، اور اسی سے فتوی دے۔ ''شرح حموی'' میں ہے:

''لما ذکر فی الفوائد الزینة : انه لا یحل الافتاء من القواعد والضوابط ' وانما علی المفتی النقل الصریح کما صرّحوا به''۔

(شرح حموی علی الاشباه والنظائر ص۱۲۱)

''فوائد زینیہ'' میں مذکور ہے کہ: قواعد وضوابط سے فتوی دینا درست نہیں ہے، بلکہ مفتی کا فریضہ ہے کہ وہ نقل صریح کی حکایت کرے جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔

عرف زمانہ کی رعایت

عرف زمانہ کی رعایت مفتی وقاضی کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے:

''وفی القنیة لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاهر المذهب و یترکا العرف ، وهذا صریح فیما قلنا ان المفتی لا یفتی بخلاف عرف زمانه''۔

قنیہ میں ہے کہ: مفتی اور قاضی کے لئے یہ درست نہیں کہ عرف زمانہ سے صرف نظر کر کے صرف ظاہر مذہب پر فیصلہ دیں۔ (عقود رسم المفتی ص۴۰)

اس سے صراحۃً یہ بھی ثابت ہوا کہ مفتی اپنے عرف زمانہ کے خلاف فتوی نہ دے جیسا کہ ہم نے کہا تھا۔ عرف کی تبدیلی سے مفتی کو واقف ہونا چاہئے۔

فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الالفاظ العرفیة۔ (ایضا)

مفتی کو چاہئے کہ وہ الفاظ عرفیہ میں اپنے لئے عرف کی پیروی کرے۔

قول راجح پر فتوی

پھر جواب میں اس قول کو اختیار کرے جو علماء کے نزدیک راجح ہو، مرجوح کو ہرگز اختیار نہ کرے، مگر یہ کہ کوئی ایسی خاص وجہ ہو اور دلائل کی روشنی میں یہی راجح نظر آئے۔

ان الواجب علی من أراد ان یعمل لنفسه أو یفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه ' فلا یجوز له العمل أو الافتاء بالمرجوح ' الا فی بعض المواضع ' وقد نقلوا الاجماع علی ذلک۔(ایضا ص۳)

جو شخص خود عمل کا ارادہ کرے یا غیر کو حکم بتائے دونوں صورتوں میں اس پر واجب ہے کہ اس قول کی پیروی کرے جسے علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے، لہذا مرجوح پر عمل یا فتوی دینا درست نہیں ہے، بجز چند خاص مواقع کے، فقہاء نے اسی اصل پر اجماع نقل کیا ہے۔

ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

'' وکلام القرافی دال علی ان المجتهد والمقلد لا یحل لهما الحکم والافتاء بغیر الراجح ' لانه اتباع للهوی ' وهو حرام اجماعا ''۔(ایضا)

قرافی کا کلام بتاتا ہے کہ غیر راجح پر فتوی دینا یا فیصلہ کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد، کیونکہ اس وقت خواہش نفس کی پیروی ہوگی جو بالاتفاق حرام ہے۔

مختصر یہ کہ اگر صاحب نظر اور صاحب بصیرت ہے تو دلائل اور اس کی قوت پر نظر کر کے راجح پہلو پر عمل کرے اور فتوی دے، اور اگر مسائل میں بصیرت تامہ حاصل نہیں ہے تو علماء مذہب کے قول پر عمل کرے۔

اما الحکم والفتیا بما هو مرجوح فخلاف الاجماع۔(عقود رسم المفتی ص۳)

قول مرجوح پر فیصلہ کرنا اور فتوی دینا اجماع کے خلاف ہے۔

سہل پہلو اور رخصت پر فتوی

جو چیزیں بغیر کراہت کے جائز ہیں اور شریعت میں ان کے لئے رخصت ہے، مفتی کو چاہئے کہ عوام کے لئے ایسے سہل پہلو کو اختیار کرے اور اس پر فتوی دے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وفی عمدۃ الاحکام من کشف البزدوی : یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء الحمام، والصلوۃ فی الاماکن الطاھرۃ بدون المصلی'' الخ۔ (عقد الجید ص۷۳)

''کشف البزدوی'' کے حوالہ سے ''عمدۃ الاحکام'' میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مفتی کے لئے مستحب ہے کہ عوام کی آسانی کی غرض سے رخصتوں پر فتوی دے، جیسے حمام کے پانی سے وضو کرنا اور پاک جگہوں میں بغیر جائے نماز کے نماز پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جو لوگ محتاط اور خواص ہیں ان کے لئے عزیمت پر ہی عمل بہتر ہے۔

ولا یلیق ذلک باھل العزلۃ، بل الاخذ بالاحتیاط والعمل بالعزیمۃ اولی بھم۔

یہ رخصت گوشہ نشینوں کے لئے مناسب نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ احتیاط کو اختیار کریں اور عزیمت پر عمل کریں۔ (ایضا)

مفتی کو یہ بھی چاہئے کہ لوگوں کو ایسی بات کا فتوی دے جو ان کے حق میں زیادہ آسان ہو بالخصوص کمزوروں کے لئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر فی حق غیرہ خصوصا فی حق الضعفاء، لقولہ علیہ السلام لابی موسی الاشعری و معاذ حین بعثھما الی الیمن : یسرا ولا تعسرا''۔ (عقد الجید ص۷۴)

مناسب ہے کہ مفتی ایسا قول اختیار کرے جو دوسروں کے حق میں خصوصا کمزوروں

کے حق میں آسان تر ہو، اس وجہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی بوقت ضرورت آسانی والے قول پر فتوی دینے کی صراحت کی ہیں: **وفی المعراج عن فخر الائمة : لو افتی مفت بشئی من هذه الاقوال فی مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسنا۔**

(شامی، ص۴۸۲ ج۱، باب الحيض ، مطلب : لو افتی مفت ، الخ ، کتاب الطهارة)

علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ نے یہ قول ''البحر الرائق'' میں نقل کیا ہے۔

(ص۱۹۳ ج۳، باب الحيض)

خواہشات سے اجتناب

بہر حال خواہشات نفس، لالچ اور اس طرح کے دوسرے رذائل سے فتوی دینے کے وقت مفتی کا بچنا ضروری ہے، اس لئے کہ ان جذبات کی پیروی حرام ہے۔

ويحرم اتباع الهوى والتشهى والميل الى المال الذى هو الداهية الكبرى والمصيبة العظمى فان ذلک امر عظيم لا يتجاسر عليه الا كل جاهل شقی۔ (ایضا)

خواہشات نفس کی پیروی، میلان نفس اور مال ودنیا طلبی کا رجحان حرام ہے جو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑی ہلاکت ہے، یہ ایسا خطرناک اقدام ہے جس کی جسارت جاہل، بدبخت کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا ہے۔

ناجائز حیلے

جو حیلے حرام اور مکروہ ہوں مفتی کے لئے ان کا اختیار کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح

ان رخصتوں کی تلاش میں پڑنا بھی جن سے غلط طور پر کچھ لوگ استفادہ کے خواہاں ہوں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''لایجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمة والمکروهة ' ولا تتبع الرخص لمن أراد نفعه ' فان تتبع ذلک فسق وحرام استفتاء ہ''۔(اعلام الموقعین ص۲۵۸ج۲)

حرام اور مکروہ حیلوں کی تلاش وجستجو مفتی کے لئے درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے شخص کے لئے رخصتوں کی جستجو میں پڑنا بھی جائز نہیں ہے جو ناجائز نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہو، کیونکہ یہ فسق ہے اور اس طرح کا استفتاء حرام ہے۔

''طحطاوی'' میں ہے:''ویحرم التساهل فی الفتوی واتباع الحیل ان فسدت الاغراض''۔(طحطاوی علی الدر ص۱۷۵ج۳)

فتوی میں تساہل اور حیلوں کی پیروی جب اغراض فاسدہ کے پیش نظر ہو حرام ہے۔

جائز حیلے

البتہ وہ شرعی حیلے جن پر عمل فقہائے امت نے جائز قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شرعی مفسدہ نہیں ہے، ان کے ساتھ فتوی دینا درست ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

'' فان حسن قصده فی حیلة جائزة لا شبهة فیها ولا مفسدة لتخلیص المستفتی بها من حرج جاز ذلک بل استحب ' وقد ارشد الله تعالی نبیه ایوب علیه السلام الی التخلص من الحنث بان یأخذ بیده ضغثا فیضرب به المرأة واحدة ' و أرشد النبی صلی الله علیه وسلم بلالا الی بیع التمر بدراهم ثم یشتری بالدراهم تمرا اٰخر''۔(اعلام الموقعین ص۲۵۸ج۲)

اگر کوئی جائز حیلہ اچھے ارادہ سے اختیار کرے جس میں نہ کوئی شبہ ہو نہ مفسدہ بلکہ منشاء

مستفتی کو تنگی سے نکالنا ہو تو یہ جائز ہے بلکہ مستحب، خود اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی حنث (قسم توڑنے کے گناہ) سے بچاؤ کے لئے رہنمائی فرمائی تھی اور بتایا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لے لیں اور اس سے اپنی اہلیہ کو ایک مرتبہ ماریں۔ ۱

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ: وہ کھجور دراہم کے بدلے بیچ دیں، اور پھر ان دراہم سے دوسری کھجور خرید لیں۔ ۲ (مقدمہ فتاوی دار العلوم دیوبند)

۱...... **جائز حیلے کی مثال قرآن سے**

حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا قصہ

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ یہ ہوا کہ ان کی بیماری کے زمانے میں شیطان ایک مرتبہ طبیب کی شکل میں ان کی بیوی کو ملا، تو اسے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی، اس نے کہا اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا کہ: وہ تو شیطان تھا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالی مجھ کو شفا دے تو میں تجھ کو سو قمچیاں ماروں گا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ فرمایا مگر ان کی بیوی نے ان کی بہت خدمت کی تھی، اور ان سے کوئی گناہ بھی صادر نہیں ہوا تھا، اس لئے اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے ان کے لئے تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا: ﴿ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثاً فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ﴾۔ (سورہ ص، آیت نمبر: ۴۴)

تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو (جس میں سو سینکیں ہوں) اور (اپنی بیوی کو) اس سے مارلو اور (اپنی) قسم نہ توڑو۔ (معارف القرآن ص ۵۲۱ ج ۷)

۲...... **جائز حیلے کی مثال حدیث سے**

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (ایک دن) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی

فتوی نویسی کے آداب

سوال اچھی طرح پڑھے

جب مفتی کے سامنے استفتاء پیش کیا جائے تو سب سے پہلے مندرجہ سوال کو پورے غور وفکر کے ساتھ پڑھنا چاہئے، اور سائل کی مراد اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ سوال میں اگر کوئی جملہ مجہول یا مشتبہ ہو تو پہلے سائل سے اس کی تحقیق کر لے، اسی طرح اگر تحریر میں کوئی فحش غلطی ہو تو اس کی تصحیح کے بعد جواب لکھے۔

سوال کے بیچ میں اگر خالی جگہ ہو تو کیا کرے؟

اگر سائل نے سوال کی سطروں کے درمیان یا آخر میں اس طرح خالی جگہ چھوڑ رکھی ہے کہ وہاں بعد میں اضافہ کا احتمال ہے تو مفتی کے لئے مناسب ہے کہ وہ خالی جگہوں کو نقطوں یا لائنوں سے پر کر دے تا کہ آئندہ کسی سازش اور فتنہ کا شکار نہ ہو۔

فتنہ کے اندیشہ کے وقت زبانی جواب پر اکتفا کرے

اگر مفتی کو معلوم ہو جائے کہ استفتاء کا جواب سائل کی غرض کے موافق نہیں ہے اور وہ اسے کسی حالت میں تسلیم نہیں کرے گا یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ کی بنا پر یہ سمجھے کہ فتوی کی

خدمت میں برنی کھجوریں لائے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ: میرے پاس ردی قسم کی کھجوریں تھیں، پس میں نے ان میں کی دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کے عوض خرید کر لی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اف! یہ تو عین ربا ہے، عین ربا ہے، ایسا نہ کرنا، بلکہ جب تمہارا خریداری کرنے کا ارادہ ہو تو (اولا) ان معمولی کھجوروں کو فروخت کر دو کسی دوسری جنس کی بیع کے ساتھ اور پھر خرید کر لو اس کے عوض۔

(مشکوۃ ص ۲۴۴، باب الربوا، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۲۶۹۰۔ الرفیق الفصیح ص ۱۵۱ ج ۱۵)

تحریر فتنہ انگیزی کا باعث ہوسکتی ہے تو اسے چاہئے کہ مستفتی سے صرف زبانی گفتگو پر اکتفا کرے اور تحریر نہ لکھے۔

ترتیب استفتاء کا لحاظ

جب مفتی کے پاس متعدد استفتاء جمع ہوجائیں تو آمد کی ترتیب سے جواب لکھنا چاہئے ہاں اگر کسی مسافر یا عورت یا ایسے شخص کا استفتاء ہو جسے تاخیر کی وجہ سے نقصان ہوسکتا ہے تو اس کا فتوی پہلے لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب لکھنے کی ابتدا اور انتہاء

(الف)......مناسب ہے کہ فتوی لکھنے سے پہلے تعوذ وتسمیہ، حمد وصلوۃ ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ''اور یہ دعا ﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴾ زبانی پڑھ لے۔ [1]

(ب)......کاغذ کی دائیں جانب سے فتوی لکھنا شروع کرے۔

(ج)......سب سے پہلے:''بسم اللہ الرحمن الرحیم ''یا''باسمہ سبحانہ و تعالی'' لکھے۔

(د)......تسمیہ کے بعد''حامدا و مصلیا ''یا ''الجواب و باللہ التوفیق'' جیسے الفاظ لکھے، اور اگر دونوں کو جمع کرلے تو نور علی نور۔

(ہ)......جواب کے ختم پر فقط: واللہ تعالی اعلم ، واللہ الموفق ، وباللہ التوفیق ' جیسے الفاظ تحریر کرے۔ [2]

---

[1]......وحقیق بالمفتی ان یکثر الدعاء بالحدیث الصحیح۔

مفتی بکثرت دعاء ماثورہ پڑھتا رہے۔(اعلام الموقعین ص ۲۴۵ ج ۲، مقدمہ فتاوی دار العلوم دیوبند)

[2]...... وینبغی ان یکتب عقب جوابہ واللہ اعلم ، وقیل یکتب فی العقائد واللہ اعلم واللہ الموفق۔

(و)......اخیر میں دستخط ثبت کرے۔

(ز)......دستخط کے نیچے تاریخ ضرور تحریر کرے۔

تفصیل طلب مسئلہ کا جواب

اگر مسئلہ اپنے اندر مختلف جہتیں رکھتا ہوتو اس کا جواب مطلق نہ لکھے، بلکہ بہتر ہے کہ سائل سے معلوم کرلے کہ اس کو کیا صورت پیش آئی، پھر نئے کاغذ پر از سر نو صورت مسئلہ لکھوا کر جواب لکھے، اگر یہ نہ ہوسکے تو مفتی کو چاہئے کہ ہر صورت کا حکم الگ الگ بیان کردے تاکہ مستفتی اپنے پیش آمدہ واقعہ کا انطباق کر کے فتوی پر عمل کرسکے۔

صورت واقعہ کا جواب

اگر مفتی کے سامنے کوئی ایسا استفتاء آئے جس کی حقیقت واقعہ کا علم مفتی کو ہو مگر وہ بات استفتاء میں نہ لکھی گئی ہو تو مناسب ہے کہ وہ اس استفتاء کا جواب نہ دے، بلکہ واقعہ کی تحقیق کے بعد از سر نو صحیح صورت حال کے موافق استفتاء لکھوا کر اس پر جواب تحریر کرے، اس لئے کہ اس دور میں نزاعی معاملات میں فتاوی محض دنیوی مفادات کے حصول کے لئے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں، اور اصل واقعہ کا علم ہونے کے باوجود مسئولہ استفتاء کے جواب میں فتنہ کا سخت اندیشہ ہے۔

تمثیل میں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔دارالافتاء خیر المدارس کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے مرتب خیر الفتاوی تحریر فرماتے ہیں:

اپنے جواب کے ختم پر'' واللہ اعلم '' لکھنا مناسب ہے، اور عقائد سے متعلق مسئلہ ہوتو کہا گیا ہے کہ '' واللہ الموفق '' لکھے۔ (طحطاوی علی الدر ص۴۹ ج۱۔ مقدمہ ص۸۶ ج۱)

ایک عجیب واقعہ

جب تک سوال پوری طرح منقح نہ ہو جواب نہیں دیا جاتا۔سوال دستی ہو یا بذریعۂ ڈاک، جب تک واقعہ کی صحیح حقیقت بمع مضمرات صاف نہیں ہوجاتی جواب سے گریز کیا جاتا ہے۔۲۲/ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کا واقعہ ہے کہ کراچی سے ملک امیر عبداللہ صاحب کا ایک استفتاء موصول ہوا جس میں یہ تحریر تھا:

''زید کا دعوی ہے کہ خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے، بعض لوگوں کو ریاضت ومجاہدہ سے اتنی ترقی نہیں ہوتی جتنی خواب سے، کیونکہ انہیں خواب میں علوم صیحہ القاء ہوتے ہیں۔ تم کوشش کیا کرو مجھے نیند زیادہ آیا کرے، کیونکہ آج کل مجھے خواب میں علوم صیحہ القاء ہوتے ہیں''۔نیند سے بیدار ہوکر زید نے کہا کہ:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

کی تفسیر مجھے خواب میں یہ القاء ہوئی ہے کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہو لوگوں کے واسطے''۔

زید کے متعلق حکم دریافت کیا گیا، نیز ساتھ ملک کے کئی مرکزی مدارس کے فتاوی کی نقول بھی شامل تھیں۔جن میں زید کے بارے میں بڑے سخت الفاظ میں حکم لگایا گیا تھا، بلکہ یہ بھی تحریر تھا کہ:

''اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر زید مرزا قادیانی کی طرح نبوت کا دعوے نہ کردے''

مکرر سہ کرر تنقیح کی گئی۔مستفتی نے ہر دفعہ اخفاء سے کام لیا، بالآخر یہ جواب لکھا گیا:

''زید مذکور کے جو حالات آپ نے لکھے ہیں اتنے سے کسی کے بارے میں مکمل آگاہی نہیں ہوسکتی، اور بغیر تحقیق کے شخصی فتوے دینا درست نہیں، فقط۔

بعد میں پتہ چلا کہ ہر دو عبارتیں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ بانی تبلیغی جماعت کی تھیں، اس طریقہ سے اللہ تعالی نے لاعلمی میں بھی ان کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ لکھنے سے محفوظ رکھا۔

ایسے ہی ایک دفعہ ایک صاحب نے مرثیۂ گنگوہی کا ایک شعر بغیر سیاق وسباق کے لکھ بھیجا اور اس پر فتوی چاہا، مگر یہاں سے حسب معمول تنقیح کی گئی، جب کہ سائل اسی شعر پر دار العلوم دیوبند سے بڑا سخت فتوی حاصل کر چکا تھا۔ (خیر الفتاوی ص ۶۵ ج ۱)

جواب قطعی ہو

عام لوگوں کے استفتاء کے جواب میں یہ نہ لکھا جائے کہ مسئلہ میں اختلاف ہے، یا اس میں دو قول ہیں، یا اس میں دو روایتیں ہیں، بلکہ قطعی جواب دینا چاہئے، تا کہ مستفتی مطمئن اور یکسو ہو کر عمل کر سکے، اور اگر قطعی حکم معلوم نہ ہو تو توقف کرے یا کسی بڑے مفتی کی طرف رجوع کا مشورہ دے، البتہ اگر کوئی اہل علم مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لئے استفتاء کرے تو اس کے جواب میں مسئلہ کے متعدد اقوال نقل کرنے میں حرج نہیں، مگر مفتی بہ قول کی نشاندہی پھر بھی کر دینی چاہئے۔

جواب واضح ہو

فتوی کی عبارت واضح اور صحیح ہو، جسے عام طور پر لوگ بآسانی سمجھ سکیں۔

جواب کی تحریر کیسی ہو؟

استفتاء کا جواب درمیانی خط میں لکھا جائے جو نہ بہت باریک ہو اور نہ بہت جلی، اسی طرح سطروں کے درمیان مناسب فاصلہ رہنا چاہئے۔

نیز ایک ہی فتوی میں مختلف قسم کے طرز تحریر اور متعدد رنگ کی روشنائی اور الگ الگ سائز کے قلموں کو جمع نہ کرے، اس لئے کہ اس میں تحریف وزیادتی کا احتمال ہے، اور مفتی کی بے وزنی کی دلیل ہے۔

جواب مختصر ہو

جہاں تک ممکن ہو جواب میں کم عبارت لکھی جائے، بشرطیکہ وہ سائل کے مقصود میں مخل نہ ہو۔ قاضی ابو حامد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا جس کے اخیر میں یہ الفاظ تھے: یجوز ام لا ؟ تو انہوں نے جواب دیا: لا ، و باللہ التوفیق۔

جواب میں دلیل لکھنا

اگر عامی یا بے علم آدمی کو جواب دینا ہے تو دلیل لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں، بلکہ سوال کے مطابق حکم لکھ دے۔ ہاں اگر مستفتی نے دلائل طلب کئے ہیں، اسی طرح اگر مستفتی عالم ہے اور استفتاء سے اس کا مقصود دلیلیں حاصل کرنا ہے تو دلائل اور حکم کے مأخذ لکھ دینے چاہئے، اور اگر مفتی خود اس درجہ کا نہ ہو کہ لوگ اس کی بات بلا دلیل مان لیتے ہوں تو اسے اپنے ہر فتوی میں دلائل لکھنے اور جزئیات نقل کردینے کا التزام کرنا چاہئے تا کہ لوگوں کی نظر میں اس کی بات باوزن ہو اور خود اس کے علم ومطالعہ میں جلا پیدا ہوسکے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے دلیل کا اظہار فتوی کا حسن وجمال بتلایا ہے، لکھتے ہیں:

'' عاب بعض الناس ذکر الاستدلال فی الفتوی ، وھذا العیب اولی بالمعیب بل ھو جمال الفتوی''۔

بعض لوگوں نے استدلال کو فتوی میں معیوب قرار دیا ہے، حالانکہ ایسا کہنا خود عیب قرار دینے والے کے لئے معیوب ہے، اس لئے کہ دلیل کا اظہار فتوی کا حسن وجمال ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: وینبغی للمفتی ان یذکر دلیل الحکم وماخذہ ما امکنہ من ذلک، حتی الامکان مفتی کو چاہئے کہ حکم کی دلیل اور اس کا مأخذ بیان کردے۔

(طحطاوی علی الدرص ۴۹ ج ۱۔ اعلام الموقعین ص ۲۳۳ ج ۲، مقدمہ فتاوی دارالعلوم دیوبند)

خصومات میں نہ پڑے

مفتی کے سامنے اگر کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا تعلق قضا سے ہو یا اس کے بارے میں فریقین کے درمیان نزاع ہو تو مفتی کو چاہئے کہ لطائف الحیل کے ذریعہ اپنا دامن اس طرح کے مسائل میں الجھنے سے بچالے۔

معارض ومعاند کو جواب نہ دے

اگر مفتی کو معلوم ہو جائے کہ مستفتی کا مقصد کسی حکم شرعی کو معلوم کرنا نہیں، بلکہ مفتی پر اعتراض اور اس کا امتحان مقصود ہے تو ایسے شخص کو جواب نہ دے، کیونکہ اس سے کسی دینی فائدہ کی امید نہیں ہے۔

کن حالتوں میں فتوی نہ دینا چاہئے

جب دل پریشان ہو، طبعی اطمینان نہ ہو، تکلیف یا غم کا موقع ہو، مثلا غصہ، بھوک، پیاس، اونگھ، سخت گرمی یا بول و براز کی حاجت۔ الغرض کسی بھی ایسی حالت میں فتوی نہ دے جس میں دل یکسو نہ ہو، کیونکہ ان حالتوں میں غلطی کا امکان زیادہ رہتا ہے۔

دستی فتوی فورا نہ لکھے

اگر مستفتی خود حاضر ہو کر اپنا استفتاء پیش کرے، اور مسئلہ غور طلب ہو تو مناسب ہے کہ اسے دوسرے وقت آنے کو کہا جائے، اس لئے کہ جلد بازی میں ہاتھوں ہاتھ جواب لکھنے

میں عموماً غلطی واقع ہوجاتی ہے، اور بعد میں اس کا تدارک مشکل ہوتا ہے۔

وراثت کے مسائل لکھنے کا طریقہ

ترکہ کی تقسیم کے استفتاء عموماً پیچیدہ ہوتے ہیں، اور تقسیم کے دونوں فریق اپنی اپنی منشاء کے مطابق مستحقین اور ورثاء کی فہرست پیش کرتے ہیں۔ خاص کر جب مسئلہ قدیم ہو اور اس میں مناسخہ کی ضرورت پیش آئے تو معاملہ اور نازک ہوجاتا ہے، اس لئے مفتی کو چاہئے کہ وراثت کے متعلق فتوی کے شروع میں درج ذیل تین قیدوں کا اضافہ کرے:

(۱)...... برتقدیر صحت واقعہ۔

(۲)...... بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث۔

(۳)......عدم موانع ارث (یا اس جیسے الفاظ)۔

اس طرح مفتی عند اللہ وعند الناس گرفت سے بچ جائے گا، اس کے بعد قواعد کے مطابق مسئلہ کی تخریج کرے، اور سب ورثاء کے سہام الگ الگ لکھدے۔

حوالجات لکھنے کا ادب

فتوی میں حوالجات لکھتے وقت خاص طور پر درج ذیل امور کا لحاظ رکھیں:

الف:......جس کتاب کا حوالہ یا عبارت نقل کی جائے اس کا صفحہ نمبر اور مطبع بھی لکھدیں۔

ب:......اگر کتاب کے متعدد نسخے چھپے ہوں تو صفحہ و مطبع کے ساتھ باب اور فصل بھی لکھیں۔

ج:...... جب تک مطلوبہ مسئلہ اور عبارت حوالہ کی اصل کتاب میں نہ دیکھ لیں تو کسی اور مصنف کے حوالہ سے اسے نقل نہ کریں، اگر بالفرض اصل کتاب نہ ملتی ہو تو جس کتاب سے حوالہ نقل کریں اس کا بھی ذکر کردیں، مثلاً ''طحطاوی علی الدر'' بحوالہ ''اعلاء السنن'' ص ۳۲۸ ج ۴۔

اگرسوال کے کاغذ پر پورا جواب نہ آئے

آداب افتاء میں سے یہ بھی ہے کہ اگرسوال کا پرچہ ایسا ہو جس میں پورا جواب ایک طرف نہ آسکے تو ابتدا ہی سے نیا کاغذ استعمال میں نہ لائے، بلکہ سوال کے بعد متصلاً جواب شروع کردے۔

اگر کاغذ کا پچھلا حصہ خالی ہو تو اس پر جواب لکھے، جب پچھلا حصہ بھی بھر جائے تو اب نئے کاغذ کا استعمال کرے۔

اہل مجلس کے سامنے فتوی سنانا

مفتی کے لئے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے فتوی کو بطور مشورہ علماء اور اہل مجلس کے سامنے رکھے،[۱] اگرچہ وہ اس کے شاگرد ہی کیوں نہ ہوں۔

اور اگر فتوی میں کوئی بات باعث اشکال ہو تو اس پر نرمی اور انصاف کے ساتھ بحث و مباحثہ کرے، اور حق سامنے آجانے پر اسے قبول کرنے میں کوئی تأمل نہ کرے۔

مستفتی کی کٹ حجتی پر صبر

اگر مستفتی کم عقل اور خواہ مخواہ بحث کرنے والا ہو تو مفتی کو چاہئے کہ ڈانٹ پھٹکار نہ کرے، بلکہ نرمی کے ساتھ پیش آئے، یہ بہت باعث اجر وثواب ہے۔

فتاوی کی نقل

اپنے فتاوی کی نقل رجسٹر میں محفوظ رکھنی چاہئے کہ یہ بہت سے فتنوں سے بچنے کا ذریعہ

---

[۱] ......وان كان عنده من يثق بعلمه و دينه فينبغي له ان يشاوره۔(اعلام الموقعین ص۱۷۲ ج۲)
اگر کوئی قابل وثوق عالم باعمل موجود ہو تو اس سے مشورہ کرے۔

اوراپنے علمی سرمایہ کی حفاظت کا بہترین انتظام ہے۔

عورت اور بچہ کے ہاتھ سے استفتاء خود نہ لے

بعض علماء کا یہ معمول تھا کہ عورت اور بچہ کے ہاتھ سے خود استفتاء نہ لیتے تھے، بلکہ اپنے شاگردوں کو حکم کرتے تھے کہ وہ استفتاء وصول کر کے ان کے پاس لائیں،اس کے بعد جواب لکھتے تھے۔ان کا یہ عمل علم کی تعظیم کی بنا پر تھا۔(بحر)

یہ نہایت اہم ادب ہےاوراس فتنہ کے دور میں مفتی کے لئے احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

راستہ میں فتوی پوچھا جائے تو کیا کرے؟

اگر مفتی سے راستہ میں کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو امام ابوبکر اسکاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:اگر مسئلہ ظاہر ہوتو راستہ میں ہی جواب دیدے،اوراگر مسئلہ میں غور وفکر کی ضرورت ہو تو نہ بتائے۔

اور علامہ قاسم ابن سلام رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ وہ راہ چلتے ہرگز مسئلہ نہ بتاتے تھے، اور مستفتی کتنا ہی اصرار کرتا اسے ٹال دیتے تھے۔

اورفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے اس بارے میں یہ مشورہ دیا ہے کہ اولا اسے راہ چلتے مسئلہ بتانے سے پہلو تہی کرنی چاہیئے ،لیکن اگر مستفتی زیادہ اصرار کرے تو بتا دینا چاہیئے ۔(بحر) یہی رائے انسب ہے۔(فتوی نویسی کے رہنما اصول از ص۴۵ تا ۵۰)

مصلحت کو ترجیح

اسی طرح اگرکسی مسئلہ میں دو صحیح قول ہوں تو مفتی اپنی صواب دید اور مصلحت وقت کے

پیش نظر کسی بھی قول پر فتوی دے سکتا ہے۔صاحب الاشباہ والنظائر لکھتے ہیں:

''المفتی انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحة کما فی مهر البزازیه''۔(ص ۳۱۸)

یعنی مفتی بلاشبہ اس مصلحت پر فتوی دیتا ہے جسے وہ مناسب جانتا ہے جیسا کہ''فتاوی بزازیہ'' کے''باب المهر''میں ہے۔اس پر حموی لکھتے ہیں:

لعل المراد بالمفتی هنا المجتهد، اما المقلد فلا یفتی الا بالصحیح سواء کان فیه المصلحة للمستفتی أولا، و یجوز ان یراد به المقلد ان کان فی المسئلة قولان مصححان فانه مخیر فی الفتوی بکل واحد منهما فیختار ما فیه المصلحة منهما هکذا ظهر لی''۔(شرح حموی ص ۳۱۸،مقدمہ فتاوی دارالعلوم ص ۸۸ ج ۱)

شاید یہاں مصلحت میں مفتی سے مراد مجتہد ہے،اس لئے کہ جو مقلد ہے وہ تو صرف صحیح نقل پر فتوی دے گا،خواہ وہ مستفتی کی مصلحت کے مطابق ہو یا نہ ہو،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں مفتی مقلد ہی مراد ہو،اوراس کی صورت یہ ہو کہ اگر کسی مسئلہ میں دو صحیح قول ملتے ہیں تو اسے اختیار ہے کہ ان دو میں سے جسے مصلحت کے مطابق پائے اس پر فتوی دے،ایسا ہی میری سمجھ میں آیا۔

فتوی سے رجوع کرنا

مفتی سے اگر کسی فتوی میں غلطی ہوجائے یا فتوی لکھنے کے بعد تحقیق بدل جائے تو چاہئے کہ ہٹ دھرمی سے اپنی غلطی پر مصر نہ رہے، بلکہ رجوع کرلے،ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں ایک شخص نے پوچھا کہ:اگر کسی نے

اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگایا ہوتو اس کے بعد اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز کا فتوی دیا، لیکن جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ربیبہ لڑکیوں کے سوا اور تمام صورتوں میں ناجائز ہے، چنانچہ انہوں نے کوفہ واپس آکر براہ راست مستفتی سے ملاقات کی اور اپنے فتوی سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا حکم دیا۔ (مؤطا امام مالک ص١٩٣۔ سیر الصحابہ ص٣٠٩ ج٢)

اصول تکفیر

اصول تکفیر کے سلسلے میں ہمارے معاشرے میں بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے، بعض لوگ ذرا سی بات پر کفر کے فتوے عائد کر دیتے ہیں، دوسرا طبقہ انتہا پر چلا گیا کہ کوئی کتنا ہی کافرانہ عقائد رکھتا ہو اس کے باوجود اگر وہ اپنے کو مسلمان کہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے۔

تنبیہ:...... جو شخص اپنے کو مسلمان کہے اسے کافر نہ کہو تو نتیجہ یہ نکلے گا اسلام کی اپنی کوئی حقیقت نہیں اور نہ اسلام کے کوئی لوازم اور تقاضے ہیں، لہذا جو شخص توحید کو نہ مانے' رسالت کو نہ مانے، لیکن وہ کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کو مسلمان تصور کیا جائے تو یہ بات بالکل ہی باطل ہے۔

کفر کی تعریف

جس طرح ایمان کی تعریف ہے:''تصديق ما علم مجئ النبی صلی الله عليه وسلم به ضرورةً'' یا اس کا جو اختصار کیا گیا ہے:''تصديق ما ثبت من الدين ضرورة'' اسی طرح کفر کی بھی تعریف ہے کہ:'' انكار ما ثبت من الدين ضرورة ''یعنی دین کی جو باتیں ضرورۃً ثابت ہیں ان کے انکار کو کفر کہا جائے گا۔

ضرورۃً کے معنی بداہۃً کے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ضرورۃً کیا چیز ثابت ہے؟ بعض

حضرات نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ جو چیز بھی قرآن وسنت سے ثابت ہو اور وہ قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو۔

قطعی الثبوت کے معنی

قطعی الثبوت کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن کریم سے یا کسی حدیث متواتر سے ثابت ہو، چاہے تواتر جس طرح کا بھی ہو، یعنی تواتر فی الاسناد' تواتر فی الطبقہ' تواتر فی التعامل یا تواتر فی القدر المشترک، یعنی چاروں میں سے جو بھی قسم تواتر کی پائی جائے گی تو اس کو حکم قطعی الثبوت اور ساتھ ساتھ قطعی الدلالہ بھی کہیں گے۔

قطعی الدلالۃ کے معنی

قطعی الدلالۃ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی جس آیت یا جس حدیث سے وہ مسئلہ نکل رہا ہو اس آیت یا حدیث کی دلالت اس مفہوم پر بالکل واضح اور یقینی ہو، یعنی اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، اور احتمال سے مراد ''احتمال ناشی عن الدلیل'' ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ''اقیموا الصلوۃ'' کا حکم ہے، تو یہ قرآن کی آیت ہے، لہذا قطعی الثبوت ہے، اور اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں، اور اس کی دلالت بھی واضح ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہذا نماز کی فرضیت قطعی الثبوت بھی ہوئی اور قطعی الدلالۃ بھی ہوئی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ''ما ثبت من الدین ضرورۃ'' کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز بھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو ان میں سے کسی چیز کا انکار موجب کفر ہے۔

بعض حضرات نے اور اضافہ کیا اور کہا کہ: ہر قطعی الثبوت یا ہر قطعی الدلالۃ چیز کا انکار موجب کفر نہیں ہوتا، بلکہ ان قطعیات کا انکار کرنا موجب کفر ہے جن کے بارے میں ہر

خاص وعام مسلمان کو معلوم ہو کہ یہ دن کا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس کا انکار کرتا ہے تو یہ کفر ہوگا' لہذا اگر کوئی قطعی چیز ہے مگر لوگوں کو عام طور سے معلوم نہیں تو اس صورت میں اس کا انکار موجب کفر نہیں ہوگا اگر چہ موجب فسق ہے۔

اس میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز کا انکار کرتا ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے، لیکن عام طور پر لوگوں میں دین کا حصہ ہونے کی حیثیت سے مشہور نہیں تو اس پر فوراً حکم بالکفر نہیں لگائیں گے، بلکہ ان کو متوجہ کیا جائے گا کہ آپ جس چیز کا انکار کررہے ہیں وہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے، اور اس کی قطعیت کے دلائل بھی اس کے سامنے پیش کئے جائیں، اگر وہ مان لیتا ہے تو مسلمان رہے گا، لیکن اگر اس کے باوجود انکار پر مصر رہے تو اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔

دوسرا: اصول

کسی شخص پر قطعی بات کے انکار کرنے سے کفر کا حکم بھی اس وقت لگائیں گے جب کہ اس شخص کی طرف سے انکار بھی قطعی طور پر ثابت ہو، مثلاً اس نے کوئی محتمل جملہ بولا جس میں احتمال ہے کہ اس سے ''ما ثبت من الدین ضرورۃ'' کے انکار معنی بھی ہوسکتے ہیں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوسکتے ہیں تو محض اس احتمال کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ کی احتیاط

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس موقع پر یہ اصول بتایا ہے کہ اگر کسی شخص کے کلام میں ننانوے احتمالات موجب کفر ہوں اور ایک احتمال موجب ایمان ہو تو اس ایک احتمال کو ترجیح دی جائے گی اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، یعنی مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا

جملہ بولا یا ایسی کوئی عبارت لکھ دی کہ جس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہیں اور ایک احتمال صحیح محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں بھی اس پر کفر کا حکم نہیں لگائیں گے۔

بعض لوگ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ننانوے امور کفر کے بولے اور ایک جملہ ایمان کا بولا تو ایمان والے جملے کا اعتبار ہوگا اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ ننانوے باتیں کفر کی کرے اور ایک بات ایمان کی کرے تب بھی وہ مؤمن ہی رہے گا۔

لزوم کفر اور التزام کفر میں فرق

فقہاء نے یہاں پر یہ مسئلہ بھی بیان فرمایا ہے کہ لزوم کفر اور التزام کفر میں فرق ہے، یعنی کسی شخص نے کوئی ایسا کلمہ بول دیا کہ جس سے کفر لازم آتا ہے، لیکن اس شخص نے اس کا التزام اپنے اوپر نہیں کیا، یعنی بے خیالی میں کلمۂ کفر بول دیا اور یہ خیال ہی نہ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، لہذا اگر چہ یہ کلمہ کفر تو کہہ چکا ہے، لیکن چونکہ اس نے اپنے اوپر اس کا التزام نہیں کیا، اس لئے اس پر کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، بلکہ اس کو متوجہ کیا جائے گا کہ تم نے بڑی خطرناک بات کہہ دی ہے، اس سے تو کفر لازم آتا ہے۔ اب اگر وہ کہے کہ میرا اس کلمہ سے مقصد یہ نہیں تھا تو اس کلمہ کے بول دینے سے اس پر کفر کا اطلاق نہیں ہوگا، البتہ اگر کوئی کہہ دے میرا تو مقصد یہی تھا تو پھر اس نے التزام کر لیا، اب اس بات کے سوا چارہ نہیں کہ اس کو کافر کہا جائے، لہذا اس پر کفر کا فتوی لگائیں گے۔

فقہ کی کتابوں مثلاً ''فتاوی عالمگیری'' میں اس مسئلہ پر پورا باب قائم کیا ہے، اور اس میں بہت سارے جملے لکھے گئے ہیں کہ اگر کسی نے یہ جملہ کہا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور کسی نے یہ جملہ کہا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور ان میں بعض جملے بظاہر معمولی سے نظر آتے ہیں، لیکن ان پر

بھی کفر کا حکم لگا دیا گیا ہے، تو اس بات کا حاصل بھی یہ ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے بولنے والے پر کفر کا فتوی لگایا جائے۔ اس میں بھی مفتی کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس نے یہ بات کن حالات اور کن صورتوں میں کس ماحول میں اور کس سیاق میں کہی ہے، اور اس کی مراد اس سے کیا ہے۔ ان سب باتوں کا دیکھا جاتا ہے۔

عالم اور ڈاڑھی کی توہین

جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ ''عالم کی توہین کفر'' ہے تو کوئی شخص کسی عالم کی توہین بحیثیت عالم ہونے کے کرے تو کفر ہے مگر ذاتی جھگڑے کی بناء پر کی تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگ سکتا۔

اسی طرح ڈاڑھی کی توہین کوئی آپ ﷺ کی سنت ہونے کی وجہ سے کرے اور اس سے بغض رکھے تو یہ کفر ہے، لیکن اگر کسی شخص کو اس بات کی طرف التفات ہی نہیں کہ یہ سنت ہے یا نہیں، اس کو ڈاڑھی پسند نہیں اور یہ کوئی توہین آمیز الفاظ بول دیتا ہے- العیاذ باللہ- تو اگرچہ یہ گناہ ہے لیکن کفر کی حد تک نہیں پہنچے گا۔

تیسرا: اصول

اور تیسری بات تکفیر کے اصول کی یہ ہے کہ ہم ظاہر کے مکلّف ہیں، کسی کے دل میں کیا ہے اس کے مکلّف نہیں، یعنی دنیا کے اعتبار سے اگر ایک شخص کسی بات کا اقرار کرتا ہے تو ہم اس کا دل چیر کر دیکھنے کے مکلّف نہیں، لہذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں عقیدہ کفر کا حامل نہیں اور ہم کہہ دیں نہیں تو ضرور عقیدہ کفر کا حامل ہے، اس لئے کہ تیرے دل میں ہے، لہذا اس شبہ کی بناء پر کہ اس کے دل میں کفر ہے، اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لیکن جب کوئی شخص ان سب چیزوں کو عبور کر جائے اور قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ اور ''ما ثبت من الدین ضرورۃ'' کا صریح لفظوں میں انکار کرنے لگ جائے، اور پھر اس کا

التزام بھی کھلم کھلا کرنے لگے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کو کافر کہا جائے۔

اور یہ کافر کہنا کوئی گالی نہیں، بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے کہ اس نے کفر کی بات کہی ہے، لہذا اس کی وجہ سے اس کو کافر کہا جا رہا ہے۔ (انعام الباری از ص:۳۱۲ تا ۳۱۷، ج۱ ملخص)

ایک حدیث کے ظاہری الفاظ پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے نفاق کا حکم لگایا، بعد میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے توجہ دلانے سے رجوع فرمالیا، اس واقعہ میں بھی مفتی کے لئے سبق ہے، اس لئے اس کو نقل کرنا مناسب ہے:

نفاق کا حکم لگانے کے بعد حسن بصری رحمہ اللہ کا رجوع

حدیث شریف میں ہے کہ:

''آية المنافق ثلاث : اذا حدّث كذب ، واذا وعد اخلف ، واذا اؤتُمِن خان''۔

منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(بخاری، باب علامة المنافق ، كتاب الايمان ، رقم الحديث :۳۳)

ایک شخص حج کے لئے بصرہ سے مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

''من كان فيه ثلاث خصال : لم اتحرج ان اقول انه منافق''۔

یعنی جس شخص کے اندر یہ تین خصلتیں ہوں گی اس کے بارے میں' میں منافق ہونے کا حکم لگادوں گا، مجھے ایسے شخص کو منافق کہنے میں کوئی باک یا ڈر نہیں۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے جب یہ بات سنی تو اس شخص کے ذریعہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو کہلا بھیجا کہ:

''ان عطاء یقرئک السلام ، ویقول لک : ما تقول فی بنی یعقوب علیه السلام اخوة یوسف اذ حدثوا فکذبوا ' و وعدوا فاخلفوا ' و اؤتمنوا فخانوا ' افکانوا منافقین ؟''

یعنی جب کسی کے اندر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوجائے تو پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا، جنہوں نے جھوٹ بولا' وعدہ خلافی کی اور امانت میں خیانت کی، آیا ان پر بھی منافق ہونے کا حکم لگے گا؟ جب یہ بات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا: جزاک الله خیرا پھر فرمایا:

اذا سمعتم منی حدیثا فاصنعوا مثل ما صنع اخو کم ' حدثوا به العلماء ' فما کان منه صوابا فحسن ' وان کان غیر ذلک ردّوا علیّ جوابه۔

(کشف الباری ص ۲۸۸ ج ۲)

جدید مسائل میں فتوی کیسے دیا جائے؟

از: افادات حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

نئے زمانے کے پیش آمدہ مسائل جن کا حکم متون اور شروحات وغیرہ میں صراحۃً نہیں ملتا، ان کے متعلق فتوی دینے کے لئے مفتی مقلد کو درج ذیل طریقے اپنانے چاہئے:

(۱)...... کتب فقہیہ کا گہرائی سے مطالعہ کرے اور اگر کوئی جزئیہ مل جائے تو اس پر فتوی دے۔

(۲)...... اگر صریح جزئیہ نہ مل سکے اور مفتی بالغ نظر بھی نہ ہو تو اسے مسائل جدیدہ میں خامہ فرسائی نہ کرنی چاہئے، بلکہ معاملہ بڑے مفتی صاحب کے حوالہ کردینا چاہئے۔

(۳)......اگر مفتی بالغ نظر ہو اور اصول وقواعد سے بخوبی واقف ہو تو قواعد ونظائر کو سامنے رکھ کر مسئلہ کا حکم بیان کرے۔

(۴)......اگر مسئلہ کے متعلق کوئی نظیر یا فقہی قاعدہ دستیاب نہ ہو تو بالغ نظر مفتی براہ راست نصوص شرعیہ سے حکم کا استنباط کرسکتا ہے۔

(۵)......تاہم اس طرح کے مسائل میں ہم عصر علماء سے مشورہ کر لینا بہتر ہے، جلد بازی میں فتوی ہرگز نہ دیا جائے۔ (فتوی نویسی کے رہنما اصول ص ۲۳۸)

آخر میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک عجیب واقعہ نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں مفتی حضرات کے لئے چند مفید ہدایات ہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اجازت کے بغیر مسند تدریس پر بیٹھے اور استاذ محترم کو اس کی اطلاع تک نہ دی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو پانچ سوالات لے کر بھیجا، جن کے جواب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے خطا واقع ہوئی۔

پہلا:......سوال یہ تھا کہ: ایک دھوبی نے اولا کپڑے لینے سے انکار کردیا، پھر کپڑا دھو کر لایا تو کیا وہ اجرت کا مستحق ہوگا؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: ہاں اجرت کا مستحق ہے۔ سائل نے کہا آپ نے غلط کہا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: اجرت کا مستحق نہیں۔ سائل نے کہا کہ اب بھی آپ نے غلط کہا۔ پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ متحیر رہ گئے، پھر سائل نے کہا کہ: اس مسئلہ میں تفصیل ہے، اگر کپڑے کا دھلنا انکار سے پہلے پایا گیا تھا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔ یعنی بالاجمال حکم لگانا باطل ہے۔

دوسرا:......سوال یہ تھا کہ: نماز میں داخل ہونا فرض کے ساتھ ہوتا ہے یا سنت کے ساتھ؟

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: فرض کے ساتھ،سائل نے اس کو غلط قرار دیا،امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: سنت کے ساتھ،سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر سائل نے کہا کہ دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔(تکبیر فرض ہے اور رفع یدین سنت ہے تو فرض وسنت دونوں کے ساتھ ہوا)

تیسرا:......سوال یہ تھا کہ:ایک ہانڈی چولھے پر رکھی ہوئی ہے جس میں گوشت اور شوربا ہے اڑتا ہوا پرندہ اس میں گر گیا،آیا وہ دونوں (گوشت وشوربا) کھائے جائیں گے یا نہیں؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں کھائے جائیں گے۔سائل نے اس کو غلط قرار دیا۔اس پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: پھر دونوں نہیں کھائے جائیں گے۔سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر اس نے بتلایا کہ اگر گوشت پرندے کے گرنے سے پہلے پک چکا تھا،اس کو تین مرتبہ دھو کر کھالیا جائے گا اور شوربے کو پھینک دیا جائے گا، ورنہ کل کو پھینک دیا جائے گا۔

چوتھا:......سوال یہ تھا کہ:ایک مسلمان کی ذمیہ بیوی تھی جو بحالت حمل مرگئی اس کو کس کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: مسلمانوں کے قبرستان میں۔سائل نے کہا کہ آپ نے غلط فرمایا۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: کافروں کے مقابر میں۔سائل نے اس کو بھی غلط قرار دیا، پھر سائل نے بتلایا کہ: یہود کے مقابر میں دفن کیا جائے گا،مگر اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا تا کہ بچہ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوجائے، چونکہ پیٹ میں بچہ کا چہرہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے۔

پانچواں:......سوال یہ تھا کہ:کسی شخص کی ام ولد اگر بغیر آقا کی اجازت کے نکاح کرلے اور آقا مرجائے تو آیا اس پر عدت واجب ہے یا نہیں؟امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: ہاں

عدت واجب ہے۔سائل نے کہا آپ نے غلط کہا۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ واجب نہیں۔سائل نے کہا یہ بھی غلط ہے۔جس پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ حیران رہ گئے، اس کے بعد سائل نے بتلایا کہ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کرلیا ہو تب تو عدت واجب نہیں ورنہ عدت واجب ہے۔اس پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو اپنی تقصیر پر آگاہی ہوئی، اور شرمندہ ہوئے۔اسی طرح ''الاشباہ والنظائر'' کے فن ہفتم میں ''اجازات الفیض'' سے مروی ہے۔

اس واقعہ سے ہدایات

اس حکایت میں ارباب افتاء وعلماء کے لئے چند اشارات عجیبہ اور ہدایات مفیدہ ہیں:

(۱)......اول یہ کہ: مفتی کو چاہئے کہ سوال کے جواب میں اچھی طرح غور وفکر کرے، اور جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔دیکھو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس سائل کے جواب دینے میں جلدی کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ندامت اور حسرت اٹھانی پڑی۔

(۲)......دوسرا اشارہ یہ ہے کہ: مفتی کو ہر مسئلہ میں مطلق جواب نہیں دینا چاہئے، ہاں جہاں موقع ہو بیشک اس موقع پر مطلق جواب دے اور جہاں تفصیل کا موقع ہو وہاں تفصیل سے جواب دے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ہر سوال کا جواب مطلق دیا، اور کسی جواب میں تفصیل یا شرائط نہیں بتائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو پریشانی اٹھانی پڑی۔

(۳)......تیسرا اشارہ یہ ہے کہ: مفتی اور عالم کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ وہ سائل پر سختی اور غصہ کرے، اگرچہ سوال میں سائل سختی اختیار کرے جیسا کہ سائل نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ہر سوال کے جواب میں خطا کار بتلایا۔اسی طرح ایسی بات سے مفتی کو رنج وملال نہ

ہو۔

(۴)...... چوتھا اشارہ یہ ہے کہ: ایک عالم ومفتی کے لئے مناسب ہے کہ قائل کے قول کو تسلیم کرے بشرطیکہ وہ حق ہو، اور مردوں کی پہچان حق کی وجہ سے کرنی چاہئے نہ کہ حق کی پہچان مردوں سے ہے، چنانچہ امام ابویوسف رحمہ اللہ نے ان پانچوں مسائل کا حکم وہ تسلیم کرلیا جس کو سائل نے بیان کیا، حق کو اپنے میں منحصر نہیں سمجھا۔

(۵)...... پانچواں اشارہ یہ ہے کہ: استاذ اور عالم کے لئے اپنے سے ادنی کا امتحان لینا جائز ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کا امتحان لیا۔ نیز روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا امتحان لیا۔

(۶)...... چھٹا اشارہ یہ ہے کہ: اپنے سے بڑوں کی موجودگی میں اپنی شہرت کی طرف رغبت نہیں ہونی چاہئے، جیسا کہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

(۷)......ساتواں اشارہ یہ ہے کہ: اپنے نفس کے کمال پر خوش نہیں ہونا چاہئے خواہ کمال از قبیل عبادت ہو یا از قبیل علم۔ (نفع المفتی والسائل اردو ص۱۱۹و۱۲۰)

لطائف افتاء

علامہ عبدالنبی احمدنگری رحمہ اللہ نے فتوی کے سلسلے میں سات اہم نکات بیان کئے ہیں' جو ایک مفتی کو اپنے پیش نظر رکھنے چاہئے:

(۱)......افتاء: جو دراصل'' فُتِــــیَ '' سے ماخوذ ہے' باعتبار ثلاثی مجرد کے افعال غیر متصرف میں سے ہے، اس میں اشارہ ہے کہ ایک مفتی بنیادی اصول اور نصوص میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا، البتہ فروعات میں تصرف کرسکتا ہے۔

(۲)......افتاء: ایک متعدی فعل ہے، اس لئے مفتی کا علم بھی متعدی ہونا چاہئے۔

(۳)......افتاء: باب افعال سے ہے' جو ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں پہلا باب ہے، اس لئے اس میں عبرت یہ ہے کہ جو شخص درجہ افتاء کو پہنچ گیا' اس کے سامنے کامیابی کے اور مزید ابواب بھی کھلیں گے۔

(۴)......مفتی کے لئے مناسب ہے کہ وہ صاحب فتوت ہو' کیونکہ فتوی اور فتوۃ کے درمیان اخوت ہے، اس لئے مفتی نہ تو فتوی پوچھنے والے سے کسی قسم کا طمع یا لالچ رکھے، اور نہ فتوی کی کثرت سے کسی قسم کے ملال یا بیزاری کا اظہار کرے۔

(۵)......افتاء: کے اول وآخر میں ''الف'' ہے، جس میں یہ اشارہ ہے کہ مفتی کو ابتداء سے انتہاء تک امور دین کے بارے میں استقامت وصداقت کا پیکر ہونا چاہئے۔

(۶)......افتاء: کی باعتبار ابجد عددی گنتی: ۴۸۲ رہے' جس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ مفتی کے پاس اصول وفروع کی کتابوں کی تعداد اس سے کم نہ ہو، چنانچہ کتب ظاہر الروایہ کے تفحص ومطالعہ کے بعد محققین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کتب افتاء کی تعداد اس عددی گنتی کے برابر ہے۔

(۷)......افتاء: میں پانچ حروف اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مفتی ظاہر الروایہ کی پانچ کتب پر نظر رکھنے کے علاوہ اسلام کے ارکان خمسہ کا بھی پورا پورا خیال رکھے۔

(دائرۃ المعارف اردو ص ۱۴۰ ج ۱۵۔ فتاوی حقانیہ ص ۵۷ ج ۱)

ہندوستان میں کار افتاء

ہندوستان میں جب تک اسلامی حکومت رہی، اس وقت عموما اسلامی قانون رائج رہا، لیکن جب مسلم دور حکومت ختم ہوا، اسلامی نظام بھی جاتا رہا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے نصرت ربانی وتوفیق ایزدی سے اسلامی نظام کی یاد

گارکوکسی نہ کسی صورت میں باقی رکھا (حق تعالی ان کی قبروں کونور سے بھر دے اور ہزاروں رحمتیں ہوں ان کی روح پر کہ ان کے احسانات سے مسلمانان عالم کی گردن جھکی ہوئی ہے) اس دور میں جن علماء کرام نے افتاء کے فرائض ذاتی طور پرانجام دیئے، ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۲۳۹ھ) کا نام نامی واسم گرامی ہے۔

ان نامی گرامی علماء میں حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محلی رحمہ اللہ، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ان حضرات اکابر کے فتاوی ''فتاوی عزیزی'' و''مجموعۃ الفتاوی'' و''فتاوی رشیدیہ'' کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

پھر قیام دارالعلوم دیوبند کے بعد عوام وخواص کا رجوع مسائل شرعیہ کے حل کے لئے اسی کی طرف ہونے لگا تو مستقل دارالافتاء کی تحریک عمل میں آئی، اور جو مرکزیت دیوبند کو حاصل ہوئی اس کی مثال ملنی ناممکن نہیں تو مشکل ہے۔

بعدازاں دارالافتاء کا یہ سلسلہ ہندوستان کے صوبہ صوبہ میں پھیلتا گیا اور اس کا فیض عام ہوگیا، پھر وہ وقت بھی آیا کہ دیوبند کے فیض یافتگاں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بغرض دعوت وتبلیغ و دینی خدمت تشریف لے گئے تو وہاں بھی دارالافتاء کا یہ مبارک سلسلہ شروع ہوا۔

فتاوی کی معتبر کتابیں

۱	مختصر الطحاوی...........	امام ابوجعفر طحاوی...........	۳۲۱
۲	مختصر قدوری...........	امام ابوالحسن احمد بن محمد قدوری........	۴۲۸
۳	کتاب المبسوط...........	شمس الائمہ ابوبکر سرخسی...........	۴۹۰
۴	تحفۃ الفقہاء...........	علامہ علاء الدین محمد سمرقندی...........	۵۷۵
۵	بدائع الصنائع...........	علامہ علاء الدین کاسانی...........	۵۸۷
۶	فتاوی قاضی خان...........	امام فخر الدین اوزجندی...........	۵۹۲
۷	ہدایہ...........	ابوالحسن علی مرغینانی...........	۵۹۳
۸	محیط برہانی...........	علامہ برہان الدین مرغینانی...........	۶۱۶
۹	المختار فی فروع الحنفیہ........	ابوالفضل مجد الدین موصلی...........	۶۸۳
۱۰	مجمع البحرین وملتقی النہرین...	علامہ مظفر الدین ابن ساعاتی...........	۶۹۴
۱۱	کنز الدقائق...........	ابوالبرکات حافظ الدین بن عبداللہ نسفی	۷۱۰
۱۲	نقایہ...........	صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود...........	۷۴۷
۱۳	وقایۃ الروایہ...........	برہان الشریعہ محمود احمد...........	۷۶۳
۱۴	فتاوی تاتارخانیہ...........	علامہ فریدالدین عالم بن علا دہلوی...	۷۸۶
۱۵	الجامع الوجیز (فتاوی بزازیہ)	علامہ ابن بزاز کردی...........	۸۲۷
۱۶	النہایۃ...........	علامہ ابومحمد محمود عینی...........	۸۵۵
۱۷	فتح القدیر...........	علامہ کمال ابن ہمام...........	۸۶۸
۱۸	ملتقی الابحر...........	علامہ ابراہیم بن محمد حربی...........	۹۵۶

۱۹	کبیری............................	علامہ ابراہیم حلبی.........................	۹۵۶
۲۰	البحرالرائق........................	علامہ ابن نجیم مصری.......................	۹۷۰
۲۱	فتاوی عالمگیری.................		
۲۲	مجمع الانہر.......................	شیخ زادہ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد........	۱۰۷۸
۲۳	شامی............................	علامہ ابن عابدین شامی.................	۱۲۵۲

فتاویٰ کی غیر معتبر کتابیں

۱	قنیہ	نجم الدین مختار زاہدی معتزلی	۶۵۶
۲	الحاوی..........	نجم الدین مختار زاہدی معتزلی..........	۶۵۶
۳	المجتبیٰ شرح القدوری.........	نجم الدین مختار زاہدی معتزلی.........	۶۵۶
۴	السراج الوہاج شرح قدوری	ابوبکر حدادی....................	۸۰۰
۵	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	علامہ بدرالدین عینی............	۸۵۵
۶	غرر الاحکام............	ملاخسرو........................	۸۸۵
۷	خزانۃ الروایات............	قاضی جگن گجراتی..................	۹۲۰
۸	جامع الرموز..............	علامہ شمس الدین قہستانی............	۹۵۳
۹	فتاویٰ زینیہ.............	علامہ ابن نجیم مصری..............	۹۷۰
۱۰	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ ابن نجیم مصری..............	''
۱۱	الاشباہ والنظائر...........	علامہ ابن نجیم مصری..............	''
۱۲	تنویر الابصار..............	علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشی	۱۰۰۴
۱۳	درمختار..................	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸
۱۴	فتاویٰ ابراہیم شاہی..........	علامہ شہاب الدین دولت آبادی.....	
۱۵	شرح شرعۃ الاسلام..........	محمد بن ابوبکر جوغی..............	

اکابر دیوبند کے فتاوی

نمبر	اسماء صاحب فتاوی	نام فتاوی	جلدیں
۱	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی...............	فتاوی رشیدیہ/ فتاوی باقیات.	۲
۲	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری.	فتاوی مظاہر علوم...............	۱
۳	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی.....	امداد الفتاوی...............	۶
۴	حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی.......	فتاوی شیخ الاسلام...............	۱
۵	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب......	کفایت المفتی...............	۱۰
۶	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی..........	فتاوی دار العلوم دیوبند........	۱۸
۷	حضرت مولانا مفتی ظفر احمد عثمانی صاحب....	امداد الاحکام...............	۴
۸	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب..........	امداد المفتین ۔ جواہر الفقہ	۱/۲
۹	حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحب.......		۲
۱۰	حضرت مولانا مفتی سید احمد علی سعید صاحب..	فتاوی سعیدیہ...............	۲
۱۱	حضرت مولانا مفتی محمد یاسین صاحب........	فتاوی احیاء العلوم مبارک پور	۱
۱۲	حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب....	فتاوی رحیمیہ...............	۱۰
۱۳	حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری.....	مرغوب الفتاوی...............	۶
۱۴	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی........	نظام الفتاوی ۔ فتاوی نظامیہ.	۲/۶
۱۵	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی............	فتاوی محمودیہ...............	۳۱
۱۶	حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی.......	احسن الفتاوی...............	۱۰
۱۷	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب............	فتاوی مفتی محمود...............	۹

۱۸	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی.........	آپ کے مسائل اوران کاحل	۱۰
۱۹	حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی......	جواہرالفتاوی................	۳
۲۰	حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام............	فتاوی قاضی....................	۱
۲۱	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی............	فتاوی عثمانی....................	۴
۲۲	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی............	نوادرالفقہ ،امدادالسائلین....	۱/۲
۲۳	حضرت مولانا مفتی خالدسیف اللہ رحمانی....	کتاب الفتاوی..............	۶
۲۴	حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری......	انوارالفتاوی.................	۳
۲۵	حضرت مولانا مفتی یوسف تاولی صاحب....	فتاوی یوسفیہ...................	۱
۲۶	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب......	حبیب الفتاوی..............	۵
۲۷	حضرت مولانا مفتی رضاءالحق صاحب......	فتاوی دارالعلوم زکریا........	۸
۲۸	حضرت مولانا مہربان علی بڑوتوی............	جامع الفتاوی..............	۱۲
۲۹	حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری.....	محمودالفتاوی..............	۸
۳۰	حضرت مولانا مفتی نجم الحسن صاحب امروہی.	نجم الفتاوی..............	۳
۳۱	حضرت مولانا مفتی شبیراحمد صاحب قاسمی....	فتاوی قاسمیہ..............	۲۶
۳۲	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری....	کتاب النوازل.............	۱۹
۳۳	حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب......	فتاوی فلاحیہ..............	۴
۳۴	حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی	فتاوی دینیہ..............	۵

مختلف اداروں کے فتاوی

۱	خیر المدارس ملتان..........	خیر الفتاوی..........	۶
۲	دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک..........	فتاوی حقانیہ..........	۶
۳	مظاہر علوم سہارنپور..........	فتاوی مظاہر علوم..........	۱
۴	امارت شرعیہ بہار..........	فتاوی امارت شرعیہ..........	۴
۵	ماہنامہ بینات کراچی..........	فتاوی بینات..........	۴
۶	منظمہ السلام العالمیۃ..........	فتاوی علماء•ند..........	۸
۷	دار العلمو ندوۃ العلماء لکھنؤ..........	فتاوی ندوۃ العلماء..........	

چند اور قدیم فتاوی

۱	حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی..........	فتاوی عزیزی..........	۲
۲	حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی..........	مجموعۃ الفتاوی..........	۳
۳	حضرت مولانا شاہ عبد الوہاب قادری..........	فتاوی باقیات الصالحات.....	۱
۴	حضرت مولانا مفتی عبد القادر فرنگی صاحب...	فتاوی قادریہ..........	۱
۵	حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب..	فتاوی صدارت العالیہ..........	۲
۶	حضرت مولانا مفتی رکن الدین صاحب.....	فتاوی نظامیہ..........	۱
۷	حضرت مولانا مفتی عثمان صاحب بلوچوی....	فتاوی عثمانیہ..........	۱
۸	حضرت مفتی عبد القادر صاحب گلشن آبادی...	جامع الفتاوی..........	۳

علمائے گجرات کے گجراتی زبان میں فتاوی

۱	حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب.	فتاوی سنگرہ....................	۵
۲	حضرت مولانا حسین صاحب راندیری.......	فتاوی حسینیہ....................	۱
۳	حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب....	فتاوی رحیمیہ	۵
۴	حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری..	فتاوی دار العلوم اشرفیہ.......	۲
۵	حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب کاوی....	فتاوی عبد الغنی....................	۱
۶	حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی	زبدۃ الفتاوی....................	۳
۷	حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی	فتاوی دینیہ	۴
۸	حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب واڈی والا.	روضۃ الفتاوی....................	۲
۹	حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری.....	محمود الفتاوی....................	۳

دارالافتاء رنگون (برما)

دارالافتاء سورتی جامع مسجد کی مختصر تاریخ

چونکہ ''مرغوب الفتاوی'' کا یہ ذخیرہ وہی ہے جو حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے رنگون میں تحریر فرمایا تھا، اس لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ دار الافتاء رنگون کی مختصر تاریخ لکھدی جائے۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیری رحمہ اللہ رنگون سورتی جامع مسجد کے خطیب اور برما کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ کے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ رنگون میں علماء و فضلاء کو جمع کیا جائے اور علمی و دینی خدمات کی جائیں۔ اس تحریک کی ابتدا اس طرح کی کہ موصوف نے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کو رنگون بلایا اور مرحوم عارف ابراہیم معلم صاحب اور ان کے بزرگوں کے اوقاف سے ''مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ'' کے نام پر ایک عربی مدرسہ کا افتتاح کرایا۔ اس میں مقامی و بیرونی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک شعبۂ افتاء کا قیام بھی عمل میں آیا۔ فتوی نویسی کی خدمت بھی مفتی صاحب موصوف ہی کے سپرد کی گئی۔

مدرسہ میں درس وتدریس اور فتوی نویسی کا سلسلہ جاری تھا، مگر ملک کو سامنے رکھ کر اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مستقل دار الافتاء قائم کیا جائے، چنانچہ: ۱۹۱۸ء میں باقاعدہ سورتی جامع مسجد رنگون میں داراالافتاء قائم ہوا۔ اس خدمت کے لئے ڈابھیل کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی رحمہ اللہ کو مدعو کیا، چنانچہ موصوف نے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک یہ خدمت انجام دی۔ جنوری ۲۱ء کو حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی رحمہ اللہ تشریف لائے اور دسمبر ۲۲ء تک قیام فرمایا۔ جون ۲۳ء سے حضرت مولانا غلام نبی

صاحب تاراپوری رحمہ اللہ نے جولائی ۲۴ء تک خدمت انجام دی۔ستمبر۲۴ء سے ستمبر۲۵ء تک مولانا محمد صدیق بڑودوی نے قیام کیا۔۲۶ء سے ۳۵ء تک حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے فیوض و برکات سے مسلمانان برما کو مالا مال کیا۔دسمبر ۳۵ء سے اپریل ۳۶ء تک حضرت مولانا عبدالخالق صاحب شاہجہاپوری رحمہ اللہ افتاء کا کام انجام دیتے رہے، نیز اس دوران جب بھی مذکورہ مفتی حضرات میں سے کوئی رخصت پر تشریف لے جاتے تو مولانا موصوف ہی دارالافتاء کے ذمہ دار ہوتے تھے، پھر جون ۳۶ء سے دارالافتاء کی خدمت حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے ذمہ رہی۔موصوف ۴۱ء کی جنگ جاپان تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

(ماہنامہ ''المحمود'' رنگون، محرم ۱۳۵۸ھ)

فتاوی کا حصول اور راقم کا سفر برما

راقم کو یہ فتاوی کیسے حاصل ہوئے اور اللہ تعالی نے ان فتاوی کی حفاظت کا کیا نظام فرمایا، اس کی داستان بھی قابل ذکر ہے۔اس موقع پر راقم نے ''تذکرۃ المرغوب'' میں جو تفصیل لکھی ہے اس کا نقل کرنا کافی ہے۔وھوھذا:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے زمانہ قیام رنگون میں نہ جانے کتنے فتاوی تحریر فرمائے ہوں گے۔سورتی جامع مسجد کے فتاوی کی نقل '' دارالافتاء'' کے حجرہ میں محفوظ تھی۔راقم الحروف کو بڑا اشتیاق تھا کہ جدامجد رحمہ اللہ کا وہ علمی خزانہ وفقہی ذخیرہ حاصل کروں، پانچ سال تک کوشش ومحنت کرتا رہا، دعا بھی جاری رکھی، اکابر رنگون کے نام خطوط لکھے، بعض اہل تعلق اور مقتدا حضرات سے بھی خطوط لکھوائے، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، پھر بھی ﴿لا تقنطوا من رحمة الله﴾ پر نظر رکھتے ہوئے محنت جاری رکھی، بالآخر ۱۴۱۳ھ

مطابق ۱۹۹۳ء میں حق تعالی نے برما کا سفر مقدر فرمادیا۔الحمد للہ کچھ احباب کی سعی سے داداجان رحمہ اللہ کے فتاوی کی زیارت کی،اس وقت کی فرحتِ قلبی کی کیفیت نا قابل تحریر ہے۔اب ارباب انتظام سے اجازت کے بعدان فتاوی کی فوٹو کاپی کراکے برطانیہ پہنچانے کی تجویز طے ہوئی ،اللہ کا شکر ہے کہ چند فتاوی کے علاوہ تمام مواد راقم کوموصول ہو چکا ہے۔ان مراحل میں حضرت مولانا مفتی محمود داؤد صاحب مدظلہ العالی مفتیٔ اعظم برما، حضرت مولانا صالح صاحب مدظلہ امیر تبلیغ جماعت برما،حافظ محمد صالح صاحب مدظلہ خطیب سورتی جامع مسجد رنگون نے خصوصی تعاون فرمایا۔اللہ تعالی ان حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں،آمین۔خصوصا فتاوی کی حفاظت ونگرانی میں حافظ محمد صالح صاحب مدظلہ کا بڑا دخل ہے،خدا تعالی ان کو اپنی شایان شان اجرعظیم سے نوازے،آمین۔

فتاوی کی حفاظت اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کرامت

یہ فتاوی آج سے تقریبا ساٹھ سال پہلے اس وقت لکھے گئے جب رنگون میں مقیم اہل گجرات کی ایک معتد بہ تعداد اپنی مالداری اور سخاوت ودینی ہمدردی کے باعث جاہ وجلال کی زندگی بسر کررہی تھی۔۱۹۴۱ء میں جنگ جاپان کا واقعہ پیش آگیا اور اہل رنگون کی شان و شوکت ایک دم ختم ہوگئی۔مساجد ومدارس پر اس کا اثر پڑا،دارالافتاء بھی بند ہوگیا۔اس لئے فتاوی کے رجسٹر بھی ایک حجرہ میں پڑے پڑے قدرداں کی تلاش میں تھے کہ حافظ محمد صالح صاحب کی نظر ان رجسٹر پر پڑی،موصوف نے اس کی صفائی کی اور حفاظت سے ایک محفوظ مقام پر رکھ دیا۔ارباب مسجد نے مسجد کی مرمت اور رنگ روغن کی ضرورت محسوس کی تو مسجد کی صفائی کے وقت یہ تمام رجسٹر بھی ان پرانے وبوسیدہ اوراق کے ساتھ ڈال دیئے گئے جنہیں جلانے کے لئے رکھا گیا تھا ع

قدر گوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

مگر اللہ تعالی نے حفاظت فرمائی، حافظ محمد صالح صاحب کسی کام سے اس طرف کو گذرے تو اچانک ان کی نگاہ فتاوی کے رجسٹروں پر پڑ گئی، موصوف نے وہاں سے اٹھا کر دوبارہ صفائی کر کے حجرہ میں رکھ کر تالا لگا دیا۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے ارباب افتاء کا اخلاص تھا یا ان کی کرامت کہ اللہ تعالی نے عجیب طرح حفاظت فرمائی۔

حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ایک اور واقعہ پڑھئے! راقم الحروف نے تمام فتاوی کے رجسٹر کی فوٹو کاپی کرائی اور ڈاک کے حوالے کیا تا کہ اسے برطانیہ بھیجا جا سکے۔ ہمارے ملکوں میں کام کرنے والے مزدوروں سے لے کر آفیسر و منسٹر تک کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے، عیاں را چہ بیاں۔ یہاں بھی یہی صورت حال پیش آئی، پوسٹ آفس سے پتہ نہیں کسی نے رجسٹر کے کئی کاغذات ایک دکاندار کو معمولی دام میں فروخت کر دیئے، صاحب دکان کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس نے محسوس کیا کہ کاغذات پرانے بھی نہیں اور کسی دینی مضمون پر مشتمل لگتے ہیں، چنانچہ وہ سورتی جامع مسجد میں آیا اور امام صاحب کو تلاش کرنے لگا، کسی نے حافظ محمد صالح صاحب سے ملاقات کرا دی، موصوف نے آنے کی غرض پوچھی، اس پر اس نے تھیلی سے نکال کردہ کاغذات دکھائے، موصوف بھی دیکھ کر حیران، تفتیش پر واقعہ بتلایا اور پوسٹ آفس کے کارکن کی کارگذاری سنائی۔ الغرض اللہ تعالی نے یہاں بھی حفاظت فرمائی۔

مرغوب احمد لاجپوری

صاحب مرغوب

الفتاوی

گجرات کے مشہور بزرگ اور عالم، رنگون برما کے سابق مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ وتعارف۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ' والصلوة والسلام علی سید المرسلین ، اما بعد

ولادت

آپ کی ولادت ۳/ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات بوقت صبح صادق لاجپور میں ہوئی۔

لاجپور

لاجپور ضلع سورت کا ایک ممتاز علمی وتاریخی قصبہ ہے۔شہر سورت سے جانب جنوب تقریباً دس میل پر یہ قصبہ واقع ہے۔الحمدللہ اس قصبہ میں اہل علم وارباب فتوی کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی۔کسی زمانہ میں نواب سچین (بروزن: امین) کا یہ دارالاقامہ رہا۔راقم نے ''تاریخ لاجپور'' کے نام سے اس کی تفصیلی تاریخ مرتب کی ہے۔

اسم گرامی

آپ کا نام ''احمد میاں'' رکھا گیا ،مگر آپ کی شہرت بجائے اصلی نام کے تاریخی نام ''مرغوب احمد'' سے ہوئی۔آپ کا تاریخی نام مولانا عبدالحمید صاحب بھوپالی رحمہ اللہ نے سن: ۱۳۰۰ھ کے عدد سے نکالا ہے۔

والدین

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مفتی مرغوب احمد بن سلیمان بن یوسف۔آپ کے آباء و اجداد کے حالات نہ مل سکے۔آپ کی والدہ محترمہ حضرت شاہ سلیمان صاحب صوفی رحمہ اللہ سے بیعت تھیں۔

بچپن

مولانا کے بچپن کے حالات باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہوئے، ہاں اتنا معلوم ہوا کہ آپ کو صغرسنی ہی سے عارف کامل حضرت شاہ سلیمان صاحب صوفی رحمہ اللہ کی تربیت و صحبت کا موقع ملا۔ حضرت کی دعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپ کو علم وعمل کے بلند مقام پر فائز فرمایا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے مدرسہ اسلامیہ میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں اردو اسکول لاجپور میں داخلہ لیا۔ اردو اور گجراتی کی تعلیم اسکول میں پانچ سال تک حاصل کی۔ مدرسہ میں ناظرہ قرآن مجید کا سلسلہ جاری تھا۔ حافظ احمد صاحب لاجپوری سے ناظرہ ختم کر کے حفظ قرآن کی ابتدا کی اور پانچ پارے مکمل کر لئے، اس کے بعد شہر سورت میں حافظ محمد عمر فاضل صاحب کی خدمت میں رہ کر مزید چھ پارے حفظ کئے، اس طرح گیارہ پارے حفظ کرنے کے بعد صحت کی کمزوری کے باعث حفظ قرآن کا سلسلہ ملتوی کر دیا۔

سورت سے واپس آ کر حضرت صوفی صاحب سے ''آمدن سی لفظی'' اور ''مصدر فیوض'' پڑھی، پھر حضرت کے صاحب زادے حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ (موصوف جید الاستعداد اور متبحر عالم تھے) سے کریما، پندنامہ، قواعد فارسی اور ''گلستاں'' و ''بوستاں'' پڑھیں۔

فارسی تعلیم سے فراغت پر حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ ہی سے عربی تعلیم کی ابتدا فرمائی اور سن ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۱۸ھ تک چار سال مسلسل محنت اور مشفق استاذ کی توجہ سے صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، حدیث میں ''مشکوۃ شریف'' اور منطق میں

''صغریٰ'' سے لے کر ''شرح تہذیب'' تک کی کتابیں پڑھ لیں۔

سن ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا اور پونے دوسال قیام فرمایا۔ شعبان ۲۰ھ میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون شروع ہوا اور مدرسہ بند ہو گیا، اس لئے آپ دہلی آ گئے اور رمضان بھی دہلی میں گذارا۔

شوال میں از ہر الہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے شرح جامی، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح وقایہ، اور ''نورالانوار'' کا امتحان لیا۔ علمی قابلیت بہت عمدہ تھی، درس نظامی ابتدا ہی سے محنت وتوجہ سے پڑھا تھا کامیاب ہوئے۔ دیوبند میں ''جلالین'' حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے، ''مختصر المعانی'' حضرت مولانا غلام رسول صاحب سے، ''مشکوۃ شریف'' حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے اور ''ملاحسن'' ''میبذی'' اور ''مقامات حریری'' مختلف اساتذہ سے پڑھنی شروع کی، مگر دیوبند میں آپ زیادہ قیام نہ فرما سکے اور بوجہ خرابی صحت جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا اور اس خیال سے کہ امروہہ میں حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دے امروہہ جانے کے لئے دہلی آئے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں بعض احباب طلب علم میں مشغول تھے ان کی ملاقات کی نیت سے مدرسہ میں پہونچے اور کچھ دن قیام فرمایا تو دہلی کی علمی فضا پسند آئی اور حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ سے متأثر ہوئے اس لئے قیامِ دہلی کو ترجیح دی اور یہی داخلہ لے لیا۔

کانپور اور دہلی میں پانچ سالہ قیام میں: شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح جامی، نور الانوار، مختصر المعانی، مطول، میبذی، جلالین شریف، ہدایہ آخرین، حسامی، توضیح وتلویح، ملا

حسن، حمداللہ، قاضی مبارک، زوائد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی حاشیہ عبد الحکیم، تصریح شرح چغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف تا سورۂ بقرہ اور ''صدر اشمس بازغہ'' کا کچھ حصہ اور صحاح ستہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

دہلی کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (داماد حضرت شیخ الہند) حضرت مولانا عبدالرب صاحب مرحوم کے اسماء مل سکے۔

بخاری شریف حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھی، اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ زبدۃ العارفین حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست بابرکت سے سند حدیث حاصل کی۔

سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کے حکم پر مجمع عام میں تقریر کا موقع بھی آپ کو ملا۔

فراغت کے بعد فن تجوید کے حصول کے لئے حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ہفتہ بھی نہ گذرا کہ برادر معظم کا طلبی کا تار موصول ہوا، اس لئے بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ منقطع فرما کر لاجپور تشریف لے آئے۔

بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی سے استفادہ

۱۳۲۴ھ میں ایک مخلص محبّ کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا، وہاں علامہ شیخ حسین بن محسن الیمانی رحمہ اللہ- جن کا تبحر علم حدیث، علو اسناد اور فاضلانہ درس علماء وطلباء کے لئے جاذب توجہ بن رہا تھا- سے علمی استفادہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بھوپال کا ذکر خوب کیا ہے، رقمطراز ہیں:

’’۱۳۲۴ھ میں ایک محبِّ مخلص کی شادی میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم وفن کے جامع علماء کی موجودگی میں شہر بہت ہی بابرکت نظر آیا۔ حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا اور مختلف ومتعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر ۹۷؍سال کی تھی۔ کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرمادیتے تھے، رحمة الله عليه۔

رفقائے درس

حضرت مولانا احمد حسن صاحب سملکی بانی جامعہ ڈابھیل، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی، حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوری رحمہم اللہ وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اساتذۂ باکمال

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی	حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی.
حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی....	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب......
حضرت شاہ سلیمان صوفی لاجپوری....	حضرت مولانا احمد میاں صوفی لاجپوری..
حضرت مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی..	حضرت مولانا عبد الرب صاحب دہلوی.
حضرت مولانا عبد الرحمٰن الہ آبادی....	علامہ شیخ حسین ابن محمد محسن انصاری یمنی
جناب حافظ احمد صاحب لاجپوری....	جناب حافظ محمد فاضل صاحب سورتی.....

نوٹ:...... حضرت کے اساتذہ ورفقاء درس کا مختصر تذکرہ راقم نے حضرت کی مفصل سوانح حیات ’’تذکرۃ المرغوب‘‘ میں کیا ہے۔ دیکھئے! ’’ذکر صالحین‘‘ جلد نمبر:۳۔

تدریسی خدمات اور تلامذہ

حضرت مفتی صاحب نے تدریسی خدمت صرف رنگون میں انجام دی۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں تقریباً چار سال تک تدریسی مشغلہ رہا۔ درجات علیا کی کتب کے علاوہ چند مہینے ''بخاری شریف'' کا درس بھی دیا۔

حضرت سے جن حضرات کو شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب دابھیلی، حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب رنگونی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم تانبوے، رنگون، حضرت مولانا نور اللہ صاحب رنگونی مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم تانبوے رنگون، حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب بنگالی رحمہم اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اوصاف وکمالات

علمی قابلیت

حضرت مفتی صاحب کی علمی قابلیت بہت عمدہ تھی۔ جید الاستعداد تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے تقریر کی بھی خوب مشق تھی، یہی وجہ ہے کہ سالانہ جلسہ میں اہل مدرسہ نے آپ کو تقریر کا موقع دیا۔ مدرسہ کی روداد میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا:

''مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں، اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے۔ امید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہوجاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں''۔

مولانا سید ازہر شاہ قیصر کشمیری رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

''دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد

مسلم تھی‘‘۔

آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے نامور شیخ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی ،حضرت نے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ سے آپ کو طلب فرمایا، چنانچہ آپ حضرت دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے ،مفوضہ خدمت انجام دی اور خوب خوب دعائیں لیں۔

حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ نے راقم کے نانا مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری سے فرمایا کہ: میں’’ التوضیح والتلویح ‘‘کو سمجھ نہ سکا، پھر رنگون میں مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی تب سمجھ میں آئی ۔عجیب صاحب علم آدمی تھے۔مفتیٔ گجرات کی شہادت سے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فقہی حذاقت

اللہ تعالی نے مفتی صاحب کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا،ان میں ایک خصوصیت تفقہ فی الدین بھی تھی۔جس کے شاہد آپ کے وہ فتاوی ہیں جو آپ نے رنگون میں خدمت دارالافتاء کے موقع پر تحریر فرمائے تھے۔

دینی علوم میں دستگاہ کے ساتھ ساتھ فقہ وفتوی پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔آپ کے فتاوی مدلل اور فقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے۔

مفتیٔ اعظم برما کے عہدہ پر

یوں تو حضرت کو فتوی نویسی کی مشق جامع العلوم کانپور میں طالب علمی کے زمانہ سے ہوگئی تھی ،مگر باقاعدہ افتاء کی خدمت کا موقع ۱۹۱٦ء سے مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں

ملا اور تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت آپ کے ذمہ رہی۔اس طرح الحمدللہ رنگون (برما) کے سب سے پہلے مفتی ہونے کا شرف حق تعالی نے آپ کو بخشا۔

مدرسہ معلمیہ میں داالافتاء کا ایک شعبہ قائم ہو چکا تھا،مگر پورے ملک کے حالات کے پیش نظر ایک مستقل دارالافتاء کی ضرورت تھی۔اس ضرورت کا احساس صاحب فکر عالم دین حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری کو ہوا،چنانچہ موصوف نے ۱۹۱۸ء میں سورتی جامع مسجد میں دارالافتاء قائم فرمایا،اس میں مختلف حضرات نے افتاء کی خدمت انجام دی۔

۱۹۳۶ء میں مفتی مرغوب احمد صاحب باقاعدہ دارالافتاء کے صدر مفتی بنائے گئے اور مفتیٔ اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے،۱۹۴۱ء کی جنگ جاپان تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا کا ذوق مطالعہ

آپ کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔اخیر تک مطالعہ کے بہت شائق رہے۔تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔اخیری عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے، لیکن ذوق مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔

آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ احادیث قدسیہ پر ایک کتاب تصنیف فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ایسی کتاب کی جستجو فرما رہے تھے جو احادیث قدسیہ پر مشتمل ہو۔موصوف نے اپنے ارادہ کا اظہار حضرت مفتی صاحب سے رنگون کے سفر میں کیا،مفتی صاحب نے مولانا کی توجہ ''الاتحاف السنیة بالاحادیث القدسیة'' کی طرف دلائی۔یہ کتاب علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اور احادیث قدسیہ کے سلسلہ میں جامع اور مکمل ہے۔

مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ نے اسے اور دیگر کتب احادیث کو سامنے رکھ کر ''خدا کی باتیں'' کے نام سے ایک مفید کتاب مرتب فرمائی۔ اس کی تمہید میں آپ نے مفتی مرغوب احمد صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے مختصر معمولات جو مل سکے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ تقریباً صبح نو بجے سے دوپہر بارہ بجے تک اور ظہر کے بعد سے عصر سے آدھ گھنٹہ قبل تک مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

یوں تو ہر فن کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، مگر تصوف کی کتابوں کے متعلق منادی صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''(تصوف کی) کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں اور انشاء اللہ بشرط صحت و قوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چند دنوں کے لئے مستعار بھیج رہا ہوں''۔

کتابوں کی حفاظت

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کی بڑی فکر رہتی، گو عاریۃً متعلقین و احباب کو بغرض مطالعہ مرحمت فرماتے، مگر واپسی تک برابر خیال رہتا کہ کتاب واپس آئی یا نہیں۔

ایک صاحب قیام رنگون کے دوران کتاب مستعار لے گئے، پھر وہ اپنے وطن موریس چلے گئے اس لئے کتاب واپس نہ آسکی۔

اس واقعہ کے کئی سال بعد حضرت مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب سفر موریس کے وقت وداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ فلاں صاحب میری کتاب لے گئے ہیں اس کی تحقیق کریں، اور واپسی کی فکر فرمائیں۔

عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت

مفتی صاحب کوعربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔تقریر وتحریر میں سلاست وروانی تھی۔میں نے اپنے بڑوں سے بارہا سنا کہ علماء ڈابھیل خصوصاً علامہ شبیر احمد عثمانی،علامہ محمد یوسف بنوری جب لاجپور تشریف لاتے اور مفتی صاحب سے ملاقات فرماتے تو عامۃً ان حضرات کی گفتگو عربی ہی میں ہوتی،اور بلا تأمل گھنٹوں یہ سلسلہ جاری رہتا۔

عربی تحریر میں جاذبیت تھی۔عبارت مقفی سے اس طرح مزین فرماتے کہ قاری تأثر لئے بغیر نہ رہتا۔بطور نمونہ ''روضۃ الادب'' پر تحریر فرمودہ تقریظ نظر ناظرین کرتا ہوں:

قال الفاضل الاديب مولانا مرغوب احمد اللاجفوری السورتی

انی رأيت فی هذه الايام رسالة تسمى " بروضة الادب فی تسهيل كلام العرب " للعالم اللبيب مولانا مشتاق احمد اعلاه الصمد ، فطالعتها و تصفحتها و امعنت النظر فيها ، فوجدتها روضة فيها الحياض وحوزة فيها الرياض، مشتملة على الفوائد العديدة و محتوية على الفرائد اللغوية ، جامعة للفوائد الادبية ، كافية للقواعد النحوية ، ولعمری هذه رسالة عجيبة مفيدة ، لطيفة نفيسة ، مزيدة عليّة ، طريفة ظريفة ، بديعة تحتوی على اساليب مفيدة ، جميلة تشتمل على الفوائد العجيبة ، ولقد صُنِّفت لغرض صحيح وامر نجيح ، وهو ان يسهّل للطالبين مبانی القرآن المجيد ، ييسر على الراغبين معانی الفرقان الحميد ، فحرية ان تقرأ فی الدرجات الابتدائية وجديرة بان تدخل فی المكاتب والدروس النظامية ، وقد اتفقت على استحسانها آراء العلماء الكرام والفضلاء العظام من المدرسين والمؤدبين وذوی الاحلام والعلمين المفتين الفخام ، فبشرى لكم ايها الطلاب

وطوبی لکم یا اولی الالباب بادروا الی اشتراء هذا الکتاب وشمّروا الجدّ الی تحصیل هذا العجب العجاب ، الذی بذل المؤلف فی ترتیبه و تهذیبه غایة الجهد وقاسی فی تالیفه وتصنیفه نهایة الکد ، فارجو من الله تعالی ای یجعل سعیه مشکورا وعمله مقبولا ، آمین ۔

جزاه الله فی الدارین خیرا وقاه الله فی الکونین ضیرا

حضرت مفتی صاحب اور اشعار

انسان کے فضائل وکمالات کا ایک حصہ شعر وشاعری بھی ہے۔اس سے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔حضرت مفتی صاحب کی تحریرات میں موقع بموقع مناسب انداز سے اردو، فارسی اورعربی کے اشعار بکثرت موجود ہیں۔

خود مفتی صاحب کے بھی چند اشعار ملے جن سے آپ کے ذوق سلیم اور شعر وشاعری سے فطری لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔یہاں حضرت مفتی صاحب کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ۔

زہے معدن علم و ذہن و ذکا چو مولائے ما حضرت احمد میاں
کتابے نوشتہ عجیب و غریب کہ جملہ مطالب بہ برہان وعیاں
چو موسوم شد با ذخیرۂ علوم دریں سر زمیں و بعالم میاں
پئے سال ہجری و تاریخ طبع مرا فکر بسیار بود ہر زماں
ندا آمد از غیب مرغوب را کہ سر مایۂ غیب سالش بداں

۱۳۲۸ ھ

یہ قطعہ ’’ذخیرۃ العلوم‘‘ مصنفہ حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری کے سال طبع پر کہا

گیا تھا۔

حضرت مولانا موصوف نے ایک اور تصنیف ''ھدیة الجلیس'' کے سال طبع پر ذیل کا قطعہ تحریر فرمایا: ؎

زہے معدن علم احمد میاں — بمعقول و منقول عالمی مراتب
نجے منبع فضل و جامع خصائل — علو عقل ذی رائی والا مناقب
کتابے نوشتہ عجب خوب و خوشتر — بہ رائے رزیں و بہ افکار صائب
شدہ چاپ ایں دفتر علم و حکمت — جدا از نقائص بری از عوائب
بہ ہاتف سن طبع مرغوب پرسیہ — ز رضوان ندا شد بلا ریب رائب
کہ سال طبع ہست چشمۂ شریعت — زتصنیف اوستاذی والا مناقب
الٰہی ازیں چشمۂ سیراب گردن — ہمہ خلق عالم تو عالم مغائب

اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''سفینة النجات فی ذکر مناقب السادات'' کے آخر میں یہ دو اشعار تحریر فرمائے ہیں۔ ؎

دارم گنہے ز قطرۂ باراں بیش — وزشرم گنہ فگندہ ام پیش
ناگاہ ندا شد کہ مترس اے مرغوب — ما در خور کنیم تو در خور پیش

تواضع

مولانا خود بزرگ تھے۔ بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ پوری زندگی دینی خدمت میں گذری، مگر تواضع کا حال یہ تھا کہ زمانۂ مرض میں سید منادی صاحب کے نام گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کا دور اخیر ہے جو وقت گذر رہا ہے غنیمت ہے، لیکن غفلت میں گذر رہا ہے۔

ضعف وناتوانائی نے بے کار کردیا ہے، کسی کام کا نہیں رہا، نہ دین کا نہ دنیا کا۔ عارف اکبر الہ آبادی کے اس شعر کا صحیح مصداق ہوں ؎

زندہ رہا تو کچھ کر نہ سکا   اور بیمار پڑا تو مر نہ سکا

اصاغر کی حوصلہ افزائی

اصاغر کی حوصلہ افزائی میں مفتی صاحب بالکل اس شعر کے مصداق تھے ؎

ہم نے ہر ادنی کو اعلی کر دیا   خاکساری اپنی کام آئی بہت

نوجوان علماء میں سے کسی کی تقریر سنتے تو اسے خوب دعائیں دیتے، تعریفی کلمات سے حوصلہ افزائی فرماتے۔ اخبار و رسائل کے مدیر کو عمدہ اداریہ لکھنے پر یا بہترین موضوع کی اشاعت پر مبارکبادی دیتے۔ مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی عمدہ کارگذاری پر خطوط لکھتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

اپنے اسلاف واہل علم کی قدردانی اوران سے شفقت وتعلق

آپ کے کمالات میں ایک نمایاں وصف اہل علم کی قدردانی اور مشائخ کے ساتھ وفا شعاری کا بھی تھا۔ اپنے اساتذہ اور ذی علم رفقاء کے علمی و عملی حالات کی اشاعت اور علمی دنیا میں ان کے تعارف کا جذبہ دل میں لگا رہتا تھا، اسی لئے آپ نے اپنے رفقاء واساتذہ وبعض مشائخ کے حالات تحریر فرمائے۔

اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات کی نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں ان کی اشاعت کے لئے بے چین تھے، چنانچہ آپ نے مرحوم استاذ کی تصنیفات ’’فاتحۃ العلوم، ہدیۃ الجلیس، ذخیرۃ العلوم اور حضرت صوفی صاحب کی ’’فوائد الصوفیہ‘‘ کو بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

حضرت استاذ مرحوم کی کتابوں کا اشاعت کا زمانہ تھا کہ اپنے استاذ مرحوم کی خواب میں زیارت ہوئی۔اس واقعہ کی تفصیل مفتی صاحب کی قلم سے پڑھئے،تحریر فرماتے ہیں:

’’اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بندہ مرغوب احمد لاجپوری کے قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ عبدالرب صاحب مرحوم میں ایک دل خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی جسے بطور تحدیث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اثناءزمانہ طبع میں استاذی المرحوم جناب مولوی احمد میاں صاحب عالم رویا میں تشریف لائے۔آپ نہایت بشاش وشاداں وفرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دوصادق الودود دوستوں کے جوایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دیر خراماں خراماں چلے اور یہ فرمایا کہ دوست تم نے مجھے زندہ کردیا، انتہی۔

مفتی صاحب اہل علم کے ساتھ شفقت ومحبت کا وہ معاملہ فرماتے کہ ایک مرتبہ مولانا سے ملنے والا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔تعزیتی مکتوبات میں کئی حضرات نے آپ کی شفقت کا ذکر فرمایا ہے۔

اہل علم کی قدردانی کا ایک واقعہ

حضرت مفتی صاحب کے دل میں اہل علم کا کیا مقام تھا مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

مفتی صاحب کے رفیق درس گجرات علاقہ پالنپور کے عارف باللہ اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری مفتی صاحب کی دعوت پر لاجپور تشریف لائے،جب کھانے کا وقت ہوا دسترخوان پر حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جس پیالہ میں

کھانا کھا رہے تھے جب اس میں تھوڑا سا سالن بچا تو مفتی صاحب نے بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر پیالہ کھینچا کہ فوراً مولانا نے پیالہ کو پکڑ لیا دونوں بزرگوں میں کھینچا تانی ہوئی، آخر بڑی تیزی سے مفتی صاحب نے اس پیالہ کو لے کر جو کھانا بچا تھا وہ جلدی سے صاف فرمالیا اور ساتھ ہی آنکھ نمناک ہوگئی اور فرمایا: کہاں ہمارے جیسے کو حضرت کا جھوٹا نصیب ہو یہ تو اتفاقی بات ہے کہ میں نے گستاخی کر کے لے لیا۔ (ملخصاً از: سوانح نذیری)

اکرام ضیف......صلہ رحمی......سخاوت وفیاضی

حضرت مفتی صاحب انتہائی مہمان نواز واقع ہوئے تھے۔ علماء کرام اور مدارس سے متعلق جو کوئی بھی لاجپور آجائے وہ مفتی صاحب ہی کا مہمان ہوتا۔ آپ پوری بشاشت سے ان کی تواضع فرماتے۔

صلہ رحمی کا آپ کو بڑا اہتمام تھا۔ اہل حاجت کی مدد خوب فرماتے، خصوصاً اعزہ کی امداد کرنا تو اپنا فرض سمجھتے۔ اکثر صبح ناشتہ کے بعد دوست واحباب اور رشتہ داروں کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے۔

آپ کی سخاوت وفیاضی ضرب المثل تھی۔ دست مبارک بہت کشادہ تھا۔ علماء ومدارس کے سفراء کی بھی خوب مدد فرماتے اور دوسروں کو بھی امداد کی ترغیب دیتے۔

مزاح وخوش مزاجی

آپ بڑے ظریف اور خوش مزاج تھے۔ آپ کے رفیق درس حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ ایک زمانہ کے بعد آپ سے ملے تو آپ کی خوش مزاجی کو دیکھ کر فرمایا: ''آپ تو اب بھی ویسے ہی ہو''۔

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ: حضرت مولانا

مفتی مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج تھے، چونکہ مفتی صاحب نے بڑی عمر میں شادی کی تھی، اس پر ایک صاحب نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ حضرت اتنے بڑھاپے میں آپ نے شادی کی؟ تو برجستہ فرمایا کہ:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِی عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ﴾ اسحاق کا انتظار کر رہا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ مفتی صاحب کے ایک صاحبزادے اسماعیل تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دو صاحبزادوں کا ذکر فرمایا ہے، میں بھی سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اسحاق کا منتظر ہوں۔ انتہی۔

حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کی تحریر میں اس قدر روانی تھی کہ ہر آدمی اسے سمجھ نہیں سکتا۔ مفتی مرغوب احمد صاحب ان سے مزاحا فرماتے کہ: مفتی صاحب! آپ جب کوئی فتوی تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تو دوسرے دن سائل کی جگہ پر خود تشریف لے جائیں تا کہ ان کو پڑھ کر سناویں اور سمجھاویں کہ جواب یہ ہے ورنہ آپ کی تحریر کون سمجھے گا۔

بیعت وخلافت

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور دو ماہ مستقل قیام فرمایا۔ اوراد و وظائف کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم بھی حاصل کی اور بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ بھی کروایا۔

موصوف کی وفات کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام محمد مجددی رحمہ اللہ سے جو سلسلۂ

نقشبندیہ کے ایک عارف اور اہل دل بزرگوں میں تھے رجوع فرمایا۔ شیخ نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی، چونکہ آپ کو خواب میں حضرت ﷺ کی بارگاہ سے اس کا حکم مل چکا تھا۔

شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ: مرغوب احمد کی تربیت کرو

حضرت شیخ غلام محمد مجددی نے اپنے ایک مرید سے فرمایا: آج مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ ان دو حضرات پر خصوصی توجہ دو اور ان کی تربیت کرو۔ ایک حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی اور دوسرے مفتی صاحب۔ اس خواب کے بعد شیخ نے ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ دی اور دونوں کو خلافت مرحمت فرمائی۔

سفر حج

آپ نے ایک ہی سفر حج فرمایا، مگر اس سفر کے کوئی حالات وواقعات مل نہ سکے۔

رویائے صادقہ

مفتی صاحب کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے انبیاء علیہم السلام سے قلبی تعلق اور سید الانبیاء ﷺ سے فرط محبت واتباع سنت کی وجہ سے متعدد مرتبہ نبی پاک ﷺ ودیگر انبیاء علیہم السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ مفتی صاحب نے اپنی بیاض میں ان تمام خوابوں کو ''تحدیث نعمت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

رویت آقا ﷺ

(۱)......شروع جوانی میں طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور جامع مسجد سے باہر شمالی جانب چاندراتیا بڑ کے قریب میدان میں حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کو گھوڑے پر سوار، عمامہ زیب سر، خوب رو وشکیل جوان کی صورت میں دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

رویت آقائے دو جہاں ﷺ

سلام علی انوار طلعتک اللّتی اعیش بھا شکراً وافنی بھا وجدا

(۲)......خداوند رحیم وکریم کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس عاصی کو مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں مؤرخہ ۱۷؍ ماہ صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۷؍ اگست ۱۹۲۶ء شب جمعہ بوقت اذان صبح حضور رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمد ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما ہیں، یہ عاصی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے، اتنے میں ایک شخص جانب قبلہ سے آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مدینہ شریف کی آبادی کے باہر ایک جذامی بیمار پڑا ہوا ہے۔ حضور ﷺ بیمار کے پاس چلیں (اس عرض پر میرا ذہن ان متعدد اور مختلف احادیث کے معانی کی طرف متوجہ ہوا:

(ا)......فرّ من المجذوم کما تفرّ من الاسد۔

(ب)......لا عدوی ولا طیرۃ فی الاسلام۔

(ج)......حضور ﷺ نے ایک ہی کعب اور پیالہ میں جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

اور خیال گذرا کہ ان متضاد اقوال اور افعال کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ شخص آپ ﷺ کو آزمارہا ہے کہ جذامی کے پاس آپ ﷺ تشریف لے جاتے ہیں یا نہیں، لیکن حضور ﷺ ایک صحابی کے ہمراہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے، فقیر بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ حضور ﷺ بیمار کے قریب پہنچے تاہم وہ بیٹھا رہا۔ کشیدہ قامت، بھاری بدن، سادہ فوجی وردی میں بیٹھا ہوا آپ ﷺ کو دیکھتا رہا۔ آپ ﷺ نے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو مریض نے آپ ﷺ کے دست مبارک کا پہنچا پکڑ لیا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے پہنچا چھڑانے کی غرض سے دو مرتبہ ’’ اَمْہِلْ اَمْہِلْ ‘‘ فرما کر سختی سے ہاتھ

چھڑالیا، فقط۔

نوٹ:......اس خواب کی عمدہ تعبیر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی، مگر اس کی اشاعت سے منع فرمایا ہے۔ مرغوب احمد

آپ ﷺ کو جامع مسجد لاجپور میں نماز پڑھتے دیکھنا

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ الی من قر فی صدری هواه

فجسمی ظاهر منه بعید بعین باطن قلبی یراه

(۳)...... الشکر لله والمنة لله کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس عاصی کو لازوال نعمتوں سے نوازا، فالحمد لله حمداً کثیرا۔

۲۱/ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵/ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد ﷺ وعلی الہ واصحابہ اجمعین کو لاجپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلی پر داہنی جانب دوگانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عنداللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿ لا تَقُمْ فِیْهِ اَبَداً ﴾ وارد ہے، اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ﴾ کا ارشاد ہے۔[۱]

[۱]......خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ شہر مدینہ کے قریب ایک محلّہ ہے۔ قبا اس کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول اسی محلّہ میں قیام فرمایا، پھر شہر میں تشریف لے گئے۔ قبا کے قیام میں جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں اس محلّہ کے مؤمنین مخلصین نے ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ منافقین میں باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام جداگانہ بنایا جاوے، اس میں سب جمع ہو کر اسلام کی ضرر رسانی کے مشورے کیا کریں، غرض مسجد کی شکل پر وہ

حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا

(۴)......الحمد لله ثم الحمد لله والشکر لله کہ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۱۹۴۹ء بعد صبح صادق بروز چہار شنبہ کمترین خلائق مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو روحی فداہ حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت منامی وشرف ہم کلامی اور حضور ﷺ کو سحری کھلانے کی سعادت غریب خانہ پر نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں سحری کے کھانے میں کھچڑی اور شوربہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمانا شروع کیا، کمترین نے ایک شخص کے ساتھ ایک چمچہ گھی بھیج دیا اور دوسرا چمچہ گھی سے بھرا ہوا خود لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا! کیا لائے؟ فقیر نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضور (ﷺ) یہ خالص عمدہ گھی ہے، کھچڑی میں ملا لیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اور گھی خاطر قبول فرما کر کھانے میں ملا کر تناول فرمایا، والحمد لله علی ذلک و صلی الله علی النبی و اله وسلم۔

حضرت ﷺ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت

سلام علی انوار طلعتک اللتی اعیش بها شکرا وافنی بها وجدا

(۵)......عنایت ربانی جل شانہ کس زبان سے ادا کروں وتوجہ والطاف نبوی ﷺ پر کس

مکان تیار ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی گئی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ لیجئے تو وہاں جماعت ہونے لگے، آپ ﷺ نے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپس آکر اس میں نماز پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آپ ﷺ کو حقیقت حال کی اطلاع کردی اور وہاں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے سے منع فرمادیا، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اس کو آگ لگوادی اور منہدم کرادیا۔ اس مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہے، بوجہ اس کے سبب ضرر تھا۔

(فوائد از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

طرح جان قربان کروں کہ بندہ روسیاہ مرغوب احمد نے یکم ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ر جنوری ۱۹۳۷ء شب جمعہ بوقت صبح ساڑھے چار بجے زیارت وصحبت وہم کلامی وہم نشینی سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ سے رب العزت نے اپنے فضل وکرم خاص سے (بزمانہ خدمت دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون) نوازا۔

کیفیت یہ تھی ایک تخت پر قبلہ رو حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور غلام بھی داہنی جانب تخت کے ایک کونہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اور غلام دونوں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کی بائیں جانب تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر قبلہ رو کعبۃ اللہ شریف کی عمارت دو منزلہ کھڑی ہے۔ عمارت کے بالائی حصہ میں لوہے کی ایک بڑی چمنی وسط کعبہ میں مرکوز ہے۔ کعبۃ اللہ کے بیرونی حصہ سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عم رسول پاک ﷺ کعبہ کی عمارت پر چڑھ رہے ہیں اور رسی پکڑ کر لٹکتے ہوئے زور دے کر چڑھنے میں اتنا زور پڑتا ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کا بالائی حصہ مشرق کی جانب جھک گیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بزور لٹکتے ہوئے چڑھنے کو ملاحظہ فرما کر غلام سے فرمایا کہ عباس بہت تکلیف سے چڑھ رہے ہیں، میں یہ سمجھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا اشارہ ہے۔ بندہ فوراً اٹھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدد کو چلا۔ کعبۃ اللہ کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ حضور ﷺ سے کچھ مکالمہ کا شرف بھی حاصل ہوا، لیکن کچھ بھی یاد نہ رہا، فالحمد للہ علی ذلک، فداک ابی وامی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت محمد، حضرت عیسی، حضرت موسی علیہم السلام کی زیارت

(۶)......۱۸ر جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ شب شنبہ کو اللہ کے فضل وکرم سے حضور آقائے نامدار

ﷺ اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام ہرسہ اولوالعزم رسل کی زیارت منامی کا شرف اس روسیاہ کو نصیب ہوا۔

مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ ہرسہ پیغمبرانِ عظام صلوۃ اللہ علیھم جناب مولوی محمد یوسف صاحب نبیرۂ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس سرہ کے مہمان ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی زیارت

(۷)...... مؤرخہ ۴؍ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ مطابق ۹؍فروری ۱۹۵۴ء بوقت شب حضرت سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت علماء کے ایک مجمع کے ساتھ نصیب ہوئی، گویا علماء کی ایک خاصی جماعت لاجپور آئی ہے ان کے قیام کے لئے کہ کسی مکان میں ٹھہرایا جاوے یا جامع مسجد میں اس میں اختلاف ہوا، میری رائی مسجد میں ٹھہرانے کی تھی۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے ایماء وارشاد سے علماء کی جماعت کو جامع مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام نہایت شکیل، وجیہہ، خوب رو، سرخ وسفید چہرہ، بدن سڈول نہ ہلکا نہ بھاری، قد متوسط عمر تیس، چالیس سال کے اندر معلوم ہوتی تھی، الحمد للہ علی ذلک۔

رویت حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۸)...... جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی راقم الحروف مرغوب احمد غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ عبدالرب مرحوم میں عالم رویا میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم صلوات اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر

نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلبہ کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگان دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرف زیارت حاصل کرو، چنانچہ طلبہ حاضر خدمت ہوگئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام شمالی جانب صحن مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب کی درسگاہ کے حجرے کے سامنے قبلہ رو دوزانو تشریف فرما تھے اور مواجہہ میں حضرت علیہ السلام کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث وصدر مدرس وناظم مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ دیگر مدرسین وطلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج پچاس سال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے۔ میانہ قامت، لیکن قریب کشیدہ قامت کے، رنگت نہایت سرخ وسفید، جسم اطہر نہ ہلکا نہ بھاری، لیکن بھرا ہوا، سیاہ جبہ وعمامہ باندھے ہوئے۔

میری خوشی کا جو اس وقت عالم تھا اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔ حضرت مولانا عبد العلی صاحب نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: میں مولوی رشید احمد (گنگوہی) کو لینے آیا ہوں۔ (اسی ماہ میں مؤرخہ ۸/ جمعہ کو حضرت مولانا کا انتقال ہوگیا تھا یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا عبدالعلی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مجھے آپ کے نو جوان صاحبزادے عبدالجلیل کے انتقال کی خبر ہوئی تھی، مرحوم بہت آرام سے ہیں آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا۔ مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا حجرہ تھا۔ سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے، پھر واپس اترے۔ ہم نیچے کھڑے تھے۔ حضرت کا حجرہ کی سیڑھی سے اترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی شکل وشباہت، قد وقامت اور خوبصورتی کی مثال ومشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبد الحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں، الحمد لله و الشكر لله۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری مرتبہ زیارت

(۹)......الحمد لله و الشكر للہ آج شب یک شنبہ بوقت دو ساعت ۲۳/شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷/اپریل ۱۹۵۵ء اس روسیاہ سراپا عصیان کو عالم رویا میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ على نبينا و عليه الصلوة و السلام بعدد معلوم له کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا، اس مجموعۂ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گذرا جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ خطبہ جمعہ میں پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے، مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت

خلیل اللہ علیہ السلام سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں، فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا، فالحمد لله على ذلك حمدا كثيرا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے۔ ریش مبارک سفید تھی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

(۱۰)......حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، الحمد لله على ذلك۔

اتباع سنت

حضرت کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے اتباع سنت کا التزام تھا۔ چھوٹی چھوٹی سنتوں پر بھی پابندی سے عمل فرماتے۔ اتباع سنت کی وجہ سے وہ اذکار جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں ان کا خوب اہتمام فرماتے، مثلاً حدیث پاک میں ہے فجر اور مغرب کے بعد قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے جو شخص '' لا اله الا الله وحده لا شريك له ' له الملك وله الحمد بيده الخير ' يحيى و يميت وهو على كل شئى قدير '' دس مرتبہ پڑھے تو ہر مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں، اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا، البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔ (مشکوۃ ص ۹۰، باب الذکر بعد الصلوۃ)

ذکر اللہ کا اہتمام

حضرت مفتی صاحب کو ذکر کا خوب اہتمام تھا۔ مطالعہ وغیرہ سے جو وقت فارغ ہوتا ہاتھ میں تسبیح ضرور ہوتی اور زبان یاد الٰہی میں مشغول رہتی۔ بقول مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب لاجپوری مدظلہ کے کہ میں نے اپنے بزرگوں میں جنہیں ذاکر و شاغل یعنی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف دیکھا ان میں مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا کوئی ثانی نہیں، ذکر اللہ میں درود شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

مفتی صاحب جماعت کی نماز کا بے حد اہتمام فرماتے۔ جب تک صحت رہی جماعت کے پابند رہے۔ حالت مرض میں جب مسجد کی حاضری سے معذور ہو گئے تو اس پر اظہار افسوس فرمایا کرتے تھے۔ علماء سے دعا کی درخواست فرماتے۔ چند گرامی ناموں کے اقتباسات نقل کرتا ہوں:

''مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں''

''فقیر کے مرض میں گونہ افاقہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رمضان شریف میں مسجد کی حاضری نصیب فرمائے، آمین۔ دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں''

''اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ فقیر مسجد میں حاضری دے سکے''۔

قیلولہ

آپ کے معمولات میں یہ بھی تھا کہ دوپہر بارہ بجے کھانا تناول فرما کر اتباع سنت

میں قیلولہ کرتے اور ظہر تک آرام فرماتے۔

قیام لیل

آپ تہجد کے بڑے پابند تھے۔صبح صادق سے ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہوجاتے اور تہجد و دعا کا اہتمام فرماتے۔

نماز اشراق

آپ کا معمول تھا کہ فجر کے بعد اپنے معمولات تلاوت ،حزب الاعظم کی منزل وغیرہ سے فراغت پر اشراق ادا فرماتے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

مفتی صاحب کو اللہ تعالی نے داعیانہ اور مبلغانہ صفت سے نوازا تھا۔امت کی اصلاح کا درد وغم عطا فرمایا تھا۔

بوقت ضرورت'' افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر '' پر بھی عمل فرمایا۔نمونہ کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے:

حق گوئی کا ایک واقعہ

راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری نے بیان فرمایا کہ: رنگون میں آپ مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ایک مرتبہ حکومت نے تحریک چلائی کہ حج کی فلم بنائی جائے اور تمام مسلمانوں کی اس میں شرکت لازم قرار دی جائے۔مفتی صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو اپنے چند معتمد تلامذہ کو لے کر ارباب حکومت کی مجلس میں تشریف لے گئے اور مختصر جامع احتجاجی تقریر فرمائی اور اس میں یہ جملہ فرمایا:

’’اگر ارباب حکومت نے ہمارے احتجاج کو نظر انداز کیا تو حکومت کو نقصان برداشت کرنا ہوگا یا مرغوب احمد اوراس کے رفقاء دنیا سے ختم ہو جائیں گے‘‘۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عام حالات میں نرمی، شفقت اور حکمت سے اصلاح فرماتے۔ چند واقعات لکھتا ہوں:

(۱)......ایک مرتبہ جامع مسجد لاجپور میں آپ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب کو کھانسی آئی اور تھوکنے کی ضرورت پڑی وہ صاحب قبلہ کی دیوار کی طرف بڑھے، آپ نے حکمت ونرمی سے سمجھایا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔

(۲)......ایک صاحب وجاہت شخص آپ کی خدمت میں آئے، جب چائے پیش کی گئی تو ان صاحب نے بائیں ہاتھ سے پینا شروع کیا، آپ نے بڑی شفقت سے چائے کا پیالہ ان سے لے کر داہنے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: یہ سنت طریقہ ہے۔

(۳)......ایک مرتبہ ٹھیک دو پہر کے وقت گرمی اپنی شباب پر تھی اور جنازہ لایا گیا، صفیں سیدھی کی جارہی تھیں کہ اچانک کچھ حضرات نے شوروغل کر دیا، صف جلدی بناؤ، گرمی اور دھوپ تیز ہے۔ حضرت امامت کی جگہ کھڑے تھے، حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میرے بھائیوں! اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا جب آفتاب ایک بالشت کی مقدار اونچا ہوگا اور ہر شخص بقدر اعمال پسینہ میں غرق ہوگا یہ وقت ہمارے لئے درس عبرت ہے۔

(۴)......ایک مرتبہ رات کو مسجد میں لالٹین بجھ گئی، اندھیری رات تھی مسجد میں تاریکی ہوگئی، مفتی صاحب نے فوراً لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: میرے دوستوں! غور کرو اس فانی و عارضی اندھیری سے آدمی خوف و وحشت محسوس کرتا ہے قبر میں کیا حال ہوگا، جہاں کوئی روشنی کا انتظام نہ ہوگا بجز اعمال صالحہ کے، لہذا اعمال صالحہ کا اہتمام کرو کہ قبر ان کے ذریعہ

سے روشن ہوگی۔

(۵)......ایک مرتبہ جنازہ اس حال میں لایا گیا کہ پورا پھول سے بھرا ہوا تھا، حضرت سے نماز جنازہ کی درخواست کی گئی کہ اکثر اطراف میں نماز جنازہ کے وقت نظر آپ پر ہی پڑتی تھی، اسی لئے اہل علم میں آپ ''امامِ میت'' سے مشہور تھے۔ آپ آگے بڑھے اور پھول کے ہار کو جنازہ پر سے لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور نماز پڑھائی پھر فرمایا: دوستوں! پھول کا ہار زندوں پر سجتا ہے نہ کہ مردوں پر اور آپ اس زندہ کو چھوڑ کر مردہ کو پہناتے ہو۔ اس حکمت سے الحمد للہ وہ بدعت مٹ گئی۔

متفرق واقعات

رقت قلبی

مفتی صاحب بڑے رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ تلاوت کلام پاک کے وقت آیت تعذیب پر اکثر گریہ طاری ہوجاتا۔

ایک مرتبہ نماز فجر کے وقت امام صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا عبد القدوس صاحب اور ان کے والد محترم حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب وغیرہ موجود تھے، چونکہ مفتی صاحب قرآن پاک ایک خاص لہجہ میں بڑے درد سے پڑھتے تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت نماز پڑھا دیجئے! آپ نے نماز پڑھائی اور سورۂ نبا پڑھی، جب آیت شریفہ ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴾ بے شک دوزخ ایک گھاٹ کی جگہ ہے) پر پہنچے تو گریہ وبکا کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مصلی حضرات بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت مولانا حکیم عبد الحئی صاحب کی وفات پر پیش آیا، موصوف کی

وفات شب جمعہ میں ہوئی، اس دن فجر کی نماز مفتی صاحب نے پڑھائی اور اس میں ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ ﴾ تلاوت فرماتے ہوئے جب ﴿ اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَةٌ ﴾ پر پہنچے تو گریہ طاری ہوگیا حتی کہ مرحوم کے والد محترم بھی اس وقت اپنے پر قابو نہ پاسکے اور آنکھیں آنسو بھر لائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ مفتی صاحب اکثر موقع ومحل کی رعایت سے آیات کا انتخاب فرماتے تھے۔

ایک حکیمانہ فیصلہ

لاجپور نئی مسجد کے امام تھے حضرت حافظ محمد صاحب۔ (آپ عارف باللہ اور بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے) کبر سنی کی وجہ سے قرآن مجید بعجلت پڑھنا دشوار تھا، مگر تلاوت بہت عمدہ آواز ولہجہ سے فرماتے، رمضان میں تراویح خود پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ چند حضرات نے یہ نازیبا حرکت کی کہ ایک حافظ صاحب کو سورت سے بغیر آپ کی اطلاع کے بلا لیا، رمضان کی پہلی شب میں موصوف تراویح کے لئے آگے بڑھے، ان حضرات نے اپنے مدعو حافظ صاحب کو آگے کرنا چاہا، مگر مصلیوں کی اکثریت اس پر آمادہ نہ ہوئی اس لئے تراویح تو امام صاحب ہی نے پڑھائی۔

مخالفین نے عین اسی وقت صحن مسجد میں دوسری جماعت کی۔ تراویح کے بعد چہ میگوئیاں ہوئیں۔ صبح والی سچین نواب صاحب تک واقعہ کی اطلاع پہنچی۔ نواب صاحب نے ایک فوجی افسر مع دو رفقاء کے حالات کی تحقیق وتفتیش کے لئے لاجپور بھیجے۔ لاجپور کے پٹیل صاحب کے یہاں افسر نے دونوں فریق کو جمع کیا۔ گاؤں کے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہوگئے۔ افسر نے اتفاق اور اتحاد کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ صلح کی چند صورتیں ہیں، کسی پر دونوں فریق رضامند ہو جائیں مثلاً دونوں حافظ صاحبان دس دس رکعتیں

پڑھادیں، یا ایک دن ایک صاحب دوسرے دن دوسرے صاحب پڑھائے، یا نصف رمضان ایک صاحب بقیہ نصف رمضان دوسرے صاحب کی باری بنادی جائے۔عجیب بات کہ فریقین کسی پر رضامند نہ ہوئے تو افسر نے غصہ میں آکر کہا کہ اگر تم کسی صورت پر رضامند نہیں ہوتے ہو تو کل مسجد کو تالا لگا تا ہوں، خبردار کوئی اسے کھول کر دیکھے قید کر دیا جائے گا۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو مجمع میں سے دوصاحب مفتی صاحب کے پاس آئے اور افسر کا فیصلہ سنایا، مفتی صاحب کو رات کے واقعہ کی اطلاع تھی مگر افسر کی آمد کی اطلاع نہ تھی، چنانچہ حسب معمول عصا لیا اور تشریف لائے مجمع کی نظر دور سے حضرت پر پڑی ،مفتی صاحب کو دیکھتے ہی مجمع پر عجیب انداز میں فیصلہ کی آس وامید بندھی۔مفتی صاحب قریب تشریف لائے۔سلام کیا، مجمع وافسر نے جواب دیا۔افسر نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور تفصیل سنائی۔

حضرت نے یہ تفصیل سنی تو بڑے درداور پوری قوت کے ساتھ قوم کو مخاطب ہو کر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

’’حضرات! رمضان کا مبارک مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، نفس کشی کے لئے روزہ مقرر کیا گیا، شیطان بند کر دیئے گئے ،تو کیا آج ہم خود شیطان بن جائیں گے، اگر ہمارے اس کرتوت سے مسجد کو تالا لگ گیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ کہی سنا کہ مسجد کو مسلمانوں نے آپس میں لڑکر تالا لگایا ہو، رمضان کے اس مبارک مہینے میں بجائے رحمت کے غضب الٰہی کے نزول کا ذریعہ بنو گے۔

پھر فرمایا: ان صورتوں میں سے کسی پر اتفاق کرتے ہو یا نہیں؟ پورے مجمع پر سکتہ طاری

تھا، کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی، پھر فرمایا آپ حضرات راضی ہوتو میں ایک صلح کی صورت بتلاؤں؟ اس پر افسر نے فوراً کہا: حضرت آپ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ نافذ کر دیا جائے گا،نواب صاحب کے سامنے میں اسے پیش کر دوں گا۔ مفتی صاحب نے کچھ لمحات کے لئے سر جھکایا اور فرمایا: حضرات غور سے سنو! نہ حضرت حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے، گرچہ یہ ہمارے بزرگ ہیں، پیش امام ہیں، متقی و مخلص ہیں، میں حضرت سے بہت مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مجھے معاف فرمائیں اور نہ یہ نو وارد حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے، اور آواز دی کہ: کہاں ہیں مولوی محمد سعید صوفی ؟ آیئے! وہ قریب حاضر ہوئے تو فرمایا: آج سے آپ الم تر سے تراویح پڑھائیں گے۔

پھر فرمایا: حاضرین میں جانتا ہوں کہ مولانا حافظ نہیں ہے، مگر تراویح میں ختم قرآن سنت ہے، اور اختلاف وفتنہ کا دفعیہ واجب ہے، اور واجب کا درجہ سنت سے بڑھا ہوا ہے۔

اس فیصلہ پر سب متفق ہوگئے اور اللہ تعالی نے آپ کی برکت سے اختلاف ختم کر دیا۔

راویٔ واقعہ مولانا عبدالقدوس صاحب فرماتے ہیں کہ پورے گاؤں میں یہ چرچا ہوگیا کہ اگر مفتی صاحب نہ ہوتے تو مسجد کو تالا لگ جاتا۔

مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کا یہ فیصلہ آپ کی اعلی فراست کا شاہد ہے، اگر آپ امام صاحب کے حق میں فیصلہ فرماتے جیسا کہ ان کا حق تھا تو لوگ کہتے اپنے خسر کی طرفداری کر گئے۔ (امام صاحب مفتی صاحب کے خسر تھے)

مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ

لاجپور جامع مسجد کے قریب ایک نابینا ضعیفہ رہتی تھی، اس کے پاس ایک رہائشی مکان اور کچھ زیورات وغیرہ تھے، اس نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرا یہ مکان مسجد کے لئے

وقف ہے میرے مرنے کے بعد اسے مسجد کی ملکیت میں کردیں اور یہ زیورات آپ کے پاس امانت ہیں، اس معاملہ کو تحریری طور پر بھی لکھ دیا گیا۔

کچھ حاسدین نے ایک اورعورت کو بھڑ کا کر یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ ضعیفہ کے زیورات پر مفتی صاحب نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے، چنانچہ دوسرے روز سورت سے چند افسران مفتی صاحب کی خدمت میں آئے۔ میرے والد صاحب مدظلہ کا بیان ہے کہ میں ان کو دیکھ کر ڈر گیا، جلدی سے حضرت کو اطلاع دی، حضرت غسل فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلا کر گھر میں بٹھاؤ۔ آپ غسل سے فراغت پر ململ کا کرتہ زیب تن کئے ہوئے ایک خاص شان سے تشریف لائے، نہ چہرے پر کوئی خوف وحراس نہ گھبراہٹ۔ افسران سے بات کی ان کے سوال پر وہ تحریر دکھلائی جو ضعیفہ نے اپنے معاملہ میں تحریری طور پر دی تھی اور زیورات بھی دکھائے، ساتھ ہی ضعیفہ سے ملاقات کرادی۔ ضعیفہ نے مفتی صاحب کی زبانی واقعہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہا کہ افسوس حاسدین پر ایسے فرشتہ صفت انسان کو بھی نہ چھوڑا، پھر اس عورت نے افسران کو بیان دیا کہ یہ میرے بزرگ ہیں میں ان کو امانت دار اور نیک ومتقی مانتی ہوں، اور میں نے ہی یہ زیورات ان کے پاس امانت رکھے ہیں، افسران مفتی صاحب کی ملاقات اور ضعیفہ کے بیان سے سمجھ گئے کہ یہ آپ کے خلاف مکر وپروپیگنڈہ ہے اورانہوں نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ یہ صورت کسی خائن کی نہیں ہوسکتی'' لیس ھذا وجه خائن''۔

بہرحال کچھ عرصہ مقدمہ کے بعد مفتی صاحب کے حق میں فیصلہ ہوا۔ فیصلہ کے دن جج نے مخالفین سے کہا میں ان کی صورت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی بے قصور ہیں اور ان مخالفین کو ڈانٹا کہ آج کے بعد ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ برباد ہوجاؤگے۔

دینی خدمات

صدقۂ جاریہ

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ انسان کی وفات سے اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے: ایک صدقۂ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسرا نیک اولاد۔

الحمدللہ حق تعالی نے یہ تینوں نعمتیں آپ کو عطا فرمائی تھیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے لاجپور کی جامع مسجد اور مفید تالیفات اور ولد صالح میں راقم کے والد ماجد کو چھوڑا جو الحمد للہ ''الولد سر لابیه'' کے صحیح مصداق ہیں، صدقۂ جاریہ چھوڑے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کسی عربی شاعر کا یہ شعر مفتی صاحب کے حال کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے

موت التقی حیاة لا نفاذ لها قد مات قوم وهم فی الناس احیاء

کسی نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے

شہیدانِ محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا
حیات جاودانی ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر

جامع مسجد لاجپور

لاجپور کی جامع مسجد پرانی اور خستہ حال ہو چکی تھی۔ حضرت نے کچھ احباب کے تعاون سے اسے از سر نو تعمیر کرائی۔ گیارہ سال کے عرصہ میں شاندار وسیع مسجد تیار ہوگئی، تو قبولیت کی فکر دامنگیر ہوئی، حق تعالی نے ایک خواب کے ذریعہ اس کی قبولیت کا اطمینان دلایا۔ وہ خواب رویائے صادقہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

مسجد کی تعمیر کے بعد ایک بڑی عیدگاہ کی ضرورت محسوس کی تو اپنی زمین وقف فرمائی اور مالی تعاون بھی فرمایا، الحمدللہ آپ کی محنت سے وہ بھی تیار ہوگئی۔

مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید فرمائی، کچھ سال مدرسہ جاری رہا، پھر نامساعد حالات سے اس میں تعطل پیدا ہوگیا۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام

گجرات کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو کچھ حضرات نے دنیوی تربیت گاہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ اس نازک موقع پر دردمند حضرات کی ایک جماعت نے مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کو مدعو کیا۔ آپ تشریف لائے اور مدارس کی اہمیت پر پُر جوش تقریر فرمائی۔ حضرت کی محنت اور وعظ ونصیحت کارگر ثابت ہوئی اور وہ منصوبہ ختم ہوگیا۔

اب اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ فوری طور پر ایک قابل شخصیت کا تقرر منصب اہتمام کے لئے کیا جائے، چنانچہ سب کی نظر انتخاب مفتی صاحب پر پڑی اور آپ سے درخواست کی گئی، آپ نے باوجود ضعف ونقاہت کے عارضی طور پر اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور: ۱۳۷۴ھ میں ماہ جمادی الاولی سے شعبان تک چار مہینے صدر مہتمم کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت انجام دی۔

قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات

مفتی صاحب ۱۹۱۵ء کے اخیر میں حضرت مولانا براہیم صاحب راندیری کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے۔

وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں استاذ و مہتمم کی حیثیت سے خدمت انجام

دیتے رہے، ساتھ ساتھ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔

وعظ وتقریر کے ذریعہ بھی آپ نے وہاں معاشرہ کی اصلاح میں خوب کام کیا۔

تصنیفات

چار مفید تصنیفات چھوڑیں:

(۱)......سادات کے مناقب وفضائل میں ''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات''۔

(۲)......عقائد میں ''توحید الاسلام''۔

(۳)......بچوں کے لئے فقہ شافعی میں ''تعلیم الاسلام'' کے طرز پر ''ارکان اسلام''۔

(۴)......حدیث میں ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''۔

ان تصنیفات کا مفصل تعارف اور منتخب اقتباسات اگر کسی نے دیکھنے ہیں تو ''تذکرۃ المرغوب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

الحمد للہ حضرت رحمہ اللہ کی یہ جملہ تصانیف راقم الحروف نے ایک مجموعہ کی شکل ''تالیفات مرغوب'' کے نام سے شائع کردی ہیں۔

ان میں تین کتابوں: توحید الاسلام، ارکان اسلام، اور ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' پر تحقیق وحواشی کا بھی اضافہ کیا ہے۔

''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات'' پر بھی حاشیہ کا ارادہ تھا، مگر اب تک یہ کام نہ ہوسکا، اللہ کرے کسی وقت اس کی بھی توفیق ہوجائے۔

رابطۃ العلماء، باٹلی کی توجہ سے ''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات'' کی طباعت مکتبہ: زم زم پبلیکشرز، کراچی کے ذریعہ پاکستان میں بھی ہورہی ہے۔ اللہ تعالی ان جملہ تصانیف کو قبول فرمائے اور حضرت رحمہ اللہ اور راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

نو مشائخ کے حالات

ان تصنیفات کے علاوہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں نو مشائخ کے مفصل حالات مرتب فرما کر شائع فرمائے۔ جن کے اسماء یہ ہیں:

	اسماء	ماہنامہ	مہینہ	ہجری	مہینہ	عیسوی
۱	شیخ فقیہ مخدوم علی بن احمد مہائمی.	البلاغ، بمبئی			دسمبر	۱۹۵۷
۲	محدث عظیم علامہ محمد طاہر پٹنی...	دارالعلوم دیوبند	ذی الحجہ	۱۳۷۲		
۳	مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری	,,	ربیع الاول			
۴	مولانا قاری اسماعیل راندیری.	,,	رمضان	۱۳۷۳		
۵	مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی	,,	ذی الحجہ	۱۳۷۲		
۶	مولانا غلام محمد صاحب راندیری	,,	,,	۱۳۷۳		
۷	مولانا احمد حسن صاحب سملکی.	,,	محرم	۱۳۷۳	اکتوبر	۱۹۵۳
۸	مولانا محمد ابراہیم راندیری......	,,	جمادی الثانی	۱۳۷۴		
۹	مولانا احمد بزرگ سملکی	,,	,,	۱۳۷۱		

راقم نے مفتی صاحب کے ان تمام مضامین کو نئی ترتیب، عنوانات اور حاشیہ کے اضافہ کے ساتھ ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

مرض و وفات

حضرت مفتی صاحب کی عمر تقریبا: ۷۷ سال کی تھی کہ: ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو فالج کا حملہ ہوا اور یہ مرض، مرض وفات ثابت ہوا۔ علاج و معالجہ کروایا، مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، اس مرض نے مفتی صاحب کو صاحب فراش بنا دیا۔ زبان میں بھی

لکنت پیدا ہوگئی تھی، مگر آپ نے یہ پورا زمانہ صبر واستقامت کے ساتھ گذارا۔

زمانۂ مرض میں دو امتحان

حدیث میں ہے: ''اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل '' آپ بھی کبر سنی میں آزمائش میں مبتلا ہوئے، ایک طرف فالج کی وجہ سے ضعف و نقاہت عروج پر اور اسی حالت میں محبوب بیٹی کے بیوہ ہونے کا حادثہ پیش آیا اور آپ کے داماد حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری کے حادثۂ موت کا پیغام سننا پڑا۔ موصوف نے عید الفطر کے دن ۱۳۷۹ھ میں وفات پائی۔

دوسرا امتحان معصوم صاحبزادے رشید احمد کی وفات کا تھا۔ معصوم چھ سالہ نماز کا انتہائی شوقین عصر کے بعد مسجد پہنچا اور وضو کرتے ہوئے حوض میں گر کر غرق ہوگیا اور شہادت کی موت پائی۔

معصوم کو حوض میں گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا بہت تلاش وجستجو کی مگر کوئی پتہ نہ چلا تو مجبوراً مفتی صاحب کو اطلاع کی گئی کہ رشید احمد کافی دیر سے غائب ہے تلاش جاری ہے مگر کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہے؟ اللہ اکبر حضرت کی کرامت کہ فوراً فرمایا: حوض میں بھی دیکھا؟ چنانچہ دو آدمی حوض میں اترے تو معصوم کی نعش ملی ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ اس آزمائش پر مفتی صاحب کے دل پر کیا گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

مرض کا یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے چار سال رہا۔ اکثر زمانۂ مرض میں بڑے ذوق و لذت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿ فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ﴾۔

بالآخر یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۵/جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر اپنے مولی کی آغوش رحمت میں منتقل ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد نماز عشا حسب وصیت حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری (صاحب فتاوی رحیمیہ) نے اہل قریہ کے علاوہ علماء وطلبہ کی بڑی جماعت کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی اور لاجپور کے پرانے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

....

قطعات تاریخ وفات وتعزیتی نظمیں

از: مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری

امام اہل حق مرغوب احمد لاجپوری تھے
کمالات آپ کی ہستی میں سب سری وصوری تھے
فنا فی اللہ فانی فی رسول اللہ بھی تھے آپ
محدث اور مفسر فقہ میں ثانی قدوری تھے
خوشا صل علی کیا موت تھی مرغوب والا کی
تبسم کلمۂ توحید برلب ہائے نوری تھے
کیا کرتے تھے خدمت آپ دل سے شاہ صوفی کی
قلم کش کاتب صوفی سلیماں لاجپوری تھے
سفینہ سے ہے ظاہر حب آل سرور عالم
فدائے سرور عالم نثار آل نوری تھے

از: مولانا سید عبد الاحد کوثر قادری

میری آنکھیں بن گئی ہیں آج دریائے فرات
ہوگئی ہے مولوی مرغوب احمد کی وفات
مولوی مرغوب احمد صاحب علم و عمل
باعث برکات تھی ان حضرت والا کی ذات
آپ ہی کی ذات تھی گنجینۂ علم و ہنر
آپ کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات
آپ ہی کے دم سے تھا گجرات کا عز و وقار
آپ ہی کی ذات تھی گجرات کی اِک کائنات
اہل سنت والجماعت کے تھے اک محکم ستون
بدعتوں کے توڑ کر سب رکھ دیئے لات ومنات
عزم و استقلال کی اک جاگتی تصویر تھے
ڈگمگا سکتا نہ تھا جن کا کبھی پائے ثبات
اور بھی گجرات میں کوثر ہیں اہل علم پر
حضرت والا سی پیدا ہونہیں سکتی ہے بات
میرا بس چلتا تو اپنی عمر بھی دیتا انہیں
پر خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے موت وحیات
ہے دعا اب رحمتیں نازل ہوں روح پاک پر
صبر کی توفیق پائیں باقیات الصالحات

از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاجپوری

آج دنیا سے اٹھی وہ شخصیت مشہور عام ہم عصر میں اپنے تھی جو مولوی مرغوب نام
کوچ دنیا سے ہوا کیا آپ کا ہے آہ آہ ہوگیا روپوش عالم علم کا ماہ تمام
با حیا با آبرو تھے با شعور و با ادب رحم پرور تھے سخی حق گوئی تھا شیوہ مدام
آپ کی ہستی پے نازاں اور تھی بیجا نہیں صلہ رحمی صلہ جوئی اور خوش خلقی دوام
دین حق سے وافر آپ کی تھی آگہی دین حق کے جز و کل پر آپ کی نگاہ تمام
واقف اسرار قرآن اور حدیث پاک ہے دانا بیناء دوربین تھے اور تھے شیریں کلام
ذی علم نباض تھے علم وادب کے تذکرے آپ کی محفل میں رہتے تھے برابر صبح وشام
آپ کی ہستی سراپا نفع بخش قوم تھی مستفیض تھے آپ سے اپنے بیگانے تمام
علم دین حق کا گویا چشمۂ جاری تھے آپ تشنہ گان علم ہوتے آپ سے تھے شادکام
خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم و بردبار تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت نیک نام
آپ گویا تھے سلف کی ایک صحیح یادگار اللہ کی مرضی ہوتی ہے اس صبح کی آج شام
قبر سے تا ابد سب منزلیں آسان ہوں فضل ربانی میں طے ہو آپ کے درجے تمام
بس دوامی جنت اعلی میں بھی اعلی جگہ مولوی مرغوب احمد کا الٰہی ہو قیام
ہے دعا محمودؔ کی یارب خلف کو آپ کے عیش دے آرام دے صبر جمیل وضبط تام

از: حضرت مولانا سید عبد الکریم صاحب

زندگی میں مولوی مرغوب احمد ہوگئے تخم اپنی نیک نامی کا جہاں میں بوگئے
سال رحلت آپ کا کہہ دیجئے عبد الکریم بعد رحلت آپ اب مغفور احمد ہوگئے

ایضا

جناب مولوی مرغوب احمد جو اپنی قابلیت میں تھے مشہور
بصد افسوس رحلت پاگئے وہ یہی تھی بات بس اب حق کو منظور
جو سال بکرمی کی اب غرض ہے بحمد اللہ اس میں ہے وہ مشہور

حلیہ......نکاح واولاد

راقم کو جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۵/جون ۱۹۶۲ء میں ہوئی اور راقم کی پیدائش ۴/ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵/ستمبر ۱۹۶۳ء میں حضرت کی وفات کے تقریبا سوا سال بعد ہوئی، اس لئے اپنے بزرگوں اور اہل خاندان سے جو سنا اس کا مختصر نقشہ یہ ہے:

مفتی صاحب بڑے حسین وجمیل تھے۔ رنگ سرخ وسفید، چہرہ کی تشبیہ گلاب کے پھول سے دی جاسکتی ہے۔ طویل قد۔ حق تعالی نے آپ کی شخصیت میں خاص کشش رکھی تھی اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ممتاز ونمایاں معلوم ہوتے۔

نکاح واولاد

مفتی صاحب نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں اور اولاد کی تعداد سولہ ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......پہلی اہلیہ کا نام خدیجہ بنت موسی: ان کے بطن سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ فاطمہ، عائشہ، امینہ، رقیہ۔ ان میں عائشہ کا نکاح حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری سے ہوا۔ موصوف کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔

(۲)......دوسری اہلیہ کا نام امینہ بنت حافظ محمد کاسو جی تھا۔ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳)......تیسری اہلیہ خدیجہ بنت محمد ڈوکرات: ان کے بطن سے چار صاحبزادے: یوسف سعید احمد، احمد رشید، اسماعیل ہوئے، اور چار صاحبزادیاں: رابعہ، زبیدہ، سارہ، ہاجرہ ہوئیں۔

چوتھی اہلیہ امینہ بنت موسی: ان کے بطن سے فاطمہ، رشیدہ، حفصہ، تین صاحب زادیاں اور ایک صاحبزادے رشید احمد ہوئے جو حوض میں گر کر شہید ہو گیا۔

اس وقت مفتی صاحب کی ایک اہلیہ اور ایک صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔اللہ تعالی سب کو صحت و عافیت نصیب فرمائے اور اپنی رضا والے اعمال کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

بسم الله الرحمن الرحیم

کتاب الایمان والعقائد

ان العقائد کلها اُسٌّ لاسلام الفتی
ان ضاع امر واحد من بینهن فقد غوی

اسلام کی بنیاد میں ایک عقیدہ بھی خراب اور فاسد ہو گیا تو اسلام کی عمارت خراب ہو گئی۔

''میں بت کی پوجا کروں گا'' کہنے والے کا حکم

(۱):س......اگر کوئی مسلمان کسی بات پر یوں کہے کہ:''میں بت کی پوجا کروں گا، سو دفعہ یا ہزار دفعہ بت کی پوجا کروں گا''۔ یہ کہنے سے شرعاً اس پر کیا حکم عائد ہوگا؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبا لله التوفيق: جو اقوال سوال میں مذکور ہیں وہ اقوال شرکیہ و کفریہ ہیں۔ شرح فقہ اکبر ص ۲۲۷ میں [۱] قائل کا قول:''انا اسجد للصنم اقرارا بالكفر '' مذکور ہے، مگر مذہب اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ حتی الوسع تکفیر مسلم میں احتیاط لازم رکھی جائے، اور جہاں تک ہو سکے تاویل کی جاوے۔ [۲] غرض جب تک اقرار توحید و رسالت کا کرتا ہو اس کو مرتد نہ کہا جاوے گا۔ صورت مسئولہ میں توبہ و استغفار کا حکم کیا جاوے گا اور تجدید نکاح بھی کر لینی چاہئے۔ قال في الدر المختار : وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔ (باب المرتد۔[۳])

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

---

[۱]......شرح فقہ اکبر ص ۲۷۸/فصل في الكفر صريحا و كناية۔

[۲]...... انه اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم۔

(الفتاوى التاتار خانية ص ۴۵۸ ج ۵، كتاب احكام المرتدين)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی ''باب المرتد'' میں ''قال في البحر وقد الزمت نفسي ان لا افتي بشئي منها '' کے تحت بہت تفصیل سے احتیاط فی التکفیر کی از حد تاکید کی ہے، اور بہت سی کتب کی عبارات نقل کی ہیں، لہذا کسی پر کفر کا فتوی دینے میں احتیاط ضروری ہے، البتہ ایسے معاملہ میں تجدید ایمان و نکاح کا حکم دینا بہتر ہے۔

(شامی ص ۳۵۸ ج ۶، مطلب : ما يشك انه ردة لا يحكم بها ، باب المرتد ،كتاب الجهاد)

[۳]......شامی ص ۳۹۱ ج ۶، باب المرتد ،كتاب الجهاد۔

اللہ،اس کا پیغمبر اور قرآن کو جھوٹا کہنے والا کافر ہے

(۲):س......ایک شخص نے اپنے لڑکے کا انتقال ہوتے ہی اپنی زبان سے یہ بدکلامی شروع کی (نعوذ باللہ) خداوند کریم جھوٹا ہے،اس کا پیغمبر بھی جھوٹا ہے،اس کا کلام بھی جھوٹا ہے،وغیرہ کلمات کہے۔ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبا لله التوفيق : یہ سب کلمات کفریہ ہیں۔[۱] اس کا قائل یقیناً ان نازیبا اور کفریہ کلمات سے کافر ہوگیا اور اس کی بیوی نکاح سے خارج ہوگئی۔ سچی توبہ کے بعد تجدید اسلام ضروری ہے،اور مسلمان ہونے کے بعد جدید نکاح کے بغیر عورت کو اس کے ساتھ رہنا حرام ہے۔[۲] والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

اللہ تعالی اور قرآن کریم کو گالیاں دینے والا کافر ہے

(۳):س......کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود خدا و قرآن کریم کو برے الفاظ سے یاد کرتا ہے،اور وقتاً فوقتاً اس کا اظہار اپنے دوستوں کے سامنے کر چکا ہو،یعنی خدائے پاک و قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتا ہو،تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق:حق جل جلالہ وعظم شانہ کی شان اعلی و ارفع میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن میں اہانت،استخفاف،سخریت واستہزاء وتقبیح وتنقیص شان عز اسمہ پائی جائے،کفر قبیح والحاد شنیع ہے۔اللہ رب العزت جل مجدہ کو گالیاں دینے والا اور قرآن کریم کی شان رفیع میں بدگوئی کرنے والا بدنصیب مسلم ایک لمحہ کے لئے بھی

---

[۱]......يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به أو سخر باسم من اسمائه ' الخ ، أو نسبه الى الجهل أو العجز أو النقص ۔(عالمگیری ص۲۵۸ج۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين ، كتاب السير)

[۲]......وارتداد احدهما فسخ عاجل ۔(الدر المختار ص۳۶۶ج۴، باب نكاح الكافر)

مسلمان نہیں رہ سکتا، اور سلامتی ہوش وحواس میں دیدہ و دانستہ قصدا بلا اضطرار زبان سے کفریہ کلمات کہنے سے ایک مسلم دائرۂ اسلام سے نکل کر کفر وارتداد کی حد میں چلا جاتا ہے۔ ایسا شخص بالاتفاق جمیع علمائے امت اور محدثین وفقہاء ملت کافر، مرتد، ملحد، زندیق ہے، ایسا بدزبان شخص اگر اپنے شنیع وکفریہ اقوال سے توبہ نہ کرے تو حکومت شرع واقتدار اسلام کی حالت میں اسلامی حکومت میں واجب القتل ہے۔

”ورکن الردة اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الايمان“۔

(عالمگیری ص۲۸۱ ج۲۔ [۱])

”یکفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به أو سخر باسم من اسمائه ايضا“۔

(ایضاص۲۸۶ ج۲، [۲])

وفی تتمة الفتاوى :من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه ما يعظم في الشرع كفر۔(شرح فقہ اکبر ص۲۰۵)

واختلف الفقهاء في استتابة المرتد والزنديق ، فقال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد وزفر : في الاصل لا يقتل المرتد حتى تستتاب ، ومن قتل مرتدا قبل ان يستتاب فلا ضمان عليه ، و ذكر بشير بن الوليد عن ابى يوسف في الزنديق الذى يظهر الاسلام قال ابو حنيفة : استتبه كالمرتد ، فان اسلم خليت سبيله ‘ فان ابى قتلته ، الخ ، قال مالک : يقتل الزنادقة ولا يستتابون الخ ، وقال الشافعی : يستتاب المرتد ظاهرا والزنديق وان لم يتب قتل۔(احكام القران ص۲۸۶ج۲۔ [۳])

---

[۱]......عالمگیری ص۲۵۳ ج۲، الباب التاسع فی احكام المرتدين ، كتاب السير۔

[۲]......عالمگیری ص۲۵۸ ج۲، الباب التاسع فی احكام المرتدين ، كتاب السير۔

[۳]......احكام القرآن للجصاص ص۴۰۴ ج۲، مطلب في الخلاف فی قبول توبة الزنديق ، باب استتابة المرتد۔

خدا کی شان میں عبدیت قرار دینا

(۴):س......خداوندتعالی کی شان میں عبدیت قرار دینا کیسا ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و با لله التوفیق: خداوندتعالی کی شان میں کوئی عبدیت نہیں کہہ سکتا۔ باقی شب معراج کے واقعہ میں حضور پرنور ﷺ کی وحشت دور فرمانے کی غرض سے ''شفاء الصدور'' وغیرہ کتب احادیث میں جو روایت بایں الفاظ وارد ہے وہ یہ ہے: ''قف یا محمد ! فان ربک یصلی ''[۱] ۔ یہ روایت صحیح ہے، اوراس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا: مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا: ایک تو یہ کہ: کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ گئے؟ اور دوسرا یہ کہ: میرا رب صلوۃ سے بے نیاز ہے۔ ارشاد ہوا کہ: اے محمد! (ﷺ) یہ آیت پڑھو: ﴿ هو الذی یصلی علیکم وملا ئکته لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما ﴾ [۲] سو میری صلوۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ،اس رحمت الٰہی کو خدا کی نماز وعبادت کہنا سراسر جہالت ہے۔ خداوند کریم کی شان کے موافق صلوۃ کے معنی رحمت خاصہ کے ہیں ،اس کو خدا کی عبادت ٹھہرانا فسق وجہالت وبددینی ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

---

[۱]......وقیل له علیه السلام لیلة المعراج '' قف یا محمد ! فان ربک یصلی'' فقال علیه السلام : ان ربی لغنی ان یصلی ، فقال تعالی : انا الغنی عن ان اصلی لاحد ' وانما اقول سبحانی سبحانی سبقت رحمتی غضبی ، اقرأ یا محمد ﴿ هو الذی یصلی علیکم وملا ئکته ﴾ الآیة ، فصلوتی رحمة لک ولامتک ۔(تفسیر روح البیان ص۱۹۳ ج ۷)

[۲]......پ:۲۲/سورۂ احزاب، آیت نمبر:۴۳۔

ترجمہ......وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تا کہ حق تعالی تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے اور اللہ تعالی مؤمنین پر بہت مہربان ہے۔

’’اسلام میں کلمہ گو و کلمہ نہ پڑھنے والا دونوں کافر‘‘ ایسا کہنے والے کا حکم

(۵): س......کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اہل اسلام میں کلمہ پڑھنے والا بھی کافر ہے اور نہ پڑھنے والا بھی کافر ہے۔لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ ’’پیر کو پکڑو‘‘۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و با للہ التوفیق: ایسا کہنے والا اپنے قول کی تائید کی تاویل کر کے صحیح مطلب بیان کرے تو اس جواب پر غور کیا جا سکتا ہے،اور بلا تاویل کہتا ہے تو حدیث [ا] کی رو سے خود دائرہ کفر میں آجاتا ہے۔ایسا موہم کفر جملہ بکنے والا گمراہ ہے۔ اس کو پیر بنانا جائز نہیں،اگر توبہ نہ کرے تو امامت اس کی مکروہ ہے۔امامت سے علیحدہ کر دینا متولی و اہل جماعت کو لازم ہے۔ورنہ سب گنہگار رہوں گے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

منکر شرع کے کافر ہونے کا حکم

(۶): س......ایک مدعی اور مدعی علیہ میں جھگڑا ہوا۔مدعی نے مدعی علیہ سے شرعی فیصلہ کرانے کے لئے کہا،لیکن مدعی علیہ نے شرع سے انکار کر دیا اور کہا کہ:’’میں شرع کو نہیں مانتا‘‘۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

[ا]......عن ابی ذر قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ‘ ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک۔

(بخاری۔مشکوۃ،ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ، الفصل الاول)

ترجمہ......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی آدمی کو فاسق نہ کہے اور نہ اس پر کفر کی تہمت لگائے ، کیونکہ اگر وہ فسق یا کفر کا حامل نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔(مظاہر حق ص ۴۵۷ ج ۴)

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: شرع کا انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے [۱] اور شرع کے موافق فیصلہ کرانے پر راضی نہ ہونا فسق وگناہ کبیرہ ہے۔ یہ کہنے والا کہ ''میں شرع کو نہیں مانتا'' کافر ہے اور یہ کہنا کہ ''میں شرع کے موافق فیصلہ نہیں کرنا چاہتا'' فسق وگمراہی ہے۔ایسے شخص پر توبہ لازم ہے۔ [۲]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

''ملک برہما میں شرع شریعت نہیں ہے'' یہ الفاظ کہنے والے کا حکم

(۷):س......میاں بیوی کے درمیان نا اتفاقی ہونے کے باعث دونوں نے پنچ سے فریاد کی۔متولی نے شوہر سے یوں کہا کہ تمہاری بیوی جس طرح سے کہتی ہے تم کو ویسا کرنا پڑے گا، ورنہ ملک برہما میں شرع شریعت نہیں ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ متولی مذکور کو یہ الفاظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ شرعا کیا حکم ہے؟اور عہد نامہ، پنچ نامہ بھی لکھا گیا۔

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: عہد نامہ میں یعنی پنچ نامہ میں کیا شرطیں لکھی گئی ہیں، ان کو دیکھنا چاہئے ،اگر مرد نے اقرار کیا ہے کہ عورت جہاں رہنا پسند کرے، مجھے منظور ہے تو اس کو اپنے اقرار کے مطابق منظور کرنا ہوگا، ورنہ مرد کو اپنے مکان میں بیوی کو بلاکر رکھنے کا حق ہے،اور مرد جہاں رہتا ہے وہیں عورت کو رہنا چاہئے اور پنچ کو خدا ورسول کے حکم کے موافق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے تو فیصلہ صحیح وشرعی دینا چاہئے۔ قولہ تعالی ﴿ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ﴾ یعنی لوگوں میں جب فیصلہ

---

[۱]......من اهان الشريعة أو المسائل التى لا بد منها كفر ۔(مجمع الانهر ص۶۹۶ ج۱)

[۲]......وقد سئل فى الخيرية عمن قال له الحاكم أرضى الشرع ؟ فقال : لا اقبل ، فأفتى مفت بانه كفر وبانت زوجته فهل يثبت كفره بذلك ؟ فاجاب : بانه لا ينبغى للعالم ان يبادر بتكفير اهل الاسلام ۔(شامی ص۳۶۷ ج۶، مطلب : فى حكم من شتم دين مسلم ، باب المرتد)

کرنے کے لئے حکم بنائے جاؤ تو عدل وانصاف کے موافق فیصلہ کرو۔ [۱]

لہذا پنچ کا یہ فیصلہ کہ جیسا عورت کہتی ہے ویسا تم کو کرنا پڑے گا یہ فیصلہ مناسب و واجبی نہیں ہے، اور پنچ کے متولی کے یہ الفاظ ''ورنہ برہما میں شرع شریعت نہیں ہے'' نہایت نازیبا ہیں۔اس قسم کے موہم الفاظ سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔ایسے الفاظ کہنا جائز نہیں ہے۔توبہ کرنی چاہئے۔دارالاسلام و دارالکفر ، ہندو برہما ہر جگہ جہاں مسلمان ہیں وہاں شریعت بھی ہے،اگر مسلمان شامت نفس سے حکم شرع پر نہ چلے یہ اس کا قصور ہے، شرع کا حکم یا شریعت کے قاعدے اٹھ نہیں جاتے۔مسلمان کو شرع کا احترام کرنا چاہئے اور پنچ کو فیصلہ عدل و انصاف کے موافق کرنا ضروری ہے،اسی میں مسلمانوں کی نجات ہے ،ورنہ دینی و دنیوی نقصان ہے۔والله تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

وراثت ہندو رواج سے تقسیم کرنے والی جماعت کا حکم

(۸):س......سنی حنفی کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے،اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں،اپنی وراثت کو ہندو رواج سے تقسیم کرتے ہیں، بتلانے پر نہیں مانتے،اگر یہ مرجائیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲)......اس جماعت کو مسلمان کہیں یا نہیں؟اگر نہیں تو کیا کہیں؟ صاف کھلم کھلا تحریر کیجئے۔

(۳)......اس جماعت کا ایک شخص مرتے وقت وصیت کرتا ہے کہ میرا مال شریعت مطہرہ کے مطابق تقسیم کردو،لیکن جماعت اس کو ٹھکرادیتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا پرانے دستور پر عمل کرنا ہوگا،یعنی ہندو رواج ہی سے تقسیم کرنا ہوگا۔ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[۱]......سورۂ نساء،آیت نمبر:۵۸۔

ج:......حامدا و مصلیا،الجواب و با للہ التوفیق: بعض جاہل مسلم جماعتوں میں لڑکیوں اور نکاح ثانی کرنے والی بیوہ عورتوں کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے۔ بعض جگہ وہاں کے مسلمانوں سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تم لوگ شریعت کے قانون کے مطابق ترکہ تقسیم کرانا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹوں کو جائداد دلانا چاہتے ہو؟ اس سوال کے جواب میں اکثر ناخدا ترس و ناعاقبت اندیش لوگ منو جی قاعدے اور مشرکوں کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی (ﷺ) پر ترجیح دے کر اپنی جائداد و مال کو رواج کے موافق تقسیم کرنا پسند کرتے ہیں اور عورتوں کو محروم کر دیتے ہیں، اور یہ غافل لوگ احکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا میں اور شریعت محمدیہ (ﷺ) سے سرتابی و سرکشی کرنے کے وبال میں دوزخ کے مستحق ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ احکام میراث کی نافرمانی کرنے کی سزا خدائے پاک قرآن میں فرماتا ہے: ﴿یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین﴾ [۱] (یعنی) اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان کو دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ مدتوں رہے گا اور نہایت ذلیل کرنے والا عذاب پائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عمل درآمد کوئی معمولی خطا نہیں، نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا جرم ہے، بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے، بالخصوص اسلامی لاء کے مقابلے میں ہندو لاء کو اپنے اختیار اور رضامندی سے قبول کرنا یا کرانا نہایت سخت کبیرہ گناہ ہے اور نہ صرف گناہ بلکہ اس میں اندیشۂ کفر ہے۔ قال اللہ تعالی ﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الفاسقون﴾ [۲] وفی آیة اخری :

[۱]......سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۴۔

[۲]......سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۴۷۔

﴿ الکافرون ﴾۔ ۱؎

(۱)......ایسے مسلمان یقیناً بہت سخت فاسق وفاجر ہیں، لیکن مسلمان ہیں۔ان کے مرنے پر ان کو مسلم قبرستان میں نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنا ضروری ہے۔

(۲)......یہ جماعت مسلمان ہے۔

(۳)......ایسی جماعت جو خدا کے صاف اور واضح احکام کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتی ہو کہ شریعت مطہرہ کے موافق تقسیم نہیں ہوگی، بلکہ ہندو رواج کے مطابق تقسیم کرنا ہوگا، یقیناً قریب بکفر پہنچ گئی، ۲؎ لیکن ان کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ کہا جائے گا۔مسلمانوں پر فرض ولازم ہے کہ ایسی ناخداترس جماعت کو اسلامی لاء پر چلنے کے لئے اس حد تک مجبور کریں کہ وہ اپنی بد راہی سے تائب ہو کر باز آجائیں، ورنہ مشرکانہ رسوم اختیار کرنے کی وجہ سے ایسی جماعت سے اسلامی تعلقات منقطع کر دینا جب تک کہ توبہ نہ کرے جائز ہے۔

''میں زکوۃ نہیں دیتا'' کہنے والے کا حکم

(۹):س......لوجی نے ایک شخص سے کہا کہ زکوۃ دو، اس پر اس شخص نے کہا کہ: ''کوئی زکوۃ نہیں دیتا میں بھی نہیں دوں گا'' اس کے جواب میں لوجی نے اس شخص سے کہا کہ تم شرعی واجب کے منکر ہو، اس لئے کافر ہو۔یہ معاملہ فیصلے کے لئے ایک ملا صاحب کے روبرو

۱؎......سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۴۴۔

ترجمہ......اور جو شخص خدا تعالی کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔(ترجمہ از:حکیم الامت حضرت تھانوی)

وفی آیۃ ﴿ ھم الظالمون ﴾۔(سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۴۵)

۲؎......من برسم کاری کنم نہ بشرع (ای انا افعل بالرسم لا بالشرع) یکفر عند بعض المشایخ رحمھم اللہ تعالی۔(عالمگیری ص۲۷۲ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

گذرا تو ملا صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ لوجی صاحب کا کہنا بالکل بے تحقیق و باطل ہے۔ عامل عبدالرحمٰن کافر نہیں، بلکہ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود اسلام میں داخل نہیں ہوگا، مگر کلمۂ شہادت کے ساتھ۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج:......حامدا ومصليا، الجواب وبا لله التوفيق: عامل کا یہ کہنا کہ ''کوئی زکوۃ نہیں دیتا میں بھی نہیں دوں گا'' یہ جملہ کفریہ نہیں ہے، اس میں زکوۃ کی فرضیت کا انکار نہیں ہے اور زکوۃ کی فرضیت کا بلا تاویل منکر کافر ہو جاتا ہے، لہذا اس کو لوجی کا کافر کہہ دینا اس میں یقیناً قصوروار ہے اور سخت گنہگار رہے، لہذا ملا صاحب کا فیصلہ صحیح ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ايما رجل قال لاخيه كافر، فقد باء بها احدهما۔ (بخاری ومسلم۔ ۱)

وفی رواية: ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذلک۔ ۲

وفی راوية: من دعا رجلا بالكفر وليس كذلک الا حار عليه۔ (بخاری ومسلم۔ ۳)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا اگر وہ کافر نہیں ہے تو وہی کفر کی نسبت اسی کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ حدیث میں ظاہری معنی مراد نہیں۔ ہاں اگر مسلم کو کافر کہنا اگر کفر کو مسلم پر حلال سمجھ کر کہا ہے تو کہنے والے کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر تنبیہاً کہا تو کافر بنانے کا گناہ کہنے والے پر عائد ہوگا، بہرحال ان احادیث

۱......مشکوۃ ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الاول۔
ترجمہ......جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا۔ یعنی کہنے والا خود یا جس کو کہا ہے۔ (مظاہر حق ص ۴۵۶ ج ۴)

۲......سوال نمبر: ۵ / کے تحت حاشیہ میں پوری روایت گذر چکی ہے۔

۳......مشکوۃ ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الاول، وفيه: او قال عدو الله۔
ترجمہ......جو کسی کو کافر کہہ کر پکارے یا کسی کو خدا کا دشمن کہے اور وہ واقعۃً ایسا نہ ہو تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ پڑتا ہے۔ (مظاہر حق ص ۴۵۷ ج ۴)

میں کفر حقیقی مراد نہیں ہے یعنی کہنے والا کافر نہیں ہوگا، چونکہ اس نے اپنے مؤمن بھائی کو کافر کہا تو گویا اس نے اپنی ذات کو کافر بنایا، اس لئے کہ مؤمن کو کافر وہی بنائے گا جس کے دل میں اسلام کی عزت نہ ہو اور دین اسلام کو باطل سمجھتا ہو۔ غرض لو جی صاحب کا گناہ عظیم ہے کسی کو زجراً وتوبیخاً کافر کہنا ناجائز وحرام ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ۔ ۱)

اس لئے لو جی صاحب کو عامل صاحب سے معافی مانگنا اور خدا کے دربار میں توبہ کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

نماز کا استہزاء اور خدا کا انکار کفر ہے

(۱۰): س...... ایک شخص کہتا ہے کہ خیرات، زکوۃ وغیرہ جو مولوی صاحبان اپنے لئے مقرر کر چکے ہیں کیا یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو مجھے بھی بتلاؤ تا کہ میں مان لوں کہ یہ مولویوں کے لئے ہیں اور یتیم، مسکین اور مجبوروں کے لئے نہیں ہے۔

۲:...... ایک مولوی صاحب کا خیال ہے کہ ماں باپ صرف ایک تھیلی ہے، اور نماز ایک جسمانی ورزش کے سوا کچھ نہیں (نعوذ باللہ) خدا کوئی چیز نہیں۔ مذکورہ بالا خیالات کے مولوی پر شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا ایسا آدمی مسلمانوں کا پیشوا ہوسکتا ہے؟

ج:...... حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: اس شخص کا یہ کہنا کہ خیرات، زکوۃ، فطرہ وغیرہ مولوی صاحبان اپنے لئے مقرر کر چکے ہیں یہ تو اس شخص کا دعوی ہے، دلیل اسی سے طلب کی جاوے کہ تم ثابت کرو کہ مولوی صاحبان اپنے لئے مقرر کر چکے ہیں۔ اس

۱...... اذا قال القائل لصاحبه يا كافر مثلا فان صدق رجع اليه كلمة الكفر الصادر منه الخ معناه فقد رجع اليه تكفيره وليس الراجع حقيقة الكفر بل التكفير لكونه جعل اخاه المؤمن كافرا فكأنه كفر نفسه اما لانه كفر من هو مثله واما لانه كفر من لا يكفره الا كافر يعتقد بطلان دين الاسلام۔ (مرقاۃ المفاتیح ص۱۳۷ ج۹)

شخص کا یہ دعوی ہی غلط وجھوٹ وافتراء ہے، اس لئے اس کی دلیل قرآن سے مانگنا ہی لغو بیجا ہے۔ ہاں اس کے افتراء واتہام وجھوٹ کی سزا یعنی لعنت الٰہی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ [۱]

اور اس مفتری شخص کے جھوٹ اور غلط دعوے کی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ وخیرات وغیرہ کا دینا مالکوں کے قبضے واختیار میں ہے، دینے والا خود مختار ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مولوی صاحب کا کسی مالدار کی جیب پر قبضہ نہیں ہے، اگر کوئی مالدار کسی غریب کو زکوۃ' خیرات دیتا ہے تو اپنے اختیار اور رضا مندی سے دیتا ہے۔ زکوۃ کے مصارف فقیر' مسکین' غلام' قرضدار' فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں صرف کرنا وغیرہ مصارف ہیں [۲]، اگر مولوی بھی فقیر، مسکین، قرضدار، محتاج ہے اور اس کو زکوۃ دی گئی تو زکوۃ اپنے مصرف میں ادا ہوئی۔ کوئی مولوی یہ نہیں کہتا کہ زکوۃ، خیرات کے حق دار یتیم، مسکین، اور لاچار ومحتاج لوگ نہیں ہیں۔ غرض اس شخص کا سوال اس کی بد باطنی کی علامت ہے اور ایسے مفتری، کذاب لوگوں کے لئے قرآن وحدیث میں لعنت وسخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ خدا بچائے۔ [۳]

۱...... ﴿ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۶۱)

۲...... ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر: ۶۰)

ترجمہ: ......صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ (ترجمہ از: حکیم الامت حضرت تھانوی)

۳...... جھوٹ کی وعید پر آیت گذر چکی، چند احادیث کا ترجمہ یہ ہے:

(۱)...... تم اپنے آپ کو جھوٹ بولنے سے باز رکھو، کیونکہ جھوٹ بولنا فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور دوزخ کی آگ میں دھکیلتا ہے اور جو شخص بہت جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی سعی کرتا

۲:......کسی مولوی نما جاہل کا یہ خیال کہ ماں باپ صرف ایک تھیلی ہے،اس کہنے سے اس شخص کا مطلب یہ ہو کہ ماں باپ کے اولاد کے اوپر کچھ حقوق نہیں تو یہ امر صریح قرآن واحادیث کے خلاف ہے اور اس بد دین اور مرتد کا یہ کہنا کہ نماز ایک جسمانی ورزش کے سوا کچھ بھی نہیں اور نعوذ باللہ خدا کوئی چیز نہیں، یہ جملہ باتیں صریح کفر والحاد اور زندقہ کی ہیں۔ اس قائل کے ملحد و مرتد ہونے میں کچھ شک نہیں۔ایسا شخص مسلم حکومت میں واجب القتل ہوتا ہے۔ایسے ملحد و مرتد کو پیشوا بنانا حرام ہے۔ایسا شخص جب تک اپنے خیالات کفریہ واقوال سخریہ سے صاف طور پر توبہ نہ کرے اس وقت تک اس سے اسلامی تعلقات رکھنا ناجائز ہیں۔ [۱] اس کی بیوی مطلقہ ہوگئی۔ [۲] ایسا شخص بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ایسے دشمن دین واسلام مرتد

ہے تو وہ اللہ تعالی کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔(متفق علیہ۔مظاہر حق ص۴۶۱ ج۴)

(۲)......افسوس (ویل) اس شخص پر جو بات کرے تو جھوٹ بولے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، افسوس اس شخص پر افسوس اس شخص پر۔(احمد۔ترمذی۔ابوداؤد۔دارمی۔مظاہر حق ص۴۷۰ ج۴)

(۳)......جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی چیز یعنی جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے (حفاظت کرنے والے) فرشتے اس سے کوس بھر دور چلے جاتے ہیں۔(ترمذی۔مظاہر حق ص۴۷۴ ج۴)

(۴)......یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تم کو اس بات میں سچا جانے جب کہ حقیقت میں تم نے اس سے جھوٹ بولا ہے۔(ابوداؤد۔مظاہر حق ص۴۷۴ ج۴)

(۵)......مسلمان جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

(احمد، بیہقی۔مظاہر حق ص۴۸۰ ج۴)

نوٹ:......مکمل روایات کے لئے دیکھئے! مشکوۃ ص۴۱۱، باب حفظ اللسان و الغیبة و الشتم۔

[۱]......﴿ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین ﴾۔

ترجمہ:......تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔(سورۂ انعام، آیت نمبر:۶۸)

[۲]......وارتداد احدھما فسخ عاجل۔(الدر المختار ص۳۶۶ ج۴، باب نکاح الکافر)

شخص سے اجتناب ضروری ہے۔ ۱؎ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے

(۱۱):س......زید نے ہندہ سے عدت کے اندر نکاح کرلیا، حالانکہ زید بھی جانتا ہے کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی اور دیدہ و دانستہ نکاح کرلیا۔ جب زید کو سمجھایا گیا کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہیں ، بلکہ خدا کے حکم کی صراحۃً خلاف ورزی ہے، لہذا تم دونوں عدت پوری ہونے تک علیحدہ رہو، مگر زید کسی صورت میں نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ شرعا میرا نکاح صحیح ہے۔ اس پر زید کو تنبیہ کر کے سمجھایا گیا کہ ایسا مت کہو ورنہ کفر کا خوف ہے، مگر زید نے صاف صاف جواب دے دیا کہ نہ میں ہندہ کو الگ کروں گا اور نہ توبہ کروں گا کچھ مضائقہ نہیں، اگر ایک ماہ کے لئے میں کافر ہو جاؤں گا تو کافر ہی سہی۔ کچھ لوگ زید کی حمایت میں ہیں

۱؎......﴿ ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون ﴾اور ان میں کوئی مرجاوے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جیئے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر:۸۴)

”واذا مات او قتل علی ردة لم يدفن فی مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانما يلقى فی حفرة كالكلب“۔ (الاشباہ والنظائر ص۲۹۱ ج۱)

اور جب مرتد مرجائے یا ارتدادی حالت میں قتل کیا جائے تو اس کو نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور نہ کسی اور ملت کے قبرستان میں، بلکہ اسے کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔

” اما المرتد فيلقى فی حفرة كالكلب“ (در) وفی الشامی : ” ولايغسل ولا يكفن ولا يدفع الى من انتقل الى دينهم بحر عن الفتح“۔(قبيل مطلب : فی حمل الميت ، باب صلوة الجنائز)

لیکن مرتد کو کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ نہ اسے غسل دیا جائے ، نہ کفن دیا جائے ، نہ اسے لوگوں کے سپرد کیا جائے ،جن کا مذہب اس مرتد نے اختیار کیا۔ (شامی ص ۲۳۰ ج ۲)

اور کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح شرعاً صحیح ہے، کسی مولوی وغیرہ کی بات مت مانو۔سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نہیں تو زید شرعاً کہاں تک مجرم ہوگا اور اس کے حمایتیوں کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟ دوسرے مسلمان ان کے ساتھ کس سلوک کے ساتھ پیش آیا کریں؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق:قال الله تعالى ﴿ والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ﴾۔[1]

فی التفسيرات الاحمدية :

" فقد علم من هذه الآية ان عدة المرأة التي توفي عنها زوجها اربعة اشهر وعشر ليال مع ايام يعني لا تنكح زوجا آخر في هذه المدة "۔[2]

وفی رد المحتار على الدر المختار : والعدة للموت اربعة اشهر وعشر من الايام۔[3]

وفی الهداية ص۴۰۸ ج۲: وعدة الحرة في الوفاة اربعة اشهر وعشر۔ [4]

وقوله تعالى ﴿ ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله ﴾۔ [5]

قرآن پاک میں صاف وصریح حکم ہے،متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس روز ہے،اس مدت میں نکاح کرنا بنص قرآنی حرام ہے اور﴿ ولا تعزموا عقدة النكاح ﴾ میں تصریح ہے کہ نکاح کرنا ہی صرف حرام نہیں، بلکہ نکاح کا عزم و پختہ ارادہ اور پیغام بھی

---

[1]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۳۴۔

[2]......تفسیر احمدی ص ۹۶۔

[3]......شامی ص ۱۸۸ ج ۵، مطلب : في عدة الموت۔

[4]......ہدایہ ص۴۲۳ ج ۲، باب العدة۔

[5]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۳۵۔

حرام ہے، لہذا زید کا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا اور دیدہ ودانستہ کیا ہے تو اگر حرام کو حلال سمجھ کر کیا ہے تو اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے [۱] اور حرام کو حرام سمجھ کر کیا ہے تو کافر تو نہیں ہوا، لیکن فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

افسوس مسلمان ہو کر قرآن کے صریح حکم کو نہ ماننا اور قرآن جس کو حرام کہتا ہو اس کا کھلے لفظوں میں انکار کرنا اور حرام کو حلال کہنا یہ آج کل کی مسلمانی ہے اور سمجھانے پر توبہ کرنے سے انکار کرنا اور یہ کہنا کہ ''مہینے بھر کافر رہوں گا'' یہ صریح کفر وارتداد ہے اور ایسے شخص کی امداد وحمایت کرنا اور یہ کہنا کہ مولوی کی بات مت مانو یہ سارے حمایتی فاسق وفاجر ہیں اور گناہ وفعل حرام کے معاون ومددگار ہیں، اگر زید اور اس کے خدا ناترس حمایتی توبہ نہ کریں اور مسلمانوں میں اتفاق وقوت ہو تو ان فاسقوں کو اسلامی برادری سے اس وقت تک خارج کریں اور ان کے ساتھ نشست وبرخاست، سلام وکلام وخورد ونوش کے تعلقات اس وقت تک موقوف کریں کہ یہ ظالم لوگ مجبور ہو کر توبہ کریں۔ اس زمانہ میں اسلامی حکومت نہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں اس کے سوا کوئی قوت فاسقوں کو اور احکام شرع کا مذاق اڑانے والوں کو گناہ سے باز رکھنے کی نہیں۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ''بخاری'' میں مفصل موجود ہے، اس ترک تعلقات کی دلیل ہے۔ [۲] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم

---

[۱]...... فیہ التفصیل کما فی الشامی : '' الاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لا یکفر، وان کان لعینہ : فان کان دلیلہ قطعیا کفر، والا فلا۔

(رد المحتار ص۳۵۷ ج۶، مطلب : فی منکر الاجماع باب المرتد ، کتاب الجهاد۔

هکذا فی البحر الرائق ص۱۲۲ ج۵، باب احکام المرتد)

[۲]...... بخاری ص۶۳۴ ج۲، باب حدیث کعب بن مالک ، وقول اللہ عز وجل : وعلی الثلثة الذین خلفوا۔

مولوی کو خدا کہنے والے امام کا حکم

(۱۲): س......ایک متولی نے امام صاحب کو اور منشی جی کو کھانے کی دعوت دی۔ بعد ازاں داعی ان کو بلانے کے لئے آیا تب امام صاحب نے کہا منشی جی سے: خدا بلاتا ہے فرشتوں کو کھانے کے لئے۔ چند منٹ کے بعد صاحب دعوت کا لڑکا بلانے کے لئے آیا تب امام صاحب نے کہا کہ منشی جی جلدی کیجئے خدا کا لڑکا بھی بلانے کے لئے آیا ہے، تب اہل بستی نے کہا امام صاحب آپ بہت نا مناسب الفاظ بول رہے ہیں، ہم رنگون سے آپ کی بات پر فتوی منگوائیں گے، تب امام صاحب نے جواب دیا آپ لوگ ایک فتوی ناجائز پر منگوالیں میں دس فتوے جواز پر دوں گا۔ ایسے امام کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے امام کو امام رکھنا کیسا ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و باللہ التوفیق: مولوی صاحب نے کچھ اور فرمایا ہوگا لیکن سائل نے غلطی سے کچھ ایسا سمجھ لیا ہوگا، ورنہ عالم اور مولوی اور اس پر طرہ کہ ایک مسجد کا امام یعنی من وجہ امام المسلمین کبھی اس قسم کا کفریہ کلمہ اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتا، اور حسب تحریر سائل واقعی ایسا کلمہ زبان سے بکا ہے کہ متولی کو خدا اور اس کے بیٹے کو خدا کا بیٹا (نعوذ باللہ) اور پھر اس کے جواز پر دس فتوے بھی دینے کی جرأت ہے تو پھر امام صاحب کے ہاتھ سے لکھوا کر بھیجئے کہ جواب دینے میں مفتی کو سہولت ہو، استغفر اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

اگر سوال صحیح ہے اور واقعۃً ایسا ہی ہو تو اولا تاویل کی جاوے کہ امام صاحب نے منشی جی سے ایسا نازیبا مذاق کیا ہوگا کہ ''منشی جی جو آپ کو تنخواہ دیتے ہیں اور جو آپ کی نظر میں رازق ہے'' اور رازق سمجھنے والا کسی انسان کو گویا اسے خدا سمجھ رہا ہے تو یہ ایک قسم کا منشی جی پر

طعن ہے اور چوٹ ہے۔زبان سے کلمۂ کفریہ کہا ہے،لیکن نیت کفر کی نہیں،ایسی حالت میں ایک مولوی اور امام مسجد کو میں اپنے قلم سے کافر اور مرتد نہ لکھوں گا،کیونکہ کفر اور ارتداد ایک انتہائی سزا ہے جو کسی بدعقیدہ شخص کو دی جاسکتی ہے،لیکن صاف لفظوں میں یہ لکھوں گا کہ یہ کلمات یقیناً کفریہ ہیں۔ایسے الفاظ سے ایک مسلم دائرۂ اسلام سے نکل کر دائرۂ کفر میں آجاتا ہے۔چونکہ ایمان ایک قیمتی چیز ہے اور جب تک کوئی کفریہ کلمات کا قائل دل سے کفر وارتداد کا دعوی نہ کرتا ہو اس وقت تک اس کو کافر و مرتد نہ کہیں گے، [1] لیکن شرع ظاہر پر حکم کرتی ہے اور زبان دل کی ترجمان ہے،اس لئے قائل کے قول پر کلمات کفریہ پر ظاہر شرع میں حکم دیا جاتا ہے،لیکن اگر قائل اپنے کفر کا انکار کرتا ہو تو اس کو ہم کافر نہ کہیں گے،بہر حال اگر واقعہ صحیح ہو تو امام صاحب سے توبہ کرائی جائے اور جب توبہ کرلیں تو امامت پر رکھنا جائز ہے۔

اور اگر خدانخواستہ ان کلمات کفریہ پر مصر ہوں اور اس کے جواز پر فتوے دیتے ہوں تو مسلمانوں پر واجب ہے،ان کو امامت سے علیحدہ کردیں،ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور مسلمانوں کا اس کو امام بنانا حرام ہے۔ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی [2]

---

[1]......ونقل صاحب المضمرات عن الذخيرة : ان فی المسئلة اذا كان وجوه توجب التكفير، و وجه واحد يمنع ، فعلى المفتى ان يميل الى الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ، ثم ان كان فيه نية القائل والوجه الذى يمنع التكفير فهو مسلم ' وان كان نية الوجه الذى يوجب التكفير لا ينفعه فتوى المفتى ، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک و بتجديد النكاح بينه وبين امرأته۔
(شرح فقہ اکبر ص ۲۹۲)

[2]......جب کفر کعبہ سے اٹھے تو مسلمانی کہاں رہے گی؟

مسلمانوں کے مولوی اور عالم اور امام ایسے فتنے کھڑے کرتے ہوں تو اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔

سچ ہے رسول مقبول ﷺ نے قرب قیامت کی علامات میں یہ فرمایا ہے کہ: اس زمانہ کے بدترین لوگ زمین پر رہنے والوں میں علماء ہوں گے، انہیں سے فتنے نکلیں گے اور انہیں میں آ کر پناہ لیں گے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

علماء هم شر من تحت اديم السماء تخرج الفتنة منهم وفيهم تعود۔ [۱]

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

پیر کو سجدہ کرنے اور اول و آخر کہنے والی جماعت کا حکم

(۱۴۳): س......ایک شخص بذل الکریم نامی اپنے آپ کو مولانا غلام رحمٰن مرحوم مجھنڈاری کا خلیفہ ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ یہ ہر جمعرات اپنے معتقدین کو جمع کر کے جلسہ کیا کرتا ہے اور

---

[۱]......عن علی قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يوشك ان يأتي على الناس زمان لا يبقى من الاسلام الا اسمه، ولا يبقى من القرآن الا رسمه، مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى، علماء هم شر من تحت اديم السماء، من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود، رواه البيهقي في شعب الايمان۔ (مشکوۃ ص ۳۸، کتاب العلم، الفصل الثالث)

ترجمہ......حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں سے صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا، اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے، ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی، مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی، ان کے علماء آسمان کے نیچے مخلوق میں سب سے زیادہ بدتر ہوں گے، انہی سے (ظالموں کی حمایت اور مدد کی وجہ سے) دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہیں میں لوٹ آئے گا۔ (مظاہر حق ص ۲۷۱ ج ۱)

''تخرج الفتنة منهم'' الخ، مطلب یہ ہے کہ علماء بگڑ جائیں گے اور رشد و ہدایت کی راہ چھوڑ دیں گے، تو عالم میں فساد ہوگا، پھر اس کی زد میں علماء آ جائیں گے۔

سامنے ایک منبر رکھ کراس کو پھولوں اور بتیوں سے سجا تا ہے۔درود شریف کے ساتھ جلسہ کو شروع کر کے پھر سب ناچ ناچ کر بنگالی زبان میں گیت گاتے ہیں،اپنے پیر کو خطاب کر کے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں:''تو اول ہے تو آخر ہے تو ظاہر ہے تو باطن ہے''اسی گانے کو ذکر اور ناچنے کو وجد کہتے ہیں۔تمام حاضرین جلسہ درمیان درمیان او بابا او بھنڈاری کہہ کر بذل الکریم اور بتیوں کو سجدہ کرتے ہیں۔آخر میں دعا مانگتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدائے تعالی کو پانے کے لئے اس طریقہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔قرآن و حدیث سے نماز،روزہ ثابت نہیں ہے،قرآن چور مولویوں کی بات تم مت سنو،وہ تم کو شریعت کا راستہ نہیں بتا سکتے،ہماری جیسی طریقت کے سوا شریعت کسی کام کی نہیں۔مکہ شریف،مدینہ شریف اور بغداد شریف میں جیسا مردوں پر عذاب قبر نہیں ہوتا،ہمارے پیر کی جائے پیدائش مجھنڈار میں عذاب قبر معاف ہے،مگر دیو بندی وہابیوں کا عذاب قبر کہیں معاف نہیں۔سوال یہ ہے کہ جس شخص کے عقائد اور افعال واقوال ایسے ہوں شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق:خلیفہ اور اس کے متبعین ومریدین کے اقوال وافعال شرک وکفر سے لبریز ہیں۔کفروشرک کا کونسا درجہ باقی رہ گیا جو ان اقوال میں نہیں ہے۔نہ معلوم خدا کے کتنے بندے ان گمراہوں کے ذریعے بحر شرک میں غرقاب ہو چکے ہیں۔پیر کو''تو اول ہے تو آخر ہے تو ظاہر ہے تو باطن ہے''کہہ کر خدا کے مخصوص اوصاف ﴿ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن ﴾[1] پیر کو دے کر خدا ہی بنا دیا ہے،اس سے زیادہ الحاد و زندقہ و بد دینی کیا ہوگی؟انکار شریعت،توہین شریعت وغیرہ ایسے صریح

[1]......سورۂ حدید،آیت نمبر:۳۔

کفریات کے مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ [1] ایسے افعال کرنے والوں اور اعتقاد رکھنے والوں سے مسلمانوں کو تمام اسلامی تعلقات قطع کرنا بحوائے ﴿ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ﴾ [2] لازم وضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم

سجدۂ غیر اللہ اور رقص وسرور کے ساتھ ذکر کا حکم

(۱۴): س......ایک درویش نے بوقت ذکر ڈھول وہارمونیم (ایک قسم کا انگریزی باجا) اور رقص وسرور کا حکم اپنے مریدوں کو دے رکھا ہے، اگر علماء منع کرتے ہیں تو یہ لوگ علماء شرع کی اہانت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت کوئی چیز نہیں اور فقیری بغیر رقص وسرور کے حاصل نہیں ہوتی۔ پیر صاحب کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے سجادہ پر تکیہ وغیرہ رکھ کر اس کے اطراف شمع جلا کر رقص کرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ ایسے فقیروں پر شرعا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: جو فقیر درویش شریعت کو ضروری نہ سمجھتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ بغیر رقص وسرور کے فقیری نہیں مل سکتی ایسے فقیر اور اس کے مریدین گمراہ' زندیق' فاسق' فاجر ہیں، اس واسطے کہ درویشی وفقیری اخلاص کے ساتھ شریعت پر عمل کرنے کا نام ہے، جو لوگ شریعت کو درویشی کے لئے ضروری نہیں سمجھتے وہ درپردہ شریعت محمدیہ (ﷺ) کے منکر ہیں، جو مریدین اپنے پیر ومرشد کی یا اس کی غیر موجودگی میں اس کے سجادہ کو قبلۂ حاجت بنا کر سجدہ کرتے ہیں یہ لوگ کھلم کھلا افعال شرکیہ کے مرتکب

---

[1]......او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل ان التصدیق مفقود ' الخ ، قلت : ویظھر من ھذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر بہ ، الخ ۔(شامی ص۳۵۶ ج۶، باب المرتد)

من اھان الشریعۃ او المسائل التی لا بد منھا کفر۔(مجمع الانھر ص۶۹۶ ج۱)

[2]......تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ (سورۂ انعام، آیت نمبر:۶۸)

ہیں۔خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے، اور رقص و سرور اور ڈھول و ہار مونیم کے ساتھ ذکر فسق و معصیت ہے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ بعثنی بمحق المعازف والمزامیر ، رواہ احمد۔ [1]

عالمگیری میں ہے:" السماع ' والقول ' والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام ' لا یجوز القصد الیہ ولا جلوس علیہ وھو والغناء والمزامیر سواء.....ولا یظن فی المشایخ انھم فعلوا مثل ما یفعل اھل زماننا من اھل الفسق والذی لا علم لھم باحکام الشرع ، الخ، [2] وقد قال بعض الفضلاء : فی ذلک ؎

والرقص والصراخ والتصفیق ابدا بذکر اللہ لا یلیق
وانما المطلوب فی الاذکار الذکر بالخشوع والوقار
فواجب تنزیۃ ذکر اللہ علی اللبیب الذاکر الاواہ
عن کل ما تفعلہ اھل البدع ویقتدی بفعل ارباب الورع

(عدۃ ارباب الفتوی ص ۴۷۶)

---

[1]......عن ابی امامۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین ، وامرنی ربی عز وجل بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب وامر الجاھلیۃ ، وحلف ربی عز وجل بعزتہ لا یشرب عبد من عبیدی جرعۃ من خمر الا سقیتہ من الصدید مثلھا یوم القیامۃ مغفورا لہ أو معذبا ولا یترکھا من مخافتی الا سقیتہ حیاض القدس ولا یحل بیعھن ولا شراء ھن ولا تعلیمھن ولا تجارۃ فیھن وثمنھن حرام یعنی الضاربات۔(مسند احمد ص ۲۶۸ ج ۵)

ترجمہ......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالی نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری' طنبور' صلیب اور امور جاہلیت کو مٹادوں۔

[2]......عالمگیری ص ۳۵۲ ج ۵،الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ ،کتاب الکراھیۃ۔

شریعت کی اہانت کرنے والے اور مریدین سے اپنے کو سجدہ کرانے والے شرک و معاصی کبیرہ میں مبتلا ہیں۔فقہاء نے سلام کرنے میں رکوع کے مانند جھکنا بھی حرام و قریب کفر لکھا ہے۔فی مطالب المومنین:''کاد الانحناء ان یکون کفرا ''[۱] چہ جائیکہ سجدہ یہ کھلم کھلا شرک وحرام ہے،ایسے فقراء سے بہ جبر توبہ کرائی جاوے اور اس حرکت شنیعہ سے باز نہ آئیں تو ان کو شیطان بشکل انسان سمجھ کر ان سے اسلامی تعلقات ترک کردیئے جاویں۔خدا مسلمانوں کو ایسے ملحد‘زندیق‘بددین‘غارت گر ایمان فقیروں کے شر وفتنہ سے محفوظ رکھے۔واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

شیطانی مجلس اور شیطان کی پرستش کرنا

(۱۵):س......لوگوں نے وطن میں ایسی مجلس منائی جس میں شیطان کو حاضر کرایا اور اس سے بیماری کا استفسار کیا گیا، نیز غیر اللہ کی نذریں مانیں اور شیطان کی پرستش کرائی گئی۔ شرعا اس کا کیا حکم ہے؟اور جو لوگ اس میں شریک ہوں ان کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق:سوال میں جس مجلس کا ذکر ہے جس میں بزعم خود شیطان کو حاضر کرایا جاتا ہے اور اس کی پرستش کرائی جاتی ہے، یہ جملہ باتیں ناجائز وحرام اور فسق ہیں،اس قسم کی کارروائی کرنے والے اور اس میں شریک ہونے والے کو توبہ کرنی ضروری ہے،اور اگر یہ لوگ توبہ نہ کریں تو توبہ نہ کرنے تک اسلامی تعلقات قطع کرنے کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

---

[۱]......مطالب المؤمنین ص۔

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس،ویکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی۔(عالمگیری ص۳۶۹ ج۵،الباب الثامن والعشرون ،باب الکراھیۃ)

یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ۔(شامی ص۵۵۱ ج۹،کتاب الحظر والاباحۃ ، قبیل فصل فی البیع)

افعال شرکیہ کرنا موجب ارتداد ہے یا نہیں؟

(۱۶): س......منکوحہ نومسلمہ نے پھونگی چاؤنی میں پھونگیوں کو سجدہ کیا، اور برما دستور کے موافق روزہ رکھا۔ ایسی عورت مسلم کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: ایسی عورتیں افعال شرکیہ کرنے کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتی ہیں۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔ [۱]

شرکیہ افعال کے مرتکب کا حکم

(۱۷): س......ایک شخص مسلمان مرد ہو یا عورت، برما پھونگیوں کا ہاتھ جوڑ کر برما کے موافق سجدہ کرکے تعظیم کرے، برمانیا ویعنی پھول کا برتن رکھے اور پھولوں کے سامنے کھانے کا ایک برتن یا پانی کا ایک گلاس رکھ کر ہاتھ جوڑ کر پھیا کے واسطے بولتا ہے۔ برمانیا کو مانتا ہے اور اس کے لئے نذر کرتا ہے، برما پھونگیوں کو برما دستور کے موافق کھانا دینا جس کو صدون بولتے ہیں، برما دستور کے موافق قاعدہ کرکے ہاتھ جوڑ کر سجدہ کرے ان افعال سے مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، مسلمان رہ سکتا ہے یا مرتد ہو جاتا ہے؟ اور اردو میں مرتد کا کیا معنی ہے؟ اور کس قول وفعل سے مرتد ہو جاتا ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: مرتد کے معنی لغت میں پھر جانے والے، لوٹ جانے والے کے ہیں، اور اصطلاح میں دین اسلام سے پھر جانے والے کو کہتے ہیں۔ [۲] ارتداد کا تعلق قلب کے ساتھ ہے، لیکن بعض مشرکانہ اعمال کو بھی ارتداد کا مبنی

---

[۱]......انا اسجد للصنم اقرار بالکفر۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۷۸)

وارتداد احدھما فسخ عاجل۔ (الدر المختار ص ۳۶۶ ج ۴، باب نکاح الکافر)

[۲]......ھو لغة :الراجع مطلقا، وشرعا الرجع عن دین الاسلام۔ (درمختار ص ۳۵۴ ج ۶ ، باب المرتد)

بنادیا جاتا ہے۔ پھونگی کے سامنے ہاتھ جوڑنا اور سجدہ کرنا، پھیا کے لئے پھول، کھانے وغیرہ کی نذر پیش کرنا، برمانا کو ماننا، اس کے لئے نذر دینا یہ سب مشرکانہ افعال واعمال ہیں، اگر کسی شخص سے یہ اعمال سرزد ہوں اور وہ اسلام کا اقرار نہ کرے اور ان اعمال کی کوئی تاویل نہ بتائے تو اس کو مرتد قرار دیا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

صح الجواب محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہ

مرغوب احمد وارد حال رنگون

نومسلمہ کا اپنے سابق دین پر رہنے کا اقرار کرنا

(۱۸): س......ایک شخص نے برمی نومسلمہ سے نکاح کیا، چند ماہ کے بعد اپنے والدین کے گھر جاکر مواکلت ومشاربت سب کچھ کیا، پھر بدستور سابق توبہ کرا کر لائی گئی، مکرر سہ کرر اسی طرح ہونے کے بعد نومسلمہ کہتی ہے کہ میں اپنے دین پر رہوں گی اور توبہ نہیں کروں گی۔اب وہ شوہر اسی عورت کے ساتھ گذران کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے اس کو ایک منشی کے ہاتھ پر توبہ کرائی ہے۔کیا اس قسم کی توبہ کافی ہوگی یا نہیں؟ اور خفیہ توبہ کرانے والے منشی پر کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: نومسلمہ کو اپنے ماں باپ کے گھر جانا جائز ہے، لیکن ان کی کسی کفریہ رسم وشرکیہ طریق پر چلنا حرام ہے۔نومسلمہ کا یہ کہنا کہ میں اپنے دین پر رہوں گی اور توبہ نہیں کروں گی، اس دین سے اس کا مطلب کفر ہے، اور یہ کہنا کہ توبہ نہیں کروں گی یہ کھلا ہوا کفر ہے، اور اپنے کافر ہونے کا اقرار ہے، اگر پھر سے توبہ نہ کرے اور خالص دل سے اسلام نہ لائے تو ایسی عورت شرعا مسلمان نہیں، توبہ کرنا واجب ہے جو کسی مسلمان کے روبرو کافی ہے، اور خفیہ بھی توبہ کرانے والے منشی کو ثواب ملے

گا۔تعزیرشرعی کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا شرط ہے۔موجودہ حالت میں خالص دل سے توبہ کافی ہے،اورشوہر پر لازم ہے کہ نومسلمہ کوتعلیم دے کر پختہ بنائے،ورنہ اس طرح آزاد چھوڑنے سے شوہر گنہگار ہوگا۔ **واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم**

بارش کی کمی پر ہندوانہ رسم کرنا

(۱۹):س......ایک مسجد کے متولی صاحب ہیں،جو سال میں دومرتبہ عیدین میں شریک ہوتے ہیں۔امسال بارش میں کمی ہوئی جس پر متولی صاحب نے یہ کیا کہ ہندوڈھیڑوں کو مبلغ چھ روپئے دیئےاورایک پتلا قدآدم بناکرزمین پرگلی درگلی گھسیٹا،پھراس کو پانی میں پھینکوا دیا،اس طرح کی منّت ہندوبارش کم ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں اوریہی کام متولی نے بھی کیا۔متولی ایسے شرکیہ کاموں پراصرارکرتا ہے،اس کا کیا حکم ہے؟

ج:......**حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق**: یہ رسم ہندوانہ اورمشرکانہ ہے۔ مسلمانوں کوشریعت نے بارش کی قلت پرنماز استسقاء پڑھنے اورتوبہ کرنے،الحاح وزاری کے ساتھ دعاکرنے کا حکم دیا ہے۔[۱] کسی مشرکانہ رسم کومؤثر بالذات سمجھ کرکرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے،اورمؤثر بالذات نہ سمجھے جب بھی ایسی لغورسومات اوراس قسم کے اعمال کرنے سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے۔ایسے شخص کواپنی بدعملی اور بداعتقادی سے توبہ

[۱]......آپ ﷺ نے طلب بارش کے لئے عیدگاہ میں دورکعت نماز پڑھی اوردعافرمائی۔

(متفق علیہ۔مظاہرحق ص ۹۷۰ ج۱)

آپ ﷺ استسقاء کے لئے باہر نکلےاوراس وقت آپ ﷺ کی کیفیت یہ تھی (ظاہر میں تو) آپ ﷺ زینت ترک کئے ہوئے اورمتواضع تھے(باطن میں)عاجزی بیچارگی اور(ذکراللہ میں زبان کی مشغولیت کے ساتھ)تضرع اختیار کئے ہوئے تھے۔

(نسائی۔ابن ماجہ۔مظاہرحق ص ۹۷۳ ج۱۔مشکوۃ،باب صلوۃ الاستسقاء، الفصل الثانی)

کرنی چاہئے۔اسلام اس قسم کے توہمات اور غیر سے امداد طلب کرنے اور خلاف شرع ایسے رسومات کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔افسوس ہے مسلمان اللہ کا موحد اور خدا پرست بندہ ہوتے ہوئے بھی ایسی شرکیہ رسومات اور توہمات باطلہ سے پرہیز نہ کرے۔خدا توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

عملیات سے کسی پر الزام لگانا اور اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

(۲۰):س......حاضرات جنیات کے ذریعہ ایک آدمی پر الزام وتہمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟اور حاضرات پر اعتقاد کرنا کیسا ہے؟اور اعتقاد کرنے سے ایمان میں خلل آتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ سب جادو ہے۔

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق:اس قسم کے حاضرات بتلانے والوں کی بات پر اعتقاد رکھنا اور کسی شخص پر چوری کا الزام لگانا صریح عقیدۂ اسلام کے خلاف ہے، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ باتیں حق ہیں اور اس سے جو بات معلوم ہو جاتی ہو اس پر اعتقاد لانا ضروری ہے،اگر اس قسم کا عقیدہ ہو تو یہ عقیدہ کافرانہ اور مشرکانہ ہے،توبہ لازم ہے۔حدیث شریف میں ہے: من اتى كاهنا فصدقه فقد كفر۔[۱] جو شخص اس قسم کی غیب کی باتیں

---

[۱]......عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من اتى كاهنا فصدقه بما قال فقد كفر بما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم۔(الترغيب والترهيب ص۳۴ج۴)

ترجمہ......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کو سچا جانے تو اس نے آپ ﷺ پر اتاری ہوئی شریعت کا کفر کیا

نوٹ...... یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے، دیکھئے! ابوداؤد ص۵۴۵ ج۲، باب النهى عن اتيان الكهان ،كتاب الكهانة والتطير ۔ابن ماجہ ص۴۷، باب النهى عن اتيان الحائض ۔مشکوۃ ص۳۹۳، باب الكهانة ،كتاب الطب والرقى ۔

بذریعۂ شیطان وجنات حاضرات بتلاتا ہواس کوسچا سمجھنااوراس پراعتقادرکھنا کفر ہے۔[۱]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

بت خانہ میں شوق سے جانا

(۲۱): س......ایک مسلمان بدھ مذہب کے بت خانہ میں معہ اپنے اہل وعیال بڑے شوق اورفخر سے چلا گیا۔جاتے وقت حسب دستور برما لوگ موم بتی،سگریٹ وماچس بھی ساتھ لے گیا تھا،اگرچہ شخص مذکورکئی مرتبہ بت خانہ میں گیا تھا،مگراس مرتبہ کا جانا مجھ کواورتمام مسلمانوں کو بہت برا معلوم ہوا،کیونکہ اسی تاریخ میں بدھ مذہب کا بہت بڑا دن تھا۔میں نے اوربعض مسلمانوں نے جب یہ واقعہ بچشم خود دیکھا تو میں نے مسلمانوں سے کہہ دیا کہ آج کے روز سے اس شخص کے گھر میں کھانا اوراس کے ذبیحہ کا کھانا سخت منع ہے،بلکہ مردار اورحرام ہے۔یہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے یانہیں؟اوراس کے ہاتھ کا ذبیحہ ہم لوگ کھاسکتے ہیں یانہیں؟اوراس شخص کے ساتھ میل جول رکھنا کیسا ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: کسی مسلمان کا بت خانہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ شوق وفخر کے ساتھ جانا اور برما دستور کے موافق موم بتی وسگریٹ وغیرہ لے جانا،وغیرہ امور میں تفصیل یہ ہے کہ مسلمان کا بت خانہ میں جا کر بدھ مذہب کی پوجا

---

[۱]......قال العلامة قاضی خان : فان قال ھذا القائل انا اخبر باخبار الجن ایای بذلک ، قال ومن صدقه یکون کافرا باللہ ، لقوله علیه السلام : من أتی کاھنا فصدقه فیما قال فقد کفر بما انزل اللہ علی محمد صلی اللہ علیه وسلم ،لا یعلم الغیب الا اللہ لا الجن والانس ، یقول اللہ فی اخبار عن الجن :﴿ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین ﴾۔

(فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیہ ص۵۷۶ ج۳، باب مایکون کفرا من المسلم وما لا یکون ، ومثله رد المحتار ص ۳۸۴ ج۶، مطلب : فی الکاھن والعراف ، باب المرتد ، کتاب الجھاد)

پاٹ اور رسومات شرکیہ ادا کرنا اور بت کو پوجنا اور اس پر نذرانہ چڑھانا یا بت کے روبرو موم بتی جلانا یہ جملہ امور شرکیہ ہیں۔اس سے ایک مسلمان دائرۂ اسلام سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔جب تک اس سے توبہ نہ کرے اس کا ذبیحہ ومناکحت جائز نہیں، ایسے برائے نام مسلمان سے میل جول رکھنا جائز نہیں کہ اس کا کفروشرک یقینی ہے۔اور اگر کوئی مسلمان بغرض تماشہ بینی وسیر وتفریح بت خانہ کے میلوں میں شریک ہوا ہو، بدھ مذہب کی شرکیہ رسمیں ادا نہیں کیں تو کافر اور مشرک نہیں ہوا،لیکن ایسی لہو ولعب اور فسق و فجور اور شرک کی جگہ جانا معصیت وگناہ ہے کہ اس کا مشرکوں کے میلوں کی زیب وزینت میں اور مجمعوں میں اضافہ کرنا ہے،جس سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے،اور ایسے خلاف شرع مجمعوں میں شامل ہونے والوں پر وعید آئی ہے۔من کثر سواد قوم فھو منھم۔[۱] اور اس میں فی الجملہ فجار وفساق ومشرکین سے میل جول ہوتا ہے، یہ ناجائز ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

اسلام سے روکنا اور مسلمان کو مرتد ہونے کی ترغیب دینے والے کا حکم

(۲۲):س......جو شخص کسی کافر کو مسلمان ہونے سے روکے اور مسلمان ہوجانے کے بعد بھی دین اسلام سے پھر جانے ومرتد ہوجانے کی ترغیب دے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: طالب اسلام کو فوراً مسلمان کر لینا لازم

---

[۱]......من کثر سواد قوم فھو منھم ، ومن رضی عمل قوم کان شریکا فی عملہ۔

(الدیلمی عن ابن مسعود ، کنز العمال ص۲۲ ج۹،رقم الحدیث:۲۴۷۳۵)

ترجمہ......جو کسی قوم کی جمعیت کو بڑھائے گا وہ اسی میں سے ہوگا، اور جو کسی قوم کے عمل سے خوش ہوگا گویا وہ ان کے عمل میں شریک ہوگا۔

ہے۔ [۱] جس مسلمان نے طالب اسلام کو مسلمان نہیں کیا، بلکہ اس کو مسلمان ہونے سے روک دیا تو اگر اس نے اس کو اس لئے روکا کہ اس کے مسلمان ہونے کو پسند نہیں کیا، کافر رہنے ہی کو بہتر سمجھا تو یہ شخص سخت گنہگار رہوا، ایسا شخص فاسق، فاجر کے حکم میں ہے اور جو شخص کسی مسلمان کو دین سے پھر جانے اور مرتد ہونے کی ترغیب دیتا ہوا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ توبہ لازم وضروری ہے، ورنہ ایسے شخص کا ایمان خطرہ میں ہے۔ [۲]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

کسی کو مسلمان ہونے سے روکنے والے کا حکم

(۲۳):س......ایک کافر نے ایک مسلمان کے پاس آکر کہا کہ مجھے مسلمان کرلو اور اسلام سکھادو۔ اس مسلمان نے فورا منع کر دیا اور مسلمان کرنے سے باز رکھا۔ اس مسلمان پر شرعا کیا حکم عائد ہوگا؟ اور وہ مسلمان اس کافر کے ساتھ کھاتا پیتا اٹھتا بیٹھتا ہے۔

ج:......**حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق**: طالب اسلام کو فورا مسلمان کر لینا لازم ہے، جس مسلمان نے طالب اسلام کو مسلمان نہیں کیا، بلکہ اس کو مسلمان ہونے سے روک

---

[۱]......وفی الخلاصة : کافر قال لمسلم : اعرض علی الاسلام ، فقال اذهب الی فلان العالم کفر ، لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم ولقائه أو لجهله بتحقیق الایمان لمجرد اقراره بکلمتی الشهادة ، فان الایمان الاجمالی صحیح اجماعا۔

وقال ابو اللیث : ان بعثه الی عالم لا یکفر ، لان العالم ربما یحسن مالا یحسن الجاهل ، فلم یکن راضیا بکفره ساعة ، بل کان راضیا باسلامه أتم واکمل۔

(شرح فقہ اکبر لملاعلی قاری ص۲۶۶، فصل فی الکفر صریحا و کنایة)

[۲]......اذا علم الرجل رجلا کلمة الکفر یصیر کافرا اذا علمه وامره بالارتداد ، الخ ، اذا أمرها بالارتداد ۔(عالمگیری ص۲۷۵ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

دیا تو اگر اس نے اس کو اس لئے روکا کہ اس کے مسلمان ہونے کو پسند نہیں کیا، کافر رہنے ہی کو بہتر سمجھا تو یہ سخت گنہگار رہوا، بلکہ اس کے ایمان کے جاتے رہنے کا سخت خطرہ ہے، اور اگر اس لئے روکا کہ اس کو یقین تھا کہ درحقیقت اسلام قبول نہیں کر رہا ہے، بلکہ کسی عارضی وجہ سے اسلام ظاہر کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں بھی اس نے اچھا کام نہیں کیا، اس کو مسلمان کر لینا چاہئے تھا اور اللہ تعالی سے اس کے لئے استقامت کی دعا کرنی چاہئے تھی اور اس کو اسلام کی خوبیاں بتانی اور اسلام کی صداقت ذہن نشین کرنی چاہئے تھی۔ واللہ تعالی اعلم

فرشتوں کو غلام کہنا اور سمجھنا کیسا ہے؟

(۲۴): س......فرشتوں کو انسانی غلام کہنا اور ان کو اپنا غلام سمجھنا کیسا ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: اگرچہ بعض فرشتے انسانی خدمت میں مشغول ہیں، لیکن ان کو انسان کا غلام کہنا اور اپنا غلام سمجھنا بے ادبی، جہالت وگمراہی ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

اہانت علماء کا حکم

(۲۵): س......عالم وفقیہ کی اہانت کرنے والے پر شرعا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: عالم وفقیہ کی اہانت اگر عالم وفقیہ ہونے کی حیثیت سے ہو تو اس میں اہانت کرنے والے کا ایمان بھی سلامت نہیں رہتا۔[۱]

---

[۱]......من ابغض عالما من غیر سبب خیف علیہ الکفر، ویخاف علیہ الکفر اذا شتم عالما فقیھا من غیر سبب۔ (عالمگیری ص۲۷۰ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

من ابغض عالما بغیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر۔

(خلاصۃ الفتاوی ص۳۸۸ ج۴، کتاب الفاظ الکفر)

اور اگر کسی اور حیثیت سے ہو تو اس کا حکم اس حیثیت کی بنا پر مختلف ہوگا، اگر وہ حیثیت اہانت کا مبنی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو اہانت حرام و موجب فسق ہوگی۔ ؎

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

کسی مسلمان کو ابوجہل و ابولہب وغیرہ کہنا

(۲۶):س......زید اسلامی غزوات مثل بدر و خندق و خیبر وغیرہ کی یادگار منانے کے لئے ایک خاص یوم مقرر کرتا ہے، اور اس کے لئے بے انتہا اہتمام و انتظام عمل میں لاتا ہے، اور اسے ایک بہت بڑی دینی خدمت تصور کرتا ہے، مسلمانوں کو اس میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، لیکن کسی وجہ سے مسلمان اس میں شرکت نہیں کر سکتے، ایسی حالت میں زید ایسے مسلمانوں کو ابوجہل، ابولہب، عتبہ و شیبہ وغیرہ کی اولاد بتاتا ہے، اور انہیں مخالفت یا عدم شرکت کی بنا پر ان کا کافروں کے زمرہ میں شمار کرتا ہے، اس لئے استدعا ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مسئلہ کی اہمیت کو ذیل کی صورتوں میں واضح فرما کر مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی جاوے۔

قال العلامة ملا على القارى : قلت الظاهر انه يكفر ' لانه ابغض العالم من غير سبب دنيوى أو اخروى ' فيكون بغضه لعلم الشريعة ' ولا شك فى كفر من انكر۔(شرح فقہ اکبر ص۱۷۳)

قال فى البريقة المحمودية شرح الطريقة المحمدية : قال فى الاشباه : الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر، و عن منية المفتى : تخفيف العلم والعلماء كفر ، وعن الخزانة : من اذل العلماء ينفى من البلد بعد تجديد الايمان ، وعن مجموع النوازل : اهانة علماء الدين كفر ، وعن المحيط ان شتم عالما فقد كفر فتطلق امرأته ، الخ۔(احسن الفتاوی ص۳۹ ج۱)

؎......وشتم العالم أو العلوى لامر غير صالح فى ذاته وعداوته لخلافه الشرع لا يكون كفرا۔

(فتاوى البزارية على هامش الهندية ص۳۳۷ ج۶، الثامن فى الاستخلاف بالعلم۔فتاوی حقانیہ ص۱۴۳ ج۱)

(۱)......کیا ان ایام کی یادگاریں منانا ضروری ہیں اور نہ منانے میں معصیت یا خطرہ ہے یا نہیں؟

(۲)......کیا اس کی مخالفت یا عدم شرکت معصیت ہے؟

(۳)......مسلمانوں کو عدم شرکت کے جرم میں ابوجہل، ابولہب، وغیرہ کی اولاد کہنا کیسا ہے؟

(۴)......کہنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہے تو اس کے لئے شرعی کیا حد اور تعزیر ہو سکتی ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: زمانۂ خیر القرون جس کی بہتری اور بھلائی کی شہادت حضور سرور عالم ﷺ نے: خیر القرون قرنی ' ثم الذین یلونھم ' ثم الذین یلونھم ، الحدیث (رواہ اصحاب السنن) [۱] سے فرمائی ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ اتباع سنت اور منشأ نبوی (ﷺ) کے موافق عامل اور راز داران دین وحکمت اور جان و مال سے نصرت و اعزاز اور تائید دین میں فنا ہونے والی کوئی جماعت نہیں۔

---

[۱]......یہ حدیث ان الفاظ سے مجھے باوجود تلاش کے نہ ملی۔ مختلف الفاظ سے تقریبا تمام کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے۔ دیکھئے! بخاری ص۳۶۲ ج۱، باب لا یشھد علی شھادۃ جور اذا اُشھد ، وص۵۱۵ ج۱، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو رآہ من المسلمین فھو من اصحابہ ۔ مسلم ص۳۰۹ ج۲، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم الخ ۔ ترمذی ص۲۲۵ ج۲، باب ماجاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ ۔ مشکوۃ ص۳۲۷ وص۵۵۳، باب الاقضیۃ والشھادات ۔ جامع الصغیر ص۹ ج۲۔ فیض القدیر ص۴۷۸ ج۳، رقم الحدیث:۲۔ کنز العمال ص۵۲۶ ج۱۱، رقم الحدیث:۲۔

نوٹ......مزید تحقیق کے لئے دیکھئے! رسالہ ''الرسالۃ فی تحقیق احادیث الثلاثۃ'' ص۔

حضور ﷺ کے تیئیس سالہ دور نبوت میں بہت سے اہم سے اہم واقعات عظیمہ وحالات رفیعہ پیش آئے، بڑے بڑے معرکے ہوئے، عظیم عظیم غزوات پیش آئے، فتح وشکست ہر دو حالتیں پیش آئیں، لیکن عہد نبوت میں خلفائے راشدین کے بابرکت زمانہ میں ان جاں نثارانِ دین وملت سے بڑے بڑے دن کو بطور تہوار منانے کی کوئی رسم عمل میں نہیں آئی۔

تیئیس سالہ دور نبوت کے ہر سال، ہر مہینہ، بلکہ ہر دن میں کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آتا رہا، سینکڑوں، ہزاروں جلیل القدر و جاں نثار ملت صحابہ پروانہ وار ملت بیضا کی حفاظت وناموس پیغمبر کی صیانت میں شمع رسالت پر فدا وشہید ہوگئے، لیکن خیر القرون میں سلف صالحین کے زمانۂ خیر وبرکت میں کوئی ایسی جزوی مثال نہیں ملتی کہ ان حضرات نے سال کا کوئی مہینہ یا کوئی دن بطور یادگار شادی وغمی کے منایا ہو۔

موجودہ دور الحاد وفتن میں یہ رسم ڈے منانے کی مغربی تہذیب وتقلید کا نتیجہ ہے۔ تہذیب اسلامی شعار مذہبی سے اس فرنگی رسم کو کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں، یہ رسم مسلمانوں میں تقلید فرنگ وحکومت کفار کے اثر بد سے گھن کی طرح سرایت کر رہی ہے اور مسلمان بوجہ ناواقفیت اصول وفروع اسلام اسے شعار اسلام کا درجہ دے کر باعث تقویت دین وموجب اعزاز ونصرت دین سمجھ رہے ہیں، اگر غور کیا جاوے اور صرف سطحی نظر اور وقتی چیزوں سے گذر کر اسلامی تاریخ کے مجموعی حالات پر نظر ڈالی جاوے تو بلا شبہ ہر بالغ نظر شخص پر یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی عزت بڑھانے کے لئے کسی وقت اور کسی حال وہ طریق نافع اور مفید نہیں ہوسکتا جو جناب رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت سے جدا وطریقہ مرضیہ سے علیحدہ ہو۔

مسلمانوں کی دینی ترقیات ومنافع تو اتباع پر موقوف ہیں ہی ،لیکن ساڑھے تیرہ سو برس کی اسلامی تاریخ کا تجربہ بھی یہ بتلاتا ہے کہ مسلمانوں کی تمام دنیوی ترقیات بحیثیت مجموعی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت کی اتباع پر موقوف ہیں، اور اس کا یقین کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ تنزلی وانحطاط کے بعد بھی اگر اس امت مرحومہ کے لئے ذریعہ سنبھلنے کا ہے تو وہ صرف اور صرف یہی ایک ذریعہ ہے جس نے اول مرتبہ تمام گمراہیوں اور ذلتوں کی اندھیریوں سے نکالا تھا، یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام کی سنت کا اتباع۔ امام دار الہجرہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے خوب فرمایا ہے:" لن یصلح آخر هذه الامة الا ما صلح به اولها "یعنی اس امت کی اصلاح صرف وہی طریقہ کرسکتا ہے جس نے اس امت کے متقدمین اور سلف کی اصلاح کی تھی۔ اور ارشاد فرمایا کہ:" ما لكم يومئذ دينا لا يكون اليوم دينا "یعنی جو چیز آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی۔ (الاعتصام للشاطبی)

اور مسلمانوں کی اصلاح یا اسلام وتعلیمات اسلام کی اشاعت وتقویت کے لئے نئے نئے طریقے اور رسوم وبدعات ایجاد کرنے کی ممانعت جو روایات واحادیث میں وارد ہے [1] اس کا راز بھی امام مالک رحمہ اللہ نے خوب ظاہر فرمایا ہے۔ اعتصام میں ہے:" من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمدا صلی الله علیه وسلم خان الرسالة لان الله تعالی یقول : ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ﴾ فما لکم یومئذ دینا لا یکون الیوم دینا "۔ (الاعتصام للشاطبی ص ۴۷ ج ۱)

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی غزوات مثل بدر وخندق واحد وغیرہ غزوات کی یادگار منانے

---

[1]......دیکھئے! مشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔

کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرنا، یا کسی مشہور شخص کی سالگرہ منانا، یا مرنے کے بعد ہر سال برسی منانے کے لئے کوئی دن مقرر کرکے غم کو تازہ کرنا (جیسے فردوسی ڈے، محمد علی ڈے، انصاری ڈے وغیرہ منانے کی موجودہ تحریکیں اہتمام کے ساتھ وموجودہ تعینات وتشخصات کے ساتھ) بدعت سیئہ ہے۔

(۲)...... چونکہ رسومات بدعیہ مخترعہ ہیں و نیز ایسی مجالس اکثر منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کو خلاف شرع مجالس سمجھ کر ان کی مخالفت کرے، یعنی حدود شرعیہ میں رہ کر کسی امر منکر کے ازالہ کی کوشش کرے یا شرکت نہ کرے تو وہ عنداللہ ماجور ومثاب ہوگا۔

(۳)......﴿ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا ﴾ الآیة۔ ۱

﴿ ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ﴾۔ ۲

وفی احکام القرآن تحت قوله تعالی "ولا تنابزوا بالالقاب":

(المسئلة الثالثة) قوله ﴿ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ﴾ یعنی انک اذا ذکرت صاحبک بما یکره فقد آذیته، وایذاء المسلم فسوق، وذلک لا یجوز، وقد روی ابو ذر: کان عند النبی صلی الله علیه وسلم فنازعه رجل فقال له ابو ذر: یا ابن الیهودیة! فقال النبی صلی الله علیه وسلم: ماتری من ههنا احمر واسود، ما انت بافضل منه یعنی الا بالتقوی۔ ۳

(۴)......عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: سباب المسلم

۱......سورۂ احزاب، آیت نمبر:۵۸، پارہ ۲۲۔

۲......سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱۱، پارہ ۲۶۔

۳......احکام القرآن لابن العربی ص ۱۷۲۲ ج ۴۔

فسوق وقتاله کفر ، رواه البخاری و مسلم۔ [۱]

(۳)......وعن عبد الله بن عمرو قال : قال النبی صلی الله علیه وسلم : ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیه ، قیل یا رسول الله ! وکیف یلعن الرجل والدیه ؟ قال: یسب ابا الرجل فیسب اباه وامه فیسب امه ، رواه البخاری۔ [۲]

(۴)......عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء احدهما فان کان کما قال والا رجعت الیه ، رواه البخاری۔ [۳]

(۵)......عن ابی قلابة عن ثابت بن ضحاک اخبر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : من رمی مؤمنا فهو کقتله ، رواه البخاری ومسلم۔ [۴]

(۶)......وفی الاشباه : من آذی غیره بقول أو فعل یعزر ، کما فی التاتارخانیة۔ [۵]

---

[۱]......مشکوۃ ص۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم۔

[۲]......بخاری ص۸۸۳ ج۲، باب لا یسب الرجل والده۔

[۳]......بخاری ص۹۰۱ ج۲، باب من اکفر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال۔

[۴]......عن ابی قلابة عن ثابت بن الضحّاک عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من حلف بملّةٍ غیر الاسلام کاذبا فهو کما قال ، ومن قتل نفسه بشئی عُذّب به فی نار جهنم ' ولَعُنُ المؤمنِ کقتله ومن رمی مؤمنا بکفرٍ فهو کقتله۔ (بخاری ص۹۰۱ ج۲، باب من کفّر اخاه بغیر تاویل فهو کما قال)

ترجمہ......آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے لئے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس قول کا مصداق ہوگا، اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کر لی تو اس کو اسی چیز کے ساتھ جہنم میں عذاب دیا جائے گا، اور مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس قتل کے برابر ہے۔

[۵]...... من اذی غیره بقول أو فعل یعزر کذا فی التاتارخانیه ، وفی هامشه (قوله کذا فی التاتارخانیة) اقول قد اخل بنقل عبارتها فان نصها من اذا مسلما بقول أو قعل ولو عین عزر۔

(الاشباه والنظائر مع شرحه للحموی ص۲۵۷)

(۷)......سوال:......فی رجل تشاجر مع آخر فقال احدهما یا یهودی یا کافر یا ملعون ولعن الله والدیه بین جماعة من المسلمین فماذا یترتب علیه بحکم الله تعالی ؟ افتونا۔

الجواب:......هذا المسبوب یرفع السباب لحاکم الشریعة المطهرة ویعزره اشد التعزیر لیرتدع امثاله من القول القبیح اذ لا یجوز اکفار المسلم بغیر خروجه من الباب الذی دخل منه ویؤجر الحاکم علی ذلک ، والله تعالی اعلم۔

(فتاوی اسعدیہ ص۱۵۹ ج۱)

(۸)......وفی العالمگیریة فی فصل القذف والتعزیر : بان قال یا یهودی، یا نصرانی أو یا مجوسی أو یا ابن الیهودی لا حد علیه ' من قذف مسلما یا کافر یا یهودی یا نصرانی یا ابن النصرانی عزر۔[۱]

(۹)......وفی در المختار : وعزر کل مرتکب منکرا وموذی مسلم بغیر حق بقول او فعل۔ [۲]

(۱۰)......والضابط انه متی نسبه الی فعل اختیاری محرم شرعا و یعد عارا عرفا یعزر والا لا۔ [۳]

(۱۱)......وفی مشکل الآثار : واقامة التعزیر الی الامام عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد والشافعی والعفو الیه ایضا ، وقال الطحاوی : وعندی ان العفو ثابت للذی جنی علیه لا للامام ' قال رضی الله عنه : وفعل ما قالوه من ان العفو الی الامام

[۱]......عالمگیری ص۱۶۸ ج۲، فصل فی التعذیر ، کتاب الحدود ، ملخص۔اردو ص۳۳۰ ج۳۔

[۲]......درمختار ص۱۱۳ ج۶، باب التعزیر ، کتاب الحدود۔

[۳]......شامی ص۱۲۲ ج۶، باب التعزیر ،کتاب الحدود۔

فذاک فی التعزیر الواجب عفا الله تعالی ' بان ارتکب منکرا لیس فیه حد مشروع من غیره ان یجنی علی انسان ، وما قاله الطحاوی فیما اذ جنی علی انسان۔

(فتاوی اسعدیہ ص ۱۵۶ ج ۱)

آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ وعبارات فقہاء وتصریحات کتب فقہیہ سے امور ذیل مستفاد ہوتے ہیں:

(۱)...... بلاقصور و بلا وجہ دینی و دنیوی کسی مسلمان کو سب وشتم کرنا وایذا دینا بہتان واثم عظیم ہے۔

(۲)......زندہ ومردہ مسلمان کو مکروہ وقبیح الفاظ سے یاد کرنا ایذاء مسلم میں داخل ہے، جو کھلا فسق وگناہ ہے۔

(۳)......ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو یا ابن الیہود یہ کہا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے عتاب فرمایا کہ اسلام میں سیاہ وسفید کا کوئی فرق نہیں۔ایک انسان کو دوسرے انسان پر تقوی وپرہیزگاری سے فضیلت ہے۔

(۴)...... مسلم کو برا کہنا فسق ہے، اور مسلم ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(۵)...... کسی شخص کو کافر کی اولاد کہنے سے یہ قول (اگر وہ کافر نہ ہو) اسی کہنے والے پر عود کرتا ہے۔

(۶)......اکبر الکبائر یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے بزرگوں کو، آباء واجداد کو لعن طعن کر کے اس کی پاداش میں اپنے بزرگوں کو گالی گلوچ کہلوائے اور لعن طعن کرائے۔

(۷)...... کسی مومن کی طرف کفر کا انتساب کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔

(۸)...... کسی شخص کو زبان و ہاتھ سے ایذا دینے سے شرعا ایذا دینے والا التعزیر کا مستوجب

ہے۔

(۹)......مسلمان کو کافر یا کافر کی اولاد کہنا نہایت قبیح فعل ہے۔قوانین شرع میں ایسے شخص کے لئے حاکم ونائب حکومت کو سخت سزا دینے کا حق ہے تاکہ دوسرے ایسی دنی حرکت سے باز رہیں۔

تعزیر شرعی فعل قبیح اور امر منکر کے روکنے کے لئے ،ایک دوسرے کو ایذاء مسلم سے باز رکھنے کے لئے اور تادیب کے لئے کتاب اللہ واحادیث رسول ﷺ وتعامل خلفائے راشدین واجماع مجتہدین امت سے ثابت ہے،اور شرعا اس کے نفاذ کا حق حاکم اسلام و قضاۃ کو ہے،عام مسلمانوں کو تعزیر کے نفاذ کا حق نہیں۔حکام شرع کو معاف کرنے کا حق ہے یا نہیں؟اس میں فقہاء مختلف ہیں،علامہ طحطاوی نے قول فیصل یہی لکھا ہے کہ حکام شرع وقضاۃ اسلام کو حقوق اللہ میں عفو ودرگذر کرنے کا حق ہے،لیکن حقوق العباد میں معاف کرنے یا نہ کرنے کا حق عباد کو ہے حاکم کو نہیں۔

صورت مسئولہ میں حسب سوال سائل اگر زید کا قصور شرعا ثابت ہو جاوے تو زید کو مسلمانوں سے معذرت کر کے معاف کرا لینا مناسب بلکہ ضروری ہے،اس لئے کہ حق العباد کا معاملہ عند اللہ بہت اہم ہے،اور بر تقدیر معذرت ومعافی مانگنے کے مسلمانوں پر حق ہے کہ ایک مسلم کی معذرت قبول کرلیں اور جملہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔

اللهم الف بين قلوبنا ، واصلح ذات بيننا ، فمن عفا واصلح فاجره على الله ، فقط :

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

یزید و دیگر خلفائے اسلام کے کفر و اسلام کے متعلق

(۲۷):س......کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں دربارۂ تکفیر و اسلام یزید بن معاویہ

اوران کے متبعین کے جو اپنے ڈھائی برس کی زندگی تک تخت خلافت پر مسلط رہے اور اسی کے زمانۂ خلافت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مع اپنے متعلقین کے کربلا میں شہید کئے گئے۔ بہ ثبوت کتب معتبرہ احناف کے جواب استفتاء ارقام فرما کر ماجور ہوں۔

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: وهو ما اخرجاه فى الصحيحين عن جابر بن سمرة : دخلت مع ابى على النبى صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول : لا يزال أمر الناس ماضيا ما ولّٰهم اثنا عشر رجلا كلهم من قريش۔[۱]

وفى لفظ : لا يزال الامر امر عزيزا الى اثنا عشر خليفة۔

وكان الامر كما قال النبى صلى الله عليه وسلم : فالاثناء عشر هم الخلفاء الراشدون الاربعة ومعاوية وابنه يزيد وعبد الملك بن مروان و اولاده الاربعة وبينهم عمر بن عبد العزيز ثم اخذ الامر فى الانحلال۔

(۲)......انما اختلفوا فى لعن يزيد بن معاوية ' حتى ذكر فى الخلاصة وغيره : انه لا ينبغى اللعن على اليزيد ولا على الحجاج لان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن لعن المسلمين ومن كان من اهل القبلة ، وقد قال حجة الاسلام فى الاحياء : فان قيل بل يجوز لعن يزيد لكونه قاتل الحسين أو امر به ، قلنا هذا مما لم يثبت اصلا فلا يجوز ان يقال انه قتله أو أمر به فضلا عن لعنه ، ولان الامر بقتل الحسين لا يوجب الكفر ،

---

[۱]......مشکوۃ میں یہ روایت اس طرح ہے:

عن جابر بن سمرة قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : لايزال الاسلام عزيزا الى اثنى عشر خليفة كلهم من قريش ، وفى رواية : لا يزال امر الناس ماضيا ما ولّهم اثنا عشر رجلا كلهم من قريش ، وفى رواية : لايزال الدين قائما حتى تقوم الساعة او يكون عليهم اثنا عشر خليفة كلهم من قريش، متفق عليه۔(مشکوۃ ص۵۵۰، باب مناقب قريش وذكر القبائل)

فان قتل غیر الانبیاء کبیرة عند اهل السنة والجماعة الا ان یکون مستحلا ، هذه کلها ملتقط من شرح فقه الاکبر ۔(ص۸۴) [۱]

(۳)......ولا یخفی ان ایمان یزید محقق ولا یثبت کفره بدلیل ظنی۔

(شرح فقه الاکبر ص۸۸)

مذکورہ بالا صحیحین کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: مسلمانوں میں خلافت وامامت بہتر اور عمدہ طریق پر غلبہ وشوکت کے ساتھ قریش کے بارہ ولاۃ اور امیر وبادشاہ کے زمانہ تک رہے گی، اس کے بعد انحطاط واضمحلال وضعف شروع ہوجائے گا، بارہ قریشیوں میں خلفاء بنی امیہ وخلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم، عبدالملک بن مروان اوران کے چار بیٹے یزید، سلیمان ہشام، ولید اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں۔اس میں حضور ﷺ نے خلفائے بنوامیہ کی حکومت وخلافت کی تعریف فرمائی ہے، جس میں یزید و دیگر ائمۂ قریش کی ضمناً تعریف وتوصیف پائی جاتی ہے۔

نمبر۳/کا خلاصہ یہ ہے کہ: یزید مؤمن تھا اور ایمان کے بعد کوئی کفر ثابت نہیں ہوا۔رہا اس کے زمانہ میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تو، نہ یزید بذات خود حضرت شہید سے لڑا اور نہ حضرت کے قتل کا اس نے حکم واشارہ کیا، اور اگر فرض کرلیا جاوے کہ اس نے بذات خود حضرت کو شہید کیا جب بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا اور بزرگوں کا قتل موجب فسق عظیم ہے، لیکن کفر نہیں۔

یزید کا مقاتلہ یا حکم قتل اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ ہے، اور کبائر کے

---

[۱]......شرح الفقه الاکبر ص۷۲، الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان۔

ارتکاب سے مؤمن کافر نہیں ہوجاتا،خوارج کے سوا تمام فرق اسلامیہ کا یہی محقق عقیدہ ہے۔ دیکھو! ص۲۷۲ رکی عبارت،اس لئے یزید کی لعنت کو بھی عام علماء اہل سنت نے جائز نہیں رکھا۔ [۱] صاحب قصیدہ بدأ امالی فرماتے ہیں: ۔

ولم یلعن یزیدا بعد موت ای سوی المکثار فی الاغراء غال

یعنی یزید کے مرنے کے بعد گمراہی میں حد سے بڑھے ہوئے شخص کے سوا کسی نے اس پرلعنت کرنے کو جائز نہیں رکھا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اہل قبلہ اور مسلمانوں پر لعنت کو منع فرمایا ہے۔ [۲]

---

[۱]......قال العلامة تفتازانی : انما اختلفوا فی یزید بن معاویة حتی ذکر فی الخلاصة وغیرھا : انه لا ینبغی اللعن علیه ولا علی الحجاج لان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن لعن المصلین ومن کان مِن اهل القبلة۔(شرح عقائد ص۱۱۶، کف عن ذکر الصحابة الا بخیر)

[۲]......عن انس انه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمّة الله وذمّة رسوله فلا تُخفِروا الله فی ذمّته ، رواه البخاری۔(مشکوۃ ص۱۲، کتاب الایمان ، الفصل الاول)

ترجمہ......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے،ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے،اور ہمارے ذبیحوں کو کھائے وہ مسلمان ہے،اور اللہ اور اس کے رسول کے عہد وامان میں ہے، پس جو شخص اللہ کے عہد وامان میں ہے تم اس کے ساتھ عہد شکنی مت کرو۔(مظاہر حق ص۱۰۷ ج۱)

اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟ آج ہر گمراہ فرقہ اپنے آپ کو اہل قبلہ کہہ کر ان علماء کرام کی جنہوں نے ان کی تکفیر کی ہے تردید کرتا ہے،اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کی وضاحت کردی جائے۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل قبلہ ایک خاص اصطلاح ہے اسلام اور مسلمانوں کی،جس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ جو کلمہ پڑھ لے خواہ کسی طرح پڑھے وہ مسلمان ہے،یا جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے، بلکہ یہ لفظ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو،جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایم اے

غرض یزید اور اعوان یزید سب کے سب مؤمن ہیں، ان کے ایمان میں کوئی کلام

پاس ہے، تو ایم اے ایک اصطلاحی نام ہے ان تمام علوم کا جو اس درجہ میں سکھائے جاتے ہیں، نہ یہ کہ جو ایم اے کے الفاظ میں پاس ہوتا ہو اور یاد رکھتا ہو۔ اس طرح اہل قبلہ کے معنی بھی باتفاق امت یہی ہیں کہ جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو کما صرح فی عامۃ الکتب۔

اور اس کی مفصل بحث رسالہ ''اکفار الملحدین'' مصنفہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ میں موجود ہے، ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمایا جاوے، مگر رسالہ عربی زبان میں ہے۔ اردو زبان میں بھی اس مضمون کا ایک رسالہ احقر کا ہے جس کا نام ''وصول الافکار'' ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

''اہل قبلہ سے مراد باجماع امت وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو مانتے ہیں نہ کہ یہ قبلہ کی طرف نماز پڑھ لیں چاہے ضروریات اسلامیہ کا انکار کرتے رہیں۔

کما فی شرح المقاصد الجلد الثانی صفحة :۲۶۸/ قال المبحث السابع فی حکم مخالف الحق من اهل القبلة لیس بکافر ما لم یخالف ما هو من ضروریات الدین الی قوله : والا فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول العمر علی الکفر" الخ ، وفی شرح الفقه الاکبر:" وان غلا فیه حتی وجب اکفاره لا یعتبر خلافه الی قوله : وان صلی الی القبلة واعتقد نفسه مسلما لان الامة لیست عبارة عن المصلین الی القبلة بل عن المومنین۔(امداد المفتین ص۱۱۵ج ۲/سوال نمبر:۵و۶)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعلم ان المراد باهل القبلة : الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین کحدوث العالم ، وحشر الاجساد ، وعلم الله تعالی بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلک من المسائل المهمات۔(شرح الفقه الاکبر ص۱۸۹، ط: اشرفی دیوبند)

''واهل القبلة : فی اصطلاح المتکلمین : من یصدق بضروریات الدین أی الامور التی عُلم فی الشرع واشتهر''۔(النبراس ص۵۷۲۔ واکفار الملحدین ص۱۱۲)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا نکفر احدا بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها۔(شرح التحریر ص۱۵۱ ج۳، طبع بیروت)

یعنی ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تکفیر نہیں کریں گے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا گناہ ہو، بشرطیکہ وہ اسے حلال سمجھ کر نہ کرے۔

''وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا یکفر ما لم یوجد شئی من

نہیں، ایسے ہی ان کے اس فعل شنیع قتل حضرت حسین وذریات واعوان رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اعظم ترین کبائر ہونے میں بھی شبہ نہیں۔ وہ ایک جماعت تھی جو دنیا سے اٹھ گئی، ان کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ [۱]

اب آپ جو تیرہ سو سال بعد یزید و دیگر خلفاء بنی امیہ کے کفر وایمان کی تحقیق کرنے لگے ہیں، تو ان مسائل ومشاغل سے کیا حاصل۔ ان کے اعمال بد کی ہم یا آپ سے باز

امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شئی من موجباته''۔

(شرح الفقه الاکبر ص۱۸۹ط:اشرفی دیوبند۔ ومثله فی اکفار الملحدین ص۱۷، والنبر اس ص۵۷۲)

یعنی اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان سے علامات کفر یا موجبات کفر صادر نہ ہوں۔ (فتاوی یوسفیہ ص۳۰۵ ج۱)

[۱]..... حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" ویزید لا ریب فی کونه فاسقا، ولعلماء السلف فی یزید وقتله الامام الحسین خلاف فی اللعن والتوقف، قال ابن الصلاح: فی یزید ثلاث فرق: فرقة تحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، وفرقة متوسطة لا تتولاه ولا تلعنه، قال: وهذه الفرقة هی المصیبة، الخ۔

(معارف السنن ص۸ ج۶، باب ماجاء فی حرمة مکة، ابواب الحج عن رسول الله صلی الله علیه وسلم)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی سوائے رافضیوں، خارجیوں اور بعض معتزلہ کے جنہوں نے فضول گوئی میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔

اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: فلا شک ان السکوت اولی ''اس لئے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس کی مدح و توصیف کی جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۶۷ ج۱)

''وحقیقة الامر ای الطریقة الثابتة القویمة فی شانه التوقف ومرجع امره الی الله تعالی''

یزید کے بارے میں حقیقۃ الامر یعنی درست وراست طریقہ توقف کرنا ہے اور اس کی حقیقت کا ملہ اللہ تعالی کی جانب لوٹ گئی ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی ص۶۱ ج۱)

پرس نہ ہوگی، وہ اپنا کام کر گئے، ہم کو اپنے ایمان کی فکر رکھنی چاہئے۔﴿ لا یضرّکم من ضل اذا اھتدیتم ﴾فرمان باری تعالی ہے۔[1]

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ: ان برگزیدہ بندوں کے خون سے ہاتھ آلودہ کرنے سے اللہ نے ہمیں محفوظ رکھا تو اب ہم کو اپنی زبان بھی اس قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھنی چاہئے۔[2] رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ: دانا و عقلمند وہ شخص ہے کہ اس کو اپنے نفس و ذات کی فکر دوسروں کے عیوب سے بے فکر رکھے۔[3] بہر حال میرا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ ان ملت سوز و تباہ کن مشغلوں کو اب بالکلیہ ترک کر دیجئے، فقط۔ واللہ تعالی اعلم

یزید کو برا بھلا کہنے کا حکم

(۲۸): س......زید کا قول ہے کہ: یزید نے جو سلوک کربلا میں اہل بیت رسول ﷺ کے ساتھ کیا ہے اس فعل سے یزید قصور وار نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ پورا مسلمان تھا، بلکہ یزید کو برا بولنے والا مسلمان نہیں۔ بکر کا قول ہے کہ یزید نے جو سلوک کربلا میں اہل بیت رسول ﷺ کے ساتھ کیا، اس فعل سے یزید فاسق، فاجر، ظالم، دوزخی ہے، اگر ان دونوں میں سے ایک حق پر ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: اہل سنت والجماعت کے نزدیک راجح

---

[1]......پ:۷ رسورۂ مائدہ، آیت نمبر:۱۰۵۔
ترجمہ......جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

[2]......واختار السلف ترک الکلام فی الفتنۃ الاولی، وقالوا: تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلا نلوث بہ السنتنا۔ (مرقاۃ ص۱۰۵ ج۱۱)

[3]......" لیحجزک عن الناس ما تعلم من نفسک"۔ یہ ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے۔
(مشکوۃ ص۴۱۵، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، الفصل الثالث)

وقوی یہی ہے کہ یزید کافر نہیں، اور نہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے، اگر چہ اس کے جور وظلم و تعدی وفسق میں کسی مسلمان کو کلام نہیں، لیکن یہ امور موجب کفر وارتداد نہیں۔ ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے: وانما اختلفوا فی یزید ابن معاویة حتی ذکر فی الخلاصة وغیرہ : انه لا ینبغی اللعن علیه ولا علی الیزید ' وحقیقة الأمر التوقف فیه ' ومرجع امرہ الی الله سبحانه وتعالی۔(فقہ اکبر ص ۸۷)

خلاصہ یہ ہے کہ یزید کو برا بھلا کہنا کوئی مفید اور بہتر مشغلہ نہیں۔ان معاملات کو خدا کے حوالے کر کے چپ رہنے میں دین کی سلامتی ہے۔میرے نزدیک زید وبکر ہر دو فضول ولا یعنی مشغلے میں لگے ہوئے ہیں، اگر یزید برا تھا تو اب اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔آپ سے، ہم سے اس کی پوچھ نہ ہوگی۔حدیث شریف میں ہے: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه ۔[1] آدمی کی اچھی مسلمانی یہ ہے کہ بیکار اور لغو باتیں چھوڑ دے۔اور نماز ہر ایک کے پیچھے جائز ہے۔

گائے کو ماں کی طرح سمجھنا اور اس کا گوشت کھانے سے روکنا

(۲۹):س......کوئی مسلمان علانیہ بطور نصیحت اور اشتہار کے ذریعہ گائے کو اپنے حقیقی ماں باپ کی طرح سمجھنے اور اس پر رحم وہمدردی کرنے اور اس کے گوشت کھانے سے مسلمانوں کو منع کرے تو ایسے شخص پر شرعا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: گائے کا اسلامی ذبیحہ ہونا اور گاؤ کشی وگاؤ خوری کا مسلمانوں کا اسلامی طریقہ ہونا، بلکہ شعائر اسلام سے ہونا شرعی دلائل سے

[1]......عن ابی ہریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه ۔(ابن ماجہ ص ۲۹۵، باب کف اللسان فی الفتنة)

ثابت ہے۔قال اللہ تعالی : ﴿ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشاً ط كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾۔ ا ﴿ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاج ﴾الی آخر الآیۃ۔

﴿ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ﴾۔ ۲

اس آیت سے گاؤ کی حلت بنص صریح ثابت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے خود ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی ہے۔

"عن جابر قال : ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشۃ بقرۃ"۔ ۳

وعن جابر : نحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بقرۃ فی حجتہ"۔ ۴

اورحلت گاؤ پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، کسی اہل حق کو اس میں اختلاف نہیں۔ ۵

عن انس قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذ لک المسلم الذی لہ ذمّۃ اللہ وذمّۃ رسولہ ، فلا تُخفِروا اللہ فی ذمّتہ ، رواہ البخاری۔ ۶

ا......پ:۸ رسورۂ انعام، آیت نمبر:۱۴۲۔
ترجمہ......اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالی نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔(از: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)
۲......پ:۸ رسورۂ انعام، آیت نمبر:۱۴۴۔
ترجمہ......اور اونٹ میں دو قسم اور گائے (بھینس) میں دو قسم۔
۳...... مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشتراک فی الھدی ، الخ۔
۴...... مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ ، وفی روایۃ : عن عائشۃ بقرۃ فی حجتہ۔(مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشتراک فی الھدی ، الخ)
۵......ویحل اکلھا (أی البقرۃ) وشرب البانھا بالاجماع۔(حیوۃ الحیوان اردو ص۴۴۶ ج۱)
۶...... بخاری ص۵۶ ج۱، باب فضل استقبال القبلۃ۔

اس حدیث میں ’’واکل ذبیحتنا ‘‘ کے ارشاد سے یہ مقصود ہے کہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا مثل ادائے اسلامی نماز و مثل استقبال اسلامی قبلہ کے شعائر اسلام سے ہے، ان میں سے کسی کو کسی مصلحت سیاسی یا مدارات اہل ہنود کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے، اور اللہ ورسول ﷺ کی ذمہ داری ان تینوں عملوں کے ساتھ وابستہ ہے، اگر چہ وہ دونوں عملا فرض ہیں اور اکل ذبیحہ فرض نہیں، مگر شعائر اسلام ہونے کی حیثیت میں سب مساوی ہیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گاؤ کا ذبح کرنا اوراس کا گوشت کھانا محض جائز ومباح ہی نہیں، بلکہ اسلامی شعائر سے ہے، اور اسلامی شعار کا چھوڑ دینا یا چھوڑنے کی دوسروں کو ترغیب دینا ممنوع وقبیح ہے، اس لئے ہنود کی خوشامد اوران کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی کا ترک کرنا یامطلقا ذبح کو بند کرنا اور لوگوں کو مشورہ دینا ہرگز جائز نہیں، اس لئے کہ ذبح گاؤ کا ترک شعار کفار ہے، اور مسلمانوں کا ترک کرنا کفر کے شعار کی ترویج میں امداد واعانت کرنا ہے، پس جو شخص اس میں سعی کرنے والا ہوگا وہ ایک شعار اسلام کے مٹانے اور شعار کفر کے رواج دینے اور گاؤ پرستی اوراس کی عظمت کا عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں جمانے اور جس کو خدااور رسول ﷺ نے حلال کیا ہے اس کو عملا حرام کرنے کا مجرم ہوگا۔

شریعت محمدیہ میں بہ نسبت اور جانوروں کے گاؤ کی کچھ بھی عظمت ثابت نہیں، بلکہ مثل اور حلال جانوروں کے یہ بھی ایک حلال جانور ہے، جو مسلمان اس کی عظمت کا خیال کرے اور گاؤ کو ماں باپ کی طرح سمجھنے، اس پر رحم کرنے، اس کے ساتھ ہمدردی کرنے اوراس کے گوشت کھانے سے پرہیز کرنے کا مشورہ دے، اس کے اسلام میں فتور ہے، لہذا مسلمان کو ایسے فعل سے احتراز واجب ہے۔

ایک مسلم کی اسلامی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ قانون الہی کے تابع ہو اور قانون الہی

غیر مسلموں کی رضا مندی کی خاطر ترک گاؤکشی کی اجازت نہیں دیتا، لہذا ایسے کاموں میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی موافقت جائز نہیں ہے، اگر وہ اس کے خلاف کریں گے تو آخرت میں سخت سزا کے مستحق ہوں گے، اور دنیا میں جو کچھ رسوائی وذلت ہوگی وہ الگ ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اگر خدا کسی مسلمان کو دنیوی وجاہت وعزت یا کوئی عہدہ عطا کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کو بڑا ماننے لگتے ہیں تو وہ حمایت اسلام کرنے کی جگہ پہلا وار اسلام پر کرتا ہے اور اس کی شاخیں کاٹ کر پھینکنا شروع کرتا ہے اور اس کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے، بخلاف ہندوؤں کے کہ جب ان کو اپنی قوم میں مقبولیت ہوتی ہے تو وہ مخالفت سے یا موافقت سے جس طرح بن پڑتا ہے اپنے مذہب کو تقویت پہنچانے کی فکر کرتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو خدا و رسول ﷺ سے شرمانا چاہئے اور ہرگز کوئی کارروائی اسلام کے خلاف نہ کرنی چاہئے۔ حقیقی عزت آخرت کی عزت ہے جو خدا کو خوش رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، ہندوؤں کی خوشامد اور ان کو خوش رکھنے کی خاطر دین برباد کرنا حماقت ہے۔﴿ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَ هُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعاً ﴾۔[1]

اور ارشاد باری ہے:

﴿ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾۔[2]

---

[1]......پ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۳۹۔

ترجمہ......کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا کے قبضہ میں ہے۔

[2]......پ:۱۰/سورۂ توبہ، آیت نمبر:۶۲۔

ترجمہ...... یہ لوگ تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی کرلیں (جس میں مال و جان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں۔

اور ارشاد باری ہے: ﴿ یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴾۔ ۱

ان دونوں آیتوں میں تصریح ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کو ناراض کر کے جب مسلمانوں کا راضی کرنا بھی موجب عتاب وعقاب ہے، تو اللہ ورسول اللہ ﷺ کو ناراض کر کے کافروں کو راضی کرنا تو کس طرح موجب عتاب وعقاب نہ ہوگا، اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔

قال الله تعالى : ﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴾۔ ۲

تفسیر درالمنثور میں اس کا شان نزول ۳ بتلانے کے بعد لکھا ہے کہ: اس آیت میں یہ

۱......پ:۱۱ر سورۂ توبہ، آیت نمبر:۹۶۔
ترجمہ......یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو (ان کو کیا نفع کیونکہ) اللہ تعالی تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

۲......پ:۲ر سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۰۸۔
ترجمہ......اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور (فاسد خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۳......شان نزول کی روایت یہ ہے: اخرج ابن جرير عن عكرمة فى قوله : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً ﴾ قال انزلت فى ثعلبة وعبد الله بن سلام وابن يامين واسد واسيد بنى كعب وسعيد بن عمرو قيس بن زيد ، كلهم من يهود ، قالوا : يا رسول الله ! يوم السبت يوم كنا نعظمه فدعنا فلنسبت فيه ' وان التوراة كتاب الله فدعنا فلنقم بها بالليل ، فنزلت۔
(تفسیر درمنثور ص۴۳۳ ج۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کے شان نزول میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے، اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا، اور

حکم ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد شعار یہود کا اتباع خلاف اسلام اور شیطان کا اتباع ہے، گووہ اتباع صرف درجۂ عمل میں ہونہ کہ درجۂ اعتقاد میں۔ ۱؎

پس جب کہ اسلام کے بعد یوم السبت کی عملی تعظیم یعنی اس روز قصدا مچھلی کا شکار نہ کرنا خلاف اسلام اور اتباع شیطان ہوا، حالانکہ تعظیم سبت ایک وقت میں مامور من اللہ رہ چکی ہے، ۲؎ تو ترک گاؤکشی بقصد موافقت ہنود و تعظیم گاؤ کیسے جائز ہوسکتی ہے، لہذا اگر کوئی ایک شخص بھی گاؤ کی تعظیم و ہنود کی رضا مندی کی خاطر گاؤکشی، گاؤخوری چھوڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا، چہ جائیکہ تمام مسلمان گاؤکشی چھوڑ کر عملا ہندو ہو جائیں، مسلمانوں کو ہرگز ایسی جرأت نہ کرنی چاہئے۔ ۳؎

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی، اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں، سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں، اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملا ترک کردیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہوگا، اور اس میں خدا تعالی کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔

(معارف القرآن ص ۴۴۲ ج ۱)

۱؎...... لم اجده فی تفسیر الدر المنثور تحت هذه الآية۔

۲؎......﴿ وقلنا لهم لا تعدوا فی السبت ﴾ (اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارے میں تجاوز مت کرنا۔ (سورۂ نساء، آیت ۱۵۴، پارہ ۶)

۳؎......ذبح گاؤ کے سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے! امداد الفتاوی ص ۵۷۶ ج ۳۔

باب ما یتعلق بالقادیانیة

فرقۂ قادیانی باتفاق علماء مرتد ودائرۂ اسلام سے خارج ہے

(۳۰): س......کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قادیانی (مرزائی) مذہب اسلام کے فرقوں میں ایک فرقہ ہے یا اسلام سے خارج ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: قادیانی فرقہ بوجہ اپنے عقائد باطلہ واختراعات خبیثہ وانکارختم نبوت جمیع علماء امت عرب وعجم وممالک اسلام مصروشام وکابل وروم واہل حرمین بالاتفاق سب کے نزدیک مرتد وخارج اسلام ہے۔[1]

---

[1]......۱۴؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۸؍اپریل ۱۹۷۴ء کی شام کو مکہ معظّمہ کی مقدس فضاؤں اور بیت اللہ الحرام کے سایہ میں دنیا بھر کے ایک سو چوالیس علمی اور اسلامی تنظیموں کی کانفرس شروع ہوئی، یہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا، یہ اجتماع: ۵؍دن تک مسلسل جاری رہا۔ یوں تو قرآن وسنت اوراجماع امت کی رو سے کسی بھی قادیانی کا کافراور مرتد اور خارج از اسلام ہونا کوئی متنازعہ بات نہیں رہی، مگراس کانفرس کی متفقہ قرارداد سے اس فرقۂ خبیثہ کے بارہ میں پورے عالم اسلام کی اجتماعی طورپراجماع کی ایک صورت ظاہر ہوگئی۔

اس تاریخی قرارداد میں قادیانیت کو عالم اسلام کے لئے سب سے مضراور بدترین خطرہ قرار دیا گیا ہے۔اوراس میں متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ:

’’دنیا بھر کی سب ہی اسلامی تنظیم اور جماعتوں کا فریضہ ہے کہ اس گروہ کے کافراور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کریں، اور یہ کہ اس وجہ سے انہیں مقامات مقدسہ حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جاسکے گی۔

”تقوم کل هيئة اسلامية : اعلان كفر هذه الطائفة وخروجها عن الاسلام وهى لهذا تمنع من دخول الاراضى المقدسة“۔

(اس قرارداد کی تفصیلی رپورٹ دیکھنی ہوتو ’’فتاوی حقانیہ‘‘ ص ۵۱۳ ج ۱؍ میں ملاحظہ کی جائے، از: مرتب)

اس فرقۂ قادیانی کے تمام متبعین خواہ کسی پارٹی کے ہوں ان کے کفر وارتداد میں کوئی شک نہیں۔ ۱؎

اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کا صاف انکار کیا ہے۔خود مدعی نبوت و مثیل مسیح اور اپنے کو افضل رسل کہا،حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی توہین کھلے اور صریح لفظوں میں کی جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی،اس فرقہ کی کفریات سے واقف ہونے کے بعد ان اقوال کی تاویل کرنے والا بھی گمراہ و بے دین ہے۔ ۲؎ والله تعالى اعلم

۱؎......وقد اخبر الله تعالى فى كتابه ورسول الله صلى الله عليه وسلم فى السنة متواترة عنه انه لا نبى بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب أفاك دجال ضال مضل ' ولو حرّق وشعبذ وأتى بانواع السحر والطلاسم والنيرنجيات ، فكلها محال و ضلال عند أولى الالباب كما اجرى الله سبحانه وتعالى على يد الاسود العنسى باليمن ومسيلمة الكذاب باليمامة من الاحوال الفاسدة والاقوال البارد ة ما علم كل ذى لب وفهم وحجى انهما كاذبان ضالان لعنهما الله ، وكذلك كل مدع لذلك الى يوم القيامة حتى يختموا بالمسيح الدجال۔

(تفسیر ابن کثیر ص۵۷۶ ج۳ تحت آیت نمبر:۴۰ / ﴿ ما كان محمد ابا احد ﴾ الخ)

امام غزالی رحمہ اللہ ’’ الاقتصاد فی الاعتقاد ‘‘میں تحریر فرماتے ہیں:

” وليس فيه تاويل ولا تخصيص ' ومَن اوَّلَهُ بتخصيص فكلامه من الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب لهذا النص الذى اجمعت الامة على انه غير مأول ولا مخصوص“۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ ’’شفا‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

” واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك فى كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا اجماعا و سمعا “۔

(معارف القرآن ص۱۶۹ ج۷)

۲؎......اذا راى منكرا معلوما من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضى به واستحسنه كان كافرا۔(مرقاۃ ص۳۲۸ ج۹، تحت حديث:اذا را منكم منكرا ، الخ، باب الامر بالمعروف)

قادیانی کی نماز جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم

(۳۱): س......قادیانی مردہ کی نماز جنازہ پڑھنا، اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبا لله التوفيق: اس کافر مرتد فرقہ کی نماز جنازہ پڑھنا [۱] اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہے۔ [۲]

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

قادیانیوں کا ہماری مساجد میں آنا اور نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

(۳۲): س......قادیانی ہماری مسجدوں میں داخل ہوکر نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ انہیں ہماری مسجدوں میں آنے کا حکم ہے یا نہیں؟

---

[۱]......﴿ ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا و هم فٰسقون ﴾۔ اور ان میں کوئی مر جاوے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوجیئے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر:۸۴)

[۲]......"واذا مات او قتل على ردة لم يدفن فى مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانما يلقى فى حفرة كالكلب "۔ اور جب مرتد مر جائے یا ارتدادی حالت میں قتل کیا جائے تو اس کو نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور نہ کسی اور ملت کے قبرستان میں، بلکہ اسے کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ (الاشباہ والنظائر ص۲۹۱ ج۱)

" اما المرتد فيلقى فى حفرة كالكلب" (در) وفى الشامى : " ولا يغسل ولا يكفن ولا يدفع الى من انتقل الى دينهم بحر عن الفتح" ۔

لیکن مرتد کو کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ نہ اسے غسل دیا جائے، نہ کفن دیا جائے، نہ اسے لوگوں کے سپرد کیا جائے، جن کا مذہب اس مرتد نے اختیار کیا"۔ (شامی ص۲۳۰ ج۲)

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: قادیانیوں کومسلمانوں کی مسجد میں آنے سے روکنے کا حق ہر مسلمان کو ہے، اگر کسی کا قادیانی ہونا مشہور ہو تو ایسے مرتد کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ ۱؎ والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

قادیانی کو ہمارے جلسوں میں شریک کرنا کیسا ہے؟

(۳۴۳):س......قادیانی ہماری مذہبی مجلسوں اور اسلامی جلسوں میں آسکتے ہیں یا نہیں؟ اور شرعاً انہیں ہماری مذہبی تقریب میں آنے کا حکم ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: مسلمانوں کو قادیانیوں سے کسی قسم کا تعلق ہرگز نہ رکھنا چاہئے ، اگر چہ قرابت بھی ہو۔ اپنے جلسوں میں ان کو شریک کرنا سخت معصیت ہے۔ ۲؎ والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

۱؎......"وقد افاد قوله ﴿ انما المشركون نجس ﴾ منعهم عن دخول المسجد الا لعذر " الخ۔
(احکام القرآن (جصاص) ص۱۰۸ ج ۳)

" ولا يدخلون المساجد الا باذن مسلم"۔(تفسیر بغوی ص۶۳ ج ۳)

نوٹ:......مزید تفصیل کیلئے دیکھئے! '' آپ کے مسائل اوران کا حل'' ص۱۱۳ ج ۲۔ مرتب

۲؎...... لقوله تعالى :﴿ لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوآدّون من حادّ الله ورسوله ولو كانوا آبائهم او ابنائهم او اخوانهم او عشيرتهم اولئك كتب فى قلوبهم الايمان وايّدهم بروح منه ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها رضى الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون ﴾۔(سورۂ مجادلہ، آیت نمبر:۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے، اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

قادیانیوں کے یہاں کھانا پینا اوران سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

(۳۴):س......قادیانی کے یہاں کھانا، پینا اورشادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجرا۔

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: مرتد قادیانی کے یہاں کھانا، پینا اور ان سے شادی بیاہ قطعاً حرام ہے، اگر غلطی سے نکاح کردیا گیا تو فوراً فسخ ہوجاتا ہے۔[۱]

والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم

قادیانی عقائد کا شرعی حکم

(۳۵):س......کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جوشخص مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کا عقیدہ رکھتا ہو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: جمہور علماء جو مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد سے مطلع ہوئے سب کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہے، اوراسی طرح وہ لوگ بھی کافر و مرتد ہیں جواس کو باوجودان کے عقائد کے معلوم ہونے کے مسلمان سمجھیں، خواہ نبی کہیں یا مسیح۔ غرض مرزا غلام احمد کا کافر و مرتد ہونا اوراس کے اقوال وکلمات غیر محصورہ کا غیر محتمل للتاویل ہونا اظہر من الشمس ہے، اسی لئے جمہور علماء امت اس کی تکفیر پر متفق ہیں۔

سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالی ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

وقوله تعالى ﴿ ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار ﴾ اور (اے مسلمانو) ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔(سورۂ ھود، آیت نمبر:۱۱۳)

[۱]......قال العلامة عالم بن العلاء الانصارى : والمرتدة لا يجوز نكاحها مع احد وكذلك المرتد لا يجوز نكاحه مع احد۔(فتاوی تاتارخانیہ ص۸ ج۳، كتاب النكاح)

ومثله فى الدر المختار على هامش رد المحتار ص۳۰ ج ۳، باب المرتد۔

پھر مرزائیوں کے دونوں فرقے قادیانی اور لاہوری ۱؎ اتنی بات پر متفق ہیں کہ وہ اعلی درجہ کا مسلمان بلکہ مجدد اور مسیح موعود تھے ۲؎ اور ظاہر ہے کہ کسی کافر و مرتد کے متعلق اس کے عقائد کفریہ معلوم ہوجانے کے بعد ایسا عقیدہ رکھنا خود کفر وارتداد ہے، اس لئے بلا شبہ دونوں فرقے کافر و مرتد ہیں اور اب تو لاہوریوں نے جو تحریف قرآن اور انکار ضروریات دین کا خاص طور پر بیڑا اٹھایا ہے اس کے سبب وہ اپنے کفر وارتداد میں مرزا صاحب کے تابع ہونے سے مستغنی ہوکر خود بالذات ارتداد کے علمبردار ہیں، ۳؎ اس لئے دونوں فریق سے عام مسلمانوں کا اختلاط اور ان کی باتیں سننا جلسوں میں ان کو شریک کرنا یا خود ان کے جلسوں میں شریک ہونا، شادی وغمی اور کھانے، پینے میں ان کو شریک کرنا سخت گناہ ہے، اگر چہ رشتہ داری وقرابت بھی ہو۔ اسلام کا رشتہ قطع کرنے والے کے ساتھ رشتہ وقرابت کوئی چیز نہیں اور مناکحت قطعا حرام ہے اور جو نکاح پڑھ بھی دیا جائے تو صحیح نہیں ہوتا، بلکہ بعد نکاح کوئی مرزائی ہوجائے تو فورا فسخ ہوجاتا ہے، البتہ تجارتی تعلقات اور

۱؎...... یہ بھی قادیانیوں ہی کی ایک جماعت ہے، اور اس کا بانی مولوی محمد علی لاہوری تھا، اس لئے لاہوری سے یہ جماعت مشہور ہوئی۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے لاہوری جماعت ہی کی تکفیر میں ''اکفار الملحدین فی ضروریات الدین'' جیسی معرکۃ الاراء کتاب تصنیف فرمائی۔

۲؎...... ملاحظہ ہو اس کی تفسیر ''بیان القرآن'' ص ۳۱۷ رحصہ اول، ص ۳۱۴ ج ۵ وص ۴۶۵ ج ۱۲ وغیرہ۔

۳؎...... مرزائیوں کا لاہوری فرقہ اگر چہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی اور غیر نبی ہونے میں متردد ہے، لیکن دیگر عقائد قطعیہ مثلا: حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونے سے انکار، اسی طرح ان کے رفع الی السماء سے بھی انکار کرنا (وصرح بہ محمد علی لاہوری فی تفسیر بیان القرآن ص ۳۱۳ ج۱) یا حضرت عیسی علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا ماننا، اس قسم کا عقیدہ رکھنا قرآنی آیات، صحیح احادیث اور اجماع امت کے خلاف ہے، لہذا مرزائیوں کا یہ (لاہوری) فرقہ بھی اپنی تاویلات فاسدہ کی وجہ سے مسلمان نہیں، اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۳۹۷ ج۱)

ملازمت میں رہنا یا ملازم رکھنا بعض صورتوں میں جائز ہے، بعض میں وہ بھی ناجائز۔اس لئے بلاضرورت شدیدہ اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔[۱]

والله تعالى اعلم وعلمه احکم و اتم

---

[۱]......جواز وعدم جواز میں تفصیل یہ ہے کہ وہ قادیانی جس سے تجارتی تعلقات ہیں اگر پہلے مسلمان تھا بعد میں العیاذ باللہ مرتد ہوا، یا اس کا باپ مرتد ہوا تو وہ قادیانی خود اپنے مال کا مالک نہیں ہے، اور اس کا کوئی عقد صحیح نہیں، اس لئے کوئی شخص اگر ان سے تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت ہی صحیح نہیں ہوگی۔

کما فی الدر المختار : ویتوقف منه عند الامام وینفذ عندهما کل ما کان مبادلة مال بمال او عقد تبوع۔(شامیہ ص۳۱۱ ج۳)

اور اگر وہ قادیانی مرتد یا مرتد کا بیٹا نہیں، بلکہ باپ دادا سے اس باطل عقیدہ پر ہے تو ایسے قادیانی سے تجارت کرنے سے مال کا مالک تو ہو جائے گا، لیکن ایسے لوگوں سے تجارت کا معاملہ جائز نہیں ہے، الخ۔(احسن الفتاوی ص۴۶ ج۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''صورت مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں، اور اپنے کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے، بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا خرید و فروخت کرنا ناجائز وحرام ہے، کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں، گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں، لہذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۲۲۹ ج۱)

باب ما يتعلق بالشيعة

شیعہ مذہب کی حیثیت کیا ہے؟

(۳۶): س......فرقۂ شیعہ کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟ اور اس فرقے کے لوگ ناری ہیں یا ناجی؟ نیز ان لوگوں کو اہل حق میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس جماعت کے بعض پیرو اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہیں، اور اسے مذہبی حیثیت بھی دیتے ہیں، یہ فعل کس درجہ تک قابل مواخذہ ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب و بالله التوفيق: شیعوں میں بہت سے مختلف العقائد والخیال فرقے ہیں [۱] اور اسی بنا پر ہمیشہ متقدمین ومتأخرین علماء ان کے بارے میں مختلف

---

[۱]......مثلا زیدیہ، اسماعیلیہ، بارہ امامیہ (اثنا عشریہ) ستہ امامیہ وغیرہ۔ ایک فریق کہتا ہے کہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بھائی محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ خلیفہ ہوئے۔ دوسرا فرقہ ان کے صاحبزادے امام زین العابدین رحمہ اللہ اور ان کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے، پھر ان میں سے کسی نے کسی بیٹے کو امام مانا، کسی نے کسی کو۔ کوئی فرقہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے، اور اپنے دلائل کے لئے ہر فرقے نے طرح طرح کی روایتیں گھڑ کر اماموں کی طرف منسوب کردی ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ائمہ کی شان میں بھی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ جو کام بندہ کے لئے نافع ہو اللہ تعالی عز وجل پر واجب ہے کہ وہی کرے، اسے کرنا پڑے گا۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ اطہار انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اور غیر نبی کو نبی سے افضل جاننا کفر ہے۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں، بلکہ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نکال دیئے، یہ عقیدہ بھی بالاجماع کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

رہے ہیں۔ بعض فقہاء نے مطلقا کافر کہہ دیا، بعض نے مطلقا تکفیر میں احتیاط کی، اور بعض

ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عز وجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتاتا ہے اور اس حکم کو بدل دیتا ہے، اس کو برا کہتے ہیں اور یہ بھی یقینی کفر ہے کہ خدائے تعالی کو جاہل جانے۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ نیکیوں کا خالق اللہ تعالی ہے اور برائیوں کا خالق یہ خود ہیں (اس طرح ان کے خالقوں کی گنتی نہ رہی۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات) ان کے اور بھی بہت سے عقائد فاسدہ و باطلہ ہیں۔ ان کی مزید تفصیل شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفۂ اثنا عشریہ'' وحضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات شریف ودیگر رسالہ جات رد روافض ومولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ ودیگر علماے کرام کی تصنیفات رد شیعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (عمدۃ الفقہ ص ۸۱ ج ۱)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

شیعہ کے فرقوں کی تعداد ستر سے بھی زیادہ ہے، ان کی کسی قدر تفصیل ''ملل ونحل'' کے مطالعہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ نے بھی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں ان فرقوں اور ان کے عقائد ونظریات اور باہمی اختلافات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں بہت تو وہ ہیں جن کا غالبا اب دنیا میں کہیں وجود نہیں، تاریخ کی کتابوں کے اوراق ہی میں ان کا نام ونشان باقی رہ گیا ہے، لیکن چند فرقے مختلف ممالک میں اس دور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں تعداد کے لحاظ سے اور بعض دوسری حیثیتوں سے بھی ''اثنا عشریہ'' کو امتیاز اور اہمیت حاصل ہے۔

اثنا عشریہ کی بنیادی اور مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد خاص طور سے ان کے یہ تین عقیدے اس طرح آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں، جس کے بعد کسی شک شبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہتی:

(۱)......حضرات شیخین (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق وسیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ (معاذ اللہ) نہ صرف یہ کہ کافر ومنافق تھے، بلکہ اگلی امتوں کے اور اس امت کے خبیث ترین کافروں، فرعون، ہامان ونمرود اور ابولہب وابوجہل سے بھی حتی کہ شیطان مردود سے بھی بدتر درجہ کے کافر تھے، اور جہنم میں سب سے زیادہ عذاب انہیں دونوں پر ہے۔

(۲)......موجودہ قرآن محرف ہے، اس میں ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی ہوئی ہے۔ یہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی گئی تھی۔

نے تفصیل کی کہ جو شیعہ قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو وہ کافر ہے، مثلا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود یا نبی کہتا ہو یا حضرت طاہرہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھتا ہو جو قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے، وغیر ذلک۔

اور جو شیعہ روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ نہیں رکھتے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہوں وہ کافر نہیں، البتہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، اور تبرا کرنے والوں کے متعلق بھی صحیح قول یہی ہے کہ کافر نہیں، فاسق وفاجر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

قال الشامی :" ذکر فی المحیط ان بعض الفقهاء لا یکفر احدا من اهل البدع ، وبعضهم یکفرون البعض ، وهو من خالف ببدعته دلیلا قطعیا و نسبه الی اکثر اهل السنة " وایضا قال الشامی : " نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة ، أو انکر صحبة الصدیق ، أو اعتقد الألوهیة فی علی ، أو ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی ، أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ، ولکن لو تاب تقبل توبته "۔(شامی ص۳۲۱ ج۳، باب المرتد [۱])

فرقۂ ناجیہ وہی ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد :ما انا علیه و

(۳)......ان کا بنیادی عقیدہ "امامت" ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے، لہذا وہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں، اگرچہ زبان سے حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔(جس طرح قادیانی بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین کہتے ہیں)۔(ایرانی انقلاب ص۱۱۱۔ خیر الفتاوی ص۳۸۹ ج۱)

[۱]......شامی ص۳۷۸ ج۶، باب المرتد ، مطلب مُهِمّ : فی حکم سب الشیخین ، باب الجهاد۔

[۲]......عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لیأتین علی امتی کما أتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل ' حتی ان کان منهم من أتی امه علا نیة لکان فی امتی من یصنع

اصحابی ، الحدیث۔ [۱] وارد ہوا ہے، لہذا جو فرقہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے وہ فرقہ نہ ناجیوں میں شمار ہوگا اور نہ اہل حق میں سے شمار ہوگا۔

فقط واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

ذلک ، وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة وتفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة ، کلهم فی النار الا ملة واحدة ، قالوا : من هی یا رسول الله ؟ قال : ما انا علیه واصحابی۔

(ترمذی ص۸۹ ج۲، باب افتراق هذه الامة۔ مشکوۃ ص۳۰، الفصل الثانی ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ میری امت پر (ایک زمانہ) ایسا آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا (اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی) جیسا کہ دونوں جوتے بالکل برابر اور ٹھیک ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور وہ تمام فرقے دوزخی ہوں گے، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں، میں اور میرے اصحاب ہوں گے۔ (مظاہر حق ص۲۱۴ ج۱)

بابی وبہائی فرقہ کا حکم

(۳۷):س......ایک بہائی مرد کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوا اور ایک مسلمان لڑکی سے اسلامی طریقہ پر شادی کی اور اسی دن پھر اس مرد نے لڑکی کو اپنے گھر لے جا کر بہائی طریقہ پر نکاح کیا، اور دونوں بہائیوں کی جماعت میں دستخط کر کے شامل ہوگئے۔ پونے دو سال تک دونوں بحیثیت میاں بیوی رہے، اب آپس میں نا چاقی ہوگئی اور لڑکی اسلام میں داخل ہو کر مرد مذکور کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسلامی طریقہ سے جو نکاح پڑھا گیا تھا اور اسی روز دوبارہ بہائی رسم کے موافق نکاح پڑھوانے اور دستخط کرنے سے باطل ہو گیا یا نہیں؟

(۲)......اسلامی طریقہ سے نکاح پڑھنے کے بعد مرد اپنی بہائی جماعت میں داخل ہو کر دستخط کرنے سے مرتد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۳)......صورت مسئولہ میں جو مہر کہ اسلامی طریقہ پر نکاح پڑھتے وقت ادا کیا تھا خاوند واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۴)......دولہا کے باپ نے جو کہ بہائی تھا بوقت نکاح کچھ زیور بطور ہبہ دولہا و دلہن کو دیا ہو اسے دولہا یا دولہا کا باپ واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵)...... بہائی خاوند سے مسلمان ہو جانے کے بعد طلاق لینے کی ضرورت ہے یا بغیر طلاق کے نکاح فسخ ہو جائے گا؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: بابی و بہائی فرقے اسلام سے خارج ہیں، کیونکہ وہ قرآن مجید اور شریعت اسلامیہ کے منسوخ ہو جانے کے قائل ہیں اور آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتے۔

جس بابی یا بہائی نے مسلمان ہوکر مسلمان عورت سے اسلامی طریقہ پر نکاح کیا تو اس کا نکاح جائز اور صحیح ہوگیا، لیکن جب زوجین نے بابی یا بہائی مذہب اختیار کرلیا اور ان کی جماعت میں (خود دستخط کرکے) شامل ہوگئے تو ان کا نکاح کالعدم ہوگیا۔ [۱]

پھر جب عورت مسلمان ہوگئی اور خاوند نے اسلام قبول نہیں کیا تو عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرسکے گی۔ [۲] زوج نے جو مہر ادا کیا تھا یا جو رقم زوج نے یا زوج کے باپ نے عورت کو دی تھی وہ واپس نہیں ہوسکتی۔ [۳] عورت اس کی مالک ہے۔ اس کو دلوائی جائے گی، اور صورت مسئولہ میں عورت کو طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ [۴]

فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

الجواب صحیح — محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہ

مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ — وارد حال رنگون

---

[۱]...... وارتداد احدهما أى الزوجين فسخ۔ (الدر المختار ص۳۶۶ ج۴، باب نكاح الكافر)

[۲]...... مجموعہ قوانین اسلامی ص۶۹ و ۷۰/دفعہ ۶۶۔

[۳]...... كان عليه مهر بالنكاح الاول۔ (عالمگیری ص ج ۳۲۳ ج۱، الفصل الثالث فی تکرار المهر)

بہائیت

[۴]...... قاہرہ سے عرب لیگ نے اسرائیل سے ہر شعبۂ زندگی میں بائیکاٹ کے اداروں کی طرف سے اپنی ایک نہایت اہم اور قابل توجہ قرارداد نشر کی ہے۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ: بہائی فرقہ کے بارے میں ایسے قطعی شواہد مل چکے ہیں کہ وہ در پردہ عالم عرب اور مسلمانوں کے خلاف اسرائیل اور صیہونیت کا آلہ کار ہے، اور اسرائیل میں قائم کردہ اپنے مرکز کے ذریعے پورے عالم عرب میں سازشوں کا جال بچھا رہا ہے۔ یہ لوگ اسرائیل کی مالی مدد بھی کرتے ہیں۔ قرارداد میں بہائیت کو قطعی غیر اسلامی صیہونی فرقہ دیتے ہوئے بلیک لسٹ میں شامل کردیا گیا ہے، اور عرب ممالک میں اس کی تمام سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا کہا گیا ہے۔ اس سے قبل پچھلے سال مکہ مکرمہ میں دنیا بھر کی اسلامی

تنظیموں نے بھی اپنے اجلاس اپریل ۱۹۷۴ء میں بہائیت کے بارہ میں ایسی ہی واضح اور غیر مبہم قرارداد میں مسلمانوں سے مطالبہ کیا تھا کہ بہائی تنظیم کے تمام مراکز، لٹریچر اور سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔

عرب پریس بہائیت کے بارے میں اس قرارداد پر بحث کرتے ہوئے اس فرقہ کی بہت سی صیہونی اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے پردہ اٹھارہی ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بہائی فرقہ ایک مذہب اور فرقہ ہے بھی نہیں، بلکہ دراصل وہ اس پردہ میں اسلام اور عالم اسلام کے خلاف صیہونی پروٹوکولات اور سامراجی و یہودی منصوبوں کی تکمیل ہی کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہی منصوبے ہیں جو اس طرح کے کئی ایک فرقوں کے لبادہ میں ملت اسلام پر شب خوں کا کام کرتے ہیں۔ بہائیت کے آغاز، محرکات، عقائد و اعمال اور سرگرمیوں میں گئے بغیر ایک سطحی نظر سے بھی اس کے اصل عزائم اور مقاصد کا اندازہ لگاسکتے ہیں۔

بہائیت نے شیعیت سے جنم لیا اور اس کے بانی مرزا علی محمد باب شیرازی (۱۸۲۰ء) نے شیعی غلو محبت اور اعتقاد کی آڑ لے کر اس مذہب کو فروغ دیا اور عقائد و اعمال، اوہام و خرافات کا ایک ایسا معجون مرکب تیار کر کے پیش کیا جسے اسلام سے تو کیا کسی بھی آسمانی مذہب کے دعویدار نظام ہدایت وارشاد سے دور کا بھی تعلق نہ رہا، چونکہ اس کی تاسیس ہی درحقیقت مذہب کی آڑ میں مسلمانوں کی عداوت پر رکھی گئی تھی۔ (فتاوی حقانیہ ص ۵۲۰ ج ۱)

ف...... بہائی فرقہ کے چند عقائد یہ ہیں:

(۱)...... کعبہ سے منحرف ہیں۔ ان کا کعبہ اسرائیل ہے، بہاء اللہ کی آخری آرام گاہ۔

(۲)...... قرآن پاک سے منحرف ہیں۔ ان کی مذہبی کتاب بہاء اللہ کی تصنیف کردہ ''کتاب اقدس'' ہے۔

(۳)...... ان کے ہاں وحی نازل ہوتی ہے، اور ہوتی رہے گی۔

(۴)...... جہاد اور جزیہ ناجائز اور حرام ہے۔

(۵)...... پردہ ناجائز ہے۔

(۶)...... بینکاری سود جائز ہے۔

(۷)...... بہائی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ ہی خدا کے کامل اور اکمل مظہر ظہور اور خدا کی

مقدس حقیقت کے مطلع انوار ہیں۔

(۸)......ان کے نام اسلامی ہوتے ہیں۔

(۹)......بقول بہاء اللہ ایک ہی روح القدس ہے، جو بار بار پیغمبران کے جسد خاکی میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۱۰)......ختم نبوت اور ختم رسالت کے منکر ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ خدا ہر ایک ہزار سال کے بعد ایک مصلح پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ان عقائد کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں:

''بہائی مذہب کے جو عقائد سوال میں درج کئے گئے ہیں، ان کے الحاد و باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لئے کسی مسلمان کو ان کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۸۵ ج ۱)

''فتاوی حقانیہ'' میں ہے:

فرقۂ بہائیہ چونکہ ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً: روز قیامت، دخول جنت وجہنم سے انکار، اللہ تعالی کا کسی کے جسم میں حلول کرنے کا اعتقاد رکھنا، ختم نبوت سے انکار، میراث میں مرد وعورت کی مساوات، عدت سے انکار وغیرہ۔ یہ تمام عقائد ضروریات دین میں سے ہیں، اور پوری امت مسلمہ کا ان پر اجماع ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک سے انکار کرنا یا کسی کے جسم میں اللہ تعالی کے حلول کا عقیدہ رکھنا موجب کفر اور ارتداد ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ''کل ماثبت بالضرورة '' کا یقین اور اقرار کرنا ضروری ہے، کسی ایک حقیقت کا انکار بھی موجب کفر بن سکتا ہے، اس لئے بہائی مذہب اختیار کرنے والا کافر، مرتد اور خارج عن الاسلام ہے۔

لما قال العلامة ملا علی قاری :

فالتحقيق ان الايمان هو تصديق النبی صلی الله عليه وسلم بالقلب فی جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله اجمالا.....ثم المراد من المعلوم ضرورة كونه من الدين بحيث يعلم العامة من غير افتقار الی النظر والاستدلال ، كوحدة الصانع ، ووجوب الصلوة ، وحرمة الخمر ، ونحوها ، وانما قيد بها لان منكرا الاجتهادات لا يكفر اجماعا واما من يؤول النصوص الواردة فی حشر الاجساد وحدوث العالم وعلم الباری بالجزئيات فانه يكفر لما علم قطعا من الدين انها

قادیانی وبابی وبہائی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکنا

(۳۸): س...... کسی مسلمان کو قبرستان میں دفن ہونے سے روکنا جائز ہے یا نہیں؟ گوکہ اس کے اعمال خلاف شرع ہوں۔

ج:...... حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: کسی مسلمان کو بوجہ اس کے اعمال شریعت کے خلاف ہونے کے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکنا شرعا ناجائز ہے، لیکن کسی مسلم کے عقائد کفریہ ہوں اور بوجہ عقائد کفریہ کے دائرۂ اسلام سے نکل چکا ہو جیسے قادیانی وبابی وبہائی فرقے کے لوگ، ایسوں کو مسلم قبرستان میں دفن ہونے سے روکنا جائز ہے گو اپنے آپ کو کلمہ گو کہتے ہوں۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

علی ظواھرھا ، الخ۔(شرح الفقه الاکبر ص۸۶، الایمان ھو الاقرار والتصدیق)

قال العلامة ابن عابدین : المراد بالتکذیب عدم التصدیق الذی مرّ ای عدم الاذعان والقبول بما علم مجیئه به صلی الله علیه وسلم ضرورة أی علما ضروریا لا یتوقف علی نظر واستدلال ، ولیس المراد التصریح بانه کاذب فی کذا ، لان مجرد نسبة الکذب الیه صلی الله علیه وسلم کفر ، وظاھر کلامه تخصیص الکفر بجحد الضروری فقط مع ان الشرط عندنا ثبوته علی وجه القطع وان لم یکن ضروریا۔(رد المحتار ص۲۲۳ج۴، باب احکام المرتد)

(فتاوی حقانیہ ص۳۸۹ ج۱)

عنایت اللہ مشرقی اور اس کے باطل عقائد

مسٹر عنایت اللہ مشرقی اور خاکساروں کے الحاد پر علماء رنگون کا اجماع،
خاکساری فتنہ کے متعلق شریعت غراء کا فیصلہ

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

نوٹ:...... یہ رسالہ مدیر اخبار'' شیر رنگون'' جناب ظہور شاہ صاحب نے اپنے ماہنامہ میں شائع کیا تھا، اس میں صاحب فتاوی حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کے دستخط نہیں تھے، اس لئے مرتب کو یہ تردد تھا کہ ممکن ہے اس کے مرتب صاحب فتاوی نہ ہو، اس لئے رسالہ کو'' مرغوب الفتاوی'' کا جز بنایا جائے یا نہیں، مگر ماہنامہ'' المحمود'' رنگون بابت صفر ۱۳۵۸ھ نے بھی اس رسالہ کو کچھ اختصار کے ساتھ شائع کیا۔ اس میں صاحب فتاوی کے دستخط دیکھ کر مرتب کا تردد رفع ہوگیا، نیز حضرت کے ذاتی کتب خانہ میں اس فتوی کی ایک کاپی پر خود حضرت کی دستخط موجود ہے، اس لئے اس رسالہ کو'' مرغوب الفتاوی'' کا جز بنادیا گیا۔ مرتب

(۳۹):س......پنجاب میں ایک شخص عنایت اللہ خان مشرقی نامی نے ایک کتاب ’تذکرہ‘ لکھی ہے، جوکہ بغرض ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔کتاب مذکور شائع کرنے کے بعد مؤلف نے تحریک خاکسار کا سلسلہ قائم کیا،جس کے ذریعہ سے کتاب مذکور کثرت کے ساتھ شائع کی گئی ہے،اورتحریک مذکور عام طور سے مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے ایک دوسری کتاب ’’اشارات‘‘ طبع کراکر شائع کی،اورایک پرچہ ’’الاصلاح‘‘ جاری کیا۔ان سب کے مضامین ’’تذکرہ‘‘ سے ملتے جلتے اورایک دوسرے کے مؤید ہیں۔پس ارشاد ہو کہ:

(۱)......’’تذکرہ‘‘ مذکورہ کیسی کتاب ہے؟ اور جوعقائد اس میں ظاہر کئے گئے ہیں،ان کا ماننے والا ازروئے شرع شریف کیسا ہے؟

(۲)......کتاب مذکورہ اور مؤلف (عنایت اللہ مشرقی) کی دیگر تالیفات و مضامین کی اشاعت کرنے اورلوگوں کوان کے دیکھنے کی ترغیب دینے والا کیسا ہے؟

(۳)......بعض خاکساران کہتے ہیں کہ ہم کو’’تذکرہ‘‘ اوراس کے مؤلف کے عقائد سے کوئی سروکارنہیں،البتہ اس کی عسکری تنظیم کواچھااوربہترسمجھ کرشریک ہوتے ہیں۔پس ایسے خاکساروں کاشریعت میں کیاحکم ہے؟ سائل ظہورشاہ مدیراخبار’’شیر رنگون‘‘

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق: کتاب’’تذکرہ‘‘ مصنفہ مسٹرعنایت اللہ خاں مشرقی تحریک خاکسار کوراقم الحروف نے متعدد بارمختلف مقامات سے بغور پڑھا۔بانیٔ تحریک کے مذہبی عقائد اس کتاب’’تذکرہ‘‘ سے جومجھے معلوم ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہیں:

(۱)......کفرصرف اعمال ہیں۔منہ سے صاف صاف کلمات کفروشرک بکتے رہو،اس سے کوئی کافرنہیں ہوجاتا۔(تذکرہ عربی ص۱۲)

(۲)......بت پرست اور ہزاروں خداوؤں کو پوجنے والے موحد اور عابد خدا ہیں۔

(تذکرہ اردو دیباچہ ص۹۹)

(۳)......انگریز حقیقی مسلمان ہیں۔(تذکرہ عربی ص۴۸)

(۴)......انگریزوں کو فرشتے سجدہ کرتے ہیں۔(تذکرہ عربی ص۴۶)

(۵)......موجودہ عیسائی مؤمن اور ناجی وابرار وصلحاء ہیں۔(تذکرہ عربی ص۸۵)

(۶)......کلمۂ شہادت نماز، روزہ وغیرہ پر اسلام کی بنیاد نہیں ہے۔(تذکرہ عربی ص۵۶)

(۷)......نماز صرف سلام ہے، عبادت ہرگز نہیں اور بار بار نماز پڑھنا اور احد احد کہتے رہنا مسخرہ پن ہے۔ (تذکرہ اردو دیباچہ ص۸۹و۹۱)

مشرقی کے جو خیالات مذکور ہوئے اس قسم کی تحریرات سے اس کی کتاب ''اشارات'' و ''قول فیصل'' اور اس کے اخبار ''الاصلاح'' کے کالم بھرے ہوئے ہیں، جن میں ہے کہ:
مکہ معظّمہ پر قبضہ کرنے کے مستحق لندن وپیرس والے ہیں۔(تذکرہ ص۶۰)

حنفی، شافعی، اہل حدیث وغیرہ کہلانے والے مشرک ہیں۔حنفی، شافعی، مقلد وغیر مقلد سب جہنم کی تیاری کررہے ہیں۔(تذکرہ ص۶۰)

حضرت امام اعظم اور تمام ائمہ اسلام اور سلف صالحین منافق باپوں کی اولاد ہیں۔

(الاصلاح ۳/مئی ۳۵ء ص۷)

''حدثنا وقال وقال'' بےسرا گ راگ ہے۔(تذکرہ عربی ص۵۵)

وغیرہ وغیرہ خرافات تحریریں اس کثرت سے ہیں کہ ایک خالی الذہن ان تحریرات و ہفوات کو دیکھ کر بےساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ یہ کسی خبیث، بدباطن دشمن اسلام یہودی یا نابکار کافر کی تصنیف ہے۔جو مسلمانوں کے نام سے اسلام کی بیخ کنی کے لئے شائع کی گئی

ہے۔

نماز جیسی فرض چیز کا صاف انکار ہے۔تذکرہ عربی کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے:

''نماز وہ نہیں جو تم علماء گمان کرتے ہو، بلکہ اس سے مراد نظم جماعت' وحدۃ الامت' اطاعت الامیر' تالیف قلوب' حفاظت نفس' جہاد اور دشمنان دین پر سختی' محاسبہ اور میزان ہے، کاش تم اس بات کو سمجھتے''۔(تذکرہ عربی ص۶۴)

نصاری کو علما وعملاً مؤمن بالتوحید لکھا ہے۔عبارت یہ ہے:

''لقد اٰمنوا بالتوحید علما وعملا علی قولھم ان اللہ ثالث ثلٰثۃ''۔(تذکرہ عربی ص۹۱)

یہ صریح کفر والحاد ہے اور تصریح قرآنی کے صریح خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے ﴿ ان اللہ ثالث ثلٰثۃ ﴾ کہنے والوں یعنی نصاری کو کافر کہا ہے۔قال اللہ تعالی ﴿ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ ﴾۔[1]

تذکرہ میں مشرقی نے خدا کی قسم کھا کر کہا ہے کہ:

''واللہ خدا تم مسلمانوں کے لئے غفور ورحیم نہیں ہے۔[2] خدا تو ان مغربیین مومنین نصاری کے لئے غفور ہے، جو موجودہ زمانہ میں ہر وقت جہاد بالسیف میں لگے ہوئے ہیں''۔

[1]......پ:۶ رسورۂ مائدہ، آیت نمبر:۷۳۔

[2]...... یہ جملہ اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ایک حدیث میں آپ علیہ السلام کا ارشاد وارد ہوا ہے:

بنی اسرائیل میں دو شخص تھے، جو آپس میں دوست تھے۔ان میں سے ایک تو عبادت میں بہت ریاضت کرتا تھا اور دوسرا گناہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں گنہگار رہوں (یعنی وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا تھا) چنانچہ عبادت کرنے والے نے اس سے کہنا شروع کیا: جس چیز میں تم مبتلا ہو (یعنی گناہ میں) اس سے باز آجاؤ! گنہگار اس کے جواب میں کہتا کہ: تم مجھے میرے پروردگار پر چھوڑ دو، کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے، وہ مجھے معاف کرے گا، یہاں تک کہ ایک دن اس عابد نے اس شخص کو ایک ایسے گناہ میں مبتلا دیکھا جسے وہ بہت بڑا گناہ سمجھتا تھا، اس نے اس سے کہا کہ تم اس گناہ سے باز آجاؤ، گنہگار نے جواب دیا کہ تم مجھے

یہ عقیدہ بھی قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔ [۱]

مقدمہ تذکرہ اردو کے ص ۵۶ ؍ کا حاشیہ دیکھ کر ایک مسلمان مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت و ادبیت کا استخفاف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''آج مسیلمہ کذاب کا افترا کیا ہوا قرآن بھی جس کی چند پریشان آیتیں کہیں کہیں ملتی ہیں، محمد ﷺ کے لائے قرآن سے کسی اسلوب میں کم نظر نہیں آتا''۔

یہ چند نمونے مشرقی کی تالیف سے ''مشتے نمونہ از خروارے'' میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ تذکرہ کو بغور وفکر اور امعان نظر سے دیکھنے والا صاف لفظوں میں یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا مطالعہ ''دیوار قہقہہ پر چڑھ کر جھانکنا'' یا ''آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ کا نظارہ کرنا ہے''۔ [۲]

جب تک صاحب مطالعہ ہر پہلو سے پختہ کار اور ہوشیار و سنجیدہ نہ ہو اور مغربی تحقیق

میرے پروردگار پر چھوڑ دو اور کیا تم میرے داروغہ بنا کر بھیجے گئے ہو؟ (عابد نے یہ سن کر) کہا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی نہیں بخشے گا اور نہ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیج کر ان کی روحیں قبض کرائیں اور پھر جب وہ دونوں (یعنی ان کی روحیں) حق تعالیٰ کے حضور (برزخ میں یا عرش کے نیچے) حاضر ہوئیں تو حق تعالیٰ نے گنہگار سے تو فرمایا: تو میری رحمت کے سبب جنت میں داخل ہو جا، اور دوسرے سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ میرے بندے کو میری رحمت سے محروم کر دے؟ اس نے کہا نہیں پروردگار۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو (جو دوزخ پر مامور ہیں) فرمایا کہ اس کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔

(مشکوۃ ص ۲۰۵، باب الاستغفار و التوبۃ، الفصل الثانی، کتاب الدعوات۔ مظاہر حق ص ۵۶۴ ج ۲)

[۱]...... ﴿ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ﴾۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر: ۴۸)

ترجمہ...... بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوائے اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

[۲]...... دیوار قہقہہ: ایک روایتی دیوار، جس کے متعلق کہتے ہیں کہ جو اس کے اوپر سے نیچے کی طرف دیکھے وہ بے اختیار ہنسنے لگتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ: وہ پہاڑ جس کے دہانے سے آگ نکلے۔ (فیروز اللغات)

وتدقیق وموشگافیوں کی گمراہیوں کی حقیقت سے واقف نہ ہواس کی نظر فلاسفۂ اسلام، علم کلام، نیز روایت و درایت میں وسیع و مکمل نہ ہو، اس خوبصورت بلاد طلسم زر میں الجھ کر رہ جاوے تو تعجب نہیں۔

بعض تحقیقات اس قدر انوکھی اور لاجواب ہیں کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا دلائل و براہان کی قوت اور چست وزوردار عبارت کو دیکھ کر بے ساختہ داد دینے لگتا ہے، لیکن امعان نظر سے سخت دھوکہ نظر آجاتا ہے۔

مثلاً مصنف تذکرہ نے قرآن شریف کا منجاب اللہ ہونا دلیل و براہان سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ثابت کیا اور اس کی تعلیم کو بنی نوع انسان کے لئے، بلکہ قوموں اور ملتوں کی حیات وممات کے لئے ضروری اور از بس ضروری بیان کر کے خود قرآن کی تکذیب قرآن ہی سے کردی۔

علم مناظرہ کے ماہر اور پروپیگنڈا پھیلانے والے جانتے ہیں کہ جب تک مخالف کے دل میں نہ گھس جائیں، کہی ہوئی بات اثر نہیں کرتی۔ یہی گر اور اصول مصنف تذکرہ نے پیش نظر رکھ کر اسلام کو قرآن کی زبان سے نیست ونابود کرنے کی ناپاک سعی کی ہے۔

کاتب ''تذکرہ'' اسلام کی زبان سے، اسلام کے نام سے، اسلام کے قرآن سے خاص اسلام کی بیخ و بنیاد پر کافی حربہ ہے۔ مشرقی نے نہایت چالاکی وعیاری و بد باطنی سے ضروریات دین کے لباس کو محض اس غرض سے اسلام کے بدن سے اتارنے کی کوشش کی ہے کہ جب سپاہی کے بدن سے وردی اور سامان اتارا گیا تو سپاہی ناکارہ و ناقابل شناخت ہو کر نکال دیا جائے گا۔ اس کتاب کا پڑھنے والا انسان بھول بھلیوں میں پڑ کر اصل زہر سے خاموش طور پر مسموم ہو جاتا ہے۔

مصنف ''تذکرہ'' نے قرآنی اثر کو باطل کرنے کے لئے حدیث کا کھلےلفظوں میں انکار کر دیا ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا صحیح طریقہ جو مسلمانوں کے سامنے اسلامی زندگی کا حقیقی نمونہ ہے، یک قلم محو ہوجائے، اس کے بعد قرآن حکیم کی بے اصل وغلط تاویلات سے صحیح اسلام کے صاف اور روشن چہرہ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے وہ مسلمان دھوکا کھا جائے جو قرآن حکیم کا صحیح علم نہیں رکھتا۔

مصنف ''تذکرہ'' کی کھلی ہوئی گمراہی کے بعد علماء اسلام کے تنبہ واعتراضات سے ایک حق پسند شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب ہو، لیکن مشرقی کی آخری تصنیف ''اشارات'' ص ۱۹/ کی عبارت دیکھتے ہوئے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ شخص اپنی ضلالت وکفر والحاد پر مضبوطی سے جما ہوا ہے کہ:

(۱)...... میں تذکرہ کی ایک سطر، بلکہ ایک حرف کو بھی بدلنا نہیں چاہتا۔

جس صورت میں یہ ضال ومضل ایک حرف بھی بدلنا نہیں چاہتا تو علماء امت اپنی رائے کیوں بدلیں کہ ''تذکرہ'' مشرقی تخیلات مزعومہ واوہام باطلہ کا مجموعہ ہے، اور اس کے مؤلف کے عقائد سخت ملحدانہ ہیں۔ ایسے عقائد کا معتقد خواہ مشرقی ہو خواہ مغربی یقیناً ملحد وکافر وزندیق ہے۔ [۱]

اور جو شخص اس کی جاری کی ہوئی تحریک خاکسار میں ان کے عقائد کے رکھتے ہوئے شریک ہو وہ مشرقی جیسا کافر ہے۔ [۲]

---

[۱]...... المرتد الراجع عن دين الاسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان۔
(درمختار ص۳۵۴ ج۶، باب المرتد، کتاب الجهاد)

[۲]...... ومن رضى بكفر نفسه كفر۔ (عالمگیری ص۲۵۷، الباب التاسع فى احكام المرتدين)
''ومن رضى بكفر نفسه فقد كفر''۔ (التاتارخانية ص۵۶۰ ج۵، کتاب احکام المرتدين)

(۲)......جو شخص ان عقائد کو فروغ دے، ان کو حق سمجھے اور ان کی اعانت کرے، یہ کھلی ہوئی کفر والحاد کی اعانت سے رضامندی کا اظہار ہے۔

(۳)......ایک بددین ملحد کافر کی قیادت میں عسکری تنظیم وغیرہ کی اطاعت موجب خطرہ عظیم ہے۔ایسی تحریک میں شرکت کرنا جس کا بانی گمراہ ہو بالکل منع ہے اور ناجائز و معصیت ہے۔

اس تحریک میں بیلچہ[۱] کو ضروری قرار دیتے ہیں۔سو بیلچہ رکھنا نہ فرض ہے نہ سنت نہ مستحب، بلکہ بددینوں کا شعار ہونے کی وجہ سے اور مباح کو ضروری قرار دینے کی بنا پر ناجائز ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بانی تحریک کافر و ملحد ہے، جو بھی اس جیسے عقائد رکھتا ہو وہ بھی کافر اور اس کے مضامین شائع کرنے والا کفر والحاد کی اعانت کرنے والا ہے، اس تحریک میں بہر صورت شامل ہونا ناجائز و معصیت ہے، گو عقائد مشرقی جیسے نہ رکھتا ہو۔

فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

حررہ: مرغوب احمد سورتی غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح احقر محمود راندیری	المجیب مصیب محمد فخرالدین گیاوی	اصاب من اجاب امیر احمد عفا اللہ عنہ	جواب بالکل صحیح ہے محمد عبدالغفور صدیقی
الجواب صحیح محمد موسی عفی عنہ	جواب بالکل صحیح ہے ولی محمد غفرلہ	الجواب صحیح بندہ عبدالحمید غفرلہ	المجیب مصیب سید حسین غفرہ
الجواب صحیح نور احمد غفرلہ	شکے نیست لاریب اندر جواب احقر بدیع الزمان غفرلہ اسلام آبادی	الجواب صحیح والمجیب مصیب وخلافہ قبیح محمود الحق غفرلہ پیش امام ارکاٹی مسجد	

[۱]......بیلچہ: چھوٹی کدال، چھوٹا پھاوڑا۔(فیروز اللغات)

مولانا عیش صاحب مدظلہ کا بیان:

''میں نے بھی کتاب ''تذکرہ'' کا مطالعہ کیا تھا، جب ص ۵۶/ میں وہ عبارت دیکھی جو مفتی صاحب نے نقل فرمائی ہے تو دل لرز گیا۔

مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ کی خرافات کو قرآن مجید کی آیات سے کم نہ سمجھنا انتہائی سفاہت ہے اور ایمان بالقرآن کے سراسر منافی ہے۔ نصارائے مستشرقین جو عربی داں ہیں قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت انہیں بھی مسلم ہے۔ [۱] اپنے کو مسلمان کہنے والے پر ہزار افسوس ہے کہ وہ ایک کذاب اور مفتری علی اللہ کے اقوال کو آیات قرآنی سے کم نہ سمجھے، نعوذ باللہ من ذلک۔

اور اس غیرت اسلامی پر بھی تف ہے کہ ایسے لعین جس کے گروہ نے بارہ سو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو شہید کیا ہو [۲] اس کی مہمل باتوں میں قرآن جیسا اسلوب نظر آئے۔

---

[۱]...... چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱)...... جی...ایم...راڈویل کہتا ہے: ''قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے، جو ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح راہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں''۔

(۲)...... مشہور مترجم قرآن جارج سیل لکھتا ہے: ''قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے''۔

(۳)...... مسٹر جان ڈیون پارٹ اپنی کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن'' میں لکھتا ہے کہ: ''فی الحقیقت قرآن عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں''۔

(۴)...... رومی مؤرخ ایڈورڈ گبون صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن کی بہت سی نقلوں سے وہی اعجاز کا ساخاصۂ یگانگت وعدم قابلیت تحریف کا متن ثابت ہوتا ہے''۔ (راہ سنت از: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ص ۱۸/۹۱/۲۰)

[۲]...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایسے شخص کے عقائد باطلہ کو فروغ دینے والا بھی اسی حکم میں ہے، اس کے الحاد میں کوئی شک نہیں۔ جو لوگ مذکورہ عقائد باطلہ سے بیزار ہوں وہ البتہ ارتداد و کفر سے بری ہیں۔

اسمٰعیل احسن عیشؔ

مولانا عبدالخالق صاحب کا بیان:

(۱)......میں نے بھی بعض بعض مقامات سے 'تذکرہ'' و''قول فیصل'' اور'الاصلاح'' کو دیکھا ہے، اور بعض خاکساروں کے حالات بھی مشاہدہ کئے ہیں۔ان کتب مذکورہ کے مضامین دیکھتے ہوئے اور مشاہدۂ حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف ''تذکرہ'' و ''قول فیصل'' وغیرہ عقائد کفریہ رکھتا ہے، اور بلطائف الحیل ان عقائد باطلہ کی اشاعت بھی کرتا رہتا ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

(۲)......مؤلف تذکرہ کے عقائد کفریہ کو فروغ دینے والا اور اس کی اعانت کرنے والا بھی اسی کے حکم میں ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے تصریح فرمائی۔

(۳)......جو شخص ان عقائد باطلہ اور ہفوات سے بیزار ہے اور اس کی کتابوں ''تذکرہ'' و ''اشارات'' وغیرہ کو شائع کرنے میں مدد بھی نہیں دیتا، شائع بھی نہیں کرتا، پھر بھی اس جماعت خاکساران میں داخل ہے، تو وہ اگر چہ ارتداد اور کفر سے منزہ ہے، مگر بنا بر تائید و تقویت بانیٔ تحریک و جماعت خاکساران سخت گنہگار ضرور ہے، اور کچھ بعید نہیں کہ وہ اس جماعت کے سرگروہ اور قائد کے گمراہ کن اثرات سے جلد متأثر ہو کر اسلام کو سلام کر بیٹھے، اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اس تمام تحریک سے جس کا قائد اور امیر علی الاطلاق اسلامی

''جو صحابہ و تابعین اس جہاد میں شہید ہوئے ان کی تعداد بارہ سو ہے''۔

(تاریخ طبری ص۲۵۴ ج ۳۔ ختم نبوت ص ۳۰۴)

پردہ میں ملحد وزندیق شخص ہے علیحدہ رہیں، جب تک وہ کھلم کھلا علی الاعلان توبہ نہ کرے اور توبہ کے بعد بھی جب تک خالص اور سچی توبہ کے اثرات نہ دیکھ لیں' احتیاطی برتاؤ کریں۔ کفار افسروں سے دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ اس کے ماتحت مسلمان سب جانتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے، اس لئے دھوکہ نہ کھائیں گے، اور وہ مشہور کافر افسر دین وایمان کے لئے زیادہ خطرناک نہیں ہوگا ،اس کے برخلاف جو شخص اسلام کے پردے میں بذریعۂ رسائل اور اخبارات کفریات اور ملحدانہ مضامین شائع کرتا رہتا ہے وہ سخت خطرناک اور زہر کا حکم رکھتا ہے۔اعاذنا اللہ من ذلک،

فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

عبدالخالق عفی عنہ

باب القدر

تقدیر کے متعلق

(۴۰): س......زید اور عمر دو شخصوں کا جھگڑا ہوا۔ زید کہتا ہے کہ انسان مخیرّ ہے، فاعل مختار ہے، ہر نیک و بد کا مختار ہے اور اس پر دلیل لاتا ہے قرآن سے۔ عمر کہتا ہے انسان مخیرّ نہیں اور اس پر دلیل لاتا ہے قرآن سے ''لا تتحرقوا ذرة''۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا واضح طور پر کتاب وسنت سے جواب عنایت فرمائے گا۔

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق: اس قسم کے باریک اور نازک مسائل میں گفتگو کرنے کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔ [۱] قضا وقدر، جبر واختیار کے مسئلہ میں غور وفکر وتحقیق سے بہت سے آدمی گمراہ و بددین ہو گئے، اس لئے خواص پڑھے لکھوں کو بھی ایسے مسائل میں غور وفکر شرعا منع ہے، چہ جائیکہ محض عامی و ناخواندہ حضرات بے علمی کے

---

[۱]......عن ابی هريرة قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نتنازع في القدر، فغضب حتى احمرّ وجهُهُ كانّما فُقِئَ في وِجْنَتَيْهِ حَبُّ الرُّمَّانِ ، فقال اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ ؟ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اليكم ؟ انّما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا في هذا الامر، عزمتُ عليكم عزمتُ عليكم ان لا تنازعوا فيه ، رواه الترمذي ۔ (مشکوۃ ص۲۲، باب الایمان بالقدر)

ترجمہ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: (ایک دن) ہم قضا وقدر کے مسئلہ پر بحث کر رہے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے، (ہمیں اس مسئلہ میں الجھا ہوا دیکھ کر) آپ ﷺ کا چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انار کے دانے آپ ﷺ کے رخسار مبارک پر نچوڑ دیئے گئے ہیں، (اسی حالت میں) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ اور میں اسی لئے تمہارے پاس (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں؟ جان لو! تم سے پہلے کے لوگ اس لئے ہلاکت کی وادی میں پھینک دیئے گئے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں الجھنا اپنا مشغلہ بنا لیا تھا، لہذا میں تمہیں اس بات کی قسم دیتا ہوں (اور پھر دوبارہ) قسم دیتا ہوں کہ تم اس مسئلہ پر بحث نہ کیا کرو۔ (مظاہر حق ص۱۶۹ ج۱)

ساتھ ایسے جبر واکراہ کے مسئلہ میں اختلاف ونزاع کریں۔

سائل کی بے علمی وناواقفیت کا یہ حال ہے کہ سوال میں ''لا تتحرک'' کو ''لا تتحرقوا'' لکھتا ہے اوراس پر غضب یہ ہے کہ اس کوقرآن کی آیت بتلاتا ہے، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ جملہ قرآن کا نہیں۔ان امور پر نظر رکھتے ہوئے اس قسم کے سوالات کا جواب دینا نامناسب اورغیرضروری ہے، لیکن بایں مصلحت کہ عوام، ناواقف مسلمان اپنے عقائد بے علمی کی وجہ سے خراب نہ کریں، مختصر طور پر جواب لکھا جاتا ہے۔وھو ھذا:

اولا:...... یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہر چیز کا خالق، ہر بھلے برے افعال وچیزوں کا پیدا کرنے والا خدا ہے [۱] اور ہر اچھے اور برے افعال کا کرنے والا اپنے اختیار سے بندہ ہے۔

ثانیا:......اللہ تعالی نے انسان کو عقل دی، اچھی اور بری چیز کو پہچان کرنے کی تمیز دی، حواس خمسہ ظاہری وباطنی عطا کئے، جن سے انسان نیکی وبدی کو، سعادت وشقاوت کو، شیریں وتلخ کو، نور وظلمت کو، رات ودن کو، آگ وپانی کو، ماں وبیوی کو، زہر وشربت کو غرض ہر مفید ومضر چیز کو ان حواس کے ذریعہ سے پہچان لیتا ہے۔

اس کے بعد بھی خدا تعالی نے انسان کو بیکار نہیں چھوڑا، بلکہ رسولوں اور پیغمبروں کو بھیج کر اور اپنی کتابیں نازل فرما کر اپنی رضامندی وناراضگی کے کاموں سے، سعادت وشقاوت سے، ہدایت وگمراہی کے طریقوں سے آگاہ کردیا، اس کے بعد وہ مالک تعالی شانہ نہ اپنے بندوں کو نیک راہ پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور نہ بدراہ پر زبردستی چلاتا ہے، بلکہ ان دونوں راہوں میں سے ایک راہ کو بھلی ہو یا بری اختیار کرنا اور اس پر چلنا عاقل بالغ کے ارادے وقصد واختیار کے حوالے کیا ہے کہ ان دونوں میں سے جو راہ چاہے اپنی سمجھ، اپنے

---

[۱]......﴿ قل الله خالق کل شئی ﴾۔آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔(سورۂ رعد، آیت:۱۶)

اختیار وارادہ سے اختیار کرے، اگر ایسا نہ ہوتو آزمائش جانچ ثابت نہ ہواور فرماں بردار و گنہگار، نافرمانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے نیکی کرتا ہے تو اجر کا مستحق ہوتا ہے، گناہ ونافرمانی کرتا ہے تو سزا کا حق دار ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالی نے بندوں کو بالکل مجبور نہیں کردیا ہے، بلکہ ان کو اتنا اختیار بھی دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے ارادہ واختیار سے نیک کام کریں اور چاہیں تو بد کام کریں۔ جمادات کی طرح ان کو معطل و بے بس و بے اختیار نہیں بنا دیا، ورنہ پھر تو سوال وجواب، جزاوعذاب سب بیکار وعبث ہوجاتا۔

مسلمانوں میں دوگمراہ فرقے پیدا ہوئے، ایک کا نام قدریہ ہے، دوسرے کا نام جبریہ ہے۔ قدریہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ فاعل مختار ہے۔ اپنے افعال نیک وبد کا آپ خالق ہے۔[۱]

جبریہ کا عقیدہ ہے کہ آدمی اپنے افعال میں بالکل مجبور ہے، درخت پتھر کی طرح بے اختیار محض ہے۔[۲]

۱......قدریہ: انہی کو معتزلہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے شہرستانی نے "ملل" ص ۲۵ر میں اس کی تصریح کی ہے) عراق سے اس فتنہ انکار تقدیر کا آغاز ہوا اور بصرہ کے ایک یہودی النسل سوسن یا سیبویہ نے اس کی بنیاد ڈالی، پھر اس سے معبد جہنی نے اور معبد سے غیلان نے اس عقیدہ کو سیکھا اور یہ فتنہ بصرہ سے شام وحجاز تک پھیل گیا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کو آگ لگی تو کسی کی زبان سے بیساختہ نکلا کہ تقدیر الٰہی میں یوں ہی ہوگا، اس پر دوسرے شخص نے کہا: اللہ تعالی بھلا ایسا کیوں مقدر فرماتا؟ بس اتنی بات پر قضاوقدر کی بحث چل پڑی۔ (ترجمان السنۃ ص ۳۹ ج ۳)

۲......المرجئة يقولون : الافعال كلها بتقدير الله ، وليس فيها اختيار ، .....ان المرجئة هم الجبرية القائلون بان اضافة الفعل الى العبد كاضافته الى الجمادات....، والقدرية وهم المنكرون للقدر القائلون بان افعال العباد مخلوقة بقدرتهم ودواعيهم لا بقدرة الله وارادته۔

(مرقاۃ ص ۱۷۷ ج ۱، الفصل الثانی ، باب الایمان والقدر)

یہ ہر دو فرقے اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ ۱

محققین اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ نہ بالکل مجبور ہے، جیسا کہ جبریوں کا مذہب ہے، اور نہ بالکل مختار ہے جیسا کہ قدریوں کا مسلک ہے، بلکہ ان دونوں کے بین بین ایک متوسط راہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام افعال کا خالق خدا ہے، اور انسان اس کا کاسب یعنی کرنے والا ہے۔ افعال کا پیدا کرنا یہ فعل خدا کا ہے اور اس کام کو بہ اختیار خود کرنا یہ فعل بندہ کا ہے۔ ۲

۱......عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب : المرجية والقدرية ، رواه الترمذی ، وقال هذا حديث غريب۔

(مشکوۃ ص۲۲، باب الایمان بالقدر ، الفصل الثانی۔وفی المرقاۃ :" رواه الطبرانی ، واسناده حسن"ص۱۷۸ج۱)

ترجمہ......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں دو فرقے ایسے ہیں جن کو اسلام کا کچھ بھی حصہ نصیب نہیں ہے اور وہ مرجیہ وقدریہ ہیں۔ (مظاہر حق ص۱۷۱ج۱)

۲......کسب کے بارے میں ایک ضروری وضاحت کے عنوان سے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ نے آسان انداز میں عمدہ بات تحریر فرمائی کہ:

''انسان کا ''کسب'' ایک قسم کی خفیف سی قدرت ہے جو غیر مستقل ہے، یہ انسان کے فعل کو پیدا نہیں کرتی اور اس کو وجود میں لانے کے لئے کافی بھی نہیں۔ یہ غیر مستقل قدرت انسان کے کسی فعل کو وجود بخشنے میں دخل تو رکھتی ہے، مگر تاثیر بالکل نہیں رکھتی، یعنی یوں نہیں ہے کہ انسان کے فعل کو وجود میں لانے کے لئے کچھ اثر انسان کے کسب کا ہوتا ہو اور کچھ اثر اللہ تعالی کے ارادے کا اور یہ دونوں اثر مل کر فعل کو وجود میں لاتے ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز کو اور ہر چیز کی ہر حرکت کو وجود بخشنے میں مؤثر (اثر کرنے والی چیز) تو صرف اور صرف اللہ تعالی کا ارادہ اور اس کا حکم ہی ہے، مؤثر ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، ورنہ (نعوذ باللہ) شرک لازم آئے گا۔

البتہ اللہ تعالی کا ارادہ اور حکم انسان کے کسب (اختیار) کے ساتھ متصل ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالی کے ارادے اور انسان کے فعل کے درمیان انسان کا کسب واسطہ بن جاتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے جسم اور اعضاء میں بہت سی حرکتیں اور افعال تو

ایسے پیدا فرماتا ہے کہ ان میں بندوں کے کسب واختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا، یعنی ان حرکتوں اور افعال کو اللہ تعالی بندوں کے کسب واختیار کے واسطے کے بغیر پیدا فرماتا ہے، مثلا دل کی دھڑکن' نبض کی حرکت' رعشہ کے مریض کے ہاتھ کی حرکت' سخت سردی سے جسم میں لرزہ وغیرہ، یا مثلا سوتے سوتے بولنا یا چلنا، جیسا کہ بعض لوگوں سے ہوجاتا ہے۔ بندے کی ان غیر اختیاری حرکات اور افعال پر شریعت میں کوئی ملامت بھی نہیں، اور ان پر آخرت میں جزا وسزا بھی اسی لئے نہیں ہوتی کہ اللہ تعالی نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ وہ کسی بندے کو ایسی چیز کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا جو اس کی قدرت میں بالکل نہیں۔

اور اللہ تعالی اپنے بندوں کے کچھ افعال ایسے پیدا فرماتا ہے کہ ان میں بندوں کے کسب واختیار کو دخل ہوتا ہے، یعنی بندوں کا کسب اللہ تعالی کے ارادے اور وجودِ فعل کے درمیان واسطہ بنتا ہے، اور بندوں کو جزا یا سزا صرف ایسے ہی افعال پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان سے جو غلطی بھول چوک سے ہوجائے اس پر آخرت میں کوئی سزا نہیں، کیونکہ اس میں انسان کا کسب واختیار بیچ میں نہیں رہتا۔

خلاصہ یہ کہ بندوں کے جن افعال پر جزا یا سزا ہوتی ہے وہ وہی ہیں جن کو اللہ تعالی بندوں کے کسب و اختیار کے مطابق پیدا فرماتا ہے، اگرچہ ان افعال کے پیدا ہونے میں اس کسب واختیار کی اپنی کوئی تاثیر نہیں۔

اس کی ایک نظیر یوں سمجھئے کہ مجھے ایک کار چلانے کے لئے دی گئی، مگر اس کے تمام آلات جو ڈرائیور استعمال کرتا ہے، یعنی سلف، ایکسیلیٹر، کلچ، گیر، بریک، لائٹوں کے سوئچ وغیرہ سب ناکارہ ہیں، یعنی گاڑی ان کی کسی حرکت سے ذرہ برابر جنبش نہیں کرتی اور ان کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی، مجھے یہ گاڑی چلانے کے لئے ڈرائیور کی سیٹ پر بٹھا دیا گیا، برابر کی سیٹ پر اس کا مالک بیٹھا ہے جو اس پوری گاڑی کا موجد اور صانع ہے، اس نے اس کار کی ہر حرکت کو اپنے ارادہ کے مطابق کرنے کے لئے اس کار میں یہ عجیب وغریب صنعت رکھی ہے کہ جتنے آلات، ڈرائیور استعمال کرنا چاہتا ہے، جو درحقیقت معطل ہیں، ان تمام آلات کی حرکات کو اس نے اپنے ارادے کے تابع کیا ہوا ہے، جب ڈرائیور اپنے سامنے کے آلات میں سے کوئی آلہ گھمانا چاہتا ہے تو مالک اس آلے کو گھما دیتا ہے اور اس آلے سے متعلق اس عمل کو اپنے ارادے سے پیدا کردیتا ہے جو ڈرائیور کو مطلوب تھا، غرض اسی طرح گاڑی چلتی رہتی ہے، کبھی دائیں مڑتی ہے، کبھی بائیں، کبھی آہستہ چلتی ہے، کبھی تیز، غرض اس گاڑی کی ہر حرکت کے لئے

بہر حال مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی نے بندوں کو اختیار، ارادہ اور سمجھ دی ہے، جس سے وہ گناہ وثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ ثواب کے کام سے خدا راضی اور گناہ کے کام سے ناراض ہوتا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ص ۵۷ ہے: "بل نقول : ان العبد مختار مستطیع علی الطاعة والمعصية وليس بمجبور" انتهى۔[۱]

ڈرائیور اپنے وہ بیکار آلات گھمانا تو ضرور چاہتا ہے، مگر گاڑی کی کسی حرکت میں اس کے عمل کا کوئی اثر نہیں سوائے اس کے کہ گاڑی کا مالک گاڑی کو وہی حرکت دے دیتا ہے جو ڈرائیور کو مطلوب ہے، بس ایک اتصال اور معیت ہے جو ڈرائیور کی غیر مؤثر حرکات اور مالک کی مؤثر تدبیر میں پائی جارہی ہے، مالک نے ڈرائیور کو بتا رکھا ہے کہ گاڑی میں جن حرکات کا تم کسب کروگے وہ تم تو پیدا نہ کرسکوگے، مگر میں چاہوں گا تو پیدا کرتا رہوں گا، خواہ تمہارا وہ کسب ٹریفک کے قوانین کے موافق ہو یا خلاف۔ موافق ہوا تو تم سلامتی میں رہوگے، مخالف ہوا تو تم نقصان اٹھاؤگے، یعنی موافقت پر تمہیں انعام دیا جائے گا اور مخالفت پر سزا ملے گی، نیز ٹریفک کے قوانین بھی اسے اچھی طرح سے مالک نے بتلا دیئے ہیں، تو اس پوری کارروائی کا مقصد یہ ہے کہ ڈرائیور اپنی قدرت کو ہیچ سمجھے اور مالک کی عجیب وغریب قدرت کا مشاہدہ کرے، اس کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کرے، اور اس کی اطاعت کا امتحان لیا جائے، پس اطاعت پر اسے انعام ملے اور مخالفت پر سزا، اگرچہ ڈرائیور کی حرکات اس موافقت ومخالفت میں مؤثر نہ تھیں، بلکہ مؤثر مالک کی تدبیر ہی تھی، لیکن ڈرائیور نے جن غیر مؤثر حرکات کو اختیار کیا اس اختیار پر مالک نے اسے مجبور نہیں کیا تھا، لہذا گاڑی کی یہ حرکات جو ڈرائیور کے آزادانہ اختیار کے ساتھ وجود میں آئیں ان پر جزا وسزا کا دیا جانا عدل وانصاف کے خلاف نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح انسان کا کسب اللہ جل شانہ کے ارادے اور "قضاء" یعنی پیدا کرنے کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور کسب کے فی نفسہ غیر مؤثر ہونے کے باوجود انسان اس پر جزا وسزا کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ اسے کسب پر اللہ رب العالمین نے مجبور نہیں کیا تھا۔ (ماہنامہ "البلاغ" رجب ۱۴۲۵ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۴ء)

[۱]......شرح فقہ اکبر ص ۷۶۔

عقائد نسفی میں ہے: ’’والـلـه تعالی خالق لافعال العباد من الكفر والايمان والطاعة والعـصيـان ، وهـي اي افـعـال العباد كلها بارادته و مشيئته تعالى وتقدس وحكمه وقـضيته وللعباد افعال اختيارية يثابون بها ان كانت طاعة ‘ ويعاقبون عليها ان كانت معصية‘‘۔[۱]

فقط والله تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

---

[۱]......شرح عقائد نسفی ص۶۰ تا۶۴۔

نوٹ:...... صاحب فتاوی حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے اپنی ایک تصنیف ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' میں تقدیر کے موضوع پر ایک مختصر جامع تحریر لکھی ہے، اسے یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مرتب

تقدیر کا بیان

عن علی قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما منکم من احد اِلَّا وقد کتب مقعدہ من النّار و مقعدہ من الجنَّۃ ، قالوا : یا رسول اللّٰہ ! افلا نتکل علیٰ کتابنا وندع العمل ؟ قال : اعملوا ، فکلّ میسر لما خلق لہ ' اما من کان من اھل السَّعادۃ فَیُیَسِّرُہ لعمل السَّعادۃ ' وامَّا من کان من اھل الشَّقاوۃ فسَیُیَسِّرُہ لعمل الشَّقاوۃ ' ثمَّ قرأ ﴿ فامَّا من اعطیٰ و اتقیٰ و صدَّق بالحسنیٰ ﴾ ، الآیۃ ۔[۱] (متفق علیہ، [۲])

ترجمہ...... بخاری اور مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا مکان جنت اور دوزخ سے لکھ دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب یہی بات ہے تو ہم عمل کرنا چھوڑ دیں اور تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھیں رہیں؟ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: عمل کئے جاؤ اس لئے کہ ہر شخص کو وہی کام آسان معلوم ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو سعادت منداور نیک بخت لوگ ہیں انہیں نیک کام کرنے آسان ہیں، اور جو بدنصیب لوگ ہیں ان کے لئے برے کام میں آسانی رکھی گئی ہے، پھر حضور ﷺ نے قرآن شریف کی آیت

[۱]...... سورۃ اللیل، آیت نمبر: ۵/۶۔

[۲]...... بخاری ص ۷۳۸ ج ۲، باب قولہ فسنیسرہ للیسری ، کتاب التفسیر۔
مسلم ص ۳۳۴ ج ۲، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن الخ ، کتاب القدر۔

پڑھی کہ جس نے خیرات کی اور تقوی اختیار کیا اور دین اسلام کو سچا جانا اس پر ہم نیکی کی راہ آسان کردیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی کی اور دین اسلام کو اس نے جھوٹا سمجھا تو اس پر ہم کفر کی سخت راہ آسان کردیں گے۔

ف:...... صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مقابلہ میں عمل کرنا بیکار ہے، جو کچھ نوشتہ تقدیر ہے وہی ہوکر رہے گا۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: یہ تمہاری غلط فہمی ہے، عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں، اس واسطے کہ خدا نے عالم اور عالم کی ساری چیزوں کو پیدا کیا، اور اپنے علم کے موافق ہر چیز کا ایک اندازہ اور وقت مقرر کردیا، اور موافق اپنی حکمت کے بعضے چیزوں کو بعضے چیزوں کا سبب ٹھہرایا جیسے آنکھ بینائی کا سبب ہے اور کان شنوائی کا سبب ہے اور زہر موت کا سبب ہے، ایسے ہی رزق علم الٰہی میں مقدر اور مقرر ہے، لیکن محنت کرنا اور کمانا اس کا سبب ہے، ایسے ہی نیک عمل بہشت میں جانے کا سبب ہے اور بدعمل دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ غرض عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں۔

تقدیر پر چند اشکالات اور ان کے جوابات

آج کل عموماً لوگ تقدیر کے مسئلہ میں ناسمجھی سے کج بحثی کرتے رہتے ہیں، اور بالخصوص جدت پسند اور سائنس پرست نو خیز جنٹلمین اور نئی روشنی کے دلداہ اور عقل کی آنکھوں پر یورپ کی عینک لگا کر دیکھنے والے حضرات کا گروہ اس مسئلہ میں نہایت بے باکانہ گفتگو کرتا رہتا ہے، اس لئے مختصر طور پر عام لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے دو تین سوال و جواب عام فہم لکھے جاتے ہیں، بشرط انصاف اس میں غور کرنے سے تردد و خلجان دور ہوکر اطمینان پیدا ہونے کی امید ہے، ورنہ اس پر آشوب زمانہ میں کسی کا اسکات محض ممکن نہیں۔ و اللہ یھدی السبیل۔

سوال اوّل...... صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جائے گا۔[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا کوئی دخل دخولِ جنت اور نعمائے اخروی میں نہیں ہے۔

جواب...... حضور ﷺ کے فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمل کو جنت میں جانے کے لئے کوئی دخل ہی نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعمال پر مغرور ہوکر بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائے، بلکہ فضل خداوندی پر بھروسہ رکھے، گویا دخول کی علتِ تامہ و جزوِ اخیر فضل خدا ہے۔﴿ انَّ رحمة اللّٰه قريب مِّن المحسنين ﴾[۲] کی بنا پر یہ فضل بھی اعمال نیک ہی سے نصیب ہوتا ہے، تو عمل کو بھی فی الجملہ دخول جنت میں دخل ہوا۔

سوال دوم:...... صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنت ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آجاتی ہے اور یہ شخص دوزخی ہوجاتا ہے، ایسے ہی کبھی دوزخ ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آجاتی ہے تو آدمی جنتی ہوجاتا ہے۔[۳] اس سے معلوم ہوتا ہے

---

[۱]......عن جابر قال : سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول : لا یدخل احدا منکم عمله الجنة۔ (مسلم ص۳۷۷ ج۲، باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالی)

[۲]......سورۂ اعراف، آیت نمبر:۵۶۔

[۳]......عن ابن مسعود قال : حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو الصادق المصدوق : ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما نطفة ، ثم یکون علقة مثل ذلک ، ثم یکون مضغة مثل ذلک ، ثم یبعث الله الیه ملکا باربع کلمات فیکتب عمله واجله واکله ورزقه وشقی او سعید ؟ ثم ینفخ فیه الروح ' فوالذی لا اله غیره ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی ما یکون بینه و بینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل النار فیدخلها ' وان احدکم لیعمل بعمل اهل النار حتی ما یکون بینه وبینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخلها ،متفق علیه۔(مشکوٰۃ ص۲۰، باب الایمان بالقدر ، کتاب الایمان)

کہ عمل کو کچھ دخل نہیں۔

جواب:...... یہ غلبہ تقدیر کا تمام امورِ اختیاریہ میں واقع ہوا کرتا ہے، بعض وقت مرض کے لئے خوب علاج کرتے ہیں لیکن غلبۂ تقدیر سے مریض مرجاتا ہے، مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر اس میں خوب اہتمام اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں، بڑے بڑے ماہر طبیبوں اور ڈاکٹروں کو ایسے وقت ایک ذراسی امید پر بلاتے ہیں کہ مریض کی طرف سے قریب قریب مایوسی ہوجاتی ہے، تاہم خفیف سی امید کے سہارے پر بھی مجبوری سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے، تو اصل وجہ یہ ہے کہ اعتبار اکثری واقعات کا ہوتا ہے، اتفاقِ شاذہ پر حکم نہیں لگایا جاتا، لہذا سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ اتفاقی ہے، ورنہ اکثر جنتی سے جنت کے اعمال اور دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے رہتے ہیں، پس نعمائے اخروی اور دخولِ جنت کا

ترجمہ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ صادق ومصدوق ﷺ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ (پہلے) اس کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں وہ جما ہوا خون کا لوتھڑا بنتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ گوشت کا ٹکڑا ہوجاتا ہے، پھر خداوند تعالی اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار باتوں کے لکھنے کے لئے بھیجتا ہے، چنانچہ وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی موت کا وقت، اس کے رزق (کی مقدار) اور اس کا بدبخت ونیک بخت ہونا (خدا کے حکم سے اس کی تقدیر میں لکھ دیتا ہے) اور پھر اس کے بعد اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک آدمی جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا آگے آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے، اور دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے، اور تم میں سے ایک آدمی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا سامنے آتا ہے، اور وہ جنتیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے، اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (مظاہر حق ص ۱۵۸ ج ۱)

اکثر سبب اعمالِ صالحہ ہیں، جو بو کر کبھی یہ امید نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا، ایسے ہی اعمال بدکر کے یہ امید رکھنا شاید ہم کو جنت مل جائے یہ امید بے جا اور بے موقع ہے۔ ؎

گندم از گندم بروید جوز جو از مکافاتِ عمل غافل مشو ۱؎

سوال سوم......بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جائیں گے اور اگر دوزخ لکھی ہے تو دوزخ میں جائیں گے، محنت ومشقت، طاعات وعبادات سب بیکار ہیں۔

جواب......اگر یہی بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں اور کوششیں کی جاتی ہیں؟ کھانے کے لئے اس قدر اہتمام کرنا کہ بونا، جوتنا، کاٹنا، پیسنا، چھاننا، گوندھنا، پکانا، لقمہ بنا کر منہ میں لے جانا، چبانا، نگلنا وغیرہ سب فضول تکلیفیں ہیں، کچھ بھی نہ کرو، قسمت میں ہے تو آپ ہی آپ بن بنا کر پیٹ میں اتر جاوے گا، نوکری کیوں کرتے ہو؟ تجارت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کھیتی کی مصیبتیں کیوں جھیلتے ہو؟ سفر کی تکالیف کیوں برداشت کرتے ہو؟ یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو؟ ؎

رزق ہر چند بے گمان برسد لیک شرط است جستن از درہا ۲؎

اگر اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کرتے ہیں، پس جس طرح باوجود ثبوت تقدیر کے ان مسببات کے لئے تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، اسباب خاصہ جمع کئے جاتے ہیں، اسی طرح حصول درجات ودخول جنت کے لئے بھی اسباب یعنی اعمال صالحہ جمع کرنا ضروری ہے، ہاں اسباب کو اختیار کر کے مسبب (حصول جنت) کے مرتب ہونے کا اللہ تعالیٰ کے فضل

۱؎......گیہوں سے گیہوں اگتا ہے اور جو سے جو (اس لئے) عمل کے بدلہ سے غافل مت رہو۔

۲؎......روزی اگر چہ بغیر گمان کے ﴿من حيث لا يحتسب﴾ پہنچتی ہے، لیکن دروازوں سے اس کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

سے منتظر رہے، اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے مغرور نہ بیٹھے، اور بغیر اسباب (اعمال صالحہ) اختیار کئے ہوئے فضل خدا کا منتظر رہنا غرور اور شیطانی دھوکہ ہے، جیسے زمین میں تخم پاشی کر کے اگر انتظار ہو کہ اب خدا کے فضل سے غلہ پیدا ہوگا تو یہ امید ہے اور اگر تخم پاشی ہی نہ کرے اور اس ہوس میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہوگا تو یہ دیوانگی اور مسخرہ پن ہے، جس کا انجام حسرت اور افسوس کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوال چہارم……اور یہ اعتراض بہت ہی ارزاں ہے کہ ہر کس و ناکس اس سے متفع ہوتا ہے کہ صاحب ہم کیا کریں؟ ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے، اگر نیکی تقدیر میں لکھی ہوتی تو ہم نیکی کرتے، ہم تقدیر کے لکھے ہوئے پر مجبور ہیں۔

جواب……صاحبو! ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ ہم لوگ جس وقت گناہ کرتے ہیں کیا اسی ارادہ سے کرتے ہیں کہ چونکہ ہماری تقدیر میں لکھا ہوا ہے، لاؤ تقدیر کی موافقت کرلیں۔ ہر گز نہیں، بلکہ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر گناہ کرتے ہیں، اس وقت تو گناہ کی مدہوشی میں اس مسئلہ تقدیر کا ہوش بھی نہیں رہتا، جب شہوات اور خواہشات نفسانی کا نشہ سر سے اتر جاتا ہے اور گناہ سے فراغت ہوتی ہے تو فرصت میں ایسی تاویلیں سوجھتی ہیں، پھر اگر تقدیر کے نوشتہ پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں اعتماد نہیں ہوتا ہے؟ جب کوئی شخص ہمارا جانی یا مالی نقصان کرتا ہے تو ہم کیوں مارنے مرنے کو تیار ہوجاتے ہیں؟ یہی سمجھ لیا کریں کہ اس کا کیا قصور ہے، اس کی تقدیر میں مارنا لکھا تھا ہماری تقدیر میں مار کھانا لکھا تھا چلو چھٹی ہوگئی۔ نہیں کوئی ایسا نہیں کرتا، بلکہ جس طرح ہو سکے انتقام لیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ امور دنیوی اور مفاد ذاتی میں نوشتۂ تقدیر کا خیال بھی نہیں آنے دیتے، بلکہ منکر تقدیر بن جاتے ہیں، اور دینی کاموں میں شامتِ نفس سے اعمال

صالحہ چھوڑ کر سبب سے بڑھ کر تقدیر پر ہمارا ہی ایمان ہوتا ہے، یہ صریح دھوکہ شیطانی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر حق ہے۔ خداوند کریم نے اپنے وسعت علم سے معلوم فرما کر ہر چیز کا وقت اور ہر کام کا ایک انداز مقرر فرما دیا ہے، نیکی اور بدی سب کچھ لکھ دی گئی ہے، لیکن انسان کو اس نوشتہ کا علم نہیں دیا گیا۔ اب انسان جو کچھ نیکی بدی کرتا ہے اپنے اختیار سے دیدہ و دانستہ کرتا ہے، تقدیر کے نوشتہ سے مجبور ہو کر نہیں کرتا؟ اسی بنا پر نیکی کر کے ثواب کا امیدوار رہتا ہے، ملازمت کے بعد تنخواہ پانے کا مستحق سمجھتا ہے، خون کرنے سے پھانسی دیا جاتا ہے، چوری ڈکیتی وغیرہ جرائم کا ارتکاب کرنے سے اس کے موافق حکام دنیا کی طرف سے اپنے کیفر کردار کو پہنچایا جاتا ہے، یہ سارے قوانین آسمانی یا عقول انسانی کے مقرر کردہ ہیں، مجرم بھی اسے حکام کا ظلم نہیں سمجھتا، بلکہ انصاف ٹھہراتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں عدالت میں کوئی مجرم نوشتہ تقدیر کو پیش نہیں کر سکتا، بلکہ جرم با اختیار خود کرنے کی وجہ سے سر تسلیم خم کرتا ہے، حالانکہ یہ ساری باتیں بھی اس کی تقدیر میں لکھی ہوتی ہیں، لیکن جرم کا ارتکاب اپنے ارادہ اور پورے اختیار سے کیا ہے، اس لئے قوانین شرعی اور آئین ملکی کی رُو سے وہ سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ یہی حال تقدیر کا ہے۔ خوب غور کرو، اس سے زیادہ تقدیر کی باریکی سمجھنے کی فکر کرنا اور اس کی کنہ کی ٹوہ میں لگا رہنا اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت میں پھنسانا ہے، اس واسطے کہ تقدیر کی باریکی دریافت کرنا عقول انسانی سے خارج ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: اندھیری

۱؎......سأل رجل عن علی بن ابی طالب فقال: اخبرنی عن القدر؟ قال: طریق مظلم لا تسلکه، وأعاد السوال فقال: بحر عمیق لا تلجه، فأعاد السوال فقال: سر الله قد خفی علیک فلا تفتشه۔ (مرقاۃ ص۱۴۵ ج۱)

ترجمہ......ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ: مجھے تقدیر کے بارے میں کچھ بتلاؤ! تو

رات میں سمندر میں مت گھس ۱؎ یعنی یہ مبحث ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، انسان کی عقل نارسا اس کا بھید نہیں پاسکتی ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار — کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار ۲؎

آپ نے فرمایا: یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ اس شخص نے پھر یہی سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ ایک گہرا دریا ہے اس میں نہ اترو۔ وہ شخص نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا تو آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خدا کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس لئے اس کی تفتیش میں مت پڑو۔

(مظاہر حق ص۱۵۶ ج۱)

۲؎......اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں اس طرح غرق ہوئیں کہ کوئی تختہ باہر نہیں آیا۔

(تالیفات مرغوب ص۱۷۰)

باب رد البدعات

بدعت کیا ہے؟

(۴۱): س...... جو افعال نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، کیا وہ ہمارے لئے جائز ہیں؟ بدعت کیا چیز ہے؟ کیا فعل ہے؟

ج:...... حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: شرعی اعمال وافعال اپنی موجودہ شخصی صورتوں میں آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوں یا ان کی اصل قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں موجود ہو تو وہ سنت یا مستحب ہیں۔ ۱؎

اور جو افعال واعمال کہ نہ شخصی صورت میں ثابت ہوں اور نہ ان کی اصل موجود ہو اور ان کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہیں۔ ۲؎ مثلاً تیجا یعنی تیسرے دن کی ایصال

۱؎...... وقد تطلق السنة فى اصطلاح المحدثين : على ما دل عليه دليل شرعى سواء كان ذلك فى الكتاب العزيز أوعن النبى صلى الله عليه وسلم أو اجتهد فيه الصحابة ۔

(السنة ومكانتها فى التشريع الاسلامى ص۴۸)

محدثین کی اصطلاح میں سنت کا اطلاق ہر اس عمل پر ہوتا ہے، جس کا ثبوت دلیل شرعی کتاب اللہ یا نبی پاک ﷺ کی حدیث میں ہو یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا ہو۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

والسنة هى الطريق المسلوك فيشمل ذلك التمسك بما كان عليه هو وخلفاء الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال ، وهذه السنة الكاملة۔

سنت اس راہ کا نام ہے جس راہ پر چلا جائے اور یہ اس راہ کا تمسک ہے جس پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم عامل تھے، عام اس سے کہ وہ اعتقادات ہوں یا اعمال واقوال، اور یہی سنت کاملہ ہے۔ (جامع العلوم والحکم ص۱۹۱ ج۱۔ راہ سنت ص۳۱)

۲؎...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بدعت کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

ثواب کے لئے تعیین کی جائے اور اس تعیین کو شرعی چیز قرار دیا جائے اور تعیین نہ کرنے والے کو وہابی بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہے۔واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

الجواب صحیح — محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مرغوب احمد — وارد حال رنگون

اذان علی القبر

(۴۲):س......قبر میں مردہ کو دفن کے بعد اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: خیر رملی نے حاشیہ بحر میں اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے فتاوی میں لکھا ہے کہ: بعض شافعیہ نے اذان قبر کو اذان مولود پر قیاس کر کے مسنون لکھا ہے، لیکن علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح عباب میں اس کو رد کیا ہے۔[1]

"والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق و تطلق فى الشرع فى مقابل السنة فتكون مذمومة"۔(فتح الباری ص۲۱۹ ج۴، کتاب صلوۃ التراویح)

بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو، اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، لہذا وہ مذموم ہی ہوگی۔(راہ سنت ص۷۷)

" ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما و صراطا مستقيما "۔

بدعت وہ امر ہے جس کو ایک قسم کے شبہ اور استحسان کے ساتھ اس حق کے خلاف ایجاد کیا جاوے جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے، خواہ وہ از قسم علم ہو یا عمل یا حال اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم قرار دے لیا جاوے۔(شامی ص۵۲۵ ج۱، باب الامامة۔فتاوی رحیمیہ ص۳۳۹ ج۱۰)

[1]......وفى حاشية البحر للخير الرملى : رأيت فى كتب الشافعية انه قد يسن الاذان لغير الصلوة كما فى اذان المولود ' الخ ، قيل وعند انزال الميت القبر قياسا على اول خروجه للدنيا ، لكن رده ابن حجر فى شرح العباب۔(شامی ص۵۰ ج۲، مطلب: فى المواضع التى يندب لها الاذان ، الخ)

اورعلامہ شامی نے ''کتاب الجنائز'' میں لکھا ہے: قد صرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعۃ۔ ۱؎

''درر البحار'' میں ہے:

''من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن'' انتهی۔ ۲؎

لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

رسم فاتحہ خوانی

(۴۳): س...... رسم فاتحہ خوانی جو آج کل مولویوں ملاؤں وغیرہ کو بلا کر ادا کی جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کیا طریقہ ہے؟

(۲)...... تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ رسموں میں ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟ اور چالیسواں وغیرہ کے ختم کے ساتھ ساتھ کھانا بھی کھلایا جاتا ہے، اس کھانے کے کون لوگ حقدار ہیں؟

(۳)...... بہشتی زیور چھٹے حصہ کے تیسرے باب میں فاتحہ خوانی وغیرہ رسموں کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے جو اظہار خیال کیا ہے وہ درست ہے؟ اور مولانا موصوف کا رسالہ ''اصلاح الرسوم'' شرعی احکام کے مطابق ہے؟

ج:...... حامدا ومصليا، الجواب وبالله التوفيق: ایصال ثواب فی ذاتہ جائز اور مستحسن ہے۔ اس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ کوئی عبادت بدنی یا مالی خالصۃ للہ ادا کی جائے، مثلاً نماز نفل ادا کی جائے، یا نفل روزہ رکھا جائے، تلاوت قرآن مجید کی جائے، یا بقدر استطاعت

۱؎...... شامی ص ۱۴۱ ج ۳، مطلب: فی دفن المیت۔

۲؎...... المنہاج الواضح ص ۲۲۶۔ فتاوی رحیمیہ ص ۲۰۶ ج ۶۔

صدقہ خیرات کیا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ الٰہ العالمین! میں نے جو یہ عبادت تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے خاص تیرے واسطے کی ہے، اس کا وہ ثواب جو تو نے اپنے فضل سے دینے کا وعدہ فرمایا ہے، فلاں شخص کو پہنچا دے۔ [۱]

اس میں کسی تاریخ یا کسی خاص چیز یا کسی خاص وقت کی قید نہیں، اور نہ کسی مولوی ملا کو بلا کر فاتحہ پڑھوانے کی ضرورت ہے۔

(۲)...... تیجا، دسواں، چالیسواں معینہ تاریخوں پر مخصوص طور پر ادا کرنا اور خاص طریقے پر ختم پڑھوانا بے ثبوت ہے۔ [۲]

۱......صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ أو صوما أو صدقۃ أو غیرھا " الخ ، وفی البحر : من صام أوصلی أو تصدق و جعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ، ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

(شامی ۱۵۱ص ج ۳، مطلب : فی القراء ۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ)

۲......علامہ امیر ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" مما احدثہ بعضھم من فعل الثالث للمیت وعملھم الا طعمۃ فیہ حتی صار عندھم کأنہ امر معمول بہ "۔

بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ میت کے تیجہ پر طعام تیار کرتے ہیں، اور یہ ان کے نزدیک معمول بہ کام بن گیا ہے۔ (مدخل ص ۲۷۵ ج ۳۔ راہ سنت ص ۲۶۲)

ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

"عما یعمل یوم ثالث من موتہ من تھیئۃ اکل واطعامہ للفقراء وغیرھم وعما یوم السابع" الخ ،

میت کے تیسرے دن فقراء وغیرہ کے لئے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتویں دن، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

" جمیع ما یفعل مما ذکر فی السوال من البدع المذمومۃ "۔

کھانا ایصال ثواب کے لئے کھلائے تو وہ صدقہ ہے۔ایسے کھانے کے مستحق فقراء و مساکین ہیں۔صاحب نصاب کوصدقہ کا کھانا کھلانا اوراس کا کھانا درست نہیں۔[۱]

(۳)......"بہشتی زیور" اور"اصلاح الرسوم" میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے

سوال میں جتنی چیزیں ذکر کی گئی ہیں،وہ سب کی سب بدعات مذمومہ ہیں۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

" قال فی بزازیة : ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع "۔

بزازیہ میں ہے: اہل میت کے یہاں پہلے دن،تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیارکرنا مکروہ ہے۔(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۳۹۔فتاوی رحیمیہ ص۳۹۵ج۱۰)

امام نووی رحمہ اللہ شرح منہاج میں تحریر فرماتے ہیں:

" واتخاذ الطعام فی الایام المصیبة کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشهر السادس والسنة بدعة "۔

خاص ایام میں کھانا کھلانے کا رواج ،جیسے تیجہ کے دن اور پانچویں ،نویں، دسویں، بیسویں، چالیسویں دن، نیز ششماہی اور برسی یہ سب بدعت ہے۔(شرح منہاج۔فتاوی رحیمیہ ص۳۹۶ج۱۰)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تحریرفرماتے ہیں:

" قرر اصحاب مذهبنا من انه یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع "۔

ہمارے مذہب حنفی کے حضرات فقہاء نے اس بات کوثابت کردیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اوراسی طرح ہفتہ کے بعد طعام تیارکرنا مکروہ ہے۔(مرقاۃ ص۴۸۲ج۵۔راہ سنت ص۲۶۵)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمہ اللہ وصیت نامہ میں تحریرفرماتے ہیں:

"وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسی ہیچ نہ کنند"۔

میرے انتقال کے بعد دنیوی رسوم جیسے دسواں،بیسواں، چالیسواں،ششماہی اور برسی نہ منائی جائے۔(مالابدمنہ،وصیت نامہ ص۱۶۰۔فتاوی رحیمیہ ص۳۹۶ج۱۰)

[۱]......"وبہتر آنست کہ ہرچند خواہند خوانندہ وثواب آں بمیت رسانند وطعام را بہ نیت تصدق بفقراء خورانند وثوابش نیز باموات رسانند"۔(مجموعۃ الفتاوی علی ہامش خلاصۃ الفتاوی ص۱۹۵ج۱،امجداکیڈمی لاہور)

فاتحہ خوانی کی رسم اور دوسری رسموں کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ صحیح اور اسلامی تعلیم کے موافق ہے۔[۱] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

فاتحہ خوانی

(۴۴):س......میت کو جنازہ میں رکھ کر اور نماز جنازہ سے فراغت پر اور دفنانے کے بعد واپسی پر قبرستان کے دروازہ پر اور میت کے مکان پر فاتحہ خوانی کا رواج کیسا ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: فاتحہ مروجہ فی السوال کا ثبوت نہ اصول شرعیہ سے ثابت ہوتا ہے اور نہ فروعات فقہیہ سے کہیں پتہ چلتا ہے۔ یہ صرف فاتحہ خوانوں کی ایجاد ہے، اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو داخل فی الدین سمجھ لیا اور اس کے ساتھ اعتقاداً و عملاً معاملہ ضروریات دین کا سا کرنے لگے، جس سے اعمال تو خراب تھے ہی عقائد بھی فاسد ہو گئے۔

احناف کے مسلمہ اصول سے یہ ہے کہ جس امر مستحب کے ساتھ لوگ اعتقاداً یا عملاً معاملہ واجب کا سا کرنے لگیں اس مستحب کا ترک ضروری ہے، [۲] چہ جائیکہ وہ امر فی حد

---

[۱]......دیکھئے بہشتی زیور ص۲۷۴ حصہ ۶، تیسرا باب، ان رسموں کا بیان جن کو لوگ ثواب اور دین کی بات سمجھ کر کرتے ہیں۔ فاتحہ کا بیان۔ اصلاح الرسوم، چوتھی فصل تیسرا باب: مرنے کے بعد کی رسمیں۔

[۲]......مستحب کی ادائیگی میں اتنا غلو نہ ہو کہ لوگ اسے واجب سمجھنے لگیں۔ فقہاء نے امر مندوب و مستحب پر اصرار کو منع لکھا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”وفیہ ان من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصرّ علی بدعۃ أو مکروہ“۔(مرقاۃ ص۳۵۳ ج۲)

یعنی جو کوئی امر مندوب یا مستحب پر ایسا اصرار کرے کہ اس کو واجب اور لازم کر لے اور کبھی جواز اور رخصت پر عمل نہ کرے، تو بیشک ایسے شخص کو گمراہ کرنے میں شیطان کامیاب ہو گیا، جو شخص بدعت یا فعل مکروہ پر اصرار کرے گا اس کا کیا حکم ہوگا؟

ذاتہ مستحب اور مباح بھی نہ ہو، بلکہ علماء اعلام کی تحریرات معتبرہ سے اس کا بدعت ہونا مستفاد ہوتا ہو، لہذا اسکا ترک ضروری ہے۔ ۱؎ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا کہ: کسی امر مستحب کو اس کے مرتبہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے: ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبته۔

(مجمع البحار ص۲۲۴ ج۲۔ ماخوذ از: فتاوی رحیمیہ ص۳۶ ج۳)

"کل مباح یؤدی الیه (الی الوجوب) فمکروہ"۔

(شامی ص۵۹۸ ج۲، مطلب : فی سجدة الشکر ، آخر باب سجود التلاوة)

نبی پاک ﷺ سے وتر کی نماز میں سورۂ اعلی، کافرون، اخلاص پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح جمعہ و عیدین میں سورۂ اعلی وغاشیہ پڑھنا ثابت ہے، اس لئے ان سورتوں کو ان نمازوں میں پڑھنا چاہئے، مگر فقہاء فرماتے ہیں: ان سورتوں پر ایسا دوامی عمل نہ ہو کہ عوام کا اعتقاد اس کے وجوب کا ہوجائے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" (والسنة السور الثلاث) أی الاعلی والکافرون والاخلاص ' لکن فی النهایة : ان التعیین علی الدوام یفضی الی اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا یجوز ' فلو قرأ بما ورد به الآثار أحیانا بلا مواظبة یکون حسنا "۔ (شامی ص۴۴۱ ج۲، باب الوتر والنوافل، مطلب : فی منکر الوتر والسنن)

"(ویقرأ کالجمعة) أی کالقرائة فی صلوة الجمعة ، لما روی ابو حنیفة انه صلی الله علیه و سلم کان یقرأ فی العیدین و یوم الجمعة الاعلی والغاشیة کما فی الفتح ، وقال فی البدائع : فان تبرک بالاقتداء به صلی الله علیه وسلم فی قراء تهما فی اغلب الاوقات فحسن لکن یکره ان یتخذهما حتما لا یقرأ فیها غیرهما"۔ (شامی ص۵۵ ج۳، باب العیدین ، مطلب : امر الخلیفة لا یبقی بعد موته)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو نقل فرما کر طیبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: عن عبد الله بن مسعود قال : لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوته ' یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه ' لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم کثیرا ینصرف عن یساره " متفق علیه۔ (مشکوة ص۸۷، باب الدعاء فی التشهد ، الفصل الاول)

۱؎....." وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها وجه الله تعالی"۔

(شامی ص۱۴۸ ج۳، مطلب: فی کراهة الضیافة من اهل المیت)

قرآن خوانی

(۴۵):س......زید کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے دن قبر پر جا کر قرآن خوانی کرنا اور واپس آ کر کچھ کھانا وغیرہ کھلانا اور چالیسواں کرنا مفید ہے، اس سے مردہ کی روح خوش ہوتی ہے۔اور عمر کا عقیدہ ہے کہ قبر پر جا کر زیارت کرنا سنت ہے، اور قرآن پڑھنا قبر پر جا کر یا گھر میں یا مسجد میں سب برابر ہے، لہذا زید اور عمر میں مذہب حنفی کے لحاظ سے کس کا عقیدہ حق پر ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: عمر کا قول زیادہ صحیح ہے اور قابل اعتقاد اور قابل عمل ہے۔عوام کا یہ خیال ہے کہ قبر پر جا کر پڑھنے میں ثواب بہ نسبت اس کے کہ اپنی جگہ پڑھ کر ثواب پہنچایا جاوے زیادہ ہے، یہ خیال محض بے اصل ہے، جیسا قبر پر جا کر پڑھنا موجب ثواب ہے ایسے ہی اپنی جگہ پڑھ کر ثواب پہنچانا ثواب کے اعتبار سے دونوں صورتیں برابر ہیں۔ہاں قبر پر جا کر کوئی سورت ﴿ قل هو الله احد ﴾ یا سورۂ فاتحہ وغیرہ سورتوں کو پڑھنا جائز اور باعث فائدۂ میت ہے، اس میں زیارت قبور کا ثواب بھی ملے گا اور پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا۔

یعنی یہ سارے افعال محض دکھاوے اور نام ونمود کے لئے ہوتے ہیں، لہذا ان افعال سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ صرف شہرت اور نام ونمود کے لئے ہوتے ہیں، رضائے الہی مطلوب نہیں ہوتی۔

" ولم يكن من هديه صلى الله عليه وسلم ان يجتمع العزاء ويقرأ له القرآن لا عند قبره ولا غيره وكل هذه بدعة حادثة مكروهة "۔

(زاد المعاد ص ۵۲۷ ج ۱، فصل فی هديه صلی الله عليه وسلم فی زيارة القبور)

یعنی آنحضرت ﷺ کی یہ عادت نہیں تھی کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں اور یہ کہ میت کے لئے قرآن پڑھے نہ تو میت کی قبر کے پاس اور نہ دوسری کسی جگہ، یہ تمام باتیں بدعت ہیں، ایجاد کردہ ہیں، مکروہ ہیں۔(فتاوی رحیمیہ ص ۷۰ ج ۱۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ پنج شنبہ، جمعہ وشنبہ کو اگر کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم ہوتا ہے۔ ۱؎ ایصال ثواب کے لئے دن اور تاریخ کا مقرر کرلینا جیسے تیجہ، دسواں، ششماہی، برسی یہ رسومات اہل ہنود کی ہیں جو بے اصل ہیں۔ اور مسلمانوں میں ہندوؤں کے میل جول سے یہ رسومات آگئی ہیں۔ ۲؎

۱؎......قال فی شرح لباب المناسک : الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس، فقد قال محمد بن واسع : الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده۔

(شامی ص۱۵۰ ج۳، مطلب: فی زیارۃ القبور)

۲؎......مشہور مؤرخ علامہ بیرونی لکھتے ہیں:

''اہل ہنود کے نزدیک جو حقوق میت کے وارث پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ضیافت کرنا اور یوم وفات سے گیارہویں اور پندرہویں روز کھانا کھلانا، اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے، اسی طرح اختتام سال پر بھی کھانا کھلانا ضروری ہے۔ نو دن تک اپنے گھر کے سامنے طعام پختہ وکوزہ آب رکھیں، ورنہ میت کی روح ناراض ہوگی اور بھوک وپیاس کی حالت میں گھر کے اردگرد پھرتی رہے گی، پھر عین دسویں دن میت کے نام پر بہت سا کھانا تیار کرکے دیا جائے اور آب خنک دیا جائے، اور اسی طرح گیارہوں تاریخ کو بھی۔ نیز لکھا ہے کہ ماہ پوس میں وہ حلوا پکا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ برہمن کے کھانے پینے کے برتن بالکل علیحدہ ہوں''۔ (کتاب الہند ص۲۷۰و۲۷۲۔ راہ سنت ص۲۶۰)

مشہور نومسلم عالم (جو پہلے پنڈت تھے) مولانا عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''برہمن کے مرنے کے بعد گیارہواں دن اور کھتری کے مرنے کے بعد تیرھواں دن اور ویش یعنی بنئے وغیرہ کے مرنے کے بعد پندرہواں یا سولہواں دن اور شودر یعنی بالدہی وغیرہ کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ازاں جملہ ایک چھ ماہی کا دن ہے یعنی مرنے کے بعد چھ مہینے۔ ازاں جملہ برسی کا دن ہے، اور ایک دن گائے کو بھی کھلاتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک دن سدھ کا ہے۔ مردے کے مرجانے سے چار برس پیچھے۔ ازاں جملہ اسوج کے مہینے کے نصف اول میں ہر سال اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں، لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا، اس تاریخ میں ثواب پہنچانا ضرور جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سرادھ ہے، اور جب سرادھ کا کھانا تیار ہوجائے تو اول اس پر پنڈت

ہمارے زمانہ میں ان تاریخوں پر سخت التزام ہوگیا ہے، اگر کوئی ان تاریخوں میں ان اعمال کو نہ کرے تو نشانۂ ملامت بنتا ہے، جس کے سبب سے دو خرابیاں سخت پیدا ہوگئی ہیں: ایک تو یہ کہ عوام کا اعتقاد خراب ہوگیا، وہ خدا جانے ان تاریخوں کے اعمال کو کیا سمجھنے لگے؟ سنت یا مستحب یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ دوسرے یہ کہ بعض لوگ جو ان اعمال کی اصلیت سے ناواقف ہیں اور ان کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہیں آئی محض خوف ملامت سے ان اعمال کو کرتے ہیں اس سے مقصود خوشنودی الٰہی نہیں ہوتی۔ بیچاروں سے جس طرح ممکن ہو قرض لے کر جو دستور ہوتا ہے کرنا ہی پڑتا ہے۔ علاوہ ان سب خرابیوں کے جس چیز کو شریعت نے ہم پر لازم نہیں کیا اس کو لازم سمجھ لینا یہ خود ہی کیا کم بدعت ہے۔ زمانہ کی یہ حالت دیکھ کر یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان تعینات کو اٹھا دینے کی کوشش کی جائے اور اصلی حالت ان اعمال کی ظاہر کردی جائے کہ یہ نہ سنت ہیں اور نہ مستحب۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ''سراج'' سے ناقل ہیں کہ یہ تمام افعال لوگوں کو دکھانے، سنانے کو ہوتے ہیں، خدا کی خوشنودی ان سے مقصود نہیں ہوتی، لہذا ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ [۱]

چند لوگوں کو مقرر کردینا کہ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھا کریں اور اس کا ثواب میت کو بخشا کریں جائز ہے، بشرطیکہ قبر پر بیٹھنا صرف اس غرض سے ہو کہ قرآن مجید

کو بلوا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں اکھشر من کہلاتا ہے اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہے۔ (تحفۃ الہند ص ۹۱۔ راہ سنت ص ۲۶۱)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہندوستان میں خاص یہ رسم سیوم کی ہے، اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ سو یہ ہنود کے تیجہ کو دیکھ کر وضع ہوا ہے۔ (البراہین القاطعہ ص ۱۱۱۔ راہ سنت ص ۲۶۱)

[۱] ...... '' وهذه الافعال كلها للسمعة و الرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى''۔

(شامی ص ۱۴۸ ج ۳، مطلب : فی کراهة الضيافة من اهل الميت)

پڑھنا التزام واطمینان کے ساتھ ہوجایا کرے۔(الدر المختار ورد المحتار)

والله تعالی اعلم وعلمه احكم و اتم

فاتحہ خوانی کے لئے ضیافت کرنا

(۴۶):س......لوگوں کو ضیافت کی دعوت دے کر بلانا اور قرآن شریف پڑھانا اس کے بعد ایک ایک آنہ پیسہ دینا، بعد اس کے کھانا کھلانا داعی و مدعو لوگوں کو۔ یہ افعال از روئے شرع جائز ہیں یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصليا، الجواب وبالله التوفيق:قرآن شریف کی اجرت مقرر کر کے پڑھنا ناجائز ہے، اور اجرت مقرر نہ کی لیکن لینے دینے والے اس پیسے کو پڑھنے ہی کا معاوضہ سمجھتے ہوں تو یہ بھی بوجہ اجرت قرآن کی مشابہت کے ناجائز ہے۔

فی"شرح الوقاية":

"والاصل عندنا انه لا يجوز الاجارة على الطاعات والمعاصی" انتهی۔[۱]

فی المشكوة عن بريدة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن يتاكل به الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم، رواه البيهقی۔[۲]

برکت کے لئے قرآن شریف پڑھنا جائز ہے، لیکن موجودہ رواجی فاتحہ بے اصل اور

---

[۱]......شرح وقایہ اخرین ص۳۰۲، باب الاجارة الفاسدة۔

[۲]......مشکوۃ ص۱۹۳، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث۔

ترجمہ:......حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم اس نیت سے پڑھے کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے کمائے، یعنی قرآن کریم کو دنیاوی فائدہ کے لئے وسیلہ بنائے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھ کر آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی ہوگا، اس پر گوشت نہیں ہوگا۔(مظاہر حق ص۴۵۶ ج۲)

بدعت ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ

(۴۷): س......زید کی اہلیہ انتقال کرگئی، تیسرے روز مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن خوانی ہوئی اور کھانا کھلایا گیا۔ پڑھنے والے صاحبوں میں سے بعضوں نے اس وجہ سے نہیں کھایا کہ یہ حق غرباء ومساکین کا ہے۔ یہ دعوت کا کھانا بہتر ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: ایصال ثواب کے لئے تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی وغیرہ دن اور تاریخ کا مقرر کرنا محض بے اصل ہے اور بغیر کسی غرض صحیح کے ناجائز ہے۔ ''شرح سفر السعادۃ'' میں اس اجتماع خاص کو جو سیوم کے دن ہوتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بدعت وحرام لکھا ہے۔ [۱]

ہمارے زمانہ میں ان تاریخوں پر سخت التزام ہوگیا ہے، اگر کوئی شخص ان تاریخوں میں ان اعمال ورسومات کو نہ کرے تو نشانۂ ملامت بن جاتا ہے۔ جس چیز کو شریعت نے ہم پر لازم نہیں کیا اس کو لازم سمجھ لینا یہ خود بدعت سیئہ قبیحہ ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ ''سراج'' سے ناقل ہیں کہ یہ تمام افعال محض خوف ملامت سے لوگوں کو دکھلانے اور سنانے کو ہوتے ہیں، خدا کی رضامندی ان سے مقصود نہیں ہوتی، لہذا ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔ [۲]

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اپنے اعمال یا عبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں جیسے

---

[۱]......وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گورونہ غیر آں وایں مجموع بدعت است ومکروہ۔ (شرح سفر السعادۃ ص ۲۷۳)

[۲]......وھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجه اللہ تعالی۔

(شامی ص ۱۴۸ ج ۳، مطلب: فی کراھة الضیافة من اھل المیت)

صدقہ وطعام وخیرات غرباء ومساکین کو دی جائیں یا بدنی ہوں جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید وغیرہ عبادات کا ثواب دوسرے کو بخشا جائے تو خداوند کریم اپنے فضل سے ان عبادات وخیر خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ ۱؎ اور ایصال ثواب کا کھانا غیر مستحقین ومالداروں کو کھانا نا مناسب ہے، ناجائز نہیں۔ واقعی حق دار مساکین وفقراء ومحتاجین ہیں۔ ۲؎ جن لوگوں نے یہی سمجھ کر کہ یہ مساکین کا حق ہے کھانا نہیں کھایا انہوں نے بہتر کیا۔ عوام لوگوں نے ان رسومات کو مستحب یا سنت یا اس سے بھی زیادہ ضروری سمجھ لیا ہے، لہذا زمانے کی موجودہ حالت اور ان رسومات غیر ضروریہ پر شدت سے التزام کو دیکھتے ہوئے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان تعینات وقیودات کو عوام کے اعتقادات کی

۱؎..... صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للا نسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ أو صوما أو صدقۃ أو غیرھا '' الخ ، وفی البحر : من صام أو صلی أو تصدق و جعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ، ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

(شامی ۱۵۱ص ج ۳، مطلب : فی القرائۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ)

۲؎..... عن عبد اللہ بن عمرو قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لِذِی مِرَّۃ سَوِی۔ (مشکوۃ ص ۱۶۱، باب من لا تحل لہ الصدقۃ ، کتاب الزکوۃ ، الفصل الثانی)

ترجمہ..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: نہ تو غنی کے لئے زکوۃ کا مال لینا حلال ہے اور نہ تندرست وتوانا کے لئے۔ (مظاہر حق ص ۲۲۵ ج ۲)

حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''واگر محض برائے ایصال ثواب یا رواج ایشاں می خورانند فقیر را باید خورانیدن''۔

(مأۃ مسائل ص ۹۶/۹۴)

اگر محض ایصال ثواب کے لئے رواج کی وجہ سے ان کو کھلاتے ہوں تو فقیروں کو کھلانا چاہئے۔

''وبہتر آنست کہ ہر چند خواہند خوانندہ وثواب آں بمیت رسانند وطعام را بہ نیت تصدق بفقراء خورانند وثوابش نیز باموات رسانند''۔ (مجموعۃ الفتاوی علی ہامش خلاصۃ الفتاوی ص ۱۹۵ ج ۱، امجد اکیڈمی لاہور)

حفاظت کے لئے اٹھا دینے کی کوشش کی جائے ،اور اصلی حالت ان اعمال کی ظاہر کردی جائے کہ یہ نہ سنت ہیں نہ مستحب، نیک نیتی سے بدون نام ونمود کے مباح ہیں۔

ایصال ثواب کا طریقہ

(۴۸):س......میت کے لئے سیوم، پنجم، ہفتم، چہلم وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفيق: ایصال ثواب جائز و مستحسن ہے، مگر اس کے لئے تیسرے، پانچوے، ساتوے، چالیسوے دن کی تخصیص کرنا اور انہیں ایام میں ایصال ثواب کو لازم سمجھنا بے اصل اور بدعت ہے۔ایصال ثواب کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جو چیز جس وقت میسر ہو خالصا اللہ ثواب کی نیت سے صدقہ کردی جائے، یا نفلی نماز، نفلی روزہ خاص اللہ کے لئے ادا کر کے یا تلاوت قرآن مجید کر کے کسی کو ثواب بخش دیا جائے۔

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم

صح الجواب کتبہ:

مرغوب احمد محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہ

شب برائت میں مسجد کو روشن کرنا

(۴۹):س......شب برائت میں مسجد میں بجلی کی کافی روشنی ہوتے ہوئے مسجد کے برآمدہ کھڑکی، سیڑھی، دروازے وغیرہ پر چار چار انگشت فاصلہ سے عبادت سمجھ کر موم بتی جلانا اور یہ کہنا کہ یہ میرا دیہ بتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو عبادت سمجھنا شرک ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفيق:مبارک راتوں میں مساجد میں زیادہ چراغاں وروشنی کرنا شرعا ناجائز و بدعت ہے۔اہل ہند نے ان ناجائز رسومات کو ہندوؤں سے لیا ہے، پھر باوجود بجلی کی کافی روشنی کے چار چار انگشت کے فاصلہ پر موم بتی جلانا

اسراف میں داخل ہے، اور عبادت سمجھ کر جلانا یہ نہایت قبیح بدعت و رسم شرکیہ ہے جو آتش پرستوں کی ایجاد ہے۔ جو مسلمان اس رسم کو عبادت سمجھ کر کرے وہ شرکیہ رسومات کا مرتکب ہوتا ہے، جو ایک موحد مسلم کو کسی طرح زیبا نہیں، خالص دل سے توبہ ضروری ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

شب برائت میں چراغ سلگانا

(۵۰):س......شب برائت میں مکانوں اور مرگھٹوں میں چراغ اور شمع سلگانا جائز ہے یا نہیں؟ نہیں تو کیوں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: ناجائز و بدعت ہے۔ اس میں فضول خرچی کے علاوہ ہندو و بت پرستوں کی رسم کا جاری کرنا ہے جو بلاضرورت شرعا ممنوع ہے۔ (مجالس الابرار)۔[۱] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

محرم میں شربت وغیرہ پلانے کا حکم

(۵۱):س......محرم میں شربت وغیرہ پلانا وکھلانا اور یتیم وغریبوں کو خیرات دینا شرعا کیسا ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: محرم کی دسویں تاریخ یعنی عاشورے کے روز میں شرع میں صرف اتنی بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس روز اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں خوب کشادگی کرے، سال بھر تک اس کی روزی میں برکت ہوتی ہے، لہذا عاشورے کے روز کوئی شخص غریب محتاج، مسکینوں کو کھانا کھلاوے تو

---

[۱]......ان اسراج السرج الکثیرۃ لیلۃ البرائۃ فی السکک والاسواق بدعۃ ، کذا فی المساجد۔ (مجالس الابرار ص۱۶۵، مجلس ۲۴۔ مجالس ابرار اردو ص ۲۱۱)

یہ بات شرعاً جائز ہے[۱] اوراس دن میں یا پورے عاشورے میں شربت وغیرہ تقسیم کرنا اور یہ سمجھنا کہ شربت یہاں سے شہیدوں کو پہنچتا ہے، یہ خیال فاسد ہونے کے علاوہ اس میں تشبہ بالروافض ہے جو قابل ترک ہے۔غرض محرم کی رسومات ادا کرنا شرعا بدعت و ناجائز ہے۔واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

عید میلا دالنبی کے جلسے جلوس کا شرعی حکم

(۵۲):س......عید میلا دالنبی میں جلسے کرنے اور جلوس نکالنا کیسا ہے؟ اور جلوس کی شرکت کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: عید میلا دالنبی یعنی رسول اللہ ﷺ کے یوم ولادت کی خوشی میں سیرت کے جلسے کرنا اوران جلسوں میں حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کے صحیح واقعات، آپ ﷺ کے فضائل ومحامد ومناقب وکمالات مستند وصحیح روایات سے بیان کرنا موجب ثواب و باعث اجر عظیم ہے۔حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ کو مسلم و غیر مسلم تک پہنچایا جاوے،لہذا مجالس ووعظ وتقریرات میں ہروقت حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کو بیان کرنا عبادت وکار ثواب ہے۔اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔

رہے جلوس تو ان کا حکم یہ ہے کہ اسلامی شان اور حضور ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لئے جلوس نکالنا اور فرحت وسرور کا اظہار کرنا شریعت سے ثابت نہیں ، نہ ہی خیر القرون مشہود لھا بالخیر میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے، بلکہ یہ اغیار کا طریقہ ہے اس لئے یہ بلا شبہ

---

[۱]......عن ابن مسعود قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من وسع على عياله فى النفقة يوم عاشوراء ، وسع الله عليه سائر سنته ، قال ابو سفيان : انا قد جربناه فوجدناه كذلک، رواه رزين ، وروى البيهقى فى شعب الايمان عنه وعن ابى هريرة وابى سعيد وجابر ، وضعفه۔
(مشکوۃ ص ۱۷۰، باب فضل الصدقة ، الفصل الثالث)

واجب الترک ہے۔واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

ربیع الاول میں بارہ دن میلاد

(۵۳):س......بعض لوگ ربیع الاول میں بارہ دن اور محرم میں دس دن میلاد شریف پڑھتے ہیں اور قیام کرتے ہیں۔یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: ربیع الاول میں بارہ دن اور محرم کے دس دن میلاد خوانی کو لازم کر لینا درست نہیں [۱] اور قیام کرنا تو بہر حال بے اصل ہے، اگر ان ایام میں مجلس منعقد کرنا مفید ہو تو مولود خوانی کے بجائے معتبر علماء سے وعظ کرایا جائے جو توحید وسنت کا درس دیں۔واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم۔مرغوب احمد

الجواب صحیح: محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہ، وارد حال رنگون

---

[۱]......علامہ ابن امیر الحاج مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه فی شهر الربيع الاول من المولد ، وقد احتوی ذلک علی بدع و محرمات"۔

یعنی لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادات سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلس میلاد بھی ہے، جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔(المدخل ص ۸۵ ج ۱۔راہ سنت ص ۱۶۴)

اور علامہ عبدالرحمٰن مغربی رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

" ان عمل المولد لم يقل به ولم يفعله رسول الله صلی الله عليه وسلم والخلفاء والائمة "۔

یعنی بہ تحقیق میلاد کرنا بدعت ہے، نہ تو آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔(الشرعة الالهيه ۔راہ سنت ص ۱۶۵)

اور علامہ احمد بن محمد مصری مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" قد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل"۔

چاروں مذہب کے علماء اس عملِ میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔(القول المعتمد ۔راہ سنت ص ۱۶۵)

مولود مروجہ کا حکم

(۵۴):س......مولود بہ نیت قیام، ذکر پیدائش روایات واہیہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟
(۲)......اس کے نہ کرنے والوں کو کافر کہنے والا کیسا ہے؟ اور علماء دیوبند کو کافر کہنے والا فاسق ہے یا نہیں؟
(۳)......کیا حضور ﷺ مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہے؟

ج:......**حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق:** حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر اور حضور ﷺ کے مناقب ومحامد وفضائل صحیح ومستند روایات سے بطور مذاکرہ و وعظ و تدریس بیان کرنا جائز، بلکہ افضل المستحبات وموجب برکات وحسنات ہے، اور روایات واہیہ وموضوعہ کا بیان کرنا اور خوش الحانی سے امرد وخوبصورت لڑکوں کا فساق کے مجمعوں میں نعتیہ کلام پڑھنا ناجائز وغیر مشروع ہے، اور قیام کی خیر القرون میں کوئی اصل نہیں۔
(۲)......کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے [۱] اور علماء دیوبند کو کافر کہنے والا فاسق ہے۔
(۳)...... یہ عقیدہ کے حضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، اس لئے تعظیم کے لئے کھڑے ہونا فرض ہے، یہ اعتقاد فاسد اور غلط خیال ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضور

---

[۱]......**عن ابی ذر قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ، ان لم یکن صاحبه کذلک ، رواه البخاری۔**

(مشکوۃ ص۴۱۱، باب حفظ اللسان و الغیبة و الشتم ، الفصل الاول)

ترجمہ......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی (مسلمان) آدمی کو فاسق نہ کہے، اور نہ اس پر کفر کی تہمت لگائے، کیونکہ اگر وہ آدمی فسق یا کفر کا حامل نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ (مظاہر حق ص ۴۵۷ ج ۴)

ﷺ نے فرمایا:من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ۔ ا؎

فتاوی تحفۃ القضاۃ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیٔ وحاضر ' فزعمہ باطل بل ھذا الاعتقاد شرک"، انتھی۔ ۲؎

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

مولود برزنجی پڑھنے کا حکم

(۵۵):س......ثواب کے واسطے یا برکت کے واسطے مولود برزنجی پڑھنا رفع صوت والحان کے ساتھ غیر کے گھر میں کہ گھر کی عورتیں بھی غیروں کی آواز سنتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟

مسجد میں قبل نماز جمعہ قرآن شریف پڑھ کر دعا کے بعد مولود برزنجی زور وشور سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : قال العلامۃ تاج الدین الفاکھانی فی رسالتہ : " لا اعلم لھذا المولود اصلا فی کتاب ولا سنۃ ولا ینقل عملہ عن احد من العلماء الائمۃ الذین ھم القدوۃ فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل ھو

ا؎......رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ۔مشکوۃ ص۸۷، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا ، الفصل الثالث۔

ترجمہ......جوشخص میری قبر کے پاس کھڑے ہوکر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں، اور جوشخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔(مظاہر حق ص۶۲۳ ج ا)

۲؎......الجنۃ لاھل السنۃ ص۱۰۱۔

ترجمہ......کچھ لوگ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روح مبارک آتی ہے اور حاضر ہوتی ہے، پس ان کا گمان باطل ہے، شرک ہے۔

بدعة احدثها البطالون " الخ۔

وقال الامام ابن الحاج فی مدخله : " ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع و محرمات " الخ۔[۱]

وقال الامام عبد الرحمن المغربی الحنفی : " ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم والخلفاء والائمة " الخ۔ [۲]

جرت عادة کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر و صفه صلی الله علیه وسلم ان یقوموا تعظیما له صلی الله علیه وسلم ، وهذ القیام بدعة لا اصل لها " انتهی۔ [۳]

ففی قرائة المولود البرزنجی اذا کان هکذا الشغب والاصوات فی المساجد فلیس بمستحسن بل منهی عنه بنفسه ، ورد فی الاحادیث من امارات القیامة ان ظهر الاصوات فی المساجد ۔ [۴]

واذا کان هذ العمل من الصوت العالی والالحان فی البیت وموضع تسمع النساء وتلذ بها فلیس بجائز اصلا "۔ [۵] والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

---

[۱]......المدخل ص۸۵ ج۱ مصری۔ راہ سنت ص۱۶۴۔

[۲]......الشرعة الالٰهیه۔ راہ سنت ص۱۶۵۔

[۳]......سیرت شامی للعلامہ محمد علی دمشقی۔ فتاوی احیاء العلوم ص۱۳۵۔

[۴]......یہ ترمذی شریف کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ دیکھئے! مشکوۃ ص۴۷۰، باب اشراط الساعة الفصل الثانی۔

[۵]......ترجمۂ جواب: علامہ تاج الدین رحمہ اللہ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: کتاب وسنت سے اس مولود کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ائمۂ سلف میں سے کسی سے اس پر عمل منقول نہیں، بلکہ یہ باطل

بارہ ربیع الاول کی مجالس کا حکم

(٥٦):س...... بارہویں ربیع الاول کو مسلمانوں میں جماعت بندی کر کے درود و نعتیہ اشعار وغیرہ پڑھ کر خواہ مسلمانوں میں اتفاق دکھلانے کی نیت ہی سے خواہ اپنی اپنی خوشی کے لئے شہر کے کوچہ بہ کوچہ دورہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

ج:...... حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: ربیع الاول کی بارہ تاریخ حضور ﷺ کی سیرت پاک پر مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لئے مجالس مقرر کرنا اور حضور ﷺ کے حالات وفضائل ومناقب بیان کرنا ثواب واجر عظیم ہے، لیکن موجودہ دور میں اس تاریخ میں مسلمانوں کو مجتمع ہو کر جلوس نکالنا اور نعتیہ اشعار وغیرہ پڑھتے ہوئے کوچہ بہ کوچہ دورہ کرنا ناجائز و بدعت ہے، اور جلسوں کی شرکت جس میں بہت سی منکرات و بدعات شامل ہوں

پرستوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔

اور ابن امیر الحاج مدخل میں تحریر فرماتے ہیں: لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادات سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلس میلاد بھی ہے، جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔

اور علامہ عبد الرحمٰن مغربی رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: بہ تحقیق میلاد کرنا بدعت ہے، نہ تو آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔

اکثر محبت رسول کے دعویداروں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

پس مولود برزنجی کا اس طرح شور وشغب سے پڑھنا کہ مساجد میں آواز بلند ہو مستحسن نہیں، بلکہ اس سے روکا گیا ہے۔ علامات قیامت کی حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی اور اگر مولود بلند آواز سے گھر یا کسی ایسی جگہ ہو کہ عورتیں سنتی ہوں اور لذت محسوس کرتی ہوں تو یہ بالکل جائز نہیں۔

جائزنہیں۔ ۱؎ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

دعائے ثانی کا حکم

(۵۷):س......فجراورعصر کی طرح دوسری نمازوں میں (جن کے آخر میں نفل یاوتر نہ ہوں) آخری مناجات کوضروری سمجھنا،اوراس کے نہ کرنے والوں کو براجاننا شرعا کیسا ہے؟

۱؎......فان المجالسة ونحوها من المماشاة من علامات المحبة وامارات المودة ، فالمعنى لا تجالسوهم مجالسة تأنيس وتعظيم لهم ' لانهم اما ان يدعوكم الى بدعتهم بما زينه لهم شيطانهم من الحجج الموهمة والادلة المزخرفة التى تجلب من لم يتمكن فى العلوم والمعارف اليهم ببادى الرأى ' واما ان يعود عليكم من نقصهم وسوء عملهم ما يؤثر فى قلوبكم واعمالكم اذ مجالسة الاغيار تجر الى غاية البوار ونهاية الخسار ۔(مرقاۃ ص۱۷۹ج۱)

﴿ ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار ﴾۔سورۂ ھود،آیت نمبر:۱۱۳۔

فى تفسير الجلالين : ولا تركنوا تميلوا الى الذين ظلموا بموادة أو مداهنة أورضىً باعمالهم فتمسكم تصبكم النار ۔(جلالین ص۱۸۹)

ترجمہ......مت مائل ہوان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا خواہ یہ میلان بطور محبت ہو یا بطور مداہنت یا ان کے اعمال کے ساتھ رضا مندی کے طور پر، ورنہ تم کوجہنم کی آگ پہنچ جائے گی۔

وفى تفسير الكشاف : والنهى تناول للانحطاط فى هواهم والانقطاع اليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم و مداهنتهم والرضى باعمالهم والتشبه لهم والتزئ بزيهم ومد العين الى زهرتهم و ذكرهم بما فيه تعظيم لهم۔(تفسیر کشاف ص۹۵)

ترجمہ......(آیت کریمہ ''ولا تركنوا''میں)ممانعت کاتعلق ایسے لوگوں سے محبت وتعلق رکھنے کے سلسلے میں بھی ہے، نیز ان کی مصاحبت ،ہم نشینی وزیارت ان کے معاملے میں مداہنت ان کے اعمال سے رضامندی چال ڈھال،شکل وصورت ،وضع قطع میں ان کی مشابہت،ان کی عیش وعشرت کی زندگی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا اوراس طرح ان کا ذکر کرنا جس سے ان کی تعظیم ہوتی ہو،ممانعت ان تمام صورتوں کوشامل ہے۔

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب و بالله التوفيق: دعائے ثانیہ مروجہ کا اہتمام اور اس پر اصرار یا جبر کرنا ناجائز ہے، اور اس کے تارک کو برا جاننا خرابیٔ اعتقاد کی دلیل ہے۔ [۱]

نماز جمعہ کی سنن کے بعد دعائے ثانی کا حکم

(۵۸):س......بعد نماز جمعہ سنن وغیرہ سے فارغ ہو کر امام و مقتدیوں کا اجتماعاً دعا مانگنا کیسا

---

[۱]......حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ اور قابل فہم بات تحریر فرمائی کہ:

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے، ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے، بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعا بھی ثابت و منقول ہے، تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے۔ صحابہ کرام بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے، اور نماز سے فراغت کے بعد گھر میں ہی دعا کرتے تھے، سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام نے سنن و نوافل ادا فرمائی ہیں، مگر سب نے مل کر دعا مانگی ہو یہ کہیں ثابت نہیں۔ صحابہ کرام اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرائت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القرائة فى الركعتين بعدالمغرب حتى يتفرق اهل المسجد۔

(ابوداؤد شریف ص۱۹۱ ج۱)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: ایک رات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا، آپ ﷺ عشا کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار ص۲۰۱ ج۱)

اس سے ثابت ہوا کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ص۱۸۸ ج۶)

ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق: نماز جمعہ یا فرائض ظہر ومغرب وعشاء میں سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا التزام کرنا بے اصل ہے۔ والله تعالى اعلم

الجواب صحیح محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہ

مرغوب احمد وارد حال رنگون

دعائے ثانی کے لئے امام کو مجبور کرنا

(۵۹):س......متولیوں اور مقتدیوں کا امام کو دعائے ثانی کے لئے مجبور کرنا کیسا ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق: دعائے ثانی کا اہتمام اور اس پر اصرار یا جبر کرنا ناجائز ہے۔ والله تعالى اعلم وعلمه احكم و اتم۔ مرغوب احمد لاجپوری

الجواب صحیح: محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ وارد حال رنگون

صفر کا آخری چہارشنبہ

(٦٠):س......صفر کے آخر میں چہارشنبہ کا جو غسل مشہور ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج:......حامدا و مصليا ، الجواب وبالله التوفيق: صفر کے آخری چہارشنبہ کو جو غسل عوام میں مشہور ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن مرض سے شفا پا کر غسل صحت فرمایا تھا۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔[۱]

---

[۱]......حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''شمس التواریخ (ص ۱۰۰۸ ج ۲) میں ہے کہ: ۲٦ر صفر (۱۱ھ) یوم دوشنبہ کو آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا، اور ۲۷ر صفر سہ شنبہ کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما امیر لشکر مقرر کئے گئے۔ ۲۸ر صفر چہارشنبہ کو اگرچہ آپ ﷺ بیمار ہو چکے تھے، لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے

اس کے برخلاف احادیث وسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے جس مرض میں وصال فرمایا اس مرض الموت کی ابتدا: ۲۸؍ یا ۲۹؍ صفر بروز چہارشنبہ تھی۔ [۱] لہذا یہ غسل بے اصل ہے۔ شریعت اسلام میں اس غسل کی کوئی اصلیت نہیں، یہ صرف جاہلوں کی تراشی ہوئی باتیں ہیں، مسلمانوں کو اس قسم کے فاسد اعتقادات و بے اصل

اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا، الخ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ: ۲۸؍ صفر چہارشنبہ کے روز آنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی، اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ تھا۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۱۹ ج ۱)

بریلوی حضرات کے جلیل القدر بزرگ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا فتوی:

''آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے، بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتلائی جاتی ہے۔

(احکام شریعت ص ۵۰ ج ۲۔ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۱۲۰ ج ۱)

[۱]......آپ ﷺ کے مرض کی ابتدا کس دن ہوئی اس میں اصحاب سیر کا اختلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بیماری ماہ صفر کے آخر میں شروع ہوئی تھی.....اور ایک روایت میں ہے کہ بدھ کے دن شروع ہوئی'' الخ۔ (مدارج النبوت ص ۵۶۷ ج ۲)

آغاز مرض: ۲۹؍ صفر دوشنبہ تھا۔ (رحمۃ للعالمین ص ۱۷۱ ج ۱)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ حافظ رجب حنبلی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ: حضور ﷺ کی بیماری صفر کے آخر میں شروع ہوئی.....خطابی سے منقول ہے کہ: پیر کے روز آپ کا مرض شروع ہوا، اور حاکم ابواحمد جو حاکم ابوعبداللہ کے استاذ ہیں کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ کا مرض بدھ کے روز شروع ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنیچر کے روز۔ (اصح السیر ص ۵۵۵)

آپ ﷺ کا مزاج ناساز ہوا، یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا۔

(سیرت النبی ﷺ ص ۱۰۶ ج ۲)

رسول اللہ ﷺ کو شکایت ماہ صفر کے آخر میں پیدا ہوئی۔ احادیث کے تتبع اور قول راجح کی بنیاد پر یہی معلوم ہوتا ہے اور اغلب بھی یہ ہے کہ یہ دوشنبہ کا دن تھا۔ (نبی رحمت ﷺ ص ۵۳۴)

چیزوں سے بچنا چاہئے، اس میں اعتقادی و عملی دونوں خرابیاں موجود ہیں۔ [۱]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

---

[۱]......حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بعض مقامات پر صفر کے آخری چہار شنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور ایک عیدی بھی دیتے ہیں، جس کا یہ مضمون ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسل صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے۔ سو یہ سب ایجاد فی الدین ہے۔

لطیفہ:......ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اس رسم کی خوب نفی کی ہے۔

آخری چہار شنبہ ماہ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دیگر

نہ حدیثی شدہ درآں وارد نہ در وعید کرد پیغمبر

(بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۱۸)

یعنی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ دوسرے چہار شنبہ کی طرح ہے۔

نہ اس کے بارے میں کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اور نہ پیغمبر ﷺ نے کوئی وعید بیان فرمائی ہے۔

میلاد میں قیام کی حیثیت

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب

لاجپوری رحمہ اللہ

ترتیب وتحقیق وحواشی

مرغوب احمد لاجپوری

استفتاء قیام

بسم الله الرحمن الرحيم

(۶۱):س......کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ایسے شخص کے بارہ میں جو رسول اللہ ﷺ کو رسول برحق جان کران کے احکام کی پیروی کرتا ہے، اور رسول ﷺ کی تعریف اور تعظیم کو فرض وواجب جانتا ہے، اور قیام بوقت ذکر ولادت شریف کو آنحضرت ﷺ کی تعظیم کے اقسام سے نہیں جانتا، اور اس کی دلیل میں مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری اور مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کا فتوی پیش کرتا ہے، جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام کے دستخط ہیں اور جس کی تصدیق علماء عرب وحرمین شریفین ومصر وغیرہم رحمہم اللہ نے رسالہ ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' میں کی ہے، اور اس فتوے میں اس قیام کو درصورت واجب ومؤکد جاننے کے بدعت ومنکر لکھا ہے، اور اصلی ولادت پر سعادت کو ہر وقت خیال کر کے قیام کرنے کو حماقت اور تشبہ ہنود اور روافض بلکہ ان سے بڑھ کر لکھا ہے اور اس کو حرکت قبیحہ قابل لوم' حرام وفسق وخرافات فرضی فرمایا ہے۔

اور درصورت زعم تشریف آوری روح پرفتوح علیہ الصلوۃ والسلام کے اس مجلس پرشرار محل معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق وفجار ومحضر بدعات میں بسبب ہونے عالم غیب کے شرک وکفر لکھا ہے۔

اور درصورت نہ جاننے عالم غیب کی تشریف آوری کے زعم کو اتباع ہوا اور کید شیطان اور گناہ کبیرہ لکھا ہے۔ اب اس شخص کو جو اس فتوے پر عمل کر کے قیام نہ کرے اور تعظیم بھی نہ جانے اور جو اس فتوے میں لکھا ہے اس کو سچ جانے تو اس شخص کو مؤمن ودیندار کہہ سکتے ہیں یا نہ؟ اگر اس شخص کو بے دین اور آپ کی تعظیم نہ کرنے والا کہا جاوے تو پھر فتوے دینے

والے علمائے ہندوعرب وغیرہم کو کیا حکم دیں گے؟ اور صحابہ وتابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین نے جو اس قیام کو کبھی نہیں کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور نہ کبھی ان کے سامنے کیا گیا، حالانکہ کئی دفعہ ان لوگوں کی مجالس میں ذکر ولادت شریفہ کا ہوا ہوگا تو ان سب کے نہ کرنے کو عدم قیام پر اجماع منعقد ہوگیا کہہ سکتے ہیں یا نہ؟ اب بزرگان دین کے مخالف اجماع ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور اب ہم لوگوں کو ان بزرگوں کی پیروی کرنی چاہئے یا کہ عوام کی جو ان بزرگان دین کے بعد خراب زمانہ میں امراء کی پیروی کو امر دین قرار دیتے ہیں، اگر قیام مذکور کو تعظیم ہی کہا جاوے تو قیام تو غیر کی تعظیم کے لئے ہی کیا جاتا ہے، پھر اشرف المخلوقات کے لئے رکوع اور سجدہ سے کیوں تعظیم نہ کی جاوے؟

اور برزنجی کے مولود میں سب روایات صحیحہ ہیں یا کوئی غیر صحیحہ بھی ہے؟ اگر غیر صحیحہ ہوں تو مؤمن مسلمان پڑھ سکتے ہیں یا نہ؟

ج:......**الجواب وهو الموفق للحق والصواب**: ہر پڑھے لکھے مسلمان کا ایمان اس امر پر ہے کہ ہم امت محمدیہ ﷺ بفحوائے قرآن حکیم ﴿ **فَاتَّبِعُونِيْ** ﴾[۱] ونیز ﴿ **ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا** ﴾[۲] اور بمقتضائے فرمان واجب الاذعان سید عالم ﷺ: **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الامور، فان كل محدثة بدعة، وكل بدعة**

---

[۱]......سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۳۱۔

ترجمہ:......تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔

[۲]......سورۂ حشر، آیت نمبر:۷۔

ترجمہ......رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو۔

ضلالة ' و کل ضلالة فی النار ، رواہ اصحاب السنن وغیرهم من المحدثین۔[۱]

جملہ افعال واقوال میں ہر طور وطریق میں جملہ حرکات وسکنات میں بالخصوص امور شرعیہ اور احکامات ضروریات دین میں حضور سید عالم ﷺ وحضرات صحابہ کرام خصوصا خلفاء اربعہ کی متابعت و پیروی کرنے میں شرعا مامور کئے گئے ہیں اور ان حضرات مہدیین کے طریق حق کے خلاف عقائد رکھنے اور اعمال وافعال کرنے سے خصوصیت کے ساتھ روکے گئے ہیں۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان پر بحیثیت مسلمان ہونے کے ضروری ہے کہ اپنے عقائد واعمال میں انہیں حضرات کے طریق کے تابع رہے، اور جن لوگوں نے نئی نئی بدعتیں حضرات صحابہ اور ان کے پیچھے تابعین و تبع تابعین کے مبارک زمانہ کے بعد (کہ جس کو لسان شرع میں خیر القرون سے تعبیر کیا ہے) نکال رکھی ہیں ان سے ہر طرح مجتنب رہنا عملا واعتقادا بدلیل فرمان نبوی: وایاکم ومحدثات الامور ، واجب اور لازم ہے۔

جب یہ امر ذہن نشین ہوگیا تو اب دیکھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے جان نثار صحابہ اور فدائی متبعین وعاشق رسول حضرات نے اظہار اتباع ومحبت نبوی میں اس قسم کی کوئی

---

[۱]...... ترمذی ص۹٦ ج۲، باب الاخذ بالسنة ، ابواب العلم۔

ابوداؤد ص ٦۳۵ ج ۲، باب فی لزوم السنة ، کتاب السنة۔

مقدمہ ابن ماجہ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین ، کتاب السنة ، رقم الحدیث: ۴۳۔

مسند احمد ص ۱۲٦، ۱۲۷ ج ۴۔ مستدرک حاکم ص ۹٦ ج ۱۔ قال الحاکم والذهبی صحیح۔

مشکوۃ ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔

ترجمہ...... تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم جانو، اور اسی طریقہ پر بھروسہ رکھو، اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو، اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مظاہر حق ص ۲۱۲ ج ۱)

مجلس کسی وقت میں منعقد کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو ہم جملہ امت محمدیہ ﷺ پر بوجہ لزوم اتباع کے متابعت شرعا ضروری ہوگی، اور اگر اس قسم کی مجلس نہیں ہوئی تو بوجہ منہی عنہ ہونے کے واجب الترک ہے۔

اب جہاں تک علماء محققین کی کتب اصول وفروع کو اپنی انتہائی کوشش سے بغور ملاحظہ کیا تو اس قسم کی مجالس کا خصوصیت سے زمانہ خیر القرون میں کہیں بھی پتہ نہیں لگا، بلکہ اس کے خلاف پرشد ومد سے علماء اعلام کی کتابیں نظر سے گذریں۔

بغرض اطمینان عوام اس قدر تفصیل سے بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس رسمی محفل میلاد کا رواج مسلمانوں میں کب سے ہوا، اور اسے کس نے ایجاد کیا، اور اب باوجود شیوع کے اس میں کون سا طریقہ ناجائز اور بدعت سیئہ ہے، اور کس طریق سے یہ جائز اور مستحسن اور باعث خیر وبرکت ہے۔

اس قدر تو اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا ہے کہ فخر عالم ﷺ اور زمانہ صحابہ وتابعین و تبع تابعین وزمانہ مجتہدین عظام میں اس مروجہ مجلس کا وجود نہیں تھا، [1] چنانچہ تاریخ ابن خلکان سے اس تاریخی واقعہ کا پتہ بخوبی لگتا ہے کہ اس بدعت کی ایجاد ۶۰۴ھ میں ہوئی ہے اور ملک مظفر الدین ابن زین الدین [2] نے ان مجالس کو اپنے زمانہ حکومت میں نہایت

---

[1]......غور کرنے کا موقع ہے کہ تئیس سال تک حضور اکرم ﷺ صحابہ میں نبوت کے ساتھ زندہ رہے، اور پھر تیس سال تک خلافت راشدہ کا مبارک دور رہا، پھر تقریباً ۱۱۰ھ تک صحابۂ کرام کا دور رہا۔ کم وبیش دوسو بیس سال تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ رہا، لیکن قیامت تک کوئی اس بات کا ثبوت صحیح سند سے پیش نہ کر سکے گا کہ اتنے ممتد زمانے اور طویل عرصے میں عشاق رسول ﷺ میں سے کسی عاشق صادق نے ایسی محفل کا انعقاد کیا ہے یا انعقاد کے لئے کسی سے صراحۃً یا اشارۃً کہا ہے یا خود حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں آپ ﷺ کی اجازت سے ایسی مجالس منعقد ہوئی ہوں۔ (فتاوی حقانیہ ص۹۲ ج ۲)

[2]......متوفی ۶۳۰۔

اہتمام کے ساتھ [۱] ایجاد کیا۔لکڑیوں کے بڑے بڑے قبے بنوا کر اسے ہر طرح مزین کر کے اس میں ہر قسم کے باجے کھیل تماشے اور ناچنے اور کودنے والوں اور گانے بجانے والوں کو بٹھلا کر ناچ اور رنگ راگ اور لہو وغیرہ خرافات تماشے کراتا [۲] اور خود بھی مع اراکین کے اس مجلس میں شریک ہوتا اور خود بھی ان ناچنے والوں کے ساتھ ناچنے کودنے میں شریک ہوتا، اور اس قسم کے خرافات ایام مولد کے چندروز قبل سے ہوا کرتے تھے، اور روزانہ قسم قسم کے کھانے پکوا کر ان خرافات کے کرنے والوں کو اور دیگر تماشائیوں کو کھلاتا تھا اور خاص شب میلاد نبوی کو اپنے قلعہ میں خوب ناچ اور رنگ کی مجلسیں منعقد کراتا۔

چنانچہ اس خرافات کی تفصیل ابن خلکان نے نہایت بسط سے لکھی ہے، اور اہل تاریخ نے اس موقعہ پر صراحتاً لکھ دیا ہے کہ یہ بادشاہ ارباب نشاط ومزامیر کو محفل میلاد میں جمع کرتا تھا، اور راگ باجہ ومزامیر سن کر خود ناچتا تھا۔ [۳]

۱......شہر موصل میں۔

۲......اس محفل میلاد پر وہ کیا خرچ کرتا تھا؟ اس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

”کان ینفق کل سنة علی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو ثلاث مائة الف“۔

یعنی وہ ہر سال میلاد النبی ﷺ پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔

(دول الاسلام ص۱۰۳ ج۲۔فتاوی حقانیہ ص۹۴ ج۲)

۳......امام احمد بن محمد مصری مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کان ملکا مسرفا یأمر علماء زمانہ ان یعملوا باستنباطھم واجتھادھم وان لا یتبعوا مذھب غیرھم...وھو اول من أحدث من الملوک ھذا العمل۔

وہ ایک مسرف بادشاہ تھا، علماء زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں........ بادشاہوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔

(القول المعتمد فی عمل المولد۔راہ سنت ص۱۶۲)

تو اب جو شخص مزامیر وغیرہ راگ رنگ ولہو ولعب کو جائز رکھے اس کے فسق وضلالت میں کیا شبہ ہے اور ایسے فاسق وفاجر شخص کا قول وفعل دینی وشرعی معاملہ میں کیسے سند وقابل حجت ہوسکتا ہے؟ جیسے کہ امام فاکہانی رحمہ اللہ رد عمل مولد میں لکھتے ہیں:

”وقد جمع اصحاب الملاهی والمزامیر فی هذا العمل ' ویسمع الغناء واصوات الات اللهو ویرقص بنفسه ومن هو کذلک ' فلا شک فی فسقه وضلالته فکیف یستند بفعل مثله ویعتمد علی قوله کما فی الغایة“۔

محض ذکر ولادت سید عالم ﷺ جن قیودات فاسدہ غیر مشروعہ کے ساتھ ہمارے زمانہ میں مروج ہے کہ روایات موضوعہ خلاف واقع بیان ہوں یا خوش رو خوش الحان امرد لڑکے اس میں غزل خوانی کریں، اور پڑھنے والوں کا لباس اور صورتیں بھی خلاف شرع ہوں، اور مجمع بھی فساق وفجار کا ہو، اور لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام اس قدر مبالغہ سے کیا جاوے کہ اس قدر اہتمام نماز وجماعت کے لئے بھی نہ ہوتا ہو، اور بانی مجلس کی نیت صرف شہرت وتفاخر کی ہو یا رسول مقبول ﷺ کو اس مجلس میں حاضر وناظر جانا جاوے، اس قسم کی اور بھی خرابیاں اس مجلس میں موجود ہوں، ایسی مجالس یقیناً ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں، نہ ایسی مجلسیں کرنا جائز ہے اور نہ ان میں شامل ہونا جائز، بوجہ الحاق امور نامشروعہ کے بدلیل قول باری تعالیٰ:

﴿ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُکْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ﴾ الآیۃ۔ [۱]

---

[۱]......سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۴۰۔

ترجمہ...... جب احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔

امام بغوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: وقال الضحاک عن ابن عباس : دخل فی هذه الآیة کل محدث فی الدین و کل مبتدع الی یوم القیامة "۔ ۱؎

اور یہ جملہ باتیں نامشروع اور خلاف طریقہ حقہ اور بدعت ضلالہ ہیں، اسی کے بارے میں امام علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ جو علماء امت میں بڑے پایہ کے مستند عالم مانے جاتے ہیں اور جن کی تحریرات کو پچھلے علما سنداً اپنے مصنفات میں پیش کرتے ہیں، کتاب مدخل میں فرماتے ہیں: ۲؎

" ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر الربیع الاول من المولد ، وقد احتوی ذلک علی بدع و محرمات "، وایضا فیه فی موضع آخر:" فان خلامنه وعمل طعام فقط ونوی به المولد ودعا الیه الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکره فهو بدعة بنفس نیته فقط لان ذلک زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین و اتباع السلف اولی ولم ینقل منهم انه نوی المولد و نحن نتبع السلف فیسعنا ما وسعهم " انتهی۔ ۳؎

۱؎......تفسیر بغوی ص۱۴۷ ج۱۔

ترجمہ......اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ: اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہوگیا جو قیامت تک دین میں بدعتیں نکالے اور دین میں ہر زیادتی بھی اس میں داخل ہوگئی۔

۲؎......علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے کتاب المدخل میں بتیس صفحات پر اس کے قبائح ومفاسد دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ ۷۳۲ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی، پھر جہاں جہاں یہ مجلس پہنچتی گئی وہاں کے علماء تردید فرماتے گئے، چنانچہ عربی، فارسی، اردو ہر زبان میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک تردید کی جارہی ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۷۹ ج۱)

۳؎......مدخل ابن الحاج مطبوعہ مصری ص۸۵ ج۱۔

ترجمہ......لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے

مولانا عبدالرحمٰن مغربی رحمہ اللہ اپنے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

" ان عمل المولد بدعة ' لم يقل به احد ولم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والخلفاء والائمة " انتهى ،كذا فى الشرعة الالهية۔ ۱

اور مولانا نصیر الدین شافعی رحمہ اللہ کسی سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

" لا يفعل، لانه لم ينقل عن السلف الصالح ، وانما احدث بعد القرون الثلاثة فى الزمان الطالح ، ونحن لا نتبع الخلف فيما اهمل السلف ، لانه يكفى بنا الاتباع، فایّ حاجة الى الابتداع " انتهى۔ ۲

کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلس میلاد بھی ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ مجلس بہت ساری بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے......سو اگر مجلس میلاد سماع سے پاک ہو اور صرف بہ نیت مولود کھانا تیار کرلیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کے لئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ صرف نیت (عقد مجلس میلاد) کی وجہ سے بدعت ہے، اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے، جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا، حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے، اور سلف میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے مولود کی نیت کی ہو، اور ہم سلف کا اتباع کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی اتنی وسعت ہوسکتی ہے جو ان کے لئے ہوسکتی تھی۔(راہ سنت ص۱۶۴)

۱......راہ سنت ص ۱۶۵۔

ترجمہ......بیشک میلاد کرنا مجلس بدعت ہے، جسے نہ نبی ﷺ نے کرنے کو کہا اور نہ خود کیا اور نہ خلفاء راشدین اور نہ ائمہ نے کیا۔شرعہ الٰہیہ میں ایسا ہی ہے۔

۲......رشاد الاخیار ص ۲۰۔

ترجمہ......مجلس میلاد نہ کرے، اس لئے کہ یہ سلف صالحین سے منقول نہیں۔اس کی ایجاد تو قرون ثلاثہ کے بعد زمانہ طالح میں ہوئی اور سلف نے جس کو چھوڑ دیا ہے اس میں ہم خلف کی پیروی نہیں کریں گے، اس لئے کہ ہمیں سلف کی اتباع ہی کافی ہے تو نئی بدعت کی کیا ضرورت ہے؟۔

اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے فتاوی ''تحفۃ القضاۃ'' میں فرماتے ہیں:

''(سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف) قال: لا ینعقد، لانہ محدث وکل محدث ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار، وما یفعلون الجھال علی راس حول فی شھر ربیع الاول لیس بشیء، ویقومون عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیٔ و حاضر فزعمھم باطل، بل ھذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمۃ عن مثل ھذا'' انتھی۔[1]

اور شیخ الحنابلہ شرف الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنۃ احتفالا لمولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فمع اشتمالہ علی التکلفات الشنیعۃ فھو بنفسہ بدعۃ، احدثہ من تبع ھواہ ولا یعلم ما امرہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الشریعۃ ونھاہ'' انتھی، کذا فی القول المعتمد۔[2]

---

[1]......الجنۃ لاھل السنۃ ص ۱۰۱۔

ترجمہ......قاضی شہاب الدین رحمہ اللہ سے مجلس مولود کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

نہ منعقد کی جائے، اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے، اور یہ جو جہلاء ہر سال ربیع الاول کے شروع میں کرتے ہیں کوئی چیز نہیں ہے، اور آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روح تشریف لاتی ہے اور حاضر ہوتی ہے تو ان کا یہ خیال باطل ہے، بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے، اور ائمہ نے ان جیسی باتوں سے منع فرمایا ہے۔

[2]......القول المعتمد ص ۔

ترجمہ......یہ بعض امراء ہر سال آپ ﷺ کی ولادت پر جشن مناتے ہیں، باوجود یہ کہ وہ تکلفات شنیعہ پر مشتمل ہے، یہ بذات خود بھی بدعت ہے، اس کا موجد اپنے نفس کی پیروی کرنے والا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ آپ ﷺ نے کیا حکم دیا ہے جو صاحب شریعت تھے اور آپ ﷺ نے کن باتوں سے منع فرمایا۔

اور صاحب سیرت شامی فرماتے ہیں:

” جرت عادة كثير من المحبين اذا سمعوا بذكر صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهذ القيام بدعة لا اصل له “ انتهى۔ ۱

اور جو لوگ کہ اس قسم کے مروجہ غیر مشروعہ مجالس سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کی روح پرفتوح ہمارے اس فعل سے خوش ہوتی ہے، ان کو حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی اس تحریر کو پڑھ کر غور کرنا چاہئے کہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ اس قسم کی مجالس کے باب میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں کہ:

”بنظر انصاف بیند، اگر حضرت ایشاں فرضا دریں زمانہ موجود بودند و در دنیا زندہ می بودند و ایں مجالس واجتماع کہ منعقد می شد آیا بہ ایں راضی می شدند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ؟ یقین فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند، بلکہ انکار می نمودند، مقصود فقیر اعلام بود قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ“۔ الی آخر المکتوب الشریف۔ ۲

۱.....سیرت شامی للعلامہ محمد علی دمشقی۔ فتاوی احیاء العلوم ص ۱۳۵۔

ترجمہ.....اور بہت سے محبین کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب آپ ﷺ کا ذکر مبارک سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

۲.....مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۲۲ ج ۵۔

ترجمہ.....بنظر انصاف دیکھو کہ اگر بالفرض حضور ﷺ اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے تو کیا ان سے راضی ہوتے؟ اور اس اجتماع کو پسند فرماتے؟ فقیر کا یقین ہے کہ آپ ﷺ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے، بلکہ انکار ہی فرماتے۔ فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دہی ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی حرج نہیں، اور جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

مولانا فضل اللہ جونپوری ”بہجۃ العشاق“ میں فرماتے ہیں: **ما يفعل العوام فى القيام عند ذكر وضع سيد الانام عليه التحية والسلام ليس بشئى بل هو مكروه۔**

ایک قسم وہ مجلس ہے جس میں قیود مروجہ متعارضہ میں سے کوئی قید نہ ہو، نہ قید مباح نہ قید مکروہ، مثلاً سامعین اتفاق سے کسی جگہ جمع ہوں یا مسجد میں نماز کی غرض سے جمع ہوئے ہوں یا وعظ واحکام سننے کے لئے کہیں جمع ہوں ایسے مجمع میں خواہ کتاب سے خواہ زبانی حضور پر نور سرور عالم ﷺ کے حالات ولادت شریفہ ودیگر اخلاق وشمائل ومعجزات وفضائل مبارکہ کا صحیح صحیح روایات سے بیان کیا جاوے یا وعظ واحکام بیان کئے جاتے ہوں اس کے ضمن میں ان وقائع ولادت شریفہ کا بیان کیا گیا، یہ وہ صورت ہے جو بلا انکار احد کے بلا شبہ جائز بلکہ مستحب وسنت ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے اپنے حالات وکمالات وفضائل و معجزات وشمائل واخلاق اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور جن کو حضرات صحابہ وتابعین و تبع تابعین نے یکے بعد دیگر روایت کیا جس کا سلسلہ محدثین وعلماء ربانیین میں آج تک بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے اور تابقائے دین جاری وباقی رہے گا، اس میں نہ غیر مشروع وفضول آرائش اور نہ اسراف وخرچ اور نہ جماعت کا سا اہتمام بلیغ اور نہ قیام متعارف، یہ مجلس

یعنی عوام جو آپ ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں، بلکہ مکروہ ہے۔

قاضی نصیر الدین گجراتی ''طریقۂ سلف'' میں تحریر فرماتے ہیں: وقد احدث بعض جهال المشايخ امورا كثيرا لا نجد لها اثرا ولا رسما في كتاب ولا في سنة ، منها القيام عند ذكر ولادة سيد الانام عليه التحية والسلام۔

یعنی اور بعض جاہل مشائخ نے بہت سی باتوں کو ایجاد کرلیا ہے جس کا کوئی اثر یا رسم ہم نہ کتاب میں پاتے ہیں نہ سنت میں، انہی میں سے ایک ولادت سید الانام ﷺ کے ذکر کے وقت کھڑے ہونا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ ص ۱۱۹)

علامہ محمد ابن احمد مصری مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قد اتفق العلماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل۔
یعنی چاروں مذاہب کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔ (القول المعتمد۔ راہ سنت ص ۱۶۵)

باعث خوشنودی خدا ورسول اور موجب خیر و برکت ہے، ورنہ جملہ امور اس کے ماسوا غیر ضروری اور منکر ہیں، خصوصا قیام وقت ذکر ولادت شریفہ، اس میں بعض نادانوں کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس وقت خاص میں رسول اللہ ﷺ بذات خود تشریف لاتے ہیں، اور آپ ان جملہ امور میں حاضر و ناظر ہیں، یہ نہایت فاسد عقیدہ ہے، ۱؎ اس واسطے کہ حاضر و ناظر ہونا موقوف ہے علم وقدرت پر، چونکہ حق تعالی کا علم وقدرت دونوں کامل ہیں، اس لئے وہ ذات احدیت ہر زمان، ہر مکان میں ہر آن حاضر و ناظر ہے، یہ اعتقاد حضور سرور عالم ﷺ کے ساتھ یا دیگر انبیاء واولیاء کے ساتھ رکھنا اس بنا پر ہے کہ آپ کے لئے علم و قدرت ذاتی ثابت کرنا ہے، جیسا جہلاء کا عقیدہ ہے تب تو یہ صاف شرک ہے گو مرتبہ میں اللہ تعالی سے کم ہی سمجھتا ہو، کیونکہ مشرکین عرب بنص قرآنی مشرک ہیں ۲؎ اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ وہ اپنے الہ کو اللہ تعالی کے برابر نہ سمجھتے تھے، ۳؎ اگر یوں جانتے ہیں کہ اللہ تعالی آپ کو اطلاع دے دیتا ہے تو یہ شرک تو نہیں، مگر بلا حجت ایسا اعتقاد

۱؎......﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾۔سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۴۴۔

ترجمہ......اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جب کہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

وفی البزازیة قال علمائنا : من قال ارواح المشایخ حاضرة تعلم ' یکفر۔

(البحر الرائق ص۲۰۹ ج۵، باب احکام المرتدین ، کتاب السیر)

''اعتقاد اینکہ کسے غیرِ حق سبحانہ حاضر و ناظر' وعالم خفی وجلی در ہر وقت و ہر آن است' اعتقاد شرک است''۔(مجموعة الفتاوی علی ھامش خلاصة الفتاوی ص۳۳۱ ج۴، امجد اکیڈمی)

۲؎......﴿﴾سورۂ، آیت۔

ترجمہ:۔

۳؎......﴿﴾سورۂ، آیت۔

ترجمہ:۔

رکھنا بذات خود ایک گناہ ہونے کے علاوہ آپ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور جھوٹ کی دو شقیں ہیں: لسانا وقلبا، اس تعمیم کے اعتبار سے وعید: من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔ [۱] کے تحت داخل ہونے کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شخص مسئول عنہ فی السوال اپنے عقائد مطابق کتاب وسنت ہونے کے سبب سچا مؤمن کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدث سہارنپوری رحمہ اللہ [۲] وحضرت شیخ

---

[۱]...... بخاری ص ۲۱ ج ۱، باب اثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، كتاب العلم۔

بخاری ص ۱۷۲ ج ۱، باب ما يكره من النياحة على الميت، كتاب الجنائز۔

بخاری ص ۴۹۱ ج ۱، باب ما ذكر عن بنی اسرائيل، كتاب الانبياء۔

مسلم ص ۴۱۴ ج ۲، باب التثبت فی الحديث وحكم الكتابة العلم، كتاب الزهد۔

ترمذی ص ۹۵ ج ۲، باب ما جاء فی الحديث عن بنی اسرائيل، ابواب العلم۔

ابوداؤد ص ۵۱۴ ج ۲، باب التشديد فی الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، كتاب العلم۔

سنن ابن ماجہ، باب التغليظ فی تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۳۰۔

[۲]...... حضرت محدث سہارنپوری رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مجلس شریف کس طرح سے جائز ہے اور کس طریقے سے ناجائز؟ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

''سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں جو عبادات واجبہ سے خالی ہوں ان کیفیات سے جو صحابہ کرام اور ان اہل قرون ثلاثہ کے طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی شہادت حضرت ﷺ نے دی ہے ان عقیدوں سے جو شرک وبدعت کے موہم نہ ہوں، ان آداب کے ساتھ جو صحابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں، جو حضرت ﷺ کے ارشاد: ما انا عليه واصحابی، کی مصداق ہے، ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سبب خیر وبرکت

العلماء سند الاساتذہ مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے فتاوی [1] مجالس میلاد سرور عالم ﷺ مروجہ زمانہ حال کے باب میں جو مضامین لکھے گئے ہیں بہمہ جہت وہ جملہ مضامین مطابق کتاب وسنت اور موافق عقائد حقہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہیں، اور درجہ اجمال میں جملہ علماء سلف کا صحیح عقیدہ یہی تھا جس کی تفصیل ان فتاوی میں کی گئی ہے، یہ امور طبع زاد نہیں، بلکہ علماء اعلام کی تحریرات صادقہ کا خلاصہ ہیں، لہذا اس فتوے پر عمل کرنے والا سچا مخلص اور مؤمن ہے۔

اور عدم قیام اجماع سلف کا اطلاق صحیح نہیں، نہ لغۃً نہ اصطلاحاً، اس واسطے کہ اجماع کے معنی لغت میں اتفاق کردن برکارے ہیں، اور اتفاق کردن فعل متعدی ہے فعل لازم نہیں۔

زمانہ خیر القرون میں بوقت ذکر وروایت واقعات ولادت شریفہ وجود عدم قیام کی صورت میں فعل لازم متفق شدن یعنی عدم قیام میں سلف کا متفق ومتحد ہونا پایا گیا، لیکن فعل متعدی اتفاق کردن یعنی عدم قیام پر اتفاق کرلیا گیا ہو کہ قیام نہ کیا جاوے، یہ امر نہیں پایا گیا

ہے، بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جاوے کہ یہ من جملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں، پس جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز ہونے کا حکم نہ دے گا'' الخ۔ (عقائد علماء دیوبند اور حسام الحرمین ص ۲۴۸)

[1]......حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی ''فتاوی رشیدیہ'' میں ہے:

''یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم ﷺ میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین وتبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہیں ہوئی، اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا، اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں، لہذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے۔ اس کے عدم جواز میں صاحب مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل، فتاوی طبع ہو چکے ہیں۔ زیادہ دلیل کی حاجت نہیں۔ عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا۔ زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاوی کو دیکھ لیں، فقط واللہ تعالی اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۱۲)

اور اجماع تام اسی اتفاق کردن کا ہے متفق شدن کا نام نہیں، اگر چہ اتفاق کردن کو متفق شدن لازم ہے، لیکن متفق شدن کو اتفاق کردن لازم نہیں، لہذا باعتبار معنی لغوی کے یہ اطلاق صحیح نہیں اور معنی اصطلاحی معنی لغوی سے خاص ہیں کہ کسی زمانہ میں مجتہدین امت عصر واحد کا کسی ایسے اعتقادی یا قولی یا فعلی حکم میں ایجابا وسلبا نفیا واثباتا اجماع واتفاق کر لینا کہ جس کا ثبوت قطعی طور پر کتاب وسنت رسول اللہ ﷺ سے نہ پایا جاتا ہو یہ اجماع اصطلاحی شرعی کہلاتا ہے، اور جو ادلہ شرع سے ہے اور موجب قطعیت ہے اور بلا تاویل اس کا منکر اہل سنت والجماعت کے نزدیک کافر شمار کیا جاتا ہے۔

صورت مسئولہ میں اس قسم کے اجماع کا وجود یقیناً مفقود ہے، ونیز اس قسم کے جملہ بدعات ومحدثات پر کہ جس کا وجود نہ اصلا نہ فرعا خیر القرون میں نہ پایا گیا ہو عدم وجود پر اجماع کا اطلاق صحیح ہوا کرے تو محل تنذیر وتحذیر امت میں شارع علیہ السلام کا عموما ہر ایسے موقع پر محدث و بدعت وغیرہ اطلاقات وعنوانات تعبیر فرمانا وموسوم کرنا بے سود اور عبث ہو جائے گا، لہذا اس قسم کے محدثات پر بدعت ہی کا اطلاق شرعی اطلاق ہے وبس۔

ونیز اس قسم کے مواقع میں کتب اصول وفروع میں اپنی نظر قاصر کی بنا پر اس قسم کا اطلاق نظر سے نہیں گذرا، اس کے نظائر کتب فقہ میں کثرت سے موجود ہیں: مثلا بایں ہمہ انس وشغف بالصلوۃ حضور کا قبل و بعد صلوۃ عیدین مصلی میں کبھی دوگانہ ادا فرمانا یا خطبہ عیدین بعد صلوۃ پڑھا جانا یا خطبہ جمعہ وعیدین کا عربی ہی میں پڑھا جانا باوجود امصار وبلاد عجم کے فتح ہونے کے کہ جہاں عربی جاننے والوں کا وجود عنقا تھا تاہم عربی ہی میں پڑھا جانا وغیرہ یہ اس قسم کے امور ہیں کہ جس پر حضور کی مواظبت رہی، حضرات صحابہ وتابعین کا پابندی سے عمل درآمد رہا، لیکن بایں ہمہ مواظبت اس کے خلاف کو بدعت محدث ہی سے

زمانہ خیر القرون میں بھی اورتا ایں زمان علماء امت میں یہی نام زد کیا جاتا رہا، لیکن ان کو مخالف اجماع سلف نہیں کہا گیا، ورنہ ضرور خلافیات ومطولات میں منقول ہوتا، ونحن نتبع السلف۔

اورمولود برزنجی کی روایات کی تحقیق کرنے کا اتفاق نہیں ہوا کہ کس درجہ کی ہے۔[۱]

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ الراجی عفور بہ الصمد العبد: مرغوب احمد اللاجفوری السورتی

صدرمدرس مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون

صح الجواب عاجز عبدالخالق عفی عنہ	المجیب مصیب قاسم سہارنپوری
الجواب صحیح محمد ابراہیم راندیری عفی عنہ	لقد اصاب من اجاب محمد مظہر عفی عنہ

ذکرولادت کونین ﷺ افضل مندوبات واحسن مستحبات ہے، لیکن مجالس مروجہ میں بکثرت امور غیر مشروعہ شامل ہونے کی وجہ سے یہ مجالس بدعت و ناجائز ہیں، قیام کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، نہ تعظیم ذکر بالقیام کا ثبوت، واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

---

[۱]......مولود برزنجی کی تحقیق سوال نمبر/۵۵ پر گذر چکی ہے۔مرغوب

غیر مقلد کا حکم

(۶۲):س......جو شخص مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کو نہ مانے اور اپنے کو اہل حدیث کہے اور فقہ پر چلنے والے کو بدعتی کہے، اس شخص کا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: جو غیر مقلد کسی اعتقادی یا عملی بدعت کا مرتکب نہ ہو اور صرف حدیث پر لوجہ اللہ عمل کرتا ہو وہ سنی ہے، اور جو غیر مقلد ائمۂ مجتہدین کو برا کہتا ہو اور تقلید کو شرک اور مقلدوں کو مشرک فی الرسالہ اور بدعتی کہتا ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں بعض غیر مقلدین کا یہی شیوہ ہو گیا ہے، ایسا گروہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ واللہ تعالی اعلم و علمہ احکم واتم

اہل حدیث اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں؟

(۶۳):س......نور محمد خاں مذہباً اہل حدیث ہے۔ پابند صوم وصلوۃ ہے۔ ایسے شخص کو سنی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق جواب میں ''کتاب العلم'' کے سوال ''اہل سنت والجماعت کسے کہتے ہیں'' والے سوال کے جواب کا خلاصہ لکھ دیا گیا۔[1]

واللہ تعالی اعلم و علمہ احکم واتم

---

[1] ......تفصیل کے لئے دیکھئے! سوال نمبر ۶۸۔

الجرح الجمیل علی کلام عبد الجلیل

ایک مفسد غیر مقلد کی کارگذاری

اور

رنگون میں فتنۂ خوابیدہ کی بیداری

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

تحقیق وحواشی

مرغوب احمد لاجپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین۔

بعد حمد وصلوۃ کے ناظرین باتمکین کی خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ آجکل مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کا شیرازہ ہرطرف منتشر ہورہا ہے۔جدھر دیکھئے اہل اسلام میں نااتفاقی اور فتنہ وفساد کا بازار گرم ہے۔روزانہ یہ خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ مسلمانوں میں کشت و خون ہوا،فلاں مقام میں فساد ہوا،فلاں موقع پر جھگڑا ہوا،فلاں جماعتوں میں مقدمہ بازی ہوئی۔ برسوں میں کسی طرف سے اتحاد واتفاق کی دل خوش کرنے والی آواز کان میں نہیں آتی۔افسوس صدافسوس کہ ﴿ ظهر الفساد فی البر والبحر ﴾[۱] کا بھیانک منظر ہروقت پیش نظر رہتا ہے اور فدائیان اسلام اور جانبازان ملت کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔

اگرخوبیٔ قسمت یا اتفاق سے کسی جگہ دس پانچ مسلمان اتفاق واتحاد کی بنیاد ڈالنے کے لئے جمع ہوجاتے ہیں تو بدقسمتی سے کوئی دشمنِ دین وایمان ہی ان میں دخیل ہوکر نااتفاقی کی عالم سوز بجلی گرادیتا ہے،الامان۔

اس موجودہ شوروشر اور فتنہ وفساد کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں، وہاں ان میں سے ایک بڑا بین سبب آجکل کے مصنوعی اہل حدیث اور متعصب غیر مقلدوں کی شرارت اور فتنہ انگیزی بھی ہے۔

موجودہ مدعیان عمل بالحدیث میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہے جوصرف زبانی دعووں سے عامل بالحدیث بننا چاہتے ہیں۔دو چار کتابیں الٹی سیدھی پڑھ کر مجتہد العصر بن

---

[۱]......سورۂ روم،آیت نمبر:۴۱۔
ترجمہ......خشکی اورتری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔

جاتے ہیں، نہ قرآن مجید پر نظر، نہ حدیث پر عبور، نہ سلف صالحین کے احوال اور سیرت سے واقف، علم وفہم کا نام نہیں، ۱؎ بزرگوں کو برا بھلا کہنا، ۲؎ ائمۂ دین کو گالیاں دینا، مجتہدین امت کو سب وشتم کرنا، امت محمدیہ (ﷺ) کے قابل فخر علماء کو جاہل بتانا ان کا رات دن کا شیوہ اور خاص طریقہ ہے۔ ان لوگوں نے سچے اہل حدیث کے گروہ کو بھی بدنام کر دیا، اور اپنی جہالت اور تعصب آمیز افعال واقوال سے ان کے دامن تہذیب وعلم پر دھبا لگا دیا۔

۱؎..... اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن صاحب کی شہادت اس فرقہ کے متعلق نقل کرنا کافی ہے:

''اس زمانہ میں ایک ریاکار اور شہرت پسند فرقے نے جنم لیا ہے، جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کے دعویدار ہیں، حالانکہ علم وعمل وعرفان سے اس فرقہ کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ لوگ علوم آلیہ وعالیہ دونوں سے جاہل ہیں۔

(الحطہ ص ۱۵۳۔ تجلیات صفدر ص ۳۴۵ ج ۵)

۲؎..... بزرگوں کے بارے میں ان کی بد زبانی کا حال یہ ہے صحابہ کرام تک کو انہوں نے نہیں چھوڑا۔ دو حوالے پڑھئے! مولوی عبد الحق بنارسی نے برملا کہا کہ:

''حضرت عائشہ علی سے لڑی، اگر توبہ نہ کی تو مرتد مری''۔

اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ:

''صحابہ کا علم ہم سے کم تھا۔ ان کے ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، اور ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں''۔ (کشف المحجوب ص ۴۲۔ تجلیات صفدر ص ۳۴۵ ج ۵)

تعجب ان غیر مقلدوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن اس لئے کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگ ہوئی۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی گستاخی سنئے!:

''سیدنا علی کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صریحا بددیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابک دستی سے آنجناب کی نام ونہاد خلافت حقہ ثابت کرنے کے لئے دنیائے سبائیت سے در آمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلمبند کیا ہے اس کا حقیقت سے قطعا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ (خلافت راشدہ ص ۵۶۔ غیر مقلدین کی ڈائری ص ۲۳۷)

ساری دنیا کے مقلدین کو کافر ومشرک بتاتے ہیں، گویا در پردہ یہ دعوی ہے کہ جنت باوجود اپنی اس وسعت کے کہ ﴿ عرضها السموات والارض ﴾ ۱ ان چند مٹھی بھر غیر مقلدوں کے اچھلنے کودنے کے لئے بنائی گئی ہے، یا حضرت ﷺ کی امت مرحومہ جس کی کثرت پر آپ ﷺ قیامت کے روز بمقابلہ دیگر امتوں کے فخر فرمائیں گے، ۲ ان غیر مقلدوں میں منحصر ہے۔

امت محمدیہ میں نااتفاقی پیدا کرنے کے لئے طرح طرح کے دھوکے دیتے ہیں۔ کہیں حنفی مذہب کی مصنوعی کمزوریاں دکھاتے ہیں، کہیں سراج الامۃ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حدیث کا مخالف بتاتے ہیں، کہیں عوام کے سامنے امام اعظم رحمہ اللہ کو فن حدیث میں مفلس بتاتے ہیں۔ ۳

اورطرہ یہ کہ ان میں کا طفل مکتب بھی اپنے آپ کو مجتہد اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقابل سمجھتا ہے، حالانکہ اسے ابھی علم کی ہوا بھی نہیں لگی ،اسی گروہ کے خیالات کی ایک شاعر نے ان اشعار میں عکسی تصویر کھینچی ہے ؂

۱......ترجمہ: جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اورزمین۔ (سورۂ ال عمران، آیت نمبر:۱۳۳)

۲......عن معقل بن يسار قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : تزوجوا الودود الولود ، فانى مكاثر بكم الامم ، رواه ابو داؤد والنسائى ۔(مشکوۃ ص۲۶۷، کتاب النکاح ، الفصل الثانی)

ترجمہ......حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم ایسی عورت سے نکاح کروجواپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو،اورزیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (مظاہر حق ص۲۵۸ ج۳)

۳......امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کئے گئے اعتراضات اوران کے جوابات کے لئے دیکھئے! درس ترمذی ص۱۰۰ ج۱،اور: ترجمان السنۃ ص۲۳۱ ج۱۔

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بو حنیفہ کو کہے طفل دبستاں جاہل
مہر تاباں کو دکھانے لگی مشعل قندیل
حسن یوسف میں بتانے لگا ابرص سو عیوب
لگ گئے چیونٹی کے پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل
شرک توحید کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
سامری موسی عمراں کو کہے جادو گر
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے لڑکے تجہیل
دور دورہ ہے یہ آزادی و خود رائی کا
گویا ہر شخص پہ ہوتے ہیں منزل جبریل
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوق زریں ہے گدھے کے لئے عزت کی دلیل

غرض اس ناعاقبت اندیش گروہ نے فرمان باری تعالی:

﴿ انما المؤمنون اخوة ﴾[۱] اور

﴿ الفتنة اشد من القتل ﴾[۲] کو ایک طرف پس پشت ڈالا تو ارشاد نبی کریم ﷺ

۱...... ترجمہ...... مسلمان تو سب بھائی ہیں۔ (سورۂ حجرات، آیت نمبر: ۱۰)
۲...... ترجمہ...... اور شرارت قتل سے (بھی) سخت تر ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۹۱)

: فساد ذات البین هی الحالقة ، [۱] کودوسری طرف پامال کیا، اور مسلمانوں کولڑانے اور فضیحت ورسوا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا، فالی اللہ المشتکی۔

حادثۂ رنگون

اسی گروہ کے ایک مفسد، غالی، متعصب ممبر مولوی عبدالجلیل صاحب سامرودی سورتی غیر مقلد رنگون تشریف لائے (اور جیسا کہ مشہور ہے کہ) آپ کی تشریف آوری بغرض تحصیل چندہ تھی، یہاں آکر آپ نے رنگون کے اہل حدیث میں یہ مشہور کیا کہ ''مشکوۃ'' کے موجودہ حواشی بالکل غلط اور نکمے ہیں، اس لئے میں ایک صحیح حاشیہ مشکوۃ شریف پر چڑھا رہا ہوں، اور تقریبا اس میں دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے، لہذا جماعت اہل حدیث کو لازم ہے کہ دو ہزار روپیہ کی امداد اس ثواب کے کام میں کریں۔

عرصۂ دراز سے جماعت اہل حدیث واحناف میں کسی قسم کی شورش وفتنہ نہ تھا، بلکہ اسلامی اخوت کا طرفین سے برتاؤ ہوتا تھا، ہر شخص اپنے مسلک پر بے تعصب عامل تھا۔

مولوی عبدالجلیل صاحب کی جبلّی تفرقہ اندازی اور متعصب طبیعت اس اتحاد کو نہ دیکھ

---

[۱]......عن ابی الدرداء قال : قال رسول اللهصلی الله علیه وسلم : الا اخبر کم بافضل من درجة الصیام ، والصلوة ، والصدقة ؟ قال : قلنا : بلی یا رسول الله ! قال : اصلاح ذات البین وفساد ذات البین هی الحالقة۔(ابوداؤد ص ۷۱۷ ج ۲، مشکوۃ ص ۴۲۸، باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الثانی)

ترجمہ:......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ثواب کا درجہ روزے، صدقے اور نماز کے ثواب سے زیادہ ہے؟ (ابودرداء) کہتے ہیں کہ: ہم نے (یہ سن کر) عرض کیا ہاں (ضرور بتایئے!) آپ ﷺ نے فرمایا (آپس میں دشمنی رکھنے والے) دو شخصوں کے درمیان صلح کرانا۔ (اس کے بعد فرمایا کہ:) اور دو آدمیوں کے درمیان فساد و نفاق پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے۔ (یعنی اس خصلت کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات اور دین میں نقصان وخلل پیدا ہوتا ہے)۔ (مظاہر حق ص ۵۸۲ ج ۴)

سکی۔[۱]

اس کے علاوہ انہیں اندیشہ ہوا کہ ایسے اتحاد و یکجہتی کی حالت میں میری دال نہیں گلے گی اور میں اپنے ارادہ میں خاطر خواہ کامیاب نہیں ہوسکتا، اس لئے ہر وقت اسی تدبیر میں تھے کہ کوئی جدید فتنہ ایسا کھڑا کرنا چاہئے کہ گروہ اہل حدیث میں و مقلدین میں نا اتفاقی ہوجائے۔ اتفاق وقت سے ایک اسلامی انجمن کے عام جلسہ میں (کہ جس میں ہر دو فریق کے سر برآوردہ ممبر موجود تھے، اور اخوت اسلامی کا خوشنما منظر پیش نظر تھا) ایک مشہور خوش بیان مقرر و مناظر ادیان باطلہ نے اثنائے تقریر میں انجمن کے ممبروں اور حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ نو جوان مسلمانوں کا مذاق بہت ہی بگڑا ہوا ہے۔ اسلامی انجمن اور سوسائٹی میں بھی عموماً نو جوان گپ شپ مارنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، بجائے اس کے کیا اچھا ہو کہ مبارک دنوں میں انجمنوں میں خاص خاص دینی جلسے ہوا کریں، کبھی کوئی جلسہ وعظ کا کرلیا، کسی وقت اور کسی عنوان سے، اس قسم کی مجالس وقتاً فوقتاً مبارک دنوں میں کرلیا کریں تو کس قدر عمدہ بات ہے۔ خدا اور رسول کی محبت پیدا ہونے کے علاوہ ایسے مجمعوں میں کس قدر دینی فوائد اہل اسلام کو حاصل ہوتے ہیں۔

انتہی تقریرہ الشریف۔

---

[۱] ......مولانا کی جماعت کے لوگ بھی ان سے سخت بیزار ہیں، اور ان کو سامرودی کے بجائے سامری (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا چالباز منافق) کہنے اور لکھنے لگے ہیں۔ اخبار ترجمان دہلی کے ایڈیٹر صاحب: ۱۱/اکتوبر ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں ''فتنہ سامری'' کے زیر عنوان تحریر کرتے ہیں کہ:

''اس عجیب انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ ہنگامہ پسندی اس کا خاص شعار ہے، ان کی زندگی کے حالات ہنگامہ آرائی، اندیشوں اور فتنوں کی ہوا خیزی اور ساکن فضا میں تموج انگیزی سے ہیں، ان کی نسبت (سامرودی) ایک فتنہ خیز وشر انگیز ''سامری'' کے ہمنام ہوکر رہ گئی ہے''۔

(رکعت تراویح ص ۸۔ فتاوی رحیمیہ ص ۲۸۳ ج ۱)

اس جلسہ میں مولوی عبدالجلیل صاحب موجود تھے۔ بعداختتام جلسہ ممبران انجمن نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ آئندہ شب جمعہ کوایک دینی مجلس کی جائے۔

جناب مولوی عبدالجلیل صاحب کو نااتفاقی کی ہروقت فکر تھی ہی، اس موقع کو آپ نے غنیمت جانا اور جلسہ سے الگ ہوکراپنی جماعت کے معتقدوں کو سمجھانا شروع کیا کہ اس قسم کے جلسے خیر القرون میں نہیں ہوتے تھے، اس واسطے اس قسم کے جلسے بدعت ہیں۔ ان میں شامل ہونا بدعت کورواج دینا ہے۔

اس کے متعلق جب شورلوگوں میں زیادہ ہواتو بعض صاحبوں نے شہر رنگون کے معتبر علماء سے جلسہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد مجلس کا مسئلہ دریافت کیا تو تمام علماء نے بالاتفاق فرمایا کہ جب کسی قسم کی غیر مشروع قیود نہ ہوں اور نہ ایسے مجمعوں کوضروری سمجھا جائے تواس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

جب اس جواب کی اطلاع مولوی عبدالجلیل صاحب غیر مقلد کوہوئی تو آپ نے ایک گمنام مختصر تحریر (جس میں فاش غلطیاں اس رسالہ کی اشاعت کے لئے اصل باعث ہوئیں) ایک شخص کے ہاتھ بھیجی جس میں صرف ایک موقوف روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ احناف کی کتاب ’’طوالع الانوار حاشیہ الدرالمختار‘‘ کے حوالہ سے مرقوم تھی، اس تحریر میں آپ نے بہت جلد مذہبی تعصب سے کام لے کراور جامۂ تہذیب سے باہر ہوکر عام مسلمانوں پر کفر کی تقسیم شروع کردی۔ مسلمانوں پر اس بے باک اور متعصب گروہ کی پہلی نظر عنایت نہیں، بلکہ ان کے اکابر نے بھی قرآن پاک کی ان آیتوں کا جویقیناً کفار کے حق میں نازل ہوئی، بہ تکلف کھینچ تان کر مسلمانوں کوصرف تقلید کے قصور میں مصداق بنادیا ہے۔

ناظرین اس محسن کش غیر مقلد کی احسان فراموشی اور محسن کشی کو ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آپ اپنے استدلال میں اس فقہ کی کتاب سے لے رہے ہیں جس کے بارے میں آپ اپنے رسالہ ''بوئے غسلین'' (اور رسالہ کی لغویت اور یاوہ گوئی دیکھتے ہوئے درحقیقت ''بوئے غسلین'') میں لکھتے ہیں کہ:

''اگر دنیا میں اصول فقہ اور فقہ کا وجود ہی نہ ہوتا تو آج کے دن کسی آریہ سماج و دیگر مذاہب کے نکلنے سے پیشتر کبھی فرقہ بندی نہیں ہوتی''۔

پھر آپ خامہ فرسائی فرماتے ہیں:

''اگر آپ لوگوں کو خدا کی طرف داری کرنا ہے تو تمامی کتب مذاہب سے دست بردار ہوجاؤ''۔

پھر آپ لکھتے ہیں:

''کوئی بادشاہ ہو عادل و عامل کتاب وسنت پر، پھر وہ تمامی کتب فقہ واصول فقہ و دیگر مذاہب کی کتابیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ایک خندق کھود کر دفن کردیں یا جلادیں تب تو اشاعت کتاب وسنت کی خوب ہوہی سکتی ہے''۔ انتھی، والی اللہ المشتکی من ہذہ الجرأۃ الشنیعۃ والمقالات القبیحۃ الفضیحۃ۔

ناظرین! ایک طرف تو مولوی عبدالجلیل صاحب کی کتب فقہ سے سوءظنی کا یہ حال ہے اور دوسری طرف آپ کو اور آپ کے بزرگوں کو بھی ان کتابوں سے مدد لئے بدون چارہ نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو کتاب ''حسن الأسوۃ'' مؤلفہ نواب صاحب کہ جس کا خاتمہ کئی ورقوں میں لکھا ہے، جو سب کا سب فقہ احناف کی مشہور کتابوں ''منیۃ المفتی' فتاوی بزازیہ' عالمگیری' کنز' شرح کنز' الاشباہ والنظائر' شرح حموی' مبسوط سرخسی' خزانۃ المفتین' فتح القدیر'' وغیرہ

وغیرہ سے مع حوالہ کتب ماخوذ ہے۔

کس قدر احسان فراموشی ہے کہ جن کتابوں کی بدولت آپ کے اکابر زمرۂ علماء میں شمار کئے گئے، اب وہ کتابیں جلا دینے اور دفن کرنے کے قابل ہوگئیں، اور اس قابل ہونے کے بعد بھی آپ کو مقلدین کے وسیع اور لذیذ خوان نعمت پر روٹیاں توڑنے اور ذرات چننے سے استغناء نصیب نہ ہوا۔ وللہ در القائل لمثل ھذا الغدار ۔

غذیت بدرھا وربیب فینا فمن انباک ان اباک ذیب [۱]

سچ ہے ۔

اذا کان الطباع طباع سوء فلا ادب یفید ولا ادیب [۲]

مولوی عبد الجلیل صاحب سے اس موقع پر ایک ضروری سوال یہ ہے کہ آپ کے ولی نعمت مقتدا و پیشوا جناب علامہ شوکانی اور جناب نواب صدیق حسن صاحب اور جناب

---

[۱]......تونے ہمارے یہاں ہی پرورش پائی اور پروان چڑھا، تجھ کو کس نے خبر دی کہ تیرا باپ بھیڑیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ اصمعی ایک دن دیہات میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کھڑی ہے اور اس کے سامنے ایک مردہ بکری پڑی ہے اور قریب ہی ایک بھیڑیئے کا بچہ کھڑا ہے اور بڑھیا اس کو گالیاں دے رہی ہے۔ بڑھیا نے میری طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو بڑھیا نے کہا کہ یہ جو بھیڑیا کھڑا ہے، جب یہ بچہ تھا' پکڑ کر میں نے پال لیا تھا، اور اس بکری کے دودھ سے اس کی پرورش کی، اب جب کہ یہ اس کا دودھ پی کر جوان ہوگیا تو اس نے اس بکری کو پھاڑ ڈالا، چنانچہ اس کی غداری پر میں نے چند اشعار کہے ہیں۔ میں نے کہا ذرا وہ اشعار سنا دیجئے! تو بڑھیا نے چند اشعار پڑھے، ان میں ایک یہ تھا ۔

بقرت شویھتی وفجعت قلبی وانت لشاتنا ولد ربیب

تونے میری بکری کو پھاڑ ڈالا اور میرے دل کو صدمہ پہنچایا حالانکہ تو ہماری بکری کا دودھ پروردہ ہے۔

(حیاۃ الحیوان اردو ص۱۸۰ ج۲، الذئب، باب الذال)

[۲]...... جب طبیعتیں بری عادت کی ہوجائیں تو نہ ادب فائدہ دیتا ہے اور نہ ادیب۔

مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی کی فقہ واصول فقہ کی '' ارشاد الفحول '' و'' حصول المامول من علم الاصول '' و'' هدية المهدی '' وغیرہ وغیرہ درجنوں کتابیں اس کلیہ سے مستثنی کرلی گئی ہیں یا ان کو بھی کسی عادل بادشاہ سے جلوا کر خاکستر کرا دیجئے گا۔ مؤخر الذکر کتاب کی تو غالبا کتاب اللہ و کتب احادیث ہوتے ہوئے آپ کے نزدیک بھی حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت نہ تھی، پھر آپ کے مقتدا کو ایسی کتاب جلا دینے و مدفون کر دینے کے قابل لکھنے کی کون سی ضرورت شدیدہ داعی ہوئی؟

تعجب ہے کہ آپ کے مقتدا مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی تو اپنی کتاب ''انوار اللغة'' [۱] میں فرماتے ہیں کہ: جامع صغیر اور قدوری، اصول الشاشی وفخر الاسلام بزدوی پڑھانا چاہئے، حالانکہ یہ کتابیں فقہ اور اصول فقہ کی ہیں اور آپ فقہ اور اصول فقہ بلکہ مقلدین کی تمام کتابوں کو جلانے اور خندق کھود کر دفن کرنے کا فتوی دیتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ کے اندر چونکہ ان کتابوں کے سمجھنے کا مادہ اور لیاقت نہیں، اس لئے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ: ع ''والجاهلون لاهل العلم اعداء'' [۲]
آپ کو ان کتابوں سے بغض اور دشمنی ہے۔

ناظرین رسالہ ہذا بالخصوص باشندگان ضلع سورت قابل مولوی جلیل صاحب کی مختصر تحریر کی چند سنگین غلطیوں کو ملاحظہ فرما کر آپ کی علمی لیاقت کی داد دیں گے اور غور کریں گے ایسا بے مایہ شخص جس کی قابلیت کا یہ حال ہو کہ اردو لکھنا پڑھنا ہی صحیح نہ جانتا ہو، کتابوں کے نام تک بھی صحیح نہ لکھ سکتا اور بول سکتا ہو، اکابر امت خصوصا ائمۂ احناف کو برا بھلا کہنے اور

۱...... ''انوار اللغة'' ص ۵۵ ج ۴۔
۲...... ترجمہ: جہلاء اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ (مقدمہ درمختار ص ۱۲۴ ج ۱)

ناخواندہ مقلدوں کو دھوکہ دینے اور فقہ حنفی کو حدیث کے خلاف بتاتے پھرنے میں کس درجہ تک حق پر ہوسکتا ہے،[۱] ایسے دھوکہ بازوں کے فریب سے جملہ مقلدین کو نہایت ہوشیار رہنا چاہئے، اور ایسے دشمن دین کے فریب آمیز رسالوں اور اشتہاروں کو دیکھنے سے قطعا پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرات! اس گمنام اور پر اغلاط تحریر کے اغلاط کو ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے بغرض جواب بھیجی تھی اور جس کا جواب تحقیقی بوجہ اغلاط سے پر ہونے کے نہ دینا ہی انسب تھا، صرف مولوی عبد الجلیل صاحب کو ان کی فاش غلطیوں پر متنبہ کرنے کی غرض سے مختصر جواب ان کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا جو حسب ذیل ہے:

مولوی عبد الجلیل صاحب کی تحریر اول پر تنقیدی نظر

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر میں رنگت خضاب کی

اس تحریر کے کاتب کی مختصر تحریر کو دیکھ کر اس کی لیاقت کی تھاہ معلوم ہوگئی ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

اس تحریر میں اس کے بزعم خود ہمہ داں محرر نے چند غلطیاں ایسی فاش کی ہیں کہ ویسی غلطیاں ایک طفل مکتب بھی نہیں کرسکتا، ع

---

[۱]......مولوی عبد الجلیل صاحب کی علمی لیاقت کا حال کیا ہے؟ اس کے لئے مولوی صاحب ہی کے خاندان کے ایک فرد جناب محمد صاحب کا مقولہ جو مولوی صاحب کے متعلق منقول ہے، پڑھئے:
''مولوی عبد الجلیل صاحب نوجوان عالم ہیں، مگر فنون وعلوم سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے، صرف کچھ دینیات عربی وغیرہ سے''۔ (کرامات موسویہ ص۱۲)

بریں عقل ودانش بباید گریست [۱]

ان غلطیوں کو ذیل میں اس غرض سے دکھلایا جاتا ہے کہ محرر اپنی غلط تحریر کی اصلاح سیکھ لے، اس کے بعد جواب کا طالب ہو، ورنہ حسب فرمان خداوندی ایسے محل میں ﴿ قالوا سلما ﴾ [۲] مناسب جواب ہے۔

قولہ:......فماذال۔

اقول:......ماذال کا رسم خط غلط ہونے کی وجہ سے معنی مقصود فوت ہوگیا، لفظ کی اصلاح کیجئے! پھر قلم اٹھایئے۔

قولہ:......الاہ۔

اقول:......رسم خط غلط ہے۔ کسی منشی کے سامنے زانوئے شاگردی طے کیجئے۔

قولہ:......اشباح والنظائر۔

اقول:......کتاب کا نام تو صحیح طور پر لکھنا، بولنا، سیکھا ہوتا۔ جس شخص کا یہ حال ہو کہ مشہور کتاب کا نام بھی صحیح طور پر لکھنا، بولنا نہ آتا ہو اس کی کتاب فہمی وعلمی لیاقت ظاہر ہے۔

قولہ:......کتاب الحضر۔

اقول:......لفظ حضر اس محل پر غلط ہے، اور لفظ کی غلطی موجب غلطی معنی ہوتی ہے، اس واسطے کہ معنی تابع لفظ کے ہے۔ حضر بمقابلہ سفر استعمال ہوتا ہے اور اس محل پر یہ معنی مقصود نہیں۔ لفظی صحت سیکھئے، اس کے بعد معنی فہمی کا مادہ وسلیقہ پیدا کیجئے، اس کے بعد طالب جواب ہو

---

[۱]......اس عقل وسمجھ پر رونا چاہئے۔

[۲]......پوری آیت اس طرح ہے: ﴿ واذا خاطبهم الجهلون قالوا سلٰما ﴾۔ (سورۂ فرقان، آیت نمبر:۶۳)
ترجمہ......اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

جیئے۔

قولہ:...... کانته الصحابة ۔

اقول:...... کانت میں ہ نہیں ہے، اور یہ لفظ کانته ہو گیا اور ضمیر کا مرجع قبل ازیں مذکور نہیں، نہ لفظاً نہ معناً، نیز ضمیر کا یہاں لانا کسی حال میں صحیح نہیں۔

قولہ:...... اذا لز کر۔

اقول:...... رسم خط غلط ہے۔ ''ذ'' اور ''ز'' میں فرق سیکھئے، اور صحت املاء بھی سیکھ کر آیئے۔

قولہ:...... رسم ہوا ہو۔

اقول:...... رسم مؤنث ہے، لفظ ہوا جو مذکر کے لئے آتا ہے، محاورۃً یہاں غلط ہے۔

قولہ:...... مگر کی تم ایضا یہاں تک کی۔

اقول:...... مگر کی یہاں تک کی وغیرہ وغیرہ سب ازروئے محاورہ غلط ہے ۔

نہیں کھیل اے داغؔ یاروں سے کہہ دو کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

مثل مشہور ہے:

''دلی میں رہے بارہ برس اور بھاڑ ہی جھونکا'' [۱]

قولہ:...... لظالمين نارا۔

اقول:...... قرآن پاک میں اس جگہ ''لظالمین'' ایک لام سے نہیں ہے۔ حروف قرآن میں کمی زیادتی کرنا صریح تحریف ہے، اور محرف کے لئے حسب فیصلہ قرآن حکیم اعتداد نار ثابت ہے، فليتأمل حق التأمل، ع

''ہم الزام ان کے دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا''

---

[۱]...... یعنی لائقوں کی صحبت میں بیٹھ کر بھی نالائق ہی رہے۔ (فیروز اللغات)

تنبیہ:......آیت﴿ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا ﴾ لے کے نقل کرنے کا یہاں کوئی محل نہیں تھا، نہ یہاں کفر واسلام کی گفتگو تھی، اور نہ ان اعمال پر کفر واسلام کا دارومدار ہے۔ اولا تو اس قسم کی مجالس بدعت سیئہ ہیں یا نہیں؟ یہ بجائے خود محل کلام ہے۔ ولو فرضنا، اگر بدعت بھی تسلیم کر لی جاویں تاہم اس قسم کی بدعات سے مسلمانوں کو چھوٹتے ہی کفر واسلام کی دعوت دے دینا اور اپنے خیال فاسد میں ایک جم غفیر مسلمانوں کو کافر سمجھ لینا اور ان کے ساتھ کفر کا سا خطاب کرنا ایک خطرناک دلیری ہے۔ ادنی ادنی سی باتوں میں اس قسم کی جرأت کر لینا شیوۂ اہل حدیث سے کوسوں دور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دعوی ہی دعوی اہل حدیث ہونے کا ہے، ورنہ احادیث نبویہ پر اگر نظر ہوتی اور اس حدیث کا مضمون یاد ہوتا جس میں یہ وعید ہے کہ غیر مستحق پر لعنت بھیجنے سے اسی لعنت کرنے والے پر لعنت عود کرتی ہے، ۲ے تو ہرگز ہرگز اس قسم کا دل آزار فقرہ مسلمانوں کے لئے قلم

لے......سورۂ کہف، آیت نمبر:۲۹۔
ترجمہ......سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

۲ے......عن ابی الدرداء قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ان العبد اذا لعن شیئا صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ، ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ، ثم تاخذ یمینا و شمالا ، فاذا لم تجد مساغا رجعت الی الذی لعن ، فان کان لذلک اهلا والا رجعت الی قائلها ، رواه ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص۴۱۳، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم ، الفصل الثانی)
ترجمہ......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جب کوئی بندہ کسی چیز یعنی کسی انسان یا غیر انسان پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، اور آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں بائیں جانا چاہتی ہے، (مگر ادھر سے بھی دھتکار دی جاتی ہے) چنانچہ جب وہ کسی طرف بھی راستہ نہیں پاتی تو اس چیز کی

سے نہ نکلتا:﴿ کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا ﴾ [۱] مؤمنین کاملین کو اس الزام کا مطلق افسوس نہیں۔

متعصب مدعیان اہل حدیث کا ہمیشہ سے یہی ناپسند شیوہ رہا ہے۔نظر بر حالات و قرائن اس قسم کے دل آزار فقروں سے صاف مطلب یہی واضح ہوتا ہے کہ وہ قوم میں نااتفاقی کا بیج بو کر ایک عرصہ سے گہرے اتحاد کو آن واحد میں خاک میں ملا کر ناواقفوں سے اپنا الو سیدھا کر کے اور اپنی جماعت کے خواص سے ٹکے وصول کر کے چند روز میں اپنی یادگار نااتفاقی چھوڑ کر چل دے ''ورائے ازیں چیزے نیست''۔

محرر تحریر کو ترمذی شریف کی روایت: من طلب العلم لیجاری به العلماء أو لیماری به السفهاء ، الخ۔ [۲] کو بغور دیکھ کر اپنی ردی حالت وفسادی طبیعت پر آنسو بہانا چاہئے۔

طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ چیز اس لعنت کی اہل وسزاوار ہوتی ہے تو اس پر واقع ہو جاتی ہے، ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔(مظاہر حق ص ۴۷۶ ج ۴)

عن ابن عباس : ان رجلا نازعته الریح رداء ہ ، فلعنها ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا تلعنها فانها مامورة وانه من لعن شیئا لیس له باهل رجعت اللعنة علیه ، رواہ الترمذی وابوداؤد،

(مشکوۃ ص۴۱۳، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم ، الفصل الثانی)

ترجمہ......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) ایک شخص کی چادر ہوا میں اڑ گئی تو اس نے ہوا پر لعنت کی، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو، کیونکہ وہ تو حکم کے تابع ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس لعنت کے قابل نہ ہو تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔(مظاہر حق ص ۴۷۶ ج ۴)

[۱]......سورۂ کہف، آیت نمبر:۵۔

ترجمہ...... بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں۔

[۲]......عن کعب بن مالک قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : من طلب العلم لیجاری به العلماء أو لیماری به السفهاء ویصرف به وجوه الناس الیه ادخله النار۔

محرر کی تحریری لیاقت کا جب یہ عالم ہے تو تفقہ کس بلا کا ہوگا، اس کو ہر پڑھا لکھا آدمی خوب سمجھ سکتا ہے۔

جناب من! اولاً الفاظ صاف وصحیح کیجئے، اس کے بعد تفقہ پیدا کیجئے اور پھر اپنی کج خلقی کو دور کیجئے، ورنہ بمطابق فرمان واجب الاذعان حضور ﷺ: خصلتان لا یجتمعان فی ..... حسن سمت ولافقه فی الدین ۔ترمذی۔ [1]

اندیشہ ہے کہ کہیں اس تحریر کا محرر اپنی کج اخلاقی اور تفقہ فی الدین کے فقدان کے باعث مورد حدیث مذکور نہ ہو جاوے۔

جس محرر کی علمی لیاقت وقابلیت ودین فہمی کا یہ عالم ہو کہ اس کی مختصر تحریر میں کئی سنگین غلطیاں ایسی پائی جاویں کہ جن کو دیکھ کر ایک طفل دبستاں بھی شرماتا ہو اس کا اہل علم سے بلا وجہ چھیڑ پیدا کرنا رہی سہی اپنی آبرو کھونا ہے۔ فیا للعجب ولضیعة العلم والادب۔

علاوہ ازیں جس امر کا بدعت ہونا خود محل کلام ہو ایسے خفیف امر کے ارتکاب سے ہر شخص اگر بزعم محرر کافر ہو جایا کرے تو خطبۂ عیدین وجمعہ اردو زبان میں پڑھنے والا کہ جس کا

ترجمہ.....حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے اس مقصد کے لئے علم سیکھا کہ اس سے علماء سے مقابلہ آرائی کرے، یا بے وقوفوں سے بحث وتکرار کرے، اور لوگوں کو اس سے اپنی طرف متوجہ کرے (تاکہ وہ اسے مال وغیرہ دیں) تو اللہ تعالی ایسے شخص کو جہنم میں داخل کریں گے۔

(ترمذی ص۹۴ ج۲، باب ما جاء فی من یطلب بعلمه الدنیا ، ابواب العلم)

[1].....عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خصلتان لا يجتمان فى منافق : حسن سمت ولا فقه فى الدين۔ (ترمذی ص۹۸ ج۲، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة ، ابواب العلم)

ترجمہ:.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو منافق میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، حسن اخلاق اور دین کی سمجھ۔

بدعت ہونا بہت ہی واضح ہے، اس لئے کہ باوجود امصار و بلاد عجم زیر اقتدار اہل اسلام آجانے اور وہاں کے باشندے عربی سمجھنے سے قاصر ہونے کے و دیگر صدہا صحابہ دوسری زبانوں کے ماہر ہوتے ہوئے بھی حضرات صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے خیر القرون میں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں نہیں پڑھا گیا اور علماء امت کے نزدیک اس قسم کے خطبے بدعت ہونے میں قوی دلیل یہی مانی جاتی ہے کہ باوجود ضرورت شدیدہ کے بھی اس قسم کی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا گیا [۱] ومن ادعی فعلیه البیان۔ محرر کے نزدیک قطعاً اشد کافر ہوگیا، العیاذ باللہ، اس لئے کہ عربی کے سوا ممالک مفتوحہ کی کسی دوسری زبان میں خطبہ پڑھنے کا وجود خیر القرون میں نہیں پایا گیا، وعدم الوجدان مع داعیة الضرورة الشدیدة دلیل واضح علی عدم مشروعیته' فافهم و تدبر ولا تکن من الغافلین المعاندین۔

جناب مولوی عبد الجلیل صاحب کی گمنام تحریر جس شخص کے ذریعہ آئی تھی اسی شخص کے ہاتھ یہ تحریر آپ کے پاس بطور جواب پہنچائی گئی۔ گمنام تحریر کا جواب بھی گمنام ہی دیا گیا تھا۔ اس تحریر کو دیکھ کر مولوی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں، لیکن اپنی غلطیوں پر نادم ہونے کے بجائے آپ نے شرمندگی دور کرنے کے لئے اس تحریر پر اپنے حوصلے کے موافق گرفتیں کیں، جو سراسر غلط ہونے کے علاوہ معترض کی ناسمجھی پر کافی دلیل ہیں۔ ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ آپ کے پاس جو تحریر میری پہنچی ہے وہ ایک ناواقف ملازم کے ہاتھ کی نقل تھی اب اصل ارسال ہے ملاحظہ ہو۔ اس کے بعد بھی کئی روز تک اصل دیکھنے کا انتظار رہا، لیکن آپ ارسال نہ کر سکے اور کس منھ سے ارسال کرتے۔

آپ نے دوسری تحریر جس میں اسی تحریر پر گرفت کی تھی ارسال فرمائی، اس کی لغزشات

---

[۱]...... تفصیل کے لئے دیکھئے! ''مرغوب الفتاوی'' ص ۸۴ ج ۳ / سوال نمبر ۴۲۸۔

کو ذیل میں ظاہر کیا جاتا ہے، ناظرین ملاحظہ فرماویں:

حامدا ومصلیا ومسلما

بطور نمونہ آپ کی پہلی تحریر کی جو گرفت کی گئی تھی، اس کے جواب میں ذمہ داری صرف ناواقف ملازم پر ڈال دینا کافی تھا، لیکن اب آپ نے خود اپنے قلم سے یہ تحریر بھیج کر ملازم کی آڑ کو بھی درمیان سے ہٹا دیا، اور اس طرح اہل علم کے روبرو اپنی رہی سہی قابلیت پر بھی خاک ڈال دی، چنانچہ آپ کی اسی تحریر کے اغلاط کے چند مواقع بھی ظاہر کئے جاتے ہیں، جس سے صاف کھل جائے گا (آپ کے قول کے موافق) کہ کون پاجامہ سے باہر اچھل کود رہا ہے۔ عمل بالحدیث کا دعوی اور ایسے رکیک بازاری فقروں کا استعمال آپ ہی کی شان کو زیبا دیتا ہے، اگر آپ کو قابلیت پر ناز ہے تو بازاری باتوں کو چھوڑ کر شان علم کا لحاظ رکھ کر معدودے چند اعتراضات کا جواب دیجئے۔

پہلی تحریر میں آپ نے کفر وایمان کو اہل اسلام پر تقسیم فرمایا تھا، اب اس تحریر میں بغور دیکھیں کہ کفریہ کلمات لکھنے سے بھی باک نہیں رہا۔

قولہ:......کیا ہی سبحان اللہ فصاحت وبلاغت ہے۔

اقول:......آپ کو مناسب یہ تھا کہ اس صحیح جملہ کے مقابلہ میں اپنی فصیح وبلیغ عبارت بامحاورہ پیش کی ہوتی اور ظاہر کیا ہوتا کہ اس فقرہ (اس تحریر کے کاتب کی مختصر تحریر کو دیکھ کر اس کی علمی لیاقت کی تھاہ معلوم ہوگئی) میں کون سا لفظ ایسا ہے جو اردو محاورہ میں نہیں بولا جاتا، جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو دعوی بلا دلیل کسی عاقل کے نزدیک قابل سماعت نہیں۔

قولہ:......کیا فصاحت وصحت کتابت ہے، چشم بددور۔

اقول:......یہ بھی مثل سابق دعوی بلا دلیل پر مشتمل ہے، اگر کم فہمی سے یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ

جملہ کے ابتدائی الفاظ (اس تحریر میں اس کے) میں مضاف کی تقدیم اردو بول چال کے خلاف ہے، اور من حیث المحاورہ یہ بھی ناجائز ہے تو یہ بات تو آپ کی تحریر میں بھی موجود ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''مرجع خطبہ کا''۔ علاوہ ازیں میرے اس جملہ میں تقدیم مضاف در حقیقت ہے ہی نہیں، فہم کی ضرورت ہے۔

قولہ:......رسم خطی سلاما ہے۔

اقول:...... یہ آپ کی خودرائی کا نتیجہ ہے جو رسم خطی سلاما بتارہے ہیں۔ قرآن شریف کھول کر دیکھ لو! اگر آپ کو قرآن میں نہ مل سکے تو اصل مبحوث عنہ کے کئی مواقع بتلاتا ہوں:

(۱)...... پارہ:۱۹/رکوع:۳/آیت:۶۳۔ [1]

(۲)...... پارہ/:۲۳/سورۂ یٰسٓ، رکوع:۴۔ [2]

(۳)......سورۂ انبیاء، رکوع:۵۳۔ [3]

(۴)......سورۂ قدر۔ [4]

---

[1]......﴿ واذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلٰما ﴾۔ سورۂ فرقان آیت نمبر:۶۳۔

[2]......﴿ سلٰم قولا من رب رحيم ﴾۔ سورۂ یٰسٓ، آیت نمبر:۵۸۔

[3]......﴿ قلنا ينٰار كونى بردا و سلٰما على ابراهيم ﴾۔ سورۂ انبیاء، آیت نمبر:۶۹۔

[4]......﴿ سلٰم هى حتى مطلع الفجر ﴾۔ سورۂ قدر، آیت نمبر:۵۔

چند مواقع اور بھی ہیں:

﴿ قالوا سلٰما ء قال سلٰم فما لبث ان جاء بعجل حنيذ ﴾۔ پ/۱۲، سورۂ ھود آیت/۶۹۔

﴿ اذ دخلوا عليه فقالوا سلٰما ﴾۔ پ/۱۴، سورۂ حجر، آیت/۵۲۔

﴿ لا يسمعون فيها لغوا الا سلٰما ﴾۔ پ/۱۶ سورۂ مریم، آیت/۶۲۔

﴿ ويلقون فيها تحية و سلٰما ﴾۔ پ/۱۹ سورۂ فرقان، آیت/۷۵۔

﴿ اذ دخلوا عليه فقالوا سلٰما ء قال سلٰم قوم منكرون ﴾۔ پ/۲۶، سورۂ ذاریات، آیت:۲۵۔

قولہ:......نہوا ہو کام کے لحاظ سے لکھا گیا جو قبل واقع ہے۔

اقول:......سبحان اللہ آپ نے خوب تاویل کی، جناب من! ایسے موقع پر تذکیر و تانیث میں آخر اور متصل کا لحاظ کیا جاتا ہے: ''ایک مرد اور عورت تھی'' بولا جاتا ہے، ایک مرد اور ایک عورت تھا'' نہیں بولتے۔

قولہ:......اس کا محل یہی تھا جس طرح رسول اکرم ﷺ الخ۔

اقول:......رسول اکرم ﷺ نے آیت پڑھ کر آپ کی طرح ایمان و کفر تقسیم نہیں کیا تھا، اور دوسری آیت ﴿ من کان فی هذه ﴾ الآیة۔[1] میں بھی مؤمنین کو کافر نہیں بتایا گیا، بلکہ کفار کی حالت ارشاد فرمائی گئی ہے۔ اللہ جل شانہ کی ذات پاک اس سے برتر اور حضور مآب ﷺ اس سے بالکل بری ہیں۔ مؤمنوں کو کافر بنانا آپ ہی کو مبارک رہے۔

قولہ:......آیۃ ﴿ من کان فی هذه الدنیا اعمی ﴾ الخ۔

اقول:......سچے اہل حدیث بزرگان دین امام بخاری و امام مسلم نقل حدیث میں بھی سخت احتیاط ملحوظ خاطر رکھتے تھے، اور آپ جوش میں آکر (بقول خود پاجامہ سے باہر ہوکر) اس قدر دلیری و جرأت سے کام لیتے ہیں کہ آیت قرآنیہ میں بھی کمی بیشی ہوجانے کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ ذرا قرآن شریف کھول کر اچھی طرح دیکھئے! ﴿ من کان فی هذه الدنیا اعمی ﴾ قرآن شریف کی کونسی آیت ہے؟ لفظ ''الدنیا'' کا اضافہ کرکے آیت قرآنیہ قرار دینا تحریف ہے یا نہیں؟ غور کیجئے کہ حسب رائے عالی '' اعمی '' کا مصداق کون ہوسکتا ہے؟ حیف ہے کہ اس مختصر تحریر میں آپ نے قرآن پاک کے دو موقعوں سے الزام دینا چاہا

﴿ الا قیلا سلما سلما ﴾۔پ/۲۷، سورۂ واقعہ، آیت نمبر:۲۶۔

[1]......﴿ ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی ﴾۔پ:۱۵، سورۂ اسراء، آیت نمبر:۷۲۔
ترجمہ......اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

اور دونوں میں فاش غلطی کی۔ جناب من! سخن پروری کی دوسری راہیں کھلی ہوئی ہیں تو نقل آیات میں تو احتیاط سے کام لیجئے۔ سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں بُرد [۱]

ذرا خوف خدا کیجئے! ورنہ آپ کی خودرائی دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچاتی ہے۔

قولہ:......(ہ) مرجع خطبہ کا ہے، بتلایئے۔

اقول:......سبحان اللہ نحو میر پڑھنے والا بھی ''ہ'' کو مرجع نہ کہے گا۔ ''ہ'' تو ضمیر راجع ہے نہ کہ مرجع۔ اس کا مرجع: '' کون الخطبة بلسان عربی '' ہے، اس کا مرجع لفظ خطبہ نہیں ہے جو محل اعتراض ہو۔

جناب کی اس تھوڑی سی تحریر کے ان چند مواقع کو کس قدر وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، اگر باوجود اس کے آپ غور نہ فرماویں تو ہماری طرف سے کوئی قصور نہیں۔ محاورات اور شوشوں وغیرہ کے اغلاط جیسے: آیت کو تحریر کی، اور ذرہ سوچ اور فرمائے وغیرہ کو قصداً اس لئے ترک کر دیا گیا کہ اس کے جواب میں حسب رائے سامی فریقین کو وسعت ہے کہ دوسرے سے نقل کرا دینے کی تاویل کر دیں، اگرچہ اسی پچھلی تحریر میں آپ نے یہ تاویل بھی اپنے ہاتھ سے کھو دی، ع

خود کردہ را چہ علاج [۲]

چونکہ ہر کام میں انجام پر نظر رکھنا منجملہ اصول مسلمہ ہے، اس لئے بعد ختم تحریر ہذا جناب کی قابلانہ تحریر کے انجام پر بھی ایک نظر کر لینا مناسب ہے، لہٰذا غور وفکر سے کام لیں۔

---

[۱]......جب اللہ تعالیٰ کسی کی پردہ دری چاہتے ہیں، تو اس کا رجحان نیک لوگوں کو مطعون کرنے کی طرف کر دیتے ہیں۔

[۲]......اپنے کئے کا کیا علاج۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

''راقم عبدالجلیل کان اللہ'' اس میں لفظ اللہ کے آگے نہ تو خبر کا پتہ ہے نہ خبر کا کوئی قائم مقام ہے، اس لئے بلحاظ قواعد عربیہ اقرب الی الفہم اسم کان ضمیر مستتر راجع بجانب عبد الجلیل ہوگی اور لفظ اللہ خبر کان۔ اب مہربانی فرما کر اس عقدہ کو حل فرماویں کہ آیا نعوذ باللہ آپ کا یہ مطلب ہے کہ عبدالجلیل اللہ ہوگئے یا بالعکس اور اگر ایسا نازیبا مطلب آپ کے مرکوز خاطر نہیں تو خدارا اپنی جان پر اور اپنی جماعت پر رحم کیجئے اور ایسے موہوم شرک الفاظ لکھنے سے اگر دیدہ و دانستہ ہے تو تجدید اسلام کے بعد اور نادانستہ فرط جوش کی حالت میں لکھا ہے تو توبہ کے بعد آئندہ کے لئے سخت احتیاط کیجئے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اصل اب ارسال ہے ملاحظہ ہو'' لیکن افسوس ہے کہ اصل ہنوز نہ پہنچی تاکہ اس کی قابلانہ صحت کتابت وغیرہ خوبیوں کی زیارت نصیب ہوتی، والسلام علی من اتبع الھدی۔

اس کے بعد معزز ناظرین! مولوی عبدالجلیل صاحب کی فاضلانہ لیاقت پر غور فرماویں کہ کسی شخص نے دو سوال مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں بغرض جواب ارسال کئے، جس میں ایک سوال فرائض کا تھا اور ایک سوال یہ تھا کہ خطبہ جمعہ وعیدین اردو میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت احادیث قولی یا فعلی یا تقریری سے یا خلفائے راشدین وصحابہ وتابعین وتبع تابعین کے قول وفعل سے دیا جائے۔ آپ نے سائل کے ہر دو سوال کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور ایک دوسرے پرچہ پر جواب لکھ دیا کہ:

''جو بات وجود میں نہ آئے اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں، اگر واقعی یہ بات درپیش ہوئی ہے تو صاحب واقعہ حاضر ہو کر واقعی الامر بیان کرے، اس کے موجب جواب

دیا جائے گا۔ میراث کا معاملہ ادنی بھول بیان سے اصل مسئلہ میں کم وبیش حرمان ہو جایا کرتا ہے، لہٰذا صاحب واقعہ کی بجنسہٖ اس ضرورت ہے، فقط''۔

''رسول اللہ ﷺ خطبہ میں نصیحت واحکام وغیرہ بیان فرماتے تھے'' انتہی۔

ناظرین! یہ آپ کا مبلغ علم ہے، اس پر مزید طرہ یہ ہے کہ آپ جمعہ میں موقع موقع پر یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے اس حدیث کا خلاف کیا، اور حنفیوں کا مذہب اس حدیث سے رد ہوتا ہے، اور علمی سرمایہ کا یہ عالم ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس تحریر کا جواب میرے ایک محترم دوست نے لکھ کر مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا جو بجنسہ ناظرین کی ضیافت طبع کے خاطر درج کیا جاتا ہے:

نقل جواب تحریر

سبحان اللہ! چشم بد دور کیا معقول جواب لکھا ہے، لیاقت علمی کا حال معلوم ہو گیا، جب جواب نہ بن پڑا تو لگے بغلیں جھانکنے اور ادھر ادھر کی ملانے۔ ع

سوال از آسماں جواب از ریسماں [۱]

سوال تو یہ تھا کہ غیر عربی میں خطبہ پڑھنا کہیں سے ثابت کرو، اس کا جواب بالکل ہضم کر گئے اور وہ حدیث نقل کر دی جس میں حضور ﷺ کا خطبہ عربی میں پڑھنا اور خطبہ میں احکام بیان فرمانا اور نصیحت فرمانا ثابت ہوتا ہے نہ کہ غیر عربی میں۔

آخر کوئی حدیث مفید مدعا نہ ملی اور جو مفید سمجھ کر نقل کی وہ بجائے مفید ہونے کے اور مضر ثابت ہوئی۔ نیز نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی تابعین و تبع تابعین سے کسی امر کا ثبوت دے

---

[۱]......ریسماں: رسی، دوڑی۔ ترجمہ: سوال آسمان کے بارے میں اور جواب دھاگے کے بارے میں۔ مثل کا مطلب یہ ہے کہ سوال کچھ اور جواب کچھ۔ اوٹ پٹانگ جواب۔ (فیروز اللغات)

سکے۔فلاں نے یہ اجازت دی،اس سے کام نہیں چلتا۔سوال یہ تھا کہ باوجود اشد ضرورت کے زمانہ خیر القرون میں کسی نے پڑھایا نہیں؟ کہیں منقول نہیں ہے کہ غیر عربی میں کسی نے خطبہ پڑھا ہو،وھذا دلیل واضح علی انه بدعة۔

دوسرا سوال میراث کا ہے۔قربان جایئے اس علم وفضل کے کہ فرماتے ہیں:

''جو بات وجود میں نہ آئی ہو اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں''

ماشاء اللہ حدیث دانی کا جھوٹا دعوی تو تھا ہی ساتھ ہی عالم الغیب ہونے کا دعوی بھی ہونے لگا، جی ہاں یہی ہوگا، دیکھئے آئندہ کیا کیا دعوے اور ہوں گے۔خدا خیر کرے، اہل بدعت تو دعوی غیب دانی حضرت خاتم النبیین ﷺ کے لئے کرتے ہی تھے،مگر آپ ان سے دو قدم اور آگے بڑھے اور خود دعوی غیب دانی کرنے لگے اور کہتے ہیں:

''جو بات وجود میں نہ آئی اس کے جواب کی ضرورت نہیں''

کیوں جناب! آپ کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس کا وجود نہیں ہوا؟ کیا محال شرعی ہے یا عقلی؟ ان سب باتوں کو ایک طرف رکھیں،ہنسی تو اس پر آتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

''صاحب معاملہ حاضر ہو''

واہ حضرت! یہ ایک نیا اصول فتوی نویسی کا آپ نے نکالا کہ جو فتوی پوچھے وہ سامنے بیٹھا ہوا آپ کا منہ تکتا رہے، نہ معلوم کس حدیث سے یہ اصول نکالا گیا،مگر خیر ایسے ہی نکالا ہوگا جیسے کسی نے'' لا صلوة الا بحضور القلب '' [1] سے کتے کا نماز میں ساتھ رکھنا نکالا تھا۔

اہل علم کا یہ اصول ہے کہ جو سوال آوے اس کے موافق شرعی جواب لکھ دے،مگر یہاں

[1]...... پتہ نہیں یہ حدیث ہے یا مقولہ؟

تو جواب لکھنے سے جان چرا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جواب لکھا اور قلعی کھلی۔سوال تو بالکل صاف تھا، ذرا بھی فرائض کسی کو آتی ہو وہ فوراً تخریج کر کے حوالہ کر سکتا ہے، مگر یہاں تو بجز چند حدیثوں کے رٹنے کے اور جمیع علوم سے بفضلہٖ کورے ہیں، جواب لکھیں تو کہاں سے لکھیں؟

احادیث نبویہ ﷺ میں بفرمان نبوی ﷺ یہ بات ثابت ہے کہ فرائض نصف علم ہے [۱] اور جسے فرائض نہیں آتی تو اس کا نصف علم سے کورا ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔اب

---

[۱]......تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ ، فَإِنَّهُ نِصفُ الْعِلْمِ ، وَهُوَ يُنْسٰى ، وَهُوَ اَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِيْ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۳۳۴ج۳، رقم الحدیث:۳۳۲۵)

ترجمہ......علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اس لئے کہ یہ آدھا علم ہے، اور یہ (وہ علم ہے جو ایک دن) بھلا دیا جائے گا اور یہ پہلا علم ہے جو میری امت سے اٹھا لیا جائے گا۔

فائدہ:......فرائض کو نصف علم آنحضرت ﷺ نے چند وجوہ سے فرمایا:

(۱)......آدمی کی دو حالتیں ہیں: ایک زندگی کی، دوسری مرنے کے بعد، دیگر علوم میں زندگی کے پیش آنے والے واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے، اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا اور ایک حال دو حال کے مجموعے کا نصف ہوتا ہے، اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا۔

(۲)......معاملات کے بعض اسباب تو اختیاری ہیں جیسے خرید و فروخت، ہبہ، وصیت وغیرہ، اور بعض غیر اختیاری ہیں جیسے میراث' جن میں لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہیں، خواہ مخواہ ایک کی ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک ہو جاتا ہے۔فرائض میں چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے، لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ ہے جس میں اسباب اختیاری سے مالک ہونے کی بحث ہے۔

(۳)......اس کی صورتیں اور پیش آنے والے مسائل اس قدر کثیر اور مختلف ہیں کہ گویا دیگر تمام مسائل کے برابر اور مساوی ہیں۔مسائل کی تعداد اور ذخیرہ میں گویا نصف حصہ دیگر مسائل کا ہے اور نصف فرائض کے مسائل کا۔

رہا آدھا سو وہ متکلم فیہ ہے، پس یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ جب کسی سے جواب بن نہ پڑے وہ یہ کہہ دیا کرے کہ جو بات وجود میں نہ آئی ہو اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں

ع آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو ۱؎

ع ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند ۲؎ ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد ۳؎

والسلام علی من اتبع الھدی

اس کے بعد مولوی عبدالجلیل صاحب کی اور ایک مختصر تحریر پہنچی جس میں آپ نے گمنام تحریر لکھنے پر ہمیں الزام دینا چاہا تھا، اور ساتھ ہی یہ بھی مرقوم تھا کہ آئندہ آپ کی تحریر کا حرفا حرفا جواب مرحمت کیا جائے گا اور تقریری گفتگو کے لئے بھی آپ نے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی تھی، جس کا جواب حسب ذیل آپ کے پاس پہنچایا گیا:

(۴)......احکام شرعیہ بعض قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور بعض قیاس واجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں، لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے فرائض نصف علم ہے۔ جس قدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے' اس قدر اس تنہا پر۔

(۵)......ثواب اس میں چونکہ کثیر ہے، اس لئے تمام علوم کے برابر ثواب اس میں حاصل ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلوں کے برابر ثواب ہوتا ہے۔ من شروح الحدیث و بعضا من ''کشف الظنون''۔ (حاشیہ مفید الوارثین ص ۲۶۔ قرۃ العیون ص ۹۱)

۱؎......شاباسی ہے تیری اس مردانہ ہمت پر۔

۲؎......یہ کام آپ ہی کر سکتے ہیں اور مرد ایسے کام کیا کرتے ہیں۔

۳؎......اگر ایسے ہی مکتب اور ایسا ہی مدرسہ ہو تو بچوں کا کام ختم ہو جائے گا۔

؎ گر ہمیں مفتی و ہمیں فتوی کار ایماں تمام خواہد شد

حامدا و مصلیا و مسلما

توجہ فرمائے بندہ مولوی عبدالجلیل صاحب

والسلام علی من اتبع الھدی

آپ کی آخری تحریر پہنچی جس میں آپ گمنام تحریر پر غصہ کا اظہار کرنے کے بعد اطمینان دلاتے ہیں کہ مخالف تحریر کا حرفا حرفا جواب مرحمت کیا جائے گا، اس لئے اس پچھلی تحریر کے متعلق جو کچھ سوالات کئے جاتے ہیں ان کے صاف صاف قابلانہ جوابات قلمبند فرمائیے:

(۱)......گمنام تحریر محمود ہے یا مذموم؟ یا نہ محمود ہے نہ مذموم؟ اگر محمود ہے تو نام وغیرہ کی تفصیل پر کس لئے زور دیا جاتا ہے؟ اگر مذموم ہے تو آپ نے پہلی دو تحریریں نا معلوم الاسم والاعتقاد بھیج کر (بقول آپ کے) کس لئے پانی پر بنیاد قائم کی؟ اگر شق ثالث ہے تو معلوم الاسم اور نا معلوم الاسم دونوں صورتوں کا اختیار رہا۔

آپ کے مقابل اہل سنت والجماعت میں سے زید، عمر، بکر کوئی ہو، خواہ مقلد ہو یا غیر مقلد، بہر حال آپ کو دلائل شرعیہ سے کام لینا چاہئے۔

(۲)......تقریری گفتگو کے لئے آپ کن جگہوں کو پسند کریں گے، خاص مجمع میں گفتگو کریں گے یا عام مجمع میں؟

(۳)......اگر اثنائے گفتگو میں کسی عالم غیر مقلد کا قول آپ کے سامنے پیش کیا جاوے تو آپ اس کو مان لیں گے یا آپ اپنے کو مقام استدلال میں مستقل تصور فرمائیں گے؟ جواب جلد مرحمت ہو، والسلام۔

حضرات ناظرین! جس طرح مولوی عبدالجلیل صاحب کی مختصر تحریر کے چند غلط مواقع آپ کے سامنے پیش کئے گئے اسی طرح قبل ازیں مولوی صاحب کی خدمت میں بھی

مندرجہ بالا تحریریں بھیج کر آپ کو ان غلطیوں پر آگاہ کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی کئی شخصوں کی زبانی آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ مجمع عام میں ہماری جماعت کے کسی ایک عالم سے بھی تقریری مناظرہ کرلیں، جس کے بعد ہمیں آپ کے جواب کا سخت انتظار رہا، پھر بجائے اس کے کہ ہمیں مولوی عبدالجلیل صاحب کی علمی لیاقت کا حال کسی مجمع میں معلوم کرنے کا عمدہ موقع ہاتھ لگتا ہم نے نہایت افسوس سے سنا کہ آپ آخری تحریر پہنچنے کے بعد چند روز خاموشی کی حالت میں قیام فرما کر مجمع عام میں بدون منہ دکھائے اور بغیر تحریری جواب دینے کے نا اتفاقی کی یادگار چھوڑ کر رنگون سے روانہ ہوگئے۔[۱]

راقم، ایک خیرخواہ

---

[۱]...... یہ رسالہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ہے، اس کا علم حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب جگن پوری رحمہ اللہ کی کتاب ''براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار'' سے ہوا، جس میں موصوف نے حضرات علماء کرام کی ان تصانیف کا ذکر کیا ہے جو غیر مقلدوں کے رد میں لکھی گئی ہیں، ساتھ میں مصنفین کرام کے اسماء بھی ذکر کئے گئے ہیں، اس فہرست میں اس رسالہ کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ کا نام ہے۔ دیکھئے! براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار ص ۴۷۱۔

کتاب العلم

فرض وواجب کی تعریف

(۶۴): س......فرض واجب کی یہ تعریف صحیح ہے یا غلط؟

اما فریضہ آنست کی خدائے تعالی بندگاں رافرمودہ است اندر قرآن، ہمچوں نماز وروزہ و زکوۃ وحج وطہارت واز جنابت غسل کردن و مانند آں۔ وحکم فریضہ آنست کہ ایمان آوردن بفریضہ کہ آں واجب است بر ہمہ مسلمان۔ وہر کہ منکر شود فریضہ آں کافر گردد۔

واما واجب آنست کہ خدائے تعالی نفرمودہ است، و در قرآن نیست، ولیکن باخبار متواترہ از پیغمبر ما علیہ السلام ثابت شدہ است، وآں را علمائے ما واجب خوانند نہ فریضہ، ہمچوں نماز عید ونماز وتر گذاردن وقربانی کردن وصدقہ فطر دادن ودفن کردن مردہ و مدرسہ را اعانت کردن و مانند آں۔ وحکم واجب آنست کہ ایمان آوردن باں واجب است واگر کسے واجب را منکر شود کافر نہ گردد، ولیکن مبتدع شود، وہر کہ واجب را بجائے آرد ثواب بابد از حق تعالی، وہر کہ واجب بگذارد بے عذری و بے تاویل مستحق عقوبت گردد۔[۱] اور یہ حکم فرض و

---

[۱]......ترجمہ سوال: فرض کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالی نے بندوں کو قرآن میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، طہارت اور جنابت کا غسل اور اس کے مانند دوسرے احکام۔ اور فرض کا حکم یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر اس کو ماننا ضروری ہے، اور اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔

اور واجب کی تعریف یہ ہے کہ حق تعالی نے اس کا حکم قرآن میں نہ دیا ہو، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث متواترہ میں اس کا ثبوت ہو، اس کو ہمارے علماء واجب سے تعبیر کرتے ہیں، فرض نہیں فرماتے، جیسے عید و وتر کی نماز، قربانی، صدقۂ فطر، مردہ کو دفنانا اور مدرسہ کی اعانت کرنا اور اس کے مانند دوسرے افعال۔ اور حکم واجب کا یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اور اس کا منکر بدعتی ہے کافر نہیں۔ اور واجب کی بجا آوری میں ثواب اور بلا تاویل و بے عذر اس کا تارک سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

واجب صحیح اور درست ہے یا غلط؟

ج:......تعریف الفرض والواجب الذی کتب فی السوال صحیح ، هکذا فی اصول الفقه ، وفی الحسامی :" فالفرض ما ثبت وجوبه بدلیل لا شبهة فیه ، وحکمه اللزوم علما و تصدیقا بالقلب وعملا بالبدن حتی یکفر جاحده ویفسق تارکه بلا عذر ، والواجب ما ثبت وجوبه بدلیل فیه شبهة ، و حکمه اللزوم عملا بالبدن لا علما علی الیقین حتی لا یکفر جاحده ، ویفسق تارکه اذا استخف باخبار الآحاد واما متأوِلاً فلا فقط۔ [۱] والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم۔

متقدمین اور متأخرین کی تعریف کیا ہے؟

(۶۵):س......متقدمین کن کو کہتے ہیں اور ان کی حد کہاں تک ہے؟ اور متأخرین کس زمانے کے لوگوں کو کہتے ہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبالله التوفیق : متقدمین اور متأخرین میں حد فاصل

---

[۱]......حسامی ص ۵۸، فصل فی العزیمة والرخصة۔

ترجمہ جواب:......فرض وواجب کی جو تعریف سوال میں مذکور ہے صحیح ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اسی طرح منقول ہے۔''حسامی'' میں ہے:

فرض وہ ہے جس کا وجوب ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اور فرض کا حکم علم اور تصدیق بالقلب کے اعتبار سے اور بدن کے ذریعہ عمل کے اعتبار سے لزوم ہے، حتی کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا، اور بلا عذر اس کے تارک کو فاسق کہا جائے گا۔

اور واجب وہ ہے جس کا وجوب ایسی دلیل سے ثابت ہو جس دلیل میں شبہ ہو۔ اور واجب کا حکم بدن کے ذریعہ عمل کا لازم ہونا ہے نہ کہ علم یقینی کا لزوم، حتی کہ اس کا منکر کافر نہ ہوگا، اور اس کے تارک کو فاسق کہا جائے گا، بشرطیکہ وہ اخبار آحاد کا استخفاف کرے، اور تاویل کر کے واجب کو ترک کرنے والا فاسق نہیں۔

تیسری صدی کا شروع ہے، یعنی تیسری صدی کے پہلے کے لوگ متقدمین اور تیسری صدی کے لوگ متأخرین کہلاتے ہیں۔(کذا فی المیزان للذھبی [۱])

فقہاء ان لوگوں کو متقدمین کہتے ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ کا زمانہ پایا اور ان سے فیض حاصل کیا ہو، اور جن لوگوں نے ائمۂ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متأخرین کہتے ہیں۔ [۲] واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم واتم۔

لفظ آل واولاد کی تحقیق

(٦٦):س......میری اولاد کس کو کہتے ہیں؟ اور میری آل واولاد کس کو کہتے ہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : اولاد ولد کی جمع ہے۔ ولد عام ہے بیٹا اور بیٹی دونوں کو ولد کہتے ہیں۔

---

[۱]......فالحد الفاصل بین المتقدم والمتأخر ھو رأس سنة ثلثمائة ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال ص۴ ج۱)

علامہ شامی ''شفاء العلیل'' میں لکھتے ہیں:

'' قال الذھبی : فا الحد الفاصل بین المتقدمین والمتأخرین ھو رأس القرن الثالث ' وھو الثلثمائة '' اھ ، فالمتقدمون من قبله والمتأخرون من بعده''۔(رسائل ابن عابدین ص۱۶۱ ج۱)

یعنی تیسری صدی کے شروع تک جو علماء گذرے ہیں وہ متقدمین کہلاتے ہیں اور اس کے بعد والے متأخرین۔

[۲]......المراد بالمتقدمین من فقھائنا الذین ادرکوا الائمة الثلثة ' ومن لم یدرکھم فھو من المتأخرین ، ھذا ھو الظاھر من اطلاقاتھم فی کثیر من المواضع۔

(مقدمة عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة ص۱۵)

ایک قول یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تک متقدمین ہیں، اور ان کے بعد حافظ الدین بخاری رحمہ اللہ تک علماء متأخرین ہیں۔(مبادیات فقہ ص۴۷۔ آپ فتوی کیسے دیں؟ شرح رسم المفتی ص۳۷)

" الولد : الابن والابنة ، وجمع الولد : اولاد "۔المفردات۔ ۱

اصل اولاد بیٹا، بیٹی ہیں۔قرآن مجید میں ﴿ یوصیکم الله فی اولادکم ﴾۔ ۲ میں اولاد سے مراد بیٹا، بیٹی ہیں۔جامع اللغات میں ہے:(الف)اولاد، بیٹا، بیٹی۔ ۳

اوردوسری جگہ ہے:(ب)اولاد:ولد کی جمع بیٹا، بیٹی بال بچے،لڑکے بالے،ایک آدمی کی اولاد،نسل،عیال۔ ۴

خلاصہ یہ کہ عربی میں اولاد کے خصوصی معنی:بیٹا، بیٹی کے ہیں اور عمومی معنی:لڑکے بالےاور گھر والوں کے ہیں۔

اردوزبان میں اس سے مراد اپنی نسلی اور صلبی اولاد ہے،مثلا:بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ۔

(۲)......الف:آل،ع:اولاد اور بیٹی کی اولاد کوخصوصا بولتے ہیں۔ ۵

ب:......آل،ع:خاندان،رشتہ دار قریبی،بچہ،اولاد،نسل۔جامع اللغات۔ ۶

آل اردو زبان میں بیٹی کے بچوں کے متعلق اور اولاد بیٹیوں کے بچوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔جامع۔ ۷

(۳)......آل واولاد:مؤنث:بیٹا، بیٹی اوران کے بچے،خاندان۔ ۸

۱......المفردات فی غرائب القرآن ص۵۵۴۔

۲......سورۂ نساء،آیت نمبر:۱۱،پارہ:۴۔

۳......جامع اللغات ص۵۲ ج۱۔

۴......جامع اللغات ص۳۲۵ ج۱۔

۵......غیاث اللغات ولغات کشوری ص۳۸۔

۶......جامع اللغات ص۵۲ ج۱۔

۷......جامع اللغات ص۵۲ ج۱۔

۸......جامع اللغات ص۵۲۔

(۴)......اولاد کے معنی لڑکے، بیٹے وغیرہ۔اور آل کے معنی اعزہ و اقارب کے بہت کثرت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔[۱]

میری اولاد سے مراد بیٹے اور بیٹیوں کی اولاد یعنی پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں مراد ہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم۔

لفظ ''پھیا'' کی تحقیق

(۶۷):س...... برمی قوم خدا یعنی معبود حقیقی کو لفظ ''پھیا'' سے یاد کرتے ہیں، نیز وہ لوگ اپنے مذہبی پیشوا یعنی راہبوں پھنگیوں کو لفظ ''پھیا'' سے مخاطب کرتے ہیں۔کیا مسلمانوں کے لئے ان پھنگیوں اور بدھشٹ حکاموں کے لئے بات چیت وخطاب میں یا تحریرات میں ''پھیا'' بولنا، کہنا، لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : تحقیق کرنے سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ ''پھیا'' خدا کی ذات کے لئے برمی زبان میں خاص نہیں، بلکہ یہ لفظ تعظیم وتکریم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ برمی قوم جس طرح خدا کے لئے یہ لفظ استعمال کرتی ہے اسی

---

[۱]......معجم کی ترتیب کے مطابق: ۲۶؍جگہ قرآن میں آل کا لفظ آیا ہے۔سورۂ بقرہ: ۴۹/۵۰/۲۴۸/۲۴۸، سورۂ آل عمران: ۱۱/۳۳/۳۳، سورۂ نساء: ۵۴، سورۂ اعراف: ۱۳۰/۱۴۱، سورۂ انفال: ۵۲/۵۴/۵۴، سورۂ یوسف: ۶، سورۂ ابراہیم: ۶، سورۂ حجر: ۵۹/۶۱، سورۂ مریم: ۶، سورۂ نمل: ۵۶، سورۂ قصص: ۸، سورۂ سبا: ۱۳، سورۂ غافر: ۲۸/۴۵/۴۶، سورۂ قمر: ۳۴/۴۱۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ال لغت میں اہل کا مرادف ہے، اور مراد اس سے اہل وعیال، اتباع، ہم مذہب اور ہم نسب ہوتے ہیں: ''اھل الرجل عیالہ واتباعہ واولیاءہ''۔(تاج)

فرق یہ ہے کہ اہل کا استعمال عام ہے، اور ال صرف خصوصیت اور اہمیت رکھنے والوں کے لئے آتا ہے'' لا یستعمل الآل الا ما فیہ شرف غالبا'' (تاج)۔(تفسیر ماجدی، سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۴۹)

طرح اپنے مذہبی پیشواؤں یعنی پھنگیوں کے لئے ونیز دیگر معززین اور ذی اقتدار حکاموں کے لئے بھی تعظیما وتکریما ''پھیا'' کے لفظ کو استعمال کرتے ہیں، یعنی مسلمانوں میں لفظ ''اللہ'' و ''خدا'' اور عیسائیوں میں ''گاڈ'' اور ہندوؤں میں ''بھگوان'' کے لفظ کو جو خصوصیت ہے وہ برمی زبان میں لفظ ''پھیا'' کو نہیں، یعنی یہ لفظ باعتبار استعمال کے وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانوں کو تحریر وتقریر میں ذی اقتدار بدھشٹ کے لئے فی نفسہ ناجائز نہیں، لیکن مسلمانوں کو حتی الامکان ایسے الفاظ غیر اللہ کے لئے استعمال کرنے سے اجتناب ضروری ہے، جن سے غیر اللہ کی غایت تعظیم سمجھ میں آتی ہو۔

حدیث شریف میں حضور ﷺ نے اپنے ذات خاص کے لئے مدح میں بہت زیادہ مبالغہ کرنے کو منع فرمایا ہے: لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم ۔[۱]

جب حد سے زیادہ غلو تعریفی کلمات حضور ﷺ کے لئے ممنوع ہوں تو دوسروں کے لئے کیسے غایت تعظیمی الفاظ درست ہو سکتے ہیں۔

اگر لفظ ''پھیا'' لکھنے اور بولنے والا مکرم ومحترم کے معنوں میں اس کو استعمال کرے تو جائز ہے، لیکن موہم معنی شرک ہے، اس لئے احتیاط کے خلاف ہے، اسی بنا پر حدیث شریف میں صحابہ کو اپنے غلام ولونڈیوں کے لئے ''عبدی و امتی'' کہنے سے منع فرمایا گیا، اور بجائے اس کے ''غلامی و جاریتی'' کہنے کو جائز فرمایا ہے، ایسے ہی غلام کو منع ہے کہ

---

[۱]......عن عمر قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم ' فانما انا عبده ، فقولوا عبد الله ورسوله۔ (مشکوۃ ص ۴۱۷، باب المفاخرة والعصبية)

ترجمہ......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ میری مدح وتعریف میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو جس طرح نصاری نے ابن مریم (حضرت عیسی علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا ہے۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں، لہذا تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (مظاہر حق ص ۱۰۵ ج ۴)

اپنے آقا کو ’’ربی ‘‘ کہے ’’سیدی ‘‘ کہنے کا حکم ہے، [۱] چونکہ ان الفاظ میں شرک کا وہم ہوتا ہے، لہٰذا منع فرمایا گیا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم۔

اہل سنت والجماعت کسے کہتے ہیں؟ اور فرقۂ غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں شامل ہے یا نہیں؟

(۶۸): س......اہل سنت والجماعت کس کو کہتے ہیں اور فرقۂ غیر مقلدین اہل سنت و الجماعت میں شامل ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: اہل سنت والجماعت کا اطلاق اسی جماعت پر صادق آئے گا جس کے عقیدے وعمل میں بدعات اعتقادی وعملی نہ پائی جاوے، بلکہ جملہ عقائد واعمال اس کے مطابق سنت مطہرہ نبوی ﷺ وسیرت مرضیہ صحابہ کے موافق ہوں۔ یہی وہ گروہ ہے جس کے ناجی ہونے کی بشارت: ما انا علیہ واصحابی ،

[۱]......عن ابی ھریرة قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا یقولن احدکم عبدی وامتی ' کلکم عبید اللہ وکل نسائکم اماء اللہ ، ولکن لیقل غلامی و جاریتی وفتای وفتاتی ' ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی ، وفی روایة : لیقل سیدی و مولای ، وفی روایة : لا یقل العبد لسیدہ مولای فان مولاکم اللہ ، رواہ مسلم۔ (مشکوة ص ۴۰۷، باب الاسامی)

ترجمہ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام اور باندی کو) عبدی (میرا بندہ) اور امتی (میری لونڈی) نہ کہے، تمہارے سب مرد اللہ کے بندے اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں، بلکہ یوں کہے کہ ’’میرا غلام‘‘ (یعنی میرا لڑکا) اور ’’میری جاریہ‘‘ (یعنی میری لڑکی) یا ’’میرا خادم‘‘ اور ’’میری خادمہ‘‘ اسی طرح کوئی غلام (اپنے مالک کو) ’’میرا رب‘‘ نہ کہے، بلکہ ’’میرا سردار‘‘ کہنا چاہئے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ: ’’میرا سردار‘‘ یا ’’میرا مولی‘‘ کہنا چاہئے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ: کوئی غلام اپنے مالک کو ’’میرا مولی‘‘ نہ کہے، کیونکہ تمہارا مولی تو صرف اللہ ہے۔ (مظاہر حق ص ۴۲۲ ج ۴)

رواہ الترمذی۔ ۱؎ میں دی گئی ہے۔

ایک روایت میں: واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ، رواہ احمد وابوداؤد۔ ۲؎ وارد ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اطلاق اسی حدیث سے ثابت ہوا ہے، لہذا جو جماعت، جو فرقہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقہ مرضیہ پر اعتقاداً وعملاً ثابت وقائم ہوگا، وہی گروہ اہل سنت ہے، وہی نجات پانے والی جماعت ہے۔

مسلمانوں میں خواہ اہل حدیث ہوں خواہ اہل فقہ، اہل روایت ہوں خواہ اہل درایت، اصحاب ظواہر ہوں خواہ اہل قیاس واجتہاد ہوں، جو گروہ بھی اعتقاداً وعملاً حضور ﷺ کے طریقہ مرضیہ وحضرات صحابہ کے اعمال حسنہ کے خلاف ہوگا وہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔

جب کہ فقہ مدون ہو رہا تھا اس وقت بھی فرقۂ اہل حدیث موجود تھا، اس لئے فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے مشہور فرقوں میں فرقۂ اہل حدیث بھی داخل ہے۔

مرور زمانہ سے بہت سے اہل حق فرقے بوجہ ان کے مذاہب مدون ومرتب ومہذب نہ ہونے اور ان کے قواعد اصول وفروع مفصل ومنقح نہ ہونے کے مندرس ہوکر پردۂ خفا میں آگئے، اور مذاہب اربعہ حقہ بوجہ ان کے اصول وفروع مدون ہونے کے باقی وسلامت

۱؎ ...... ترمذی ص۸۹ ج۲، باب افتراق ھذہ الامۃ۔

۲؎ ...... وفی روایۃ احمد و ابو داؤد عن معاویۃ: ثنتان وسبعون فی النار' وواحدۃ فی الجنۃ' وھی الجماعۃ۔ (مشکوۃ ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ ...... بہتر گروہ دوزخ میں جائیں گے، اور ایک گروہ جنت میں جائے گا، اور وہ جنتی گروہ ''جماعت'' ہے۔ (مظاہر حق ص۲۱۴ ج۱)

رہے، اور جملہ اہل اسلام اہل سنت والجماعت ہر ملک و ہر دیار میں انہی مذاہب اربعہ میں منقسم رہے، اور انہی چار مذاہب میں منحصر ہو گئے، ہر سنی مسلمان مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک مذہب کا متبع رہا۔

لیکن فی زماننا ہندوستان کے سنیوں میں رفتہ رفتہ کثیر التعداد اشخاص تقلید کے قلادہ کو اپنی گردن سے اتار کر غیر مقلد ہو گئے، اب یہ گروہ کسی خاص امام کی تقلید جائز نہیں سمجھتا، اور اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتا ہے، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ ان لوگوں نے ایک امام کی بالتعیین و شخصی تقلید چھوڑ کر سینکڑوں، ہزاروں علماء کی تقلید اختیار کر لی ہے، اس گروہ کا میلان زیادہ تر شافعی و حنبلی مذہب کی طرف ہے، اور ضرورت کے وقت انہی مذاہب کے علماء کبار کی تصانیف واقوال پر ان کا عملدر آمد ہے، اور زیادہ تر یہ گروہ امام ابن تیمیہ وعلامہ قاضی شوکانی وعلامہ امیر یمنی کو اپنا مقتدا و پیشوا مانتا ہے، اور انہی کے اقوال کو صحیح مان کر دلیل میں پیش کرتا ہے، اور فقہ و حدیث میں ائمہ حدیث کی تقلید کرتا ہے، اور کثرت سے ائمہ حدیث حنبلی مذہب کے پابند تھے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے ''نقصاء'' میں لکھا ہے کہ: اکثر ائمہ حدیث امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور جب کبھی بدرجہ لاچاری کوئی چارہ نہ رہا تو حنفی فقہ سے کام لیتے ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تصنیف ''الاسوة بما هو فی النسوة'' اور ''فتاوی نذیریہ'' مؤلفہ سید نذیر حسن صاحب دہلوی کے مطالعہ کرنے والے اس دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

غرض یہ گروہ تقلید شخصی کے انکار سے غیر مقلد کہا جاتا ہو تو ہو ورنہ صحیح معنی میں یہ گروہ غیر مقلد نہیں ہے، بلکہ بیشمار علماء کا مقلد ہے، اس کے ساتھ ہی اس گروہ کا عمل حدیث پر ہے اور حدیث کو مطمح نظر سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں، بایں نظر جو حکم اہل حدیث

کا ہے وہی حکم ان کا ہے، یعنی یہ گروہ غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں شامل ہے۔
علامہ عبدالکریم سہرستانی نے ''الملل والنحل'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ اہل سنت مجتہدین امت میں دو گروہ میں منقسم ہیں: ایک اہل حدیث واہل درایت، دوسرا اہل فقہ ودرایت۔[۱]

لیکن غیر مقلد کا وہ فرقہ جو ائمہ مذاہب کو بوجہ قیاس واجتہاد واستنباط مسائل من النصوص خاطی وگمراہ سمجھتا ہو، اور تقلید شرعی کو شرک کہتا ہو، اور مقلدین مذاہب اربعہ حقہ کو مشرک سمجھتا ہو، واہل بدع وہوا یقین کرتا ہو اور سلف صالحین کو لعن وطعن وسب وشتم کرنے کو اپنا شیوہ بنا لیا ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیس رکعت تراویح کی جماعت مقرر کرنے کی بنا پر مرتکب بدعت ضلالہ سمجھتا ہو، اور حضرت امیر معاویہ وحضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو صریح طور پر فاسق وغاصب لکھتا ہو، ایسا گستاخ گروہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

اسی طرح مقلدین کا وہ فرقہ جو رسومات شرکیہ وبدعات نامرضیہ میں مبتلا ہو اور فروعی اختلافات وبے اصل رسومات کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے مسلمان کی بالخصوص علماء وصلحاء امت کی تکفیر، تفسیق، تضلیل وتجہیل کرتا ہو، ایسا تبرائی مقلد گروہ تبرائی شیعوں کا چھوٹا بھائی ہونے کی بنا پر دائرۂ اہل سنت والجماعت سے بدرجۂ اولی خارج سمجھا جائے گا۔

شرح فقہ اکبر ص ۹۰ میں ہے:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اہل سنت والجماعت کے مذہب کے بابت سوال کیا گیا، امام ممدوح نے اہل سنت والجماعت کی چند علامتیں بیان فرمائیں:

(۱)......شیخین یعنی حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو افضل جاننا۔

---

[۱]......ثم المجتهدون من ائمة الامة محصورون فی صنفین لا یعدوان الی ثالث، اصحاب الحدیث واصحاب الرأی۔ (الملل والنحل ص ۲۱۷)

(۲)......ختنین یعنی حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا۔

(۳)......موزوں پر مسح کرنے کو جائز جاننا۔

(۴)...... ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لینا۔ ۱؎ والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم۔

۱؎......وفی المنتقى سئل ابو حنيفة عن مذهب اهل السنة والجماعة، فقال ان تفضل الشيخين أى ابا ابكر و عمر، وتحب الختنين أى عثمان وعلى، وان ترى المسح على الخفين، وتصلى خلف كل بر و فاجر۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۷)

تکملہ بحر الرائق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے حدیث کا خلاصہ منقول ہے کہ جس میں دس علامتیں ہوں وہ اہل سنت والجماعت ہیں، وہ دس علامتیں یہ ہیں:

ان يصلى الصلوات الخمس بالجماعة، ولا يذكر احدا من الصحابة بسوء ولا ينقصه، ولا يخرج على السلطان بالسيف، ولا يشك فى ايمانه، ويؤمن بالقدر خيره وشره من الله تعالى، ولا يجادل فى دين الله تعالى، ولا يكفر احدا من اهل التوحيد بذنب، ولا يدع الصلوة على من مات من اهل القبلة، ويرى المسح على الخفين جائزا فى السفر والحضر، ويصلى خلف كل امام بر وفاجر۔ (تکملہ بحر الرائق ص ۱۸۲ ج ۸)

(۱)......پنج گانہ نماز با جماعت پڑھتا ہو۔

(۲)......صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کرے، نہ کسی میں عیب نکالے۔

(۳)......مسلمان بادشاہ کے خلاف تلوار نہ اٹھائے۔

(۴)......اپنے ایمان میں شک نہ کرے۔ (اپنے کو پورے وثوق سے مؤمن اور مسلم کہے)

(۵)......ایمان رکھتا ہو بھلی اور بری تقدیر پر کہ جو کچھ ہے خداء پاک کی طرف سے ہے۔

(۶)......خدا کے دین میں کج بحثی نہ کرے۔ (کہ بلا دلیل فلسفہ بگھارے)

(۷)......کسی گناہ کی بنا پر اہل توحید میں سے کسی کی تکفیر نہ کرے۔

(۸)......اہل قبلہ میں سے جو مرے اس کی نماز جنازہ نہ چھوڑتا ہو۔

(۹)......سفر و حضر میں موزوں پر مسح کرنے کا قائل ہو۔

(۱۰)...... ہر نیک اور بد گنہگار کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتا ہو۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۷۰ ج ۱)

اہل سنت والجماعت کی تحقیق

(۶۹):س......اہل سنت والجماعۃ سے کون مراد ہے اور یہ نام کب رکھا گیا؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق : سنت سے طریقۂ رسول ﷺ اور جماعت سے حضرات صحابہ مراد ہیں، یعنی اہل سنت والجماعت وہ گروہ ہے جو: ما انا علیه واصحابی ، الحدیث۔ ۱ کی بناپر آپ کے اوراصحاب کے طریقہ پر ہے۔ ۲

جب کہ گروہ معتزلہ نے عقائد اسلامیہ میں فلسفہ ومنطق کے دلائل سے جرح کرنا شروع کیا، اور جو علماء کتاب وسنت سے استدلال کرتے ہیں ان سے بحث وخلاف شروع کیا تو علماء اسلام نے ان کا جواب دینا شروع کیا اور رد کیا۔ حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ جو تیسری صدی کے علماء میں ہیں اور جن کے متبعین کو اشاعرہ کہتے ہیں انہوں نے عقائد اسلام کو کتاب وسنت سے ثابت کرکے معتزلہ کی رائے کو باطل کیا، اس طریقہ پر چلنے والے گروہ کا نام اہل سنت والجماعت رکھا گیا۔ ۳ یہ واقعہ تیسری صدی ہجری کا ہے۔

۱......ترمذی ص۸۹ ج۲، باب افتراق هذه الامة۔

۲......السواد الاعظم عامة المسلمین ممن هو امة مطلقة ، والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة ، وهم الذین طریقهم طریق الرسول صلی الله علیه وسلم واصحابه۔ (توضیح وتلویح ص۳۵۰)

سواد اعظم سے اہل سنت والجماعت مراد ہیں، جن کا طریقہ وہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا طریقہ تھا۔ (فتاوی رحیمیہ ص۶۸ ج۱)

"لان المراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة ، وهم الذین طریقهم طریق النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه"

یعنی امت مطلقہ سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ وہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا طریقہ تھا۔ (مجالس الابرار ص۱۳۱ م:۱۸۔ فتاوی رحیمیہ ص۶۸ ج۱)

۳......ثم انهم (أی المعتزلة) توغلوا فی علم الکلام وتشبثوا بأذیال الفلاسفة فی کثیر من

فروعات کے اعتبار سے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی پر اہل سنت کا اطلاق ہوتا ہے اور اصول کے اعتبار سے اہل سنت کا اطلاق تین فرقوں اشعری، ماتریدی اور حنبلی پر ہوتا ہے۔

لفظ ''مولوی'' کی تحقیق

(۷۰): س......ایک شخص کہتا ہے کہ مولوی کے معنی ہمارے خدا، اور مولانا کے معنی ہمارا خدا۔ کیا اس کا کہنا صحیح ہے؟ اگر ایسا کہنا صحیح ہے تو مولوی کی جگہ مولوی کو خدا کہہ سکتا ہوں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: مولوی کے معنی مولا والا، یعنی اللہ والا اور مولوی کے معنی ہمارے خدا کہنا جہالت وگمراہی ہے۔ کسی بندہ کو خدا کہنا شرک ہے۔ مولا کے معنی سردار، آقا، مربی، مالک، آزاد کردہ غلام وغیرہ کے آتے ہیں۔ جب یہ لفظ خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہمارا مالک و ناصر کے آتے ہیں اور کسی عالم کو مولانا لکھتے ہیں تو اس کے معنی ہمارے سردار کے ہوتے ہیں۔

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم۔

درم کی تحقیق

(۷۱): س:......دس درم شرعی مہر چاندی کا وزن و قیمت وسکہ رائج الوقت کیا ہوتی ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: ایک درم شرعی دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے دس درم موافق وزن رائج کے ایک تولہ نو ماشہ سات رتی چاندی ہوئی، اور سکہ رائج الوقت کے حساب سے تخمینا ایک روپیہ دس آنہ ہوتی ہے۔ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے نہایت تحقیق سے کتاب ''علم الفقہ'' میں یہ حساب لگایا

الاصول الخ ، واشتغل هو (ابو الحسن الاشعرى) ومن تبعه بابطال رأى المعتزلة واثبات ما وردت به السنة ومضى عليه الجماعة فسموا اهل السنة والجماعة۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۳)

ہے۔ ۱؎ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم۔

دیوث کسے کہتے ہیں؟

(۷۲):س......زید کی بیوی ہندہ روزانہ زنا کرتی ہے،اور زید سے کہتی ہے کہ تو مجھے طلاق دیدے،زید کہتا ہے میں تجھے زندگی بھر طلاق نہیں دوں گا۔جو شخص اپنی بیوی کو بدکاری میں دیکھے ایسا شخص دیوث ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: ورد فی الحديث : لا يدخل الجنة ديوث ، قيل يا رسول الله ! وما الديوث ؟ قال : الذی تزنی امرأته وهو يعلم بها، الخ۔ ۲؎

وفی مجمع البحار ص۴۳۰ ج۱:

۱؎......علم الفقہ حصہ چہارم ص۴۸۹ ر وحصہ ششم ص۷۰۵۔

رتی، ماشہ اور درہم کا حساب:

۸ر رتی = ایک ماشہ۔ اور ۱۲ر ماشہ = ایک تولہ، یعنی ۹۶ر رتی کا ایک تولہ ہوتا ہے۔

ایک درہم کا وزن ایک مثقال سے تھوڑا کم ہے۔ دس درہم ملائیں تو سات مثقال ہوتا ہے، اس کو وزن سبعہ کہتے ہیں۔ کلکیو لیٹر میں اس طرح لکھتے ہیں (۰.۷۰ مثقال) چونکہ درہم میں زکوۃ لازم ہے، اس لئے ۲۲۰ کو ۰.۷۰ میں ضرب دیں تو ۱۴۰ر مثقال ہوتے ہیں، یعنی ۱۴۰ر مثقال چاندی ہو تو زکوۃ لازم ہے۔

درہم کا وزن ۲۵.۲۰ رتی ہوتا ہے، یا ۳.۱۵ ماشہ، یا ۰.۲۶ تولہ، یا ۳.۰۶۱ گرام ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے! الشرح الثمیری ص ۳۲۵ ج۱۔

۲؎......" لا يدخل الجنة ديوث " وفی رواية : " ثلاثة لا يدخلون الجنة " الخ ، وفی رواية : " ثلاثة حرم الله عليهم الجنة : مدمن الخمر ، والعاق لوالديه ، والذی يقر فی اهله الخبث"۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۵ ج ۳، سورۂ نور)

”هو من یری فی اهله ما یسوؤه ولا یغار علیه ولا یمنعها “۔ ۱

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی بیوی حرام کاری کرتی ہو اور اس کو معلوم ہو اور باوجود قدرت کے اسے نہ روکے ایسا شخص دیوث کے حکم میں ہے۔

وفی الحدیث : ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال : یارسول الله ! ان امرأتی لا تدفع ید لامس ، فقال علیه السلام : طلقها ، فقال : انی احبها وهی جمیلة ‘فقال علیه السلام : استمتع بها ، هکذا فی الشامی عن البحر۔ ۲

وفی روایة ابی داؤد والنسائی :” قال انی احبها ، قال : فامسکها اذاً أی فاحفظها لئلا تفعل فاحشة “، وهذا الحدیث یدل علی ان تطلیق مثل هذه المرأة اولی “۔ ۳ (مرقاة شرح مشکوۃ ص۵۵۰ ج۳۔ ۴)

بدکار، زانیہ عورت کو بدکاری سے روکنا ضروری ہے، نہ روکنے والا دیوث و گنہگار ہوگا،

۱...... مجمع بحار الانوار ص۲۱۹ ج۲۔

۲...... شامی ص۱۴۴ ج۴، مطلب : فیما زوج المولی امته ، کتاب النکاح۔

۳...... عن ابن عباس قال : جاء رجل الی النبی صلی اله علیه وسلم فقال : ان لی امرأة لا ترد ید لامس، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : طلقها ، قال :انّی احبها ، قال : فاَمسِکْها اذاً ، رواه ابو داؤد والنسائی ۔(مشکوۃ ص۲۸۷ ج۲، باب اللعان)

ترجمہ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: (ایک دن) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ: میری بیوی کسی چھونے والے ہاتھ کو جھٹکتی نہیں (یعنی جو بھی شخص اس سے بدکاری کا ارادہ کرتا ہے اس کو وہ انکار نہیں کرتی) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو طلاق دے دو، اس نے عرض کیا (یہ ممکن نہیں) کیونکہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس کی نگہبانی کرو (تاکہ وہ بدکاری میں مبتلا نہ ہو سکے)۔ (مظاہر حق ص۴۲۳ ج۳)

۴...... مرقاۃ ص۳۱۲ ج۶۔

اور ایسی فاجرہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے، واجب نہیں۔

وفی الدر المختار علی الشامی ص۴۵۲ ج۲:

وفی آخر حظر المجتبی : " لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس ان یتفرقا "۔ [۱] واللہ اعلم

حضرت فاطمہ کے جنازہ میں حضرت ابوبکر حاضر تھے یا نہیں؟

(۴۳۷): س......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر تھے یا نہیں؟ اگر حاضر نہ ہوئے ہوں تو کیا وجہ ہے؟ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنازہ کی حاضری سے منع کر دیا تھا؟

ج:......اس روایت کی تحقیق نہیں ہوسکی۔ [۲] والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم۔

---

[۱]......رد المحتار علی در المختار ص۱۴۳ ج۴، کتاب النکاح، قبیل : باب الولی۔

[۲]......بعض روایات میں جو چیزیں مذکور ہیں کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض تھیں، اس وجہ سے ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری پھر وفات اور جنازہ اور دفن کی اطلاع تک نہیں کی گئی، یہ چیزیں واقع میں درست نہیں، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل میں شریک تھیں، بلکہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں، چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ابو رافع کی بیوی سلمی اور ام ایمن رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کو غسل دیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ غسل دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع تک نہ ہو، بلکہ روایات میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ چند روایات درج ہیں:

(۱)......عن حماد عن ابراهیم قال : صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فکبر علیها اربعا۔ (طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸)

آٹھ بہشتوں کے نام کیا ہیں؟

(۴۷):س......آٹھ بہشتوں کے نام کیا ہیں؟ کیا ان ناموں میں اختلاف ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : آٹھ بہشتوں کے نام یہ ہیں: خلد، دار السلام، دارالقرار، جنت عدن، جنت المأوی، جنت النعیم، علیین، فردوس۔[۱]

(۲)......عن جعفر بن محمد عن ابیه قال : ما تت فاطمة بنت النبی صلی الله علیه وسلم ، فجاء ابو بکر و عمر ، فقال : ابو بکر لعلی ابن ابی طالب : تقدم ، فقال : ما کنت اتقدم و انت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فتقدم ابوبکر وصلی علیها۔(کنز العمال ص۳۱۸ ج۶)

(۳)......عن مالک عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علی بن حسین قال : ما تت فاطمة بین المغرب والعشاء ، فحضرها ابوبکر و عمر وعثمان والزبیر وعبد الرحمن بن عوف ' فلما وضعت لیصلی علیها ' قال علی : تقدم یا ابابکر ! قال : وانت یا ابا الحسن ! قال : نعم تقدم فوالله ! لا یصلی علیها غیرک ' فصلی علیها ابو بکر ودفنت لیلا ، خرجه البصری وخرجه ابن السمان فی الموافقة۔(ریاض النضرة لمحب الطبری ص۱۵۶ ج۱)

(۴)......عن مجالد عن الشعبی قال صلی علیها ابو بکر۔(طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸)

نوٹ......یہ تمام روایات ''بنات اربعہ'' ص ۲۹۸/سے ماخوذ ہیں۔مرغوب

[۱]......یہ تمام بہشت کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں:

(۱)......﴿ ام جنة الخلد ﴾۔سورۂ فرقان، آیت نمبر:۱۵۔

(۲)......﴿ لهم دار السلٰم عند ربهم ﴾۔سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۲۷۔

﴿ والله یدعوا الی دار السلٰم ﴾۔سورۂ یونس، آیت نمبر:۲۵۔

(۳)......﴿ وان الاخرة هی دار القرار ﴾۔سورۂ مؤمن، آیت نمبر:۳۹۔

(۴)......﴿ فی جنت عدن ﴾۔سورۂ توبہ، آیت نمبر:۷۲۔سورۂ رعد، آیت نمبر:۲۳۔سورۂ نحل، آیت نمبر:۳۱۔سورۂ مریم، آیت نمبر:۶۱۔سورۂ فاطر، آیت نمبر:۳۳۔سورۂ ص، آیت نمبر:۵۰۔سورۂ صف، آیت نمبر:۱۲۔سورۂ بینہ، آیت نمبر:۸۔

(۵)......﴿ عندها جنة المأوی ﴾۔سورۂ نجم، آیت نمبر:۱۵۔سورۂ سجدہ، آیت نمبر:۱۹۔

تفسیر کشاف میں جنتوں کے نام اس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں:

والخلد ، دارالمقام ، دارالسلام ، جنت عدن ، دارالقرار ، جنت نعیم ، جنت المأوی ، جنت الفردوس۔

اور بعضوں نے یہ نام جنت کے طبقات کے بتلائیں ہیں، ۱ جیسے احادیث سے ثابت

(۶)......﴿ ولادخلنهم جنت النعیم ﴾۔سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۶۵۔سورۂ یونس، آیت نمبر:۹۔سورۂ لقمان، آیت نمبر:۸۔سورۂ واقعہ، آیت نمبر:۱۲۔سورۂ قلم، آیت نمبر:۳۴۔سورۂ معارج، آیت نمبر:۳۸۔ سورۂ حج، آیت نمبر:۵۶۔

(۷)......﴿ لفی علیین وما ادریٰک ما علیّون ﴾۔سورۂ مطففین، آیت نمبر:۱۹/۱۸۔

(۸)......﴿ کانت لهم جنّٰت الفردوس نزلا ﴾۔سورۂ کہف، آیت نمبر:۱۰۷۔

﴿ الذین یرثون الفردوس ﴾۔سورۂ مؤمنون، آیت نمبر:۱۱۔

۱......بہشت کے آٹھ درجے ہیں، جس کا ہر درجہ دوسرے سے اعلی ہے، ہر مؤمن اپنے مرتبہ کے موافق ان کو حاصل کرے گا۔

(۱)......دارالخلد: یہ عام لوگوں کے واسطے ہے، اس کی بنیاد خالص چاندی کی ہے۔

(۲)......دارالسلام: جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، یہ تمام سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے۔

(۳)......دارالمقام: جو مالدار شکر گذاروں کا مقام ہے، یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔

(۴)......عدن: یہ عابدوں، زاہدوں، اماموں اور اہل سخاوت کے لئے بنایا گیا ہے، اور سبز زمرد کا بنا ہوا ہے۔

(۵)......دارالقرار: مروارید (موتی، گوہر، در) سے بنایا گیا ہے، جس میں حافظ اور عالم قیام کریں گے۔

(۶)......جنت النعیم: یہ لعل وزمرد سے بنا ہوا ہے، جو شہیدوں اور مؤذنوں کے لئے ہے۔

(۷)......جنت الماوی: جو شہدائے اکبر محسنین اور اولیائے کرام کا مقام ہے۔

(۸)......جنت الفردوس: جو نبیوں، رسولوں اور علماء عاملین کی جگہ ہے۔

فردوس بریں کے اوپر ''غرفۂ نور'' ہے، یہ مقام سرور عالم حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے

ہے کہ بہشت کے سودرجے ہیں اوراعلی درجہ فردوس ہے۔(ترمذی، ۱)

والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم۔

شب معراج میں حضور ﷺ کورؤیت خداوندی ہوئی یانہیں؟

(۷۵):س......رسول خداﷺ نے شب معراج میں خداوندکریم کواس ظاہری بصارت سے دیکھایانہیں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق :شب معراج میں حضور ﷺ نے ان ظاہری آنکھوں سے اللہ پاک کودیکھایانہیں؟ اس میں سلف صالحین یعنی صحابہ کے زمانے سے اختلاف چلاآتاہے۔ ۲

لئے ہے، نیز''مقام محمود''اور''وسیلہ'' جنت کا خاص درجہ بھی رسول اکرم ﷺ کوعطاہوگا۔

(عمدۃ الفقہ ص۵۰ ج۱)

۱......عن عبادة بن الصامت قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فى الجنة مائة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والارض ، والفردوس اعلاها درجة ، منها تفجر انهار الجنة الاربعة ، ومن فوقها يكون العرش ، فاذا سألتم الله فاسئلوه الفردوس۔(ترمذی ص۷۹ ج۲)

ترجمہ......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجے ہیں،ان میں سے ہر دودرجوں کے درمیان اتنافاصلہ ہے جتنا کہ زمین وآسمان کے درمیان ہے، اورفردوس (صورۃً اورمعنیً اپنے درجات کی بلندی) کے اعتبار سے سب جنتوں سے اعلی وبرتر ہے،اور اسی فردوس سے بہشت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں،اورفردوس ہی کے اوپر عرش الٰہی ہے،پس جب تم خدا سے جنت مانگوتوجنت الفردوس مانگو۔

(مشکوۃ ۴۹۶، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول۔مظاہر حق ص۲۰۵ ج۵)

۲......قال القاضى عياض : اختلف السلف والخلف هل رأى نبينا صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الاسراء ؟ فانكرته عائشة ، وهو المشهور عن ابن مسعود ، واليه ذهب جماعة من المحدثين والمتكلمين ، وروى ابن عباس : انه رأى بعينه ، ومثله عن ابى ذر وكعب ، والحسن كان يحلف

بعض روایات حدیثیہ سے ان آنکھوں سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے، اور بعض روایات سے نفی ہوتی ہے، بہرحال روایات میں اختلاف ہے، اور یہ روایتیں محتمل تاویل ہیں، یعنی جن روایات میں رؤیت کا ثبوت ہوتا ہے احتمال ہے کہ ان سے رؤیت قلبی مراد ہو، اور جن روایات سے رؤیت کی نفی ہوتی ہے ان سے کسی خاص رؤیت کی نفی مراد ہو، مثلاً قیامت کے روز جنت میں جس قسم کا دیکھنا نصیب ہوگا یہ دیکھنا اس سے کم ہو گو دیکھنا صادق ہے۔

"عن ابن عباس ﴿ ماکذب الفؤاد مارأی ولقد راٰہ نزلۃ اخری ﴾ قال : راٰہ بفؤادہ مرتین" رواہ مسلم۔ [1]

المنقول عن عائشة وابن مسعود انه صلى الله عليه وسلم لم ير الله ليلة الاسراء ' وان المرئ المذكور فى الآيتين هو جبرئيل ، والجمهور على انه رأه ، فقيل بفؤاده دون عينيه ، وقيل بعينيه ، هذا هو الصواب ، حاشية المشكوة۔ [2]

وفى الطبقات الكبرى ص ۴۵۱ :قال الامام النووى : والراجح عند اكثر العلماء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم راٰى ربه بعين رأسه ، وفى ص ۴۵۰ : وذهب الى الرؤية أى المذكورة اكثر الصحابة رضى الله عنهم وكثير من المحدثين والمتكلمين بل حكى بعض الحفاظ على وقوع الرؤية له بعين رأسه الاجماع ، والى ذلك يشير صاحب الاصل بقوله ۔

وراٰه وما راٰه سواه　　　رؤية العين يقظة لا المرائ

على ذلك ، وحكى مثله عن ابن مسعود وابى هريرة واحمد بن حنبل ، وحكى اصحاب المقالات عن ابى الحسن الاشعرى وجماعة من اصحابه انه راٰه ربه۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۴۹ ج ۱۰)

[1]......مشکوۃ ص ۱۵۰۱ ج ۲، باب رؤية الله تعالى۔

[2]......مشکوۃ ص ۱۵۰۱ ج ۲، حاشیہ ۵۔

جب کہ سلف صالحین سے رؤیت میں اختلاف ہے، اور ہر دو طرف مجتہدین صحابہ موجود ہیں، لہذا اس قسم کے باریک مسائل میں زیادہ گفتگو مناسب نہیں، توقف بہتر ہے۔[۱]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم۔

شب معراج میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کس آسمان میں ہوئی؟

(۷۶): س......شب معراج میں حضور ﷺ کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے کس آسمان میں ہوئی؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات آسمان چہارم پر ہونا ثابت ہے۔[۲]

---

[۱]......وقف بعض مشايخنا ، وقال : ليس عليه دليل واضح۔ (مرقاۃ ص۳۴۹ ج۱۰)

[۲]......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مشہور وطویل حدیث معراج میں ہے: ثم صعد بی حتى أتى السماء الرابعة ' فاستفتح قيل : من هذا ؟ قال : جبرئيل ، قيل : ومن معک ؟ قال : محمد ، قيل : وقد أرسل اليه ؟ قال :نعم ، قيل : مرحبا به فنعم المجئى جاء ، ففتح فلما خلصت فاذا ادريس، فقال : هذا ادريس ، فسلم عليه ، فسلمت عليه ، فرد ثم قال : مرحبا بالاخ الصالح والنبى الصالح۔
(مشکوۃ ص۵۲۷ ج۲، باب فی المعراج)

ترجمہ......اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اوپر چلے اور چوتھے آسمان پر آئے، انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل ہوں، پھر پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد ﷺ ہیں، پھر سوال کیا گیا: ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! تب ان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو، اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا، اور جب میں چوتھے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے

خدا، پاک ہیں اور ہر جگہ موجود ہے تو کیا ناپاک جگہ پر بھی موجود ہے؟

(۷۷): س......خدا پاک ہے اور ہر جگہ موجود ہے تو یہ بتلایئے! کہ وہ ناپاک جگہوں پر بھی موجود رہتا ہے، اگر نہیں تو پھر ہر جگہ موجود ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ اور اگر رہتا ہے تو اس کا پاک ہونا کیسے ثابت ہوگا؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: خدا پاک ہے اور ہر جگہ موجود ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ذات اللہ ہر جگہ موجود ہے یا کچھ اور۔ یہ بات ظاہر ہے کہ نفس ذات اللہ کی ہر جگہ موجود نہیں، اس لئے کہ ذات اللہ غیر محدود ہے اور جگہ و مکان محدود ہے، تو غیر محدود محدود جگہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی لئے مفسرین نے ﴿ بکل شئی محیط ﴾[۱] سے مراد احاطۂ علمی و احاطۂ قبضۂ قدرت لئے ہیں۔[۲]

چنانچہ قرآن مجید میں ﴿ وان الله قد احاط بکل شئی علما ﴾[۳] اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ احاطہ سے مراد احاطۂ علمی ہے۔ "آیات القرآن یفسر بعضها بعضا" نیز تفسیر خازن میں آیت ﴿ ونحن اقرب الیه من حبل الورید ﴾[۴] کی تفسیر میں شیخ بغوی

کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کرو، میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ (مظاہر حق ص ۴۲۵ ج ۵)

[۱]......سورۂ حم سجدہ، آیت نمبر:۵۴۔

[۲]......(الا انه بکل شئی محیط) أی المخلوقات کلها تحت قهره وفی قبضته وتحت طی علمه وهو المتصرف فیها کلها بحکمه فما شاء کان وما لم یشأ لم یکن لا اله الا هو۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۷ ج ۴)

[۳]......سورۂ طلاق، آیت نمبر:۱۲۔

[۴]......سورۂ ق، آیت نمبر:۱۶۔

تحریرفرماتے ہیں: ''بیان لکمال علمه أی نحن اعلم به منه '' ۱؎ پس معلوم ہوا کہ جس جگہ بھی قرب وجودواحاطہ باری تعالی کا ہوتا ہے اس سے مرادعلم وقدرت وغیرہ صفات میں سے کوئی صفت مراد ہے،لہذا اپا کی ناپا کی کا کوئی اعتراض نہیں رہا۔

اس کے علاوہ باری تعالی کی ذات کے لئے جسمیت نہیں ۲؎ کہ ناپاک چیز جسم میں لگ کراس محل کوناپاک کردے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم واتم۔

مالا بدکی ایک عبارت کی تحقیق

(۷۸):س......''کشف الحاجۃ ترجمہ مالا بد'' کی کتاب الایمان کے اخیر میں یہ عبارت ہے: خواہ بھلائی خواہ برائی، جوظاہر میں آوے،خواہ کفرخواہ ایمان وغیرہ......الخ ارادہ اور چیز ہےاوررضامندی اور چیز ہے۔ایسا عقیدہ رکھنا مذہب حنفی کے موافق جائز ہے یانہیں؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وباللہ التوفیق :''مالا بدمنہ''نہایت معتبرومستند کتاب ہے،اوراس کے مصنف بیہقیٔ وقت حضرت مولانا قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمہ اللہ ہیں،اس میں جوعقیدہ حسب تحریرسوال لکھا ہے ۳؎ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے جوحرف بحرف صحیح ہے،اور یہ مسئلہ اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں مصرح ومشرح ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

۱؎......تفسیر خازن ص۱۷۶ ج۴۔

۲؎...... وهو شئی لا کالاشياء ومعنى الشئی اثباته بلا جسم۔(شرح فقہ اکبر ص۵۶ وص۳۰۲)

۳؎......خیروشر ہر چہ بوجودمی آیدوکفروایمان وطاعت وعصیاں ہر چہ بندہ مرتکبِ آں می شود ہمہ بارادۂ الٰہی است،امّا حق تعالی از کفرومعصیت راضی نیست وبرآں عذاب مقررفرمودہ، واز طاعت وایماں راضی است وبہ ثواب برآں وعدہ فرمودہ،ارادہ چیزے دیگراست ورضا چیزے دیگر۔(مالابدمنہ ص۷)

ایک نحوی قاعدہ: اضافت کے وقت مضاف کے آخر سے نون گر جاتا ہے

(۷۹) س:......ضرور المسلمین اور پارۂ عم کے اخیر میں (جو کہ برما میں عام طور پر رائج ہے) نیت نماز اس طرح لکھی ہوئی ہے: ''نویت ان اصلی لله تعالی رکعتین صلوة الفجر'' اور بعض کتابوں میں ''رکعتین'' کے بجائے ''رکعتی'' لکھا ہوا ہے۔ ہمارے ہیڈ ماسٹر فیض احمد صاحب کا قول ہے، بلکہ دعوی کرتے ہیں کہ ''رکعتین'' پڑھنا غلط ہے اور ''رکعتی'' پڑھنا صحیح ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ''رکعتین'' پڑھنا یا بچوں کو پڑھانا صحیح ہے یا غلط؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وبالله التوفیق: نحو میں مضاف اور مضاف الیہ کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ اضافت کے وقت مضاف کے آخر سے نون تثنیہ اور نون جمع گر جاتا ہے، [۱] جیسے ''هما مسافرا بصرة، وهم مسلمو كوفة'' میں بوجہ اضافت کے نون تثنیہ ونون جمع گرا دیا گیا ہے، اسی طرح پر ''رکعتین'' کی اضافت ''صلوة الفجر'' کی طرف کرنے سے نون گر جائے گی اور نحوی قاعدہ کے موافق ''رکعتی صلوة الفجر'' یا ''رکعتی الفرض وقت الفجر'' پڑھنا صحیح ہوگا، لہذا ماسٹر فیض احمد صاحب کا کہنا نحوی قاعدہ کے موافق صحیح ہے، اور اضافت کی حالت میں ''رکعتین'' پڑھنا غلط ہے۔

والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

زمین کی حرکت وسکون کے متعلق

(۸۰): س......ایک شخص نصاری کے قول کے مطابق زمین کو گول کہتا ہے، اور چاند وسورج

---

[۱]......واعلم ان نون التثنية مكسورة ابدا ونون جمع السلامة مفتوحة ابدا، وكلاهما تسقطان عند الاضافة، تقول جاء نی غلاما زيد ومسلموا مصر۔ (کفایت النحو شرح ہدایۃ النحو ص۱۷)

وغیرہ اپنی حالت پر قائم ہیں، کبھی ڈوبتے ہی نہیں۔شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

ج:……حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : زمین حرکت کرتی ہے یا آسمان، اس میں فلاسفہ قدیم وجدید کا ہمیشہ سے اختلاف چلا آرہا ہے، اور یہ مسئلہ اسلامی اور شرعی نہیں، محض ایک عقلی مسئلہ ہے جس کا تعلق علم ہیئت سے ہے، لہذا اس کے متعلق کسی ایک گروہ کا عقیدہ حرکت کرنے کا ہو یا سکون کا شرعا اس پر کوئی الزام نہیں۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

زمین وسورج متحرک ہے یا ساکن؟

(۸۱):س……زید نے مباحثہ میں یہ بات پیش کی کہ سائنس داں اس بات کے قائل ہیں کہ زمین حرکت کرتی ہے سورج گردش نہیں کرتا ہے، حالانکہ قرآن شریف شاہد ہے کہ زمین ساکن ہے سورج گردش کرتا ہے، اس پر عمر نے کہا کہ زید کا کہنا غلط ہے، اس لئے مطلوب ہے کہ از روئے شرع زمین گردش کرتی ہے یا سورج؟

ج:……حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : زمین حرکت کرتی ہے یا نہیں تو کسی نص شرعی نے نہ اس کا اثبات کیا ہے اور نہ نفی کی ہے، پس اثباتًا یا نفیاً یہ مسئلہ اسلامی اور شرعی مسئلہ نہیں ہے، محض ایک عقلی مسئلہ ہے، دونوں جانب احتمال وگنجائش ہے، اور کسی احتمال پر کسی آیت یا حدیث پر کوئی اشکال واعتراض لازم نہیں آتا۔

قرآن جس فن کی کتاب ہے اس فن میں سب سے ممتاز ہونا ہی اس کے کمال کی بات ہے، یعنی اثبات توحید واثبات معاد واصلاح ظاہر وباطن، تو اگر سائنس کا ایک مسئلہ بھی اس میں نہ ہو تو کوئی عیب نہیں، اور سائنس کے سب مسائل اس میں ہوں تو اس کے لئے کوئی موجب فخر نہیں۔

فلاسفہ کے پاس بھی کوئی شافی دلیل حرکت ارض کی نہیں، لیکن باوجود اس کے کسی نص شرعی کے بھی مخالف نہیں، البتہ شمس وقمر کی حرکت کی نفی کا اعتقاد ظاہر قرآن کے خلاف ہے، اس لئے ان کی حرکت کا قائل ہونا واجب وضروری ہے۔[۱]

اگر چہ بعض مفسرین نے ﴿ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم ﴾ الآیۃ[۲] سے نفی حرکت ارض پر استدلال کیا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ قرآن حکیم میں زمین کی اس حرکت سے جو حکماء وفلاسفہ قدیم وجدید میں مختلف فیہ ہے کہیں تعرض نہیں ہے، نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ زمین متحرک ہے یا ساکن؟ اس کے لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے اور ''تمید'' میں جس حرکت کی نفی ہے وہ حرکت عارضی ہے نہ وہ حرکت جس میں کلام ہے۔ فلاسفہ قدیم اور

---

[۱]......﴿ والشمس والقمر حسبانا ﴾۔ سورۂ انعام، آیت نمبر:۹۶۔

ترجمہ:......اور سورج اور چاند (کی رفتار کو) حساب سے رکھا ہے۔

﴿ وسخر الشمس والقمر ط کل یّجری لاجل مسمّی ﴾۔ سورۂ رعد، آیت نمبر:۲۔

ترجمہ......اور آفتاب اور ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک، ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے۔

﴿ والشمس تجری لمستقر لھا ط ذلک تقدیر العزیز العلیم ، والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ، لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار ط وکل فی فلک یسبحون ﴾۔ سورۂ یٰس، آیت نمبر:۳۸/۳۹/۴۰۔

ترجمہ:......اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ انداز باندھا ہوا ہے (اس خدا کا) جو زبردست علم والا ہے۔ اور چاند کے لئے سڑکیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے، اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے، اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

[۲]......سورۂ نحل، آیت نمبر:۱۵۔

ترجمہ......اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تا کہ (وہ زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے۔

موجودہ اہل سائنس میں اس بارے میں اختلاف ہے۔اہل سائنس زمین کی حرکت کے قائل ہیں، اور فلاسفہ قدیم اس بات کے قائل ہیں کہ زمین ساکن ہے،صرف آسمان حرکت کرتے ہیں۔انہیں کی حرکات سے رات، دن پیدا ہوتے ہیں، اور انہیں کی حرکات سے سیارات حرکت کرتے رہتے ہیں،اس سے اسلامی شریعت کو نہ اتفاق ہے نہ اختلاف، نہ یہ مسائل قرآن عزیز میں بالصراحت بیان کئے گئے ہیں، نہ قرآن حکیم کا منصب ان مسائل کا بیان کرنا ہے، اور نہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس قسم کے مسائل کے بیان کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں، نہ ہیئت جدید کا اسلام حامی ہے نہ ہیئت قدیم کا ممدو معاون، اور جن لوگوں نے آیات کے اشارات سے اس قسم کے مسائل پیدا کر کے قرآن مجید کو ان کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے یہ ان کی غلطی ہے، اور مسائل صرف اس عقلی استنباط کے نتائج ہیں جن میں خطا وصواب دونوں کا احتمال ہے۔قرآن مجید سے اتنا ثابت ہے کہ خدائے تعالی نے زمین پر بھاری پہاڑ پیدا کر دیئے ہیں تا کہ زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لے کر بیٹھ نہ جائے۔روایات وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی، خدائے تعالی نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کی کپکپی بند ہوگئی۔ آجکل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے، بہر حال زمین کی حرکت وسکون کا مسئلہ جو حکماء قدیم اور حال کے علماء سائنس میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے آیت کا نفیاً واثباتاً کچھ تعلق نہیں، کیونکہ پہاڑوں کے ذریعہ سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ دائمی حرکت نہیں جس میں علماء وسائنس مختلف ہیں۔

تبلیغی رسائل کی اشاعت کا حکم

(۸۲):س......فی زمانناقرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ کتب دینیات سے مضامین منتخب

کر کے اپنی مادری زبان میں لکھ کر اشاعت اسلام کرنا اور اس اشاعت میں مالی امداد کرنا صدقہ جاریہ میں داخل ہے یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: قرآن مجید واحادیث رسول ﷺ وعلماء مجتہدین کے فقہیات سے مسلم یا غیر مسلم میں اشاعت کے لئے صحیح مضامین شائع کرنے والا عالم بہت بڑی دین کی خدمت کرنے والا ہے۔اس مبارک کام میں مالی اعانت کرنا بڑا ثواب ہے، اور امداد واعانت صدقہ جاریہ میں شمار ہوتی ہے۔ صحیحین کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے: انسان مرجاتا ہے تو نامۂ اعمال بند ہوجاتا ہے، مگر تین چیزیں کہ ان کا ثواب بطور صدقہ جاریہ قیامت تک جاری رہتا ہے، منجملہ ان سے یہ ہے کہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں، [1] خواہ بذریعۂ تعلیم ہو یا تصنیف وتالیف، مگر یہ کام کہ قرآن وحدیث وفقہ سے مضامین صحیحہ منتخب کرنا جید عالم کا کام ہے، معمولی پڑھا لکھا نہیں کرسکتا۔ بہر حال صحیح دینی کتابوں کی اشاعت میں امداد کرنا موجب اجر وباعث ثواب ہے۔

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم

---

[1]......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة ، الا من صدقة جارية ' أوعلم ينتفع به ' أو ولد صالح يدعو له۔

(مشکوۃ ص ۳۲، کتاب العلم)

ترجمہ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے: ایک صدقۂ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، تیسری صالح اولاد جو مرنے والے کے بعد اس کے لئے دعا کرے۔ (مظاہر حق ص ۲۳۵ ج ۱)

اسلام ایک جامع مذہب ہے

(۸۳):س......کیا اسلام کے بنیادی اصول مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے علاوہ اخلاقی سوشل،تمدنی اصلاح کی گنجائش ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و بالله التوفیق:اسلام عبادات،معاملات،اخلاقیات اقتصادیات، معاشیات، سوشل وتمدنی اعتبار سے ایک جامع مذہب ہے۔علاوہ ازیں اسلام کسی دوسری مفید اصلاحی چیزوں کو سیکھنے اور حاصل کرنے سے نہیں روکتا، بشرطیکہ وہ چیز اصول اسلام کے خلاف نہ ہو۔ اچھی اور بہتر اور مفید چیزیں جہاں کہیں ہوں اس کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کلمة الحق ضالة المؤمن حیث ما وجد ھا فھو احق بھا ۔الحدیث۔یعنی کلمۂ حق مؤمن کی گمشدہ چیز ہے ،جہاں کہیں مل جائے اسے لینے کا وہ زیادہ حقدار ہے۔[۱] والله تعالی اعلم

پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟

(۸۴):س......پانچوں کلمے جیسے کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت ، کلمۂ توحید، کلمۂ ردکفر، یہ

---

[۱]......مشکوۃ میں یہ روایت اس طرح ہے: عن ابی ھریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الکلمة الحکمة ضالة الحکیم فحیث وجدھا فھو احق بھا ، رواہ الترمذی و ابن ماجه۔

(مشکوۃ ص۳۴،کتاب العلم ، الفصل الثانی)

ترجمہ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (دین میں) فائدہ دینے والی بات دانش مند آدمی کا مطلوب ہے،لہذا وہ جہاں اسے پائے وہ اس کا مستحق ہے۔

(مظاہر حق ۲۴۴ ج۱)

تفسیر ابن کثیر میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے: الحکمة ضالة المؤمن حیث وجدھا اخذھا۔

(تفسیر ابن کثیر ص۲۶۹ ج ۳)

پانچوں کلمے احادیث سے ثابت ہیں؟ اور کیا ان کلموں کو پڑھنے کے لئے رسول کریم ﷺ تاکید فرماگئے ہیں؟ یہ پانچوں کلمے اگر احادیث سے نہیں ہیں تو کس کے بنائے ہوئے ہیں؟ اور ان پانچوں کلموں پر مسلمانوں کو کس طرح یقین رکھنا چاہئے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق :کلمۂ طیبہ،کلمہ شہادت،کلمۂ توحید کے تمام جملے منتشر طور پر مختلف جگہوں پر قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ [۱]

---

[۱]...... پانچوں کلموں کے الفاظ، ترجمے اور حوالجات درج ذیل ہیں:

(۱)......کلمۂ طیبہ: لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ۔

ترجمہ......اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد (ﷺ) اللہ تعالی کے رسول ہیں۔

﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ سورۂ صافات، آیت نمبر:۳۵۔سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۱۸۔

﴿ محمد رسول اللہ ﴾۔سورۂ فتح، آیت نمبر:۲۹۔

(۲)......کلمۂ شہادت: اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

ترجمہ...... میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

﴿ شہد اللہ ان لا الہ الا اللہ ﴾۔سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۱۸۔

قرآن کریم نے مختلف جگہوں پر حضور پاک ﷺ کے لئے ''عبدہ'' کا لفظ استعمال فرمایا: مثلاً سورۂ اسراء، آیت نمر:۱۔سورۂ کہف، آیت نمبر:۱/۱۸۔سورۂ فرقان، آیت نمبر:۱۔سورۂ زمر، آیت نمبر:۳۶۔ سورۂ نجم، آیت نمبر:۱۰۔سورۂ حدید، آیت نمبر:۹۔اسی طرح ''رسولہ'' کا لفظ بھی بیشمار جگہ آیا ہے۔

(دیکھئے! المعجم المفہرس للقرآن الکریم ص۴۰۲)

(۳)......کلمۂ تمجید: سبحان اللہ ' والحمد للہ ' ولا الہ الا اللہ ' واللہ اکبر ' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ترجمہ......اللہ پاک بے عیب ہیں، اور سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں، اور اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالی (بہت) بڑے ہیں، اور گناہوں سے بچنے اور بندگی کی طاقت نہیں، مگر اللہ تعالی کے ساتھ جو بزرگ و برتر ہیں۔

اوراحادیث صحیحہ میں اگلے چاروں کلموں کی انہی صیغوں میں تصریح موجود ہے،اوران

''سبحان اللہ ''سورۂ یوسف،آیت نمبر:۱۰۸۔اس کے علاوہ آٹھ جگہوں پرقرآن کریم میں ''سبحان اللہ'' کالفظ آیاہے۔

'' الحمد للہ ''سورۂ فاتحہ،آیت نمبر:۱۔اس کے علاوہ'' الحمد للہ ''۲۳؍جگہوں پرقرآن پاک میں موجود ہے۔

''اللہ اکبر'' قرآن شریف میں نہ ملا۔

''لا قوۃ الا باللہ''سورۂ کہف،آیت نمبر:۳۹۔

''وھو العلی العظیم''سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۵۵۔سورۂ شوری،آیت نمبر:۴۔

(۴)......کلمۂ توحید:'' لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک ولہ الحمد ' وھو علی کل شئی قدیر ''۔

ترجمہ......اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہیں،اس کا کوئی شریک نہیں،اس کا ملک ہےاوراس کی سب تعریف ہے،اوروہ ہر چیز پرقادر ہے۔

''وحدہ'': ﴿ لنعبد اللہ وحدہ ﴾سورۂ اعراف،آیت نمبر:۷۰۔

﴿ واذا ذکر اللہ وحدہ ﴾سورۂ زمر،آیت نمبر:۴۵۔سورۂ مؤمن،آیت نمبر:۱۲۔سورۂ غافر،آیت نمبر:۸۴۔سورۂ ممتحنہ،آیت نمبر:۴۔

'' لا شریک لہ''۔سورۂ انعام،آیت نمبر:۱۶۳۔

'' لہ الملک ''سورۂ انعام آیت نمبر:۷۳۔سورۂ فاطر،آیت نمبر:۱۳۔سورۂ زمر،آیت نمبر:۶۔ سورۂ تغابن،آیت نمبر:۱۔یہ ان جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں''لہ الملک ''الف لام کے ساتھ ہے''ملک'' کی نسبت کے ساتھ تو بیشمار آیتیں ہیں۔

''لہ الحمد ''سورۂ قصص،آیت نمبر:۷۰۔سورۂ روم،آیت نمبر:۱۸۔سورۂ سبا،آیت نمبر:۱۔سورۂ تغابن،آیت نمبر:۱۔

''وھو علی کل شئی قدیر ''،سورۂ مائدہ،آیت ۱۲۰۔سورۂ ہود،آیت ۴۔سورۂ روم،آیت ۵۰۔ سورۂ شوری،آیت ۹۔سورۂ حدید،آیت ۲۰۔سورۂ تغابن،آیت ۱۔سورۂ ملک،آیت نمبر:۱۔

کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ ۱

۱......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکتوب علی العرش لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ،لا اعذب من قالھا۔

عرش پر''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا ہے، جو اسے کہے میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔(کنز العمال ص۱۵ ج۱،الایمان و الاسلام ، فضل الشھادتین ، رقم الحدیث:۱۸۶)

(۲)......(حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے سلسلے میں ہے کہ) پس عبد اللہ حضور ﷺ کے سامنے آئے اور کہا:''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ''۔

(مشکوۃ ص۵۳۱ ج۲، باب فی المعجزات)

فضیلت:......قیامت کے دن ایک شخص کے نامۂ اعمال میں ننانوے دفتر بداعمالیوں کے ہوں گے،ان کے مقابلہ میں ایک پرچی پر یہ کلمہ تولا جائے گا،چنانچہ اس کا وزن بھاری ہو جائے گا۔

(طویل روایت ہے، دیکھئے! فضائل ذکر ص۸۰ /فصل ۳/حدیث نمبر:۱۴)

(۳)......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(انسان کے کلام میں) سب سے محبوب (و بہتر) کلام چار ہیں (اور وہ یہ ہیں:)''سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر''۔(مسلم۔مشکوۃ، باب ثواب التسبیح و التحمید ، الخ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''ننانوے(دنیاوی اور اخروی) بیماریوں کی دوا ہے،جس میں سے ادنی بیماری غم ہے۔(رواہ البیھقی۔مشکوۃ، باب ثواب التسبیح و التحمید ، الخ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے''فضائل ذکر''میں ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے:''باب سوم: کلمۂ سوم کے فضائل میں''اس میں کئی آیات و احادیث ذکر کی گئی ہیں۔(۱۱۴)

(۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ کلمات''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ' لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شئی قدیر''دن میں سو مرتبہ کہے اس کو سو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے،اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں ،اور اس کے سو گناہ دور کئے جاتے ہیں،اور اس کو اس دن شام تک شیطان سے پناہ حاصل رہتی ہے،اور (قیامت کے دن) کوئی اس کے لائے ہوئے اس عمل سے بہتر کوئی عمل لے کر نہیں آئے گا،علاوہ اس شخص کے جس

اور کلمۂ ردکفر کے قریب قریب تمام صیغے انہی الفاظ میں حضور ﷺ کی ادعیات و استعاذات ماثورہ میں منتشر طور پر منقول ووارد ہیں، [۱] یہ کسی کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، قرآن پاک واحادیث کے الفاظ ہیں۔

نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا ہوگا۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ، باب ثواب التسبیح والتحمید، الخ)

نوٹ:......ان روایات میں چاروں کلموں کی تصریح بھی آ گئی، اور ہر ایک کی ایک ایک فضیلت بطور نمونہ لکھ دی گئی ہے۔ مرتب

[۱]......کلمۂ ردکفر: اللهم انی اعوذبک من ان اشرک بک شئیا وانا اعلم به، واستغفرک لما لا اعلم به، تبت عنه وتبرأت من الکفر والشرک والمعاصی کلها، و اسلمت وامنت واقول لا اله الا الله محمد رسول الله۔

ترجمہ......اے اللہ! بیشک میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے اس بات کی کہ میں کسی چیز کو آپ کے ساتھ شریک کروں، اور میں جانتا ہوں اس کو اور بخشش چاہتا ہوں آپ سے اس کی کہ نہ جانتا ہوں میں اس کو، میں نے آپ سے توبہ کی، اور کفر سے، شرک سے اور سب گناہوں سے بیزار ہوا، اور میں اسلام لایا، اور میں کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالی کے رسول ہیں۔

(عمدۃ الفقہ ص ۵۸ ج ۱، شش کلمہ کا بیان)

" اللهم انی اعوذبک من ان اشرک بک شئیا، وانا اعلم به واستغفرک لما لا اعلم به "۔

حضرت مولانا رشید احمد نعمانی رحمہ اللہ اس کی تخریج میں لکھتے ہیں: قلت لعل المصنف اخذه من "الکلم الطیب" واورده السیوطی فی "استعاذات مطلقة ماثورة" من کتابه "عمل الیوم واللیلة" وذکر عبد الرؤف المناوی الشطر الاول منه فقط فی کتابه "کنوز الحقائق" وعزاه الی الطبرانی ص ۲۹۴۔ (الحزب الاعظم مع التخریج، للشیخ النعمانی ص ۱۱۸، منزل جمعرات)

" اللهم انی اعوذبک من شر ما علمت به ومن شر ما لم اعلم "۔

ذکره ابن الجوزی فی الادعیة المخصوصة من " الحصن" وعزاه الی النسائی و "مصنف ابن ابی شیبة" ص ۲۲۳۔ (الحزب الاعظم مع التخریج، للشیخ النعمانی ص ۶۸، منزل پیر)

" واعوذبک من الفقر والکفر"۔ (فیض القدیر ص ۱۵۵ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۴۸۹)

ان پانچ کلموں میں خدا کی توحید وحضور ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے، جس پر اعتقاد رکھنے ہی کا نام ایمان واسلام ہے۔ بغیر اس کے ایمان ہی صحیح نہیں۔ کلمۂ تمجید میں خدا کی بزرگی، حمد اور کبریائی وعظمت مذکور ہے، جس پر ایک مسلم کا اعتقاد جازم ہے۔ چہارم کلمۂ توحید ہے، ہر موحد کا اس پر ایمان ہے۔ ان کے پڑھنے کی بزرگی اور ثواب وفضائل سے کتب احادیث مملو ہیں۔ پنجم کلمہ میں شرک وکفر سے بیزاری کا اظہار واستعاذہ واستغفار ہے جو ہر مسلم کا فریضہ ہے۔ غرض ان کلمات کی ترتیب کہ پہلا یہ، دوسرا یہ، تیسرا وغیرہ یہ حدیث میں نہیں ہے، اوران کے اسماء طیبہ، شہادت، تمجید، توحید، ردکفر یہ سب قرآن وحدیث کے مفاد ومطالب کے عنوان میں جو حق وصحیح ہے۔ ان کے مطالب ومفاہیم پر اعتقاد رکھنا فرض ہے اوراس کے خلاف اعتقاد رکھنا کفر وشرک وزندقہ والحاد ہے، اعاذنا الله منها۔

والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

جن لوگوں تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ جہنمی ہیں یا جنتی؟

(۸۵) س:......اگر ایک گروہ انسان کا دنیا کے ایک حصہ میں ہو جہاں کے لوگ خدا اور رسول کو نہ جانتے ہوں، اور کسی مسلم کی رسائی بھی وہاں تک نہ ہو کہ وہاں جاکر ان لوگوں کو اللہ کی طرف راغب کرے، اور دین اسلام کی طرف راغب کرے اور دین اسلام کی طرف رجوع

" اللهم ارحمنی بترک المعاصی ابدا " ذکرہ ابن الجزری فی دعاء حفظ القرآن من " الحصن " وعزاہ الی الترمذی و " مستدرک " الحاکم ص۱۵۳۔

(الحزب الاعظم مع التخریج ، للشیخ النعمانی ص۶۴، منزل پیر)

" اللهم انی اتوب الیک من المعاصی لا ارجع الیها ابدا " ذکرہ ابن الجزری فی ادعیة التوبة من " الحصن " وعزاہ الی " مستدرک الحاکم " ص۱۵۳و۱۵۴۔

(الحزب الاعظم مع التخریج ، للشیخ النعمانی ص۶۵، منزل پیر)

دلائے۔تو سوال یہ ہے کہ وہاں کے باشندے بعد موت داخل جہنم ہوں گے یا جنت؟ اگر جہنم میں جاتے ہیں تو کیا ان کے حق میں ناانصافی نہیں ہوتی اور (نعوذ باللہ) خدا ناانصاف نہیں کہلائے گا؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق :قال الله تعالى : ﴿ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ﴾ الآية ۔[۱] اس آیت میں تصریح ہے کہ خداوند کریم پیغمبروں کو بھیج کر اپنی حجت پوری فرماتے ہیں، لہذا بالفرض دنیا میں کوئی قوم ایسی جگہ آباد ہو کہ جہاں کوئی ایک مبلغ بھی خدا ورسول کی باتیں ان کے کانوں تک نہ پہنچا سکا ہو، اوران لوگوں کو دین اور موجودہ وقت میں دین اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کی مطلق اطلاع نہ ہوئی ہو، اور نہ انہیں کوئی ایسا شخص ملا ہو جو خدا کی توحید کا علم بتلا سکے، ایسی قوم کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان سے ایمان واعمال کے متعلق باز پرس ہوگی یا نہیں؟ سواس باب میں جملہ اہل اسلام متفق ہیں کہ احکام اسلامی یعنی نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ اعمال کے متعلق تو کچھ باز پرس نہ ہوگی، کیونکہ احکام کا علم بغیر بتلائے صرف عقل سے نہیں ہوسکتا، [۲] لیکن صانع عالم وخدا پر ایمان لانے کے متعلق کہ ہمارا کوئی خالق اور آسمان وزمین کا کوئی پیدا کرنے والا ہے یا نہیں؟ اس میں بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کی توحید وصانع عالم کے وجود کے متعلق ان سے سوال ہوگا، کیونکہ فطرت سلیمہ اس کارخانۂ عالم کو دیکھ کر خدا کی توحید پر

---

[۱]......سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۵۔اور ہم (کبھی) سزانہیں دیتے جب تک کسی رسول کو بھیج نہیں لیتے۔

[۲]...... ثم المفهوم من كلام الاجلة ان النزاع انما هى بالنسبة لاحكام الايمان بالله تعالى بخلاف الفروع فلا خلاف فى انها لا تثبت الا فى حق من بلغته دعوة من ارسل اليه وهو الظاهر۔
(تفسیر روح المعانی ص۴۲ ج۸، جزء رابع عشر)

استدلال کرسکتی ہے۔ [1]

اوراشاعرہ اوراہل کلام واصولیین وفقہائے شوافع وغیرہ علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اہل فترۃ کوجنہیں مطلق خدا کے وجود کاعلم نہ ہوا ہواورنہ کسی نبی کی رسالت ودعوت کاعلم ہو ان پرعذاب نہ ہوگا۔ [2] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

ملک چین دارالحرب ہے یادارالاسلام؟

(٨٦):س......ملک چین دارالحرب ہے یادارالاسلام؟ چونکہ پانچوں وقت کی اذان اور نماز بالجماعۃ ہوتی ہے، اور جمعہ اورعیدین کی نماز ہوتی ہے۔بادشاہ کی طرف سے کوئی ممانعت مسلمانوں پرنہیں۔

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفيق : وفى الدر المختار : " لا تصير دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثة : باجراء احكام اهل الشرک ، وبا تصالها بدار الحرب ، وبان لا يبقى فيها مسلم أوذمى آمنا بالأمان الاول على نفسه ، ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء احكام اهل الاسلام فيها "۔ [3]

---

[1]......وانت تعلم ان الاستدلال بالآية على تقدير تمامه لا يختص بالمعتزلة بل يشاركهم فى ذلک احد فريقى الحنفية من اهل السنة وهم الماتردية وعامة مشايخ سمرقند لانهم وان لم يقولوا كالمعتزلة بان العقل حاكم والقبيح الذين اثبتوهما جميعا لكنهم قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقد نظرا صحيحا واوجبوا الايمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هو شنيع اليه سبحانه ،حتى روى عن ابى حنيفة انه قال : لو لم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته ۔(تفسیرروح المعانی ص۴۲ ج۸)

[2]......والذى عليه الاشاعرة من اهل الكلام والأصول ' والشافعية من الفقهاء : ان اهل الفترة لا يعذبون واطلقوا القول فى ذلک ۔(حوالہ بالاص۴۰)

[3]......رد المحتارص۲۸۹ ج٦ ۔ فصل فى استئمان الكافر ، قبيل باب العشر والخراج والجزية۔

وفی الکافی :" ان المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین ، ویکون تحت قهره ، و بدار الحرب بلاد یجری فیها امر عظیم وتکون تحت قهره "

فعلم من هذا ان ملک الصین الذی علیه ولاة الکفار من قبل وما ثبت علیه حکومة الاسلام قط فی أی زمان فهو دار الحرب ، ومع هذا الجمع والاعیاد کلها صحیحة۔ ل والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

ل......ترجمہ: درمختار اور کافی کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ ملک چین جس پر کافر کی حکومت ہے اور کبھی بھی اسلامی حکومت کا ہونا ثابت نہیں دار الحرب ہے، اور باوجود اس کے دار الحرب ہونے کے اس میں جمعہ اور عیدین کا ادا کرنا صحیح ہے۔

باب السیر و المناقب

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق تحقیق

(۸۷):س......حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: حضرت خضر علیہ السلام ۱ کی حیات کے باب میں علماء کا اختلاف ہے۔علماء محدثین میں ایک گروہ آپ کی وفات کا قائل ہے ۲ اور جمہور علماء وصلحاء واصحاب طریقت ومعتبرین اہل کشف کا محقق اور راجح قول یہی ہے آپ کہ زندہ ہیں۔۳ جناب رسول مقبول ﷺ کی وفات کے بعد غسل کے وقت صحابہ

۱......حضرت خضر علیہ السلام کا نام ''بلیا'' تھا (بعض نے ''یسع'' اور ''الیاس'' بھی کہا ہے)۔ابو العباس کنیت اور خضر لقب۔اس لقب کی نہایت صحیح وجہ جو بہت ہی معتبر روایت میں نقل کی گئی ہے یہ کہ آپ ایک دفعہ سوکھی گھاس پر زمین پر بیٹھ گئے تو آپ کے نیچے تمام گھاس سبز ہو گئی، چونکہ سبز کو خضر کہتے ہیں، اس وجہ سے آپ کو خضر کہنے لگے۔(حیات خضر ص ۵، از: حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام کا نام خضر یعنی (سرسبز وشاداب) اس لئے مشہور ہوا کہ وہ ایک خشک وبنجر سفید زمین پر (یا بالکل خشک گھاس پر) بیٹھے تو یکایک وہ زمین (یا خشک گھاس) ان کے پیچھے سے لہلہانے لگی اور وہاں سبزہ پیدا ہو گیا۔(مظاہر حق ص ۲۸۱ ج ۵۔مشکوۃ ص، باب ذکر بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہ السلام)

لفظ ''خضر''، ''خ'' کے زبر اور ''ض'' کے زیر کے ساتھ ''خَضِر'' ہے اور ایک نسخے میں یہ لفظ ''خ'' کے زیر اور ''ض'' کے جزم کے ساتھ ''خِضر'' منقول ہے۔

مشہور قول یہ ہے حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں۔عمر طویل رکھتے ہیں۔عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔(مظاہر حق ص ۲۸۱ ج ۵)

۲......جیسے ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن جوزی، امام بخاری، قاضی ابو یعلی حنبلی رحمہم اللہ وغیرہ ان کی موت ہی کے قائل ہیں۔(قصص القرآن ص ۵۴۷ ج ۱)

۳......حضرت خضر علیہ السلام نہ صرف یہ کہ زندہ ہیں، بلکہ قیامت کے دن تک زندہ رہیں گے، کیونکہ

کے پاس تشریف لائے اور تعزیت فرمائی ۱؎ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی

انہوں نے آب حیات پی رکھا ہے، لیکن بعض بڑے محدثین جیسے امام بخاری اور ابن مبارک رحمہما اللہ وغیرہ نے ان کی حیات ابدی کا انکار کیا ہے۔ جمہور علماء، صوفیاء اور بہت سے صلحاء ان کی حیات کے قائل ہیں۔ نیز حضرت خضر علیہ السلام کا بعض صلحاء سے ملاقات کرنا، ان سے ہم کلام ہونا اور خیر و بھلائی کی جگہوں پر ان کا موجود ہونا بہت مشہور ہے۔ مشائخ کے حالات و کلام میں ان کا بہت ذکر آتا ہے، اور عجیب و غریب واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ (مظاہر حق ص ۲۸۱ ج ۵)

۱؎...... ایک طویل حدیث میں ہے: فلما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وجائت التعزية سمعوا صوتا من ناحية البيت : السلام عليكم اهل البيت ورحمة الله وبركاته ' ان فی الله عزاء من كل مصيبة ' وخلفا من كل هالك ' ودركا من كل فائت ' فبالله فاتقوا واياه فارجوا ' فانما المصاب من حرم الثواب ، فقال علی : أتدرون من هذا ؟ هو الخضر علیه السلام ۔

(رواه البيقهی فی دلائل النبوة ص ۵۵۰ ج ۲۔ مشکوۃ ص ۵۵۰، باب وفاة النبی صلی الله علیه وسلم، آخری حدیث)

ترجمہ:...... جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا اور ایک تعزیت کرنے والے (اہل بیت کو تسلی دینے) آئے تو لوگوں نے گھر کے ایک گوشہ سے آتی ہوئی آواز سنی کہ کوئی شخص کہہ رہے ہیں: اے اہل بیت اور وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں! تم پر سلامتی ہو، اللہ کی مہربانی اور اس کی برکتیں نازل ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی کتاب (یا اللہ کے دین) میں ہر مصیبت کے وقت تسکین و تسلی کا سامان موجود ہے، اللہ تعالیٰ ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ عطا کرنے والے ہیں، اور ہر فوت ہونے والی شئی کا تدارک کرنے والے ہیں، جب صورت یہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے تقوی اختیار کرو، اس سے امید رکھو، مصیبت زدہ حقیقت میں وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم کردیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہوں (تعزیت و تسلی کے الفاظ کہنے والے) کون ہیں؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ (مظاہر حق ص ۵۹۴ ج ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ولما توفی صلی الله علیه وسلم عزَّتْهُمُ الملائكة : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ' ان فی الله عزاء من كل مصيبة ' وخلفا من كل فائت ' فبالله فاتقوا واياه فارجوا ' فانما المحروم من حرم الثواب ' و السلام عليكم ورحمة الله و بركاته ، رواه الحاكم فی مستدركه عن جابر ، ثم قال : ودخل رجل اشهب اللحية جسيم صبيح فتخطى رقابهم فبكى ثم التفت الى الصحابة فقال : ان فی الله عزاء من كل مصيبة ' وعوضا

اللہ عنہما نے فرمایا کہ: یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، چنانچہ مستدرک وغیرہ کتب احادیث میں یہ واقعہ مذکور ہے، اور اب تک زندہ ہونے پر علماء طریقت اہل باطن وصلحاء امت واصحاب کشف وارباب حال کا اتفاق ہے۔

اہل باطن سے حضرت خضر علیہ السلام کا ہمیشہ ملاقات کرنا اور روحانی تعلیم دینا اور فیوض باطنی پہنچانے کے واقعات وحکایات ان کی حیات کے متعلق بمنزلہ خبر تواتر کے ہیں جو کتب اہل طریقت وحالات اہل باطن میں منقول ومشہور ہیں۔[۱]

من کل فائت ' وخلفا من کل هالک ' فالی الله فانیبوا والیه فارغبوا ' ونظره الیکم فی البلاء فانظروا ' فانما المصاب من لم یجبر ' وانصرف ، فقال ابو بکر وعلی : هذا الخضر علیه السلام ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۵۴ ج۱۱)

[۱]...... چند واقعات بطور نمونہ نقل کرتا ہوں، اگر کوئی احاطہ کرنا چاہے تو مستقل کتاب چاہئے۔

(۱)...... حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ مسجد میں تھے، باہر سے کسی بولنے والے کی آواز سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: جاؤ اس باتیں کرنے والے سے کہو کہ میرے لئے دعا کرے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جا کر کہا، تو اس شخص نے جواب دیا کہ: ان سے جا کر کہو کہ خدا تعالی نے آپ کو انبیاء علیہم السلام پر ایسی فضیلت دی ہے جیسے رمضان کو دوسرے مہینوں پر۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(۲)...... ریاح بن عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ساتھ ایک شخص ان کے ہاتھ پر سہارا لگائے ہوئے جا رہے ہیں، جب وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ ہاں دیکھا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے تم بڑے صالح آدمی ہو کہ (کہ تم کو وہ نظر آئے) یہ ہمارے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ مجھ کو حکومت سپرد ہوگی، اور میں اس میں عدل کروں گا۔

(۳)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں مروی ہے کہ: وہ ایک جنازہ پر نماز پڑھانے کھڑے

حیات کی نسبت بہت سی روایات حدیث واقوال علماء وصلحاء ومشائخ طریقت وحقیقت

ہوئے تو کسی نے آواز دی کہ ذرا ٹھہریئے ہم کو بھی شریک ہونے دیجئے! نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تو نظروں سے چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(۴)......حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے اللہ تعالی کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک ایسے شخص نے آکر سلام کیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار شخص میں نے کوئی دیکھا ہی نہیں۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ فرمایا میں تمہارا بھائی خضر ہوں، اور ایک ایسا عمل بتلا کر چلے گئے کہ جب اس کو پڑھتا رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہو جاتی۔

(۵)......حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ میرے والد حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کے ساتھ ایک بوڑھے شخص باتیں کر رہے ہیں، جب وہ چلے گئے تو میرے والد ماجد نے فرمایا کہ: ان کو بلالاؤ، میں نے ہر چند تلاش کیا، مگر وہ نہ ملے، تو میرے والد نے فرمایا کہ: یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

صحابہ وتابعین کے متبرک زمانہ کے بعد بھی ہمیشہ بزرگوں کو ان کی ملاقات وزیارت حاصل ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم، حضرت بشر حافی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابراہیم خواص رحمہم اللہ کا حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت فرمانا معتبر طریقہ سے ثابت ہے۔

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے اشبیلیہ (اندلس کا ایک بڑا شہر) میں ملاقات کی اور انہوں نے مجھ کو مقامات شیوخ کو تسلیم کرنے اور منازعات سے محترز رہنے کی وصیت فرمائی۔ (حیات خضر ص ۴۴/۴۵/۴۶)

(۶)......حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت شیخ کسی مسئلہ پر حدیث نبوی کی روشنی میں گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو ہوا پر سوار گذرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: ''قف یا اسرائیلی واسمع کلام محمدی ''یعنی اے اسرائیلی خضر ٹھہریئے، کلام محمدی سنتے جایئے، چنانچہ منقول ہے کہ اس زمانے کے مشائخ میں سے جو بھی حضرت خضر علیہ السلام کو ملتا آپ اس کو یہ ہدایت فرماتے کہ شیخ عبد القادر رحمہ اللہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو، کیونکہ ان مجلسوں میں برکتیں نازل ہوتی ہیں اور وہاں فلاح وسعادت حاصل ہوتی ہے۔ (مظاہر حق ص ۲۸۱ ج ۵)

وارباب مکاشفات ومجاہدات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں، لیکن یہ روایات واقوال قطعی حجت نہیں ہو سکتے، اور نہ ایسے مسئلہ میں قطعی دلائل و حجت کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ مسئلہ اصول دین واعتقادیات اسلام میں داخل نہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ ''فتوحات مکیہ'' میں فرماتے ہیں کہ: حضرت خضر علیہ السلام کا بزندہ رہنا اور یہاں تک درازی عمر پانا کہ دجال کی تکذیب کریں کشف سے ثابت ہے۔ [۱] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم۔

حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات آپ ﷺ سے ہوئی یا نہیں؟

(۸۸):س......حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت ﷺ کی ملاقات ہوئی یا نہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: بعض روایات سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، لیکن مشہور ومعتبر روایات سے ملاقات کا ثبوت نہیں ہے۔ [۲] ''بیہقی'' میں ایک روایت ضعیف ہے جس پر علماء نے جرح بھی کی اور جواب دینے والوں نے تعدیل بھی کی ہے، اس حدیث سے ملاقات کا ثبوت بھی ملتا ہے، اور ہر سال حضرت خضر والیاس علیہما السلام کا موسم حج میں ملاقات کرنا اور ایک دوسرے کا آپس میں سر مونڈنا حدیث سے ثابت ہے۔ [۳]

نوٹ: ......بعض عارفین نے حضرت خضر علیہ السلام کی یہ علامت بتلائی ہے کہ ان کی انگشت شہادت درمیانی انگلی کے برابر ہے، چھوٹی نہیں۔ (حیات خضر ص ۴۳)

[۱]......حیات خضر ص ۴۲۔

[۲]...... واما اجتماعهم مع النبی صلی الله علیه وسلم وتعزیته لاهل البیت بعده فمروی من طرق صحاح ثم ذکر ما تقدم مما ضعفناه ولم یورد اسانیدها ، والله اعلم۔(البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۷ ج ۱)

[۳]......عن ابن عباس قال : (ولا اعلمه الا مرفوعا الی النبی صلی الله علیه وسلم قال :) یلتقی

امام رافعی رحمہ اللہ ''روضۃ الریاحین'' میں فرماتے ہیں: الصحیح عند الجمهور انه الآن حی، وبهذا اقطع الاولياء، ورجحه الفقهاء والاصوليون واكثر المحدثين۔ [۱]

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم

الخضر والياس عليهما السلام كل عام فى الموسم فيحلق كل واحد منهما رأس صاحبه ويتفرقان عن هؤلاء الكلمات: بسم الله ما شاء الله لا يسوق الخير الا الله ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله ۔(البدایۃ والنہایۃ ص۳۳۳ج۱)

کعب احبار رحمہ اللہ سے مکحول رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ: چار انبیاء زندہ ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر، اور حضرت خضر علیہ السلام وحضرت الیاس علیہ السلام زمین پر۔

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہر سال ایام حج میں حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرنا کشف سے منقول ہے۔(حیات خضر ص۴۲)

[۱]......بعض علماء وغیرہ کے علاوہ اکثر علماء اور جمہور امت اسی کے قائل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔نہایت اعلی رتبہ کے مفسر ثعلبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: حضرت خضر علیہ السلام کا حیات دائمی پاکر زندہ رہنا اور نظروں سے محجوب ہونا تمام علماء (یعنی اکثر علماء) کے قول سے ثابت ہے۔نووی اور ابن حجر رحمہما اللہ وغیرہ مستند و معتبر عالموں کے یہ الفاظ ہیں کہ: حیات خضر علیہ السلام صوفیہ اور اہل صلاح میں ایک مسلم و متفق علیہ امر ہے، کسی کو انکار نہیں، اور اہل تصوف وغیرہ عابد زاہد لوگوں کے حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے اور ان کو دیکھنے کی روایات اس قدر ہیں کہ بیان دشوار ہے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت تک باقی رہنے والے ہیں، اور لوگوں کی تعلیم وتادیب کے لئے ان سے ملتے ہیں، اور صورت بدلنے کی ان کو طاقت عطا فرمائی گئی ہے۔خدا تعالی نے جن لوگوں کو ولایت میں فضل دیا ہے ان کو پہچانتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام ہر سال حج کرتے ہیں، اور آب زمزم پیتے ہیں۔بعض روایتوں میں ہے کہ یہی پانی ان کو سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔مقامات متبرکہ میں وہ اکثر موجود رہتے ہیں۔رمضان

آب حیات کیا چیز ہے؟ اور کہاں ہے؟

(۸۹): س......آب حیات کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق : بحر ظلمات میں ایک چشمہ کا نام ہے، جس کی بقول مشہور تلاش میں سکندر ذوالقرنین نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے لیا تھا جو ان کے مقبولوں میں تھے۔ ظلمات میں پہنچ کر پانی کی ضرورت سے اتفاقیہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس چشمہ سے پانی پی لیا جو آب حیات تھا، اور ذوالقرنین باوجود تلاش کے بھی اس چشمہ سے محروم رہے، اور وہ چشمہ آب حیات ان کو نہ ملا، اور حضرت خضر علیہ السلام کو دائمی حیات نصیب ہوئی۔ یہ بقول مشہور اقوال بغوی وخطیب وغیرہ مفسرین نے

اکثر بیت المقدس میں گذارتے ہیں، اور جس جگہ حکم ہوتا ہے وہاں پہنچ کر لوگوں کی دستگیری اور مدد کرتے ہیں۔ عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں، لیکن بوقت ضرورت ان پر بھی ظاہر ہوجاتے ہیں۔ جنگل اور دریا پر ہر زمانہ میں لوگ ان کو دیکھتے ہیں۔ (حیات خضر ص ۴۱/۴۳)

ان اہل علم کے اقوال جو اہل اسلام کے مقتدا اور ائمہ دین سمجھے جاتے ہیں اسی کی تائید کرتے ہیں، اور مشائخ طریقت وحقیقت وارباب مکاشفات ومجاہدات صاف طور سے فرماتے ہیں کہ: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں، زندہ لوگوں کی طرح کھاتے، پیتے اور سوتے جاگتے ہیں۔ بیابان ودریا پر نظر پڑتے ہیں اور بعض صلحاء سے ملاقات کرتے ہیں۔

اکابر علماء میں سے بعض جلیل القدر محدثین جیسے امام بخاری، ابراہیم حربی، ابوجعفر مناوی، ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ وغیرہ کی رائے اس کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت خضر علیہ السلام کو دائمی حیات نہیں دی گئی، بلکہ دوسرے انسانوں کی طرح دنیا سے رخصت ہوگئے، لیکن ان حضرات کے انکار کا باعث موجودہ زمانہ کی بعض خودرائے لوگوں کی طرح حیات دائمی کو خلاف فطرت یا نعوذ باللہ خارج از قدرت سمجھنا نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث صحیحہ کی چندروایات۔

(حیات خضر ص ۳۹)

نقل کئے ہیں۔[۱]

و اللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

[۱]......وکان السبب فی حیاۃ الخضر فیما حکی انہ شرب من عین الحیاۃ وذلک ان ذا القرنین دخل الظلمۃ لطلب عین الحیاۃ وکان الخضر علی مقدمتہ فوقع الخضر علی العین فاغتسل وشرب منہا وصلی شکرا للہ تعالی واخطأ ذو القرنین الطریق فرجع۔(تفسیر الخازن ص۲۰۹ ج۳)

حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہے یا ان کی وفات ہوچکی

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

قرآن کریم میں جو واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کا مذکور ہے، اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس واقعہ کے بعد وفات پا گئے یا زندہ رہے، اسی لئے قرآن و حدیث میں اس کے متعلق کوئی صریح بات مذکور نہیں۔ بعض روایات و آثار سے ان کا اب تک زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بعض روایات سے اس کے خلاف مستفاد ہوتا ہے، اسی لئے اس معاملے میں ہمیشہ سے علماء کی رائیں مختلف رہی ہیں۔

جو حضرات ان کی حیات کے قائل ہیں ان کا استدلال ایک تو اس روایت سے ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ سفید داڑھی والے داخل ہوئے اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے پھاڑتے اندر پہنچے اور رونے لگے، پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوکر یہ کلمات کہے:

ان فی الله عزاء من کل مصیبة ' وعِوضا من کل فائت ' وخلفا من کلّ هالک فالی الله فانیبوا ' والیه فارغبوا ' و نظره الیکم فی البلاء فانظررا فانما المصاب من لم یُجبَر۔

اللہ کی بارگاہ میں صبر ہے ہر مصیبت سے، اور بدلا ہے ہر فوت ہونے والی چیز کا، اور وہی قائم مقام ہے ہر ہلاک ہونے والے کا، اس لئے اسی کی طرف رجوع کرو، اسی کی طرف رغبت کرو، اور اس بات کو دیکھو کہ وہ تمہیں مصیبت میں مبتلا کر کے کو آزماتا ہے، اصل مصیبت زدہ وہ ہے جس کی مصیبت کی تلافی نہ ہو۔

یہ آنے والے کلمات مذکورہ کہہ کر رخصت ہو گئے تو حضرت ابو بکر اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اس روایت کو جزری نے ''حصن حصین'' میں بھی نقل کیا ہے [۱] جن کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات اس میں درج کرتے ہیں۔ [۲]

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ: دجال مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لئے نکلے گا جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا۔ ابو اسحٰق نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (قرطبی) [۳]

اور ابن ابی الدنیا نے ''کتاب الہواتف'' میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو خضر علیہ السلام نے ان کو ایک دعا بتلائی کہ جو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرے اس کے لئے ثواب عظیم اور مغفرت و رحمت ہے۔ وہ دعا یہ ہے:

''یَا مَنْ لَا یُشْغِلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ ' وَیَا مَنْ لا تُغَلِطُهُ الْمَسَائِلُ ' وَیَا مَنْ لَّا یَبْرَمُ مِنْ اِلْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ اَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَةِ مَغْفِرَتِکَ''۔

۱...... فضل مبین شرح حصن حصین ص ۳۷۹۔

۲...... علامہ جزری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: و اخرجته من الاحادیث الصحیحة۔ (فضل مبین ص ۲۱)

۳...... حیات خضر کے ماننے والوں میں سے اکثر علماء کی رائے میں وہ شخص (جو دجال کے مقابلہ کے لئے نکلے گا) خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔

عبد الرزاق محدث رحمہ اللہ دجال کے حال میں اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: میرے استادوں نے فرمایا ہے کہ: وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔ (حیات خضر ص ۴۱)

اے وہ ذات! جس کو ایک کلام کا سننا دوسرے کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا، اور اے وہ ذات جس کو بیک وقت ہونے والے (لاکھوں کروڑوں) سوالات میں کوئی مغالطہ نہیں لگتا، اور وہ ذات جو دعا میں الحاح واصرار کرنے اور بار بار کہنے سے ملول نہیں ہوتا، مجھے اپنے عفو وکرم کا ذائقہ چکھا دیجئے، اور اپنی مغفرت کی حلاوت نصیب فرمائیے۔

اور پھر اسی کتاب میں بعینہ یہی واقعہ اور یہی دعا اور خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ (قرطبی)

اسی طرح اولیاء امت میں حضرت خضر علیہ السلام کے بے شمار واقعات منقول ہیں۔

اور جو حضرات خضر علیہ السلام کی حیات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا بڑا استدلال اس حدیث سے ہے جو ''صحیح مسلم'' میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشا کی نماز اپنی آخر حیات میں پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد فرمائے: **ارأیتکم لیلتکم هذه فانّ علی رأس مائة سنة منها لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض احد**۔

یعنی کیا تم اپنی آج کی رات کو دیکھ رہے ہو اس رات سے سو سال گذرنے پر کوئی شخص ان میں سے زندہ نہ رہے گا جو آج زمین کے اوپر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ: اس روایت کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ سو سال پر یہ قرن ختم ہو جائے گا۔

یہ روایت مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ منقول ہے، لیکن علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ: اس

میں ان لوگوں کے لئے کوئی حجت نہیں جو حیات خضر علیہ السلام کو باطل کہتے ہیں، کیونکہ اس روایت میں اگر چہ تمام بنی آدم کے لئے عموم کے الفاظ ہیں اور عموم بھی مؤکد کر کے لایا گیا ہے، مگر پھر بھی اس میں نص نہیں کہ یہ عموم تمام اولاد آدم علیہ السلام کو شامل ہی ہو، کیونکہ اولاد آدم میں تو حضرت عیسی علیہ السلام بھی ہیں جن کی نہ وفات ہوئی اور نہ قتل کئے گئے، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ''علی الارض'' میں الف لام عہد کا ہے، اور مراد ارض سے ارض عرب ہے، پوری زمین جس میں ارض یاجوج و ماجوج اور بلاد شرق اور جزائر جن کا نام بھی عربوں نے نہیں سنا اس میں شامل نہیں۔ یہ علامہ قرطبی کی تحقیق ہے۔[۱]

اسی طرح بعض حضرات نے مسئلہ ختم نبوت کو حیات خضر کے منافی سمجھا ہے۔ اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات ختم نبوت کے منافی نہیں' حضرت خضر علیہ السلام کی حیات بھی ایسی ہی ہوسکتی ہے۔

بعض حضرات نے حیات خضر پر یہ شبہ کیا ہے کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں موجود ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ﷺ کے تابع ہوکر اسلامی خدمات میں مشغول ہوتے، کیونکہ حدیث میں ارشاد ہے: ''لو کان موسی حیا لما وسعه الا اتباعی ''یعنی اگر موسی علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا، (کیونکہ میرے آنے سے دین موسوی منسوخ ہو چکا ہے) لیکن یہ کچھ بعید نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی اور ان کی نبوت عام انبیاء شریعت سے مختلف ہو، ان کو چونکہ تکوینی خدمات منجاب اللہ سپرد ہیں، وہ ان کے لئے مخلوق سے

[۱]......ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت موجود نہ ہوں گے، پانی یا دریا پر ہوں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس حکم سے مستثنی ہوں۔ (حیات خضر ص ۴۰)

الگ تھلگ اپنے کام پر مامور ہیں۔ رہا اتباع شریعت محمدیہ ﷺ تو اس میں کوئی بعد نہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے بعد سے انہوں نے اپنا عمل شریعت محمدیہ (ﷺ) پر شروع کر دیا ہو، واللہ اعلم۔ [1]

ابوحیان نے ''تفسیر بحر محیط'' میں متعدد بزرگوں کے واقعات حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے بھی نقل کئے ہیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''والجمهور علی انه مات''، یعنی جمہور علماء اس پر ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

''تفسیر مظہری'' میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: تمام اشکالات کا حل اس میں ہے جو حضرت سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکاشفہ سے فرمایا، وہ یہ کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے اس معاملہ کو عالم کشف میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ: میں اور الیاس علیہ السلام ہم دونوں زندہ نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت بخشی ہے کہ ہم زندہ آدمیوں کی شکل میں متشکل ہوکر لوگوں کی امداد مختلف صورتوں میں کرتے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ [2]

---

[1]...... ہوسکتا ہے کہ حاضر ہوئے ہوں اور عام نظروں سے پوشیدہ رہے ہوں۔ (حیات خضر ص ۴۰)

آپ ﷺ کے لئے ارشاد ہوا کہ: ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دائمی زندگی نہیں دی، اس مضمون سے بھی بعض بزرگوں نے خیال فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی دائمی زندگی دیا جانا صحیح نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایسی حیات ابدی تو کسی کو نہیں دی کہ موت ہی نہ آئے، بلکہ بمقتضائے ﴿ کل نفس ذائقة الموت ﴾ انجام سب کا فنا ہے، لیکن حضرت خضر علیہ السلام کو نفخۂ صور تک ایسی عمر طویل عطا فرمائی جس کو حیات دائمی کہنا بیجا نہیں۔ نفخۂ صور پر تمام عالم کے ساتھ وہ بھی فنا ہو جائیں گے، پس ان کا زندہ رہنا مضمون آیت کے خلاف نہ ہوا۔ (حیات خضر ص ۳۹)

[2]...... معارف القرآن ص ۶۲۳ ج ۵، سورۂ کہف۔

حضرت شمس تبریز وملا جامی رحمہا اللہ گروہ صوفیاء میں ہیں یا نہیں؟

(۹۰):س......حضرت ملا جامی وشمس تبریز گروہ صوفیاء میں شمار کیئے جاتے ہیں یا نہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و باللہ التوفیق :حضرت شمس تبریز وملا جامی رحمہما اللہ صوفیائے کرام میں مشہور بزرگ ہیں۔شمس تبریز ۱ حضرت مولانا روم صاحب' صاحب

۱......حضرت شمس تبریز (محمد بن علی) شمس تبریز کا نسب اور وطن کیا تھا؟ آپ کے مخالفین نے جہاں اور الزامات آپ پر لگائے تھے، وہاں ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ کا نسب نامعلوم ہے۔آپ بچپن سے اعلی استعداد اور جذبۂ عشق ومحبت کے حامل تھے۔''مناقب العارفین'' میں خود آپ ہی کی زبانی منقول ہے کہ ابھی سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے عشق میں تیس تیس چالیس چالیس روز تک آپ کو غذا کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ شیخ ابوبکر سلہ باف کے مرید ہوگئے۔بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ زین الدین سنجاسی رحمہ اللہ کے مرید تھے، بعض روایتوں میں دوسرے کے نام بھی لئے گئے ہیں۔(مثلا بابا کمال الدین جندی رحمہ اللہ) ممکن ہے آپ نے سب سے اکتساب فیض کیا ہو۔جب آپ کو اس طرح سیری نہ ہوئی تو آپ اطراف عالم میں مردان خدا کی تلاش میں پھرنے لگے۔یہ سفر اس طرح کرتے تھے کہ خود آپ کی ولایت وکمال سے لوگ آگاہ نہیں ہوتے تھے،نمد سیاہ پہنتے اور جہاں جاتے سرائے میں قیام کرتے ،دروازہ میں قیمتی قفل لگا دیتے کہ لوگ سمجھیں کہ کوئی بڑا تاجر ہے،مگر اندر سوائے بوریہ کے کچھ نہ ہوتا۔کثرت اسفار کی وجہ سے لوگ آپ کو''شمس پرندہ'' کہنے لگے تھے۔تبریز، بغداد، اردن، الروم، قیصریہ و دمشق کا سفر فرمایا۔معاش کا یہ طریقہ تھا کہ ازار بند بُن لیا کرتے اور اسی کو بیچ کر کام چلاتے تھے۔غذا کی کیفیت یہ تھی کہ دمشق میں ایک برس رہے، ہفتہ میں ایک پیالہ سری کا شوربا اور وہ بھی بے روغن پی لیا کرتے۔کسی کو اپنی صحبت کا متحمل نہیں پاتے تھے،اکثر یہ دعا فرماتے کہ: خدایا کوئی رفیق ایسا عطا کر جو میری صحبت کا متحمل ہو۔شیخ نے فرمایا روم جاؤ، اسی وقت چل کھڑے ہوئے اور قونیہ پہنچے،شکر فروشوں کے سرا میں اترے، دروازے پر ایک چبوترہ تھا اس پر اکثر عمائد بیٹھتے تھے وہیں مولانا روم رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور اکثر صحبت میں رہنے لگے۔مولانا کی حالت میں نمایاں تغیر پیدا ہوا اور مولانا کے دل میں عشق حق کی آگ داخل ہوگئی، سماع سے احتراز رکھتے تھے۔درس وتدریس وعظ وپند کے اشغال چھوڑ دیئے۔پورے شہر میں ایک

مثنوی کے مرشد ہیں، اور ملا جامی حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی رحمہ اللہ کے مشہور خلفاء میں ہیں، اور تصوف میں ان کی تصانیف بھی مشہور ہیں۔ ۱؎

شورش مچ گئی، حضرت شمس رحمہ اللہ فتنہ کے خوف سے چپکے سے دمشق چل دیئے، مولانا کو بے حد صدمہ ہوا، آپ کی بے چینی کو دیکھ کر لوگ واپس لے آئے، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد شمس پھر غائب ہو گئے اور باوجود تلاش کے ان کا پتہ نہ چلا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۳۴۳ ج ۱۔ معارف مثنوی ص ۲۷)

۱؎......عبدالرحمٰن ملا جامی: کبار اہل علم میں سے تھے، تصوف میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ خراسان کے ضلع جام کے قصبہ خرجرد میں ۲۳/شعبان ۸۱۷ھ مطابق ۷/نومبر ۱۴۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نظام الدین دشتی تھا۔ بچپن میں والد کے ہمراہ ہرات اور سمرقند گئے، جو علوم اسلامی کے بڑے مراکز تھے، جہاں علوم ظاہری حاصل کئے۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کے لئے حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت سعد الدین محمد کاشغری رحمہ اللہ کی طرف رجوع فرمایا اور تصوف میں کمال حاصل کیا، شیخ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے، ۸۷۷ھ میں حج بیت اللہ کی دولت سے مشرف ہوئے اور واپسی میں ہمدان، کردستان، بغداد، دمشق، حلب اور تبریز کے علاقوں کا سفر کرتے ہوئے واپس وطن لوٹے۔ بقیہ زندگی ہرات ہی میں بسر کی جہاں آپ کا سارا وقت مطالعہ، شعر و شاعری اور روحانی مجاہدات میں صرف ہوتا تھا۔ اگرچہ آپ بڑے بلند پایہ شاعر تھے، مگر پوری زندگی کسی دربار کا رخ نہیں کیا، اور نہ ہی کسی بادشاہ کی خوشامد کی۔ آپ کے زمانہ کے بادشاہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ بقول بادشاہ ظہیر الدین بابر: ''علوم نقلی و عقلی میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا، نیز یہ کہ جامی کو کسی کی مدح سرائی کی ضرورت نہیں، یہاں ان کا ذکر محض برکت و سعادت کی غرض سے کیا گیا ہے''۔ آپ کی شہرت ترکی میں پہنچی تو محمد ثانی نے آپ کو استنبول آنے کی رغبت دلائی۔ ۱۸/محرم ۸۹۸ھ مطابق ۹/نومبر ۱۴۴۲ء میں ہرات میں وفات پائی اور حاکم ہرات نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مقبرہ ہرات میں آپ کے مرشد کے قریب واقع ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ کتنے مختلف علوم پر حاوی تھے۔ زبان و اسلوب پر پوری دسترس حاصل تھی۔ زیادہ تصانیف نثر میں ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ آپ کی شہرت شعری تصنیفات پر ہوئی۔ نظم میں آپ کی تصنیف ایک تو وہ سات مثنویاں ہیں جو مثنوی ہفت اورنگ کے نام سے موسوم ہیں، اور نظم میں تفسیر، فصوص الحکم، رسالہ فی الوجود، شواہد النبوۃ، شرح

حضرت محی الدین ابن عربی وحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق

(۹۱):س...... حضرت محی الدین ابن عربی وحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ جو دونوں مشہور بزرگ ہیں، یہ اہل سنت کے معتبر علماء میں ہیں یا نہیں؟ ایک غیر مقلد کہتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ اہل سنت والجماعت سے نہیں ہیں۔ اب کیا غیر مقلد کا یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

ج:...... حامدا و مصلیا ، الجواب وبالله التوفيق: غیر مقلد کا یہ قول سراسر غلط و باطل ہے، یہ دونوں بزرگ علمائے کاملین عاملین اور پیشوائے طریقت سے ہیں۔[۱]

رباعیات، مناسک حج، مناقب، تحقیق مذہب صوفی ومتکلم وحکیم، نفحات الانس، خواجہ عبداللہ انصاری وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۶۴۳)

[۱]...... شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ: محمد بن علی بن محمد حاتمی الطائی اندلسی۔ آپ کی شہرت شیخ اکبر ابن العربی سے ہوئی۔ ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۶۳۷ھ میں وفات پائی۔ صالحیہ میں مدفون ہے۔

عارف مناوی کے طبقات میں امام ناصر الدین طبلا دی رحمہ اللہ سے منقول ہیں کہ: عجمی شخص ولی اللہ مصر میں وارد ہوئے، اکثر لوگ ان سے فیض یاب ہوئے۔ لوگوں کے اصرار پر دریائے نیل کے پار ''فصوص الحکم'' کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن درس کا ناغہ ہوا تو مخلصین نے وجہ پوچھی، فرمایا کہ درس میں ایک مقام مشکل معلوم ہوا، بار بار غور کیا مگر اشکال زیادہ ہوتا گیا، پھر عالم قدس کی طرف متوجہ ہوا تو منکشف ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہو گیا، لہذا میں اس کتاب سے باز رہا۔

بعض عارفین نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تعریف کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں، جس کے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے، حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا کہ ان کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ شیخ کی مراد نہیں، بلکہ شیخ کی مراد وہ امور ہیں جو متأخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں، ان کی اصطلاح ہو گئی ہے کہ ان امور کی تعبیر الفاظ موہمہ سے کی جائے تاکہ نا اہل کذاب ان امور کا دعوی نہ کرے۔

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ: شیخ علم وحال کے شیخ طریقت تھے، اور باعتبار حقیقت ورسم کے امام حقیقت تھے یعنی اہل حقیقت کو زینت دینے والے تھے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی اکثر

ان کو اہل سنت سے خارج کہنے والا جاہل ہے۔ان بزرگوں کے کمالات آفتاب سے

تصانیف میں شیخ اکبر رحمہ اللہ کی مدح فرمائی ہیں، خصوصاً ’’تنبیہ الاغنیاء علی فطرۃ من بحر العلوم والاولیاء‘‘ میں۔(شامی ص۳۷۸ ج۶، باب المرتد۔غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص۵۹۸ ج۲)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ولادت ۴۷۰ھ میں گیلان میں ہوئی۔آپ کا نسب دس واسطوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔۱۸؍سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے اور تحصیل علم میں مشغول ہوگئے، ہر علم کو اس کے باکمال استاذوں سے حاصل کیا۔اساتذہ میں ابوالوفاء ابن عقیل، محمد بن الحسن الباقلانی، ابوزکریا تبریزی رحمہم اللہ جیسے نامور علماء کا نام نظر آتا ہے۔طریقت کی تعلیم شیخ ابوالخیر رحمہ اللہ سے حاصل کی، اور قاضی ابوسعید رحمہ اللہ سے تکمیل واجازت حاصل کی۔ظاہری و باطنی تکمیل کے بعد اپنے استاذ کے مدرسہ میں تدریس و وعظ کا سلسلہ شروع کیا، سارا بغداد آپ کے مواعظ پر ٹوٹ پڑا۔لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔’’فتوح الغیب‘‘ اور ’’الفتح الربانی‘‘ کے مضامین آج بھی دل کو گرماتے ہیں۔اللہ تعالی نے ایسی وجاہت وقبولیت عطا فرمائی تھی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوئی۔حددرجہ متواضع تھے، بچوں تک کی بات غور سے سنتے۔غریبوں کے پاس بیٹھتے، ان کے کپڑوں کو صاف کرتے، جوں نکالتے، لیکن کسی معزز آدمی اور ارکان سلطنت کی تعظیم میں کھڑے نہ ہوتے۔حق گوئی ایسی کہ خلیفہ نے ابوالوفاء کو قاضی بنایا تو برسر منبر فرمایا: تم نے اظلم الظالمین کو خلیفہ بنایا، کل ارحم الراحمین کی بارگاہ میں کیا جواب دوگے۔مستجاب الدعوات تھے۔رقت کی وجہ سے جلد آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے۔حدود الٰہی کے علاوہ اپنے ذاتی معاملہ میں غصہ نہ فرماتے۔کسی سے انتقام نہ لیتے، کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔بھوکوں کو کھلانے اور ضرورت مندوں پر بے دریغ خرچ فرماتے۔رات کو وسیع دسترخوان بچھتا، خود مہمانون کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔آپ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی غیر اسلام قبول نہ کرتے، گنہگار توبہ نہ کرتے۔آپ کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے، اور ایک لاکھ سے زائد افراد نے توبہ کی ہے۔سلسلۂ قادریہ کے بانی تھے۔افتاء کے علاوہ ایک سبق تفسیر، حدیث، فقہ کا پڑھاتے۔عقائد واصول میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے۔علماء آپ کے فتاوی سے بڑے متعجب ہوتے۔ایک استفتاء آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی شریک نہ ہوگا ورنہ اس کی بیوی کو تین طلاق۔علماء عصر

زیادہ روشن ہیں۔تصوف کی اصطلاحات سے ناواقف اور متعصب لوگوں نے ان بزرگوں کے بعض علمی وغامض نکات وتحقیقات بوجہ ناواقفیت ازفن ان کی تحقیقات کا غلط مطلب سمجھ کران حضرات پر غلط الزامات قائم کئے،جس کے جوابات علماء محققین نے جیسے علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ''فتاوی حدیثیہ'' میں اور صاحب قاموس نے اپنی تالیفات میں اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے خوب خوب دیئے ہیں۔[۱]

حیران۔شیخ نے فورا فرمایا مطاف اس کے لئے خالی کردیا جائے تاکہ طواف کرے۔اس جواب پر علماء نے بے ساختہ داد تحسین دی۔ایک مرتبہ آسمان سے روشنی ظاہر ہوئی اور خطاب کیا اے عبد القادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لئے سب محرمات حلال کردیئے،آپ نے فرمایا مردود! دور ہو، یہ کہتے ہی روشنی ظلمت سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی اور آواز آئی: خدا نے علم وتفقہ کی وجہ سے بچالیا،ورنہ اس جگہ میں ستر (۷۰) صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں،آپ نے فرمایا: اللہ کی مہربانی سے۔ بغداد میں ۷۳ رسال گذارے۔۵۶۱ھ میں ۹۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔شیخ کے خلفاء میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (و:۵۹۳،م:۶۳۲) سب سے زیادہ نمایاں تھے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۹۷ تا ۲۲۱،ج ۱)

[۱].....شامی ص ۳۷۸ ج ۶، مطلب : فی حال الشیخ الاکبر، باب المرتد ،کتاب الجهاد۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب: ۱۵۶ رصفحات پر مشتمل تصنیف فرمائی، جس کا نام ہے " التنبیه الطرفی فی تنزیه ابن العربی "۔اس میں فصل دوم میں شیخ کے کمالات پر اساطین امت کی شہادتیں جمع کی ہیں،جس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کا مقام کیا ہے۔فصل چہارم میں شیخ کے کلام سے وہ حقائق جمع کئے ہیں، جو ان اقوال موہمہ موحشہ کے معارض ہیں جو حضرت شیخ کی طرف بنسبت ثابتہ یا غیر ثابتہ منسوب ہیں اور جو شیخ پر انکار واعتراض کے منشا ہوئے ہیں، گویا شیخ پر واقع ہونے والے اعتراضات کا جواب خود شیخ ہی کے اقوال سے ہوجاوے گا اور اصل مقصود تو صرف یہی اجوبہ ہیں،

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے خاتمہ میں ''میرا مسلک حضرت شیخ کے بارے میں'' کے عنوان سے جو تحریر لکھی ہے وہ قابل دید ہے۔حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''میرا مسلک حضرت شیخ قدس سرہ کے باب میں یہ ہے کہ بنا بر شہادت جم غفیر اکابر امت کے جس

اور علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے ’’لواقح انوار القدسیہ‘‘ میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ’’اخبار الاخیار‘‘ میں حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے مراتب ومناقب بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ ۲؎ عقل کے اندھوں کو یہ کتابیں دیکھنے کی فرمائش کیجئے۔ بہر

کی حجیت حدیث: انتم شهداء الله في الارض ، سے ثابت ہے، شیخ کی مقبولیت وولایت کا عقیدہ کامل رکھتا ہوں، اور شیخ کے اکثر علوم جو کہ از قبیل اسرار ہیں اور میرے فہم سے خارج ہیں عقلانہ ان کے اثبات کا حکم کرتا ہوں، بامتثال آیت: ﴿ ولا تقف ما ليس لک به علم ﴾ اور نہ ان کی نفی کا بائتمار آیت: ﴿ بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه ﴾ اور بلاضرورت شرعیہ ان کی اشاعت واشتغال کو مضر سمجھتا ہوں بحکم آیت ﴿ واما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله ﴾ اور طبعاً ان کے اقوال کی طرف توجہ کرنے سے قلب میں اطمینان نہیں پاتا ہوں، اس لئے مطابق حدیث: دع ما يريبک الى مالا يريبک ، ان کا استحضار نہیں کرتا، اور جن علماء نے حفاظت شریعت کے لئے حدود شرعیہ کے اندر رہ کر اقوال شیخ بلکہ شیخ پر بھی نکیر کی ہے ان کو حسب آیت: ﴿ لا يكلف الله نفسا الا وسعها ﴾ و حدیث: انما الاعمال بالنيات ، معذور جانتا ہوں اور اس مجموعی مسلک میں اپنے کو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ساتھ موافق دیکھتا ہوں جیسا کہ ان کے بعض مکتوبات سے ظاہر ہے جن کے کچھ جملے اسی خاتمہ میں منقول بھی ہوں گے، البتہ مجدد صاحب رحمہ اللہ میں یہ امر مزید ہے کہ وہ ان کے اقوال پر کلام بھی کرتے ہیں جو بوجہ ان کے محقق وصاحب کشف ہونے کے ان کا حق ہے، اور ہم یہ منصب نہیں رکھتے بقول عارف رومیؒ کے۔

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

(التنبيه الطرفي فی تنزيه ابن العربی ص۱۴۸)

ایک وجہ شیخ پر اعتراض کی یہ بھی ہے کہ بعض غیر محتاط ومتعصب مصنفین نے ان کی طرف ایسے اقوال کی نسبت کی تھی جو عام عقیدۂ اہل سنت اور جمہور کے مسلک کے مطابق موجب کفر ہیں۔ امام شعرانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ آپ کی تصنیفات میں یہ عمل ہوا ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۵۸ ج ۲)

۲؎......لواقح انوار القدسیہ ص...ج...

اخبار الاخیار، ص...ج...

حال علم وعمل اور کشف وکرامات صحیحہ وکمالات خاصہ کے اعتبار سے یہ حضرات دین کے چراغ ہیں۔ان کے خلاف بلاتحقیق بدزبانی کرنے والا گمراہ ودشمن دین وایمان ہے،ایسا بد زبان شخص قابل خطاب نہیں: واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ یہ ہردو حضرات اہل سنت کے امام ہیں۔''فتوحات مکیہ'' و''غنیۃ الطالبین'' وغیرہ کتب ان کے فضائل علمی وعملی کمالات ظاہری وباطنی کے لئے شاہد عدل ہیں۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم اتم

بخاری کی روایت میں مروان بن حکم جوراوی ہیں کیا وہ صحابی ہیں؟

(۹۲):س......''بخاری شریف'' کے''باب مناقب الزبیر ابن العوام ''کے شروع کی حدیث جو مروان بن حکم سے مروی ہے تو یہ راوی مروان بن حکم کون ہیں؟اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سکریٹری جو مروان بن حکم تھے وہ کون ہیں؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق :مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیۃ الاموی المدنی جد عمر بن عبد العزیز۔یہ مروان بن حکم وہی مروان ہیں جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں،اور یہی امیر مدینہ تھے، اسی کی نسبت مقدمہ بخاری میں ''یقال لہ رؤیۃ '' ہے، [۱] یعنی بعضوں کا قول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔اور''اکمال فی اسماء الرجال''ص ۳۳۲ رمیں علامہ خطیب نے لکھا ہے کہ:'' فلم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''یعنی مروان نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا۔ [۲] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم اتم

---

[۱]......مقدمہ بخاری ص ۸۔

[۲]......مشکوۃ ص ۶۱۷۔مظاہر حق ص ۱۰۲۸ ج ۵ میں ہے:

صحابی کی تعریف کیا ہے؟

(۹۳):س......حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے مسلمان تھے، اگرچہ آن واحد کے لئے حضور ﷺ کی صحبت میں کیوں نہ رہے ہوں تو کیا وہ بھی صحابی قرار دیئے جاتے ہیں؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق :"نخبۃ الفکر" میں ہے کہ صحابی وہ ہے جس کو بحالت ایمان آنحضرت ﷺ سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور ایمان ہی پر فوت بھی ہوگیا ہو۔[۱] ملاقات کے لئے گفتگو شرط نہیں ، باہمی نشست یا رفتار سے یا ایک دوسرے کی جانب پہنچ جانے سے یا ایک دوسرے کو قصدا یا تبعا دیکھ لینے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے،

مروان بن الحکم......: یہ مروان ہیں حکم کے بیٹے ،کنیت ابوعبدالملک ہے،قرشی اموی اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دادا ہیں ۔مروان آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔کہا جاتا ہے کہ ۲ھ میں پیدا ہوئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غزوۂ خندق کے سال میں یا کسی اور سال پیدا ہوئے۔انہوں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت نہیں کی ، کیونکہ آپ ﷺ نے ان کے والد کو طائف کی جانب جلا وطن کردیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ واپس بلالیا ، یہ اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے، دمشق کے مقام پر ۶۵ھ میں وفات پائی۔کچھ صحابہ سے روایت کرتے ہیں،ان میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ہیں،اور ان سے کچھ تابعین نے روایت کی جیسے عروہ بن زبیر اور علی بن حسین رحمہما اللہ۔

[۱]......"من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنا ومات علی الاسلام" الخ ،"والمراد باللقاء ما هو اعم من المجالسة والمماشاة ووصول احدهما الی الآخر وان لم یکالمه ویدخل فیه احدهما الآخر سواء کان ذلک بنفسه او بغیره" الخ ، احدهما لاخفاء فی رجحان رتبة من لازمه صلی اللہ علیه وعلی آله وصحبه وسلم وقاتل معه أو قتل تحت رأیته علی من لم یلازمه أو لم یحضر معه مشهدا أو علی من کلمه یسیرا أو ماشاة قلیلا أو رأه علی بعد أو فی حالة الطفولیة وان کان شرف الصحبة حاصل ا لجمیع۔(نخبۃ الفکر ص ۸۱/۸۲/۸۳)

اس تعریف کی بنا پر آن واحد کے لئے جس کو حضورﷺ کی رؤیت یا صحبت ایمان کی حالت میں نصیب ہوئی ہوگی وہ بھی صحابی ہے، گو شرف صحبت حاصل ہونے میں تمام صحابہ مساوی ہیں تاہم مراتب میں تفاوت ضرور ہے، چنانچہ جو صحابہ آنحضرت ﷺ کی ملازمت میں رہے، آپ ﷺ کے ساتھ نبرد آزمائی میں شریک ہوں یا آپ کے زیر علم جام شہادت پالئے گئے ان کو اس صحابی پر ترجیح ہے جو نہ آنحضرت ﷺ کی ملازمت میں رہے نہ کسی معرکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، اور اس پر بھی ترجیح ہے جس کو آپ ﷺ کے ساتھ قلیل گفتگو یا قلیل نشست و رفتار کا موقع ملا، یا دور سے یا بحالت طفولیت آپ ﷺ کے دیدار کا شرف ہوا، البتہ شرف رؤیت چونکہ سب کو حاصل ہے، اس لئے تمام صحابہ سمجھے جاتے ہیں، یہی قول مختار ہے۔ واللہ تعالی اعلم علمہ احکم و اتم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد عفان کا اسلام

(۹۴):س......ثانی خطبہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کہنا کیسا ہے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و باللہ التوفیق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا مسلمان ہونا ثابت نہیں، لہذا ''رضی اللہ عنہما'' بصیغۂ تثنیہ نہ کہا جاوے، بلکہ ''رضی اللہ عنہ'' کہا جائے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

حضرت ابرہیم علیہ السلام کے والد کا نام اور عقیدہ

(۹۵):س......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا یا نہیں؟ اور ان کا عقیدہ کیا تھا؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب و باللہ التوفیق: قرآن مجید کی نص صریح سے واضح ہوتا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا، اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' ہے [۱] اور آزر، تارخ کا لقب تھا، اور بعض مفسرین نے اس کا عکس لکھا ہے، اور قرآن مجید سے آزر کا بت پرست ہونا ثابت ہوتا ہے، کما قال تعالی :﴿ واذ قال ابراھیم لابیه اٰزر أتتخذ اصناما اٰلھة انی ارٰک وقومک فی ضلٰل مبین ﴾۔ [۲] واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم

عبد مناف کے بچوں کے متعلق

(۹۶): س......عبد مناف کے یہاں دو بچے توام پیدا ہوئے تھے، دونوں کی پیشانیاں جڑی ہوئی تھیں۔ عبد مناف نے تلوار سے دونوں کو جدا کر دیا۔ ایک کا نام ہاشم رکھا اور دوسرے کا نام امیہ۔ ''تواریخ حبیب الہٰ'' میں لکھا ہے کہ: عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، عبد شمس، نوفل۔ امیہ عبد شمس کا بیٹا تھا۔ آیا صحیح کونسا ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: یہ روایت ''روضۃ الاحباب'' میں ہے، اس میں پیشانی اور پشت جڑے ہونے کا ذکر ہے، اور دونوں توام پیدا ہونے والے ہاشم اور عبد شمس ہیں، اور عبد شمس جد بنی امیہ ہے۔ ''تواریخ حبیب الہٰ'' کا قول صحیح ہے۔ اور ''اصح

---

[۱]......قال الضحاک عن ابن عباس : ان ابا ابراھیم لم یکن اسمه آزر ، وانما کان اسمه تارخ ، رواہ ابن ابی حاتم وقال ایضا عن ابن عباس فی قوله ﴿ واذ قال ابراھیم لابیه آزر ﴾ یعنی بآزر الصنم ، وابو ابراھیم اسمه تارخ ..... وھکذا قال غیر واحد من علماء النسب ان اسمه تارخ ، وقال مجاھد والسدی : آزر اسم صنم ، قلت کانه غلب علیه آزر لخدمته ذلک الصنم فاللہ اعلم .....ثم قال ابن جریر والصواب ان اسم ابیه آزر ، ثم اورد علی نفسه قول النسابین ان اسمه تارخ ثم اجاب بانه قد یکون له اسمان کما لکثیر من الناس أو یکون احدھما لقبا وھذ الذی قاله جید قوی ، واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر ص۱۴۲ ج۲، سورۂ انعام، آیت ۷۴)

[۲]......سورۂ انعام، آیت نمبر: ۷۴۔

السیر‘‘میں عبد مناف کے پانچ بیٹے لکھے ہیں، پانچواں نوفل ہے۔ ۱

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

ابو جہل وابولہب ہر دو ایک ہیں یا علیحدہ

(۹۷):س......ابو جہل وابولہب ایک ہی شخص ہیں یا علیحدہ؟ مفصل جواب لکھ کر ممنون فرمائیں۔ عبدالشکور ونور محمد میں اختلاف ہے۔ عبدالشکور علیحدہ بتلاتے ہیں اور نور محمد ہر دو کو ایک ہی شخص کہتے ہیں۔ کس کی تحقیق صحیح ہے؟

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق: ابو جہل وابولہب دونوں علیحدہ شخص ہیں ابولہب رسول اللہ ﷺ کا علاتی چچا ہوتا ہے۔ ’’سیرت ابن ہشام‘‘ و’’زاد المعاد‘‘ وغیرہ کتب سیر میں خواجہ عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کے دس لڑکوں کے نام یہ لکھے ہیں:
(۱): حمزہ، (۲): عباس، (۳): ابوطالب عبد مناف، (۴): ابولہب عبدالعزی، (۵): زبیر
(۶): مقوم، (۷): ضرار، (۸): مغیرہ، (۹): عبداللہ، (۱۰): حارث۔ ۲

سورۂ لہب میں آپ ﷺ کے اسی چچا ابولہب کا ذکر ہے، اسی ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے چند روز رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ قبل از نبوت حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما اسی ابولہب کے دو بیٹے عتبہ وعتیبہ سے بیاہی گئی تھیں۔ انہوں نے ﴿تبت یدا ابی لہب﴾ کے نزول کے بعد طلاق دے دی تو یکے بعد دیگرے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ۳

۱......اصح السیر ص ۴۵۔ پانچویں بیٹے کا نام ابو عمر تھا، نوفل کا نام تو سوال میں آگیا ہے۔ مرتب

۲...... سیرت ابن ہشام ص ۷۷۔ اردو ص ۹۷ ج ۱۔ زاد المعاد ص ۱۰۴ ج ۱۔

۳......آپ ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی آپ ﷺ کے چچا ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لائے اور صحابہ میں شمار ہوئے، ان

ابولہب خواجہ عبدالمطلب کا بیٹا ان کی پانچویں بیوی لبنی بنت ہاجر سے ہے۔ نام اس کا عبدالعزی اور ابولہب کنیت ہے۔ ۱

ابوجہل عمرو بن ہشام، یہ مخزومی قریشی ہے، اس کا نام عمرو اور باپ کا نام ہشام ہے، اور ابوجہل کنیت ہے، اسی دشمن خدا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''یہ اس امت کا فرعون تھا''۔ ۲

جنگ بدر کبری میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی ابوجہل کی خبر لائے، تھوڑی دیر میں حضور ﷺ کے پاس اس کا سر لایا گیا، آپ ﷺ نے سر دیکھ کر یہ فرمایا: ''ھذا فرعون ھذہ الامة''۔

غرض عبدالشکور کی تحقیق و بیان صحیح ہے، اور نور محمد کا خیال غلط ہے۔ سیرت کی کتابیں ''سیرت ابن ہشام، سیرت حلبیہ، زاد المعاد، رحمۃ للعالمین، سرور المحزون'' وغیرہ کتابوں میں اس کا خلاصہ و تفصیل موجود ہے۔ ۳

جامع اللغات اردو میں لکھا ہے: ابوجہل ابوالحکم عمرو بن ہشام بن المغیرہ قریش کا ایک

کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔

(مدارج النبوۃ (اردو) ص ۶۲۴/۶۲۵ ج ۲۔ بعنوان: رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں)

نوٹ:...... مدارج النبوۃ اردو میں کتابت کی غلطی سے عتبہ کو عتیبہ اور عتیبہ کو عتبہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ بڑی سنگین غلطی ہے۔

۱...... فابو لھب ھذا ھو احد اعمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، واسمہ عبد العزی بن عبد المطلب، وکنیتہ ابو عتبة، وانما سمی ابا لھب لاشراق وجھہ۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۶۸ ج ۴، سورۂ مسد)

۲...... اصح السیر ص ۱۳۸۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۲۸۹ ج ۲۔

۳...... سیرت ابن ہشام ص ۷۷، اردو ص ۷۹ ج ۱۔ زاد المعاد ص ۱۰۴ ج ۱۔ رحمۃ للعالمین ص ۷۷ ج ۱۔

امیر، پیغمبر ﷺ کا سخت مخالف تھا۔ آپ ﷺ کی تمام تکلیفوں کا باعث یہی شخص تھا۔ جنگ بدر میں قتل ہوا۔ [۱]

اوراسی میں ہے: ابولہب عبد العزی بن عبد المطلب پیغمبر ﷺ کا چچا اوران کا سخت مخالف تھا، جب کہیں حضور ﷺ وعظ فرماتے تو ہر بیان کے بعد یہ کہتا کہ جھوٹ ہے۔ جنگ بدر کی شکست کے بعد صدمہ سے مرگیا۔ [۲]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

۱......جامع اللغات ص۹۹۔

۲......جامع اللغات ص۱۰۱۔

ما یتعلق بالتفسیر

﴿ ولا تقربا هذه الشجرة ﴾ کا غلط مطلب

(۹۸):س......﴿ ولا تقربا هذه الشجرة ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اے آدم! تم بی بی حوا کے پاس مت جاؤ۔

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق:﴿ ولا تقربا هذه الشجرة ﴾[۱] کا جو ترجمہ ومطلب کیا گیا ہے غلط ہے۔کوئی جاہل ہی ایسا ترجمہ ومطلب بیان کرسکتا ہے،جس کو عربی سے مس ہے وہ ایسا نہیں کہہ سکتا۔

﴿ لا تشتروا باٰیاتی ثمنا قلیلا ﴾ کی تفسیر

(۹۹):س......﴿ لا تشتروا باٰیاتی ثمنا قلیلا ﴾کا کیا معنی اور مطلب ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق:﴿ ولا تشتروا باٰيٰتی ثمنا قليلا و اياى فاتقون ﴾۔[۲]

ترجمہ:......اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

فائدہ:......یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیائے ذلیل وقلیل کو وصول مت کرو جیسا کہ ان کی (یعنی یہودیوں کی) عادت تھی، چنانچہ آگے تصریح فرماتے ہیں﴿ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وانتم تعلمون﴾[۳]

---

[۱]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۳۵۔ترجمہ:اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے۔

[۲]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۴۱۔

[۳]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۴۲۔

یعنی اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے بھی ہو۔

فائدہ:...... یہ کہ بری بات ہے خود غرض لوگ احکام شرعیہ کی تبدیلی دو طرح کیا کرتے ہیں: ایک تو یہ کہ اگر قابو چلا تو اس کو ظاہر ہی نہ ہونے دیا یہ کتمان حق ہے، اور اگر ان کے چھپائے نہ چھپ سکا اور ظاہر ہی ہو گیا تو پھر اس میں خلط ملط کرنا چاہتے ہیں، کہیں سہو کاتب بتلا دیا، کہیں مجاز کا بہانہ پیش کر دیا، کہیں محذوف و مقدر نکال دیا، یہ لبس ہے، حق تعالیٰ نے دونوں سے منع کر دیا۔ [۱]

﴿ الزانی لا ینکح ﴾ الخ، آیت کا مطلب کیا ہے؟

(۱۰۰) س:......مرقومۂ ذیل آیت کا کیا مطلب ہے؟: ﴿ الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک ج وحرم ذلک علی المؤمنین ﴾ [۲]

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: ترجمہ: زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے، اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے، اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا۔

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ زنا کے عادی ہو جاتے ہیں اور زنا سے توبہ نہیں کرتے، بلکہ اسی گندی عادت پر جمے رہتے ہیں، ان کی اصلی رغبت زنا کی طرف ہی ہوتی ہے، اور اسی میں ان کو زیادہ لذت ہوتی ہے، اور زانیہ عورت ہی انہیں پسند آتی ہے، اور ان کا مقصودِ دلی یہی ہوتا ہے کہ اس سے زنا میسر ہو جائے، اور یہ ہمارے ساتھ زانیہ ہونا گوارا

---

[۱]...... بیان القرآن ص ۲۷ ج ۱۔

[۲]......سورۂ نور، آیت نمبر: ۳۔

کرے، اور جب اس کوشش میں ناکامی ہوتی ہے تو ہارے درجے میں نکاح ہی کی کوشش کرتے ہیں، اور دونوں حالتوں میں بہت زیادہ رغبت ان کو زنا ہی کی ہوتی ہے، اور نکاح کو دل سے پسند نہیں کرتے، اس لئے کہ نکاح سے جو مقاصد عفت حاصل کرنا اور اولاد حاصل ہونا اور نفقات وغیرہ حقوق زوجیت وغیرہ ادا کرنے کو وبال سمجھتے ہیں، اور چونکہ زانی کا مقصود اصلی زنا ہوتا ہے، اس لئے اس کی رغبت مؤمنہ عورت کے ساتھ خاص نہیں ہوتی، بلکہ مشرکہ عورت کی طرف ہی رغبت ہوتی ہے، چونکہ زانی کو نکاح مقصود نہیں اس لئے مشرکہ کے ساتھ نکاح کے جائز وناجائز کا بھی خیال نہ کرے گا، اور اسی نکاح کو زنا کا وسیلۂ مقصود سمجھ کر نکاح کرے گا گو نکاح صحیح نہ ہو، زانیہ سے تو نکاح صحیح ہوجائے گا، اور مشرکہ سے باطل ہی رہے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ زانی کی جب کسی عورت کی طرف اصلی رغبت ہوگی تو وہ عورت اگر مسلمہ ہے تو زانیہ کی طرف رغبت ہوگی یا مشرکہ کی طرف رغبت ہوگی کہ اس سے نکاح کے بعد بھی صحبت کرنا زنا ہی ہوگا، اور بدون نکاح صحبت ممکن نہ ہو تو مجبوری کو نکاح کرلے گا گو وہ عورت صاف کہہ دے کہ میں اپنا پیشہ یا اپنا مذہب نہ چھوڑوں گی، یہ اس پر بھی راضی ہوجائے گا، یہ معنی ہے ﴿الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة﴾ کے۔

اسی طرح جو عورت زنا کی خوگر وعادی ہے، اور اس سے توبہ نہیں کرتی تو جن لوگوں کو مقاصد نکاح مطلوب اصلی نہیں ایسی حالت میں ان زانیہ عورتوں سے نکاح کے مقاصد اصلی حاصل نہیں ہوتے، اسی لئے مؤمنین کو زانیہ کے ساتھ اصلی رغبت نہیں ہوتی، خاص کر جب یہ معلوم ہوجائے کہ نکاح کے بعد بھی زانیہ اپنی عادت نہ چھوڑے گی۔

خلاصہ یہ کہ زانیہ کے ساتھ اصلی رغبت زنا کی زانی کو ہوگی، خواہ وہ مسلمان ہو یا مشرک

ہو،اس لئے کہ مشرک ہونے کی حالت میں اگر عورت مسلمان ہے تو یہ صحبت زنا ہی ہوگی، یہاں تک کہ اگر زانیہ باوجود زانیہ رہنے کے کسی دنیوی مصلحت سے نکاح کرنے کو شرط ٹھہرادے تو یہ زانی مسلم ہو یا مشرک اس پر نظر نہ کرے گا کہ یہ زانیہ نہ رہے گی یا مخالفت دین کی صورت میں نکاح نہ ہوگا، بلکہ وہ اس مواصلت کو اپنے اصلی مقصود زنا کا ذریعہ سمجھ کر گوارا کرلے گا، یہ معنی ہے﴿ **الزانية لا ینکحها الا زان او مشرک** ﴾کے۔

فائدہ:......اگر زانی خانہ داری کی نیت یا اولاد کی مصلحت سے کسی عفیفہ سے نکاح کرنا چاہے تو یہ بات شرعاً جائز ہے،نکاح صحیح ہوگا۔اس آیت سے اس کی نفی لازم نہیں آتی،اور زانیہ کے ساتھ زانی رہتے ہوئے نکاح کرنا دیوثیت ہے،اور مشرک کے ساتھ تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوتا،اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں،اس لئے مسلمان پر یہ امر حرام موجب گناہ کیا گیا،**هذه خلاصة ما فی بیان القرآن**۔[۱]

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

[۱]......بیان القرآن،جز۸،ص۲ج۲۔

ما یتعلق بالحدیث

احادیث کے اقسام واصطلاحات

(۱۰۱) س:......احادیث کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟ اس کی تشریح معہ تعریفات کے مرقوم فرمائیں

ج:......حامدا ومصلیا، الجواب وباللہ التوفیق:

(۱)......صحیح: صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند [۱] راوی سے لے کر آنحضرت ﷺ تک متصل ہو، کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو، اور اس کے سب راوی سچے اور یاد کے پکے ہوں، اور اس میں شاذ (یعنی لوگوں کی روایت کا خلاف) اور علت (یعنی پوشیدہ اسباب طعن کے) نہ ہوں اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔

(۲)......ضعیف: ضعیف وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی دروغ گو، یا فاسق یا اور کسی طرح مطعون ہو۔

(۳)......حسن: حسن وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں کسی پر تہمت جھوٹ کی نہ ہوئی ہو، نہ شاذ ہو اور وہی الفاظ حدیث کے دوسری طرح سے بھی مروی ہوں۔ اس کا رتبہ صحیح کے رتبہ سے کم ہے۔

(۴)......مرفوع: مرفوع وہ حدیث ہے جو خاص آنحضرت ﷺ کا قول یا فعل یا مقرر رکھنا ہو۔

(۵)......متصل: متصل وہ حدیث ہے جس کی سند برابر ملی ہوئی ہو کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

(۶)......مسند: مسند وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے نام مذکور ہوں۔

---

[۱]......سند یا اسناد: متن حدیث کے سلسلۂ رواۃ یعنی نبی کریم ﷺ سے لے کر صاحب کتاب تک حدیث کو روایت کرنے والوں کے سلسلہ کو سند یا اسناد کہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص ۶۷ ج ۱)

(۷)......مشہور: مشہور وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو، یعنی اس کو بہت سے راویوں نے ہر زمانے میں روایت کیا ہو۔ [۱]

(۸)......متواتر: متواتر وہ حدیث ہے کہ اس کے راوی اتنی کثرت سے ہوں کہ ان کا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو۔

(۹)......موقوف: موقوف وہ قول وفعل ہے جو کسی صحابی [۲] سے روایت کیا جاوے، خواہ متصل ہو، خواہ کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

(۱۰)......مرسل: مرسل وہ حدیث ہے جو تابعی [۳] آنحضرت ﷺ سے روایت کرے کہ آپ ﷺ نے ایسا کہا یا ایسا کیا، یعنی ذکر صحابی کا نہ ہو۔

(۱۱)......منقطع: منقطع وہ حدیث ہے جس کی اسناد برابر نہ ہو، شروع میں سے یا بیچ میں سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو، مگر اکثر اس حدیث کو کہتے ہیں جو تبع تابعی [۴] صحابی سے روایت کرے۔

(۱۲)......غریب: غریب وہ حدیث ہے جس کا راوی کسی جگہ روایت میں اکیلا ہو اور اگر ہر زمانہ میں ایک ہی ہوگا تو وہ فرد کہلاتی ہے۔

---

[۱]......مشہور کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ: وہ حدیث غیر متواتر جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ بعض محدثین کے نزدیک مشہور کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص۶۹ ج۱)

[۲]......صحابی: اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو، اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔ (مظاہر حق ص۶۷ ج۱)

[۳]......تابعی: اس خوش قسمت شخص کو کہتے ہیں جس کو بحالت ایمان کسی صحابی سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہو، اور ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہو۔ (مظاہر حق ص۶۷ ج۱)

[۴]......تبع تابعی: ان حضرات کو کہتے ہیں جنہوں نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر فوت ہوئے ہوں۔ (مظاہر حق ص۶۷ ج۱)

(۱۳)......عزیز: عزیز وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی جگہ سند میں دو ہو جاویں۔
(۱۴)......شاذ: شاذ وہ حدیث ہے جو کوئی ثقہ و معتبر شخص لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اور مقابل اس کے ہے محفوظ۔
(۱۵)......تعطیق: تعطیق اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کی اسناد کے شروع میں ایک یا زیادہ راویوں کو چھوڑ دیا جاوے۔
(۱۶)......تدلیس: تدلیس حدیث میں اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اس سے ملاقات کی ہو یا اس کا ہم عصر ہو، مگر اس سے روایت کو سنا نہ ہو اور ایسے لفظوں میں بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سنا ہوا کہتا ہے۔
(۱۷)......معلل: معلل وہ حدیث ہے کہ ظاہر میں تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو، مگر اس میں پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہیں۔
(۱۸)......موضوع: موضوع وہ حدیث ہے جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کی طرف منسوب کر دی ہو۔
(۱۹)......آحاد: آحاد اس کو کہتے ہیں جس کی روایت میں اس قدر کثرت نہ ہو۔ اور آحاد تین قسم کے ہیں: مشہور، عزیز اور غریب۔ اور آحاد میں بعض روایت مقبول ہے، اور بعض مردود، اور اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہو تو مقبول ورنہ مردود ہے۔
(۲۰)......منفصل: منفصل اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دو راوی برابر ساقط ہوں۔
(۲۱)......متروک: متروک وہ ہے جس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔
(۲۲)......مضطرب: مضطرب وہ ہے جس میں راویوں نے سند یا متن میں اختلاف کیا ہو۔
(۲۳)......مدرج: مدرج وہ ہے جس میں راویوں نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث میں شامل

کردیا ہو۔

(۲۴)......مقطوع: مقطوع وہ ہے جس کی اسناد تابعی تک پہنچے۔

(۲۵)......معنعن: معنعن وہ ہے جو ایک نے دوسرے سے بلفظ ''عن عن'' روایت کیا ہو۔

(۲۶)......منکر: منکر وہ ہے کہ روایت کرے اس کو راوی ضعیف' مخالف اس کسی سے کہ ضعف اس کا کمتر ہووے اور مقابل منکر کے معروف ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم واتم

حکم صحت کتب صحاح ستہ

(۱۰۲): س......زید اور خالد کے درمیان میں گفتگو ہوئی: زید کہتا ہے کہ صحاح ستہ کو اگرچہ علماء صحیح کہتے ہیں، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واقعی میں صحیح ہیں۔ آج تک کسی نے واقعی صحیح ہونے کا ذمہ نہیں لیا۔ اس طرح خالد سے کہہ کر دریافت کرتا ہے، کیا واقعی میں آپ ان صحاح ستہ کو صحیح کہہ سکتے ہیں؟ اگر کہتے ہیں تو صحیح کی کیا دلیل ہے؟ زید کہتا ہے کہ ایک حدیث کی روایت دوسری حدیث کی کتاب کی روایت کے خلاف ہے، اور ان احادیث سے لوگ بہت گمراہ ہوگئے ہیں۔ خالد اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ساری دنیا کے علماء ان چھ کتابوں کو صحیح ہونے کی وجہ سے صحیح کہتے ہیں، اور اس میں احادیث صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اسماء الرجال اور اسناد رسول اللہ ﷺ وغیرہ تک مضبوط ہیں جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی کسی کی اور بات اس میں موجود ہو۔ خالد کہتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا صحیح ہونے کا ذمہ دار نہیں ہے تو میں تو ضرور ذمہ دار ہوں کہ صحاح ستہ کی احادیث واقعی میں صحیح ہیں، اور اس کے مطابق چلنے والوں کے لئے باعث نجات ہیں، اور وہ گمراہ کبھی نہیں ہوسکتا، اگر کوئی شخص ان صحاح ستہ کے صحیح ہونے میں شک

کرے تو وہ آدمی ضرور ہدایت کی راہ سے بھٹک جائے گا۔ خالد نے کہا احادیث سے لوگ گمراہ نہیں ہو سکتے، ہدایت دینا اور گمراہ کرنا تو خداوندعزوجل کا کام ہے ﴿ من یھد اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ ﴾ لہذا مذکورہ دو شخصوں کے بیان میں کون حق پر ہے؟ اور صحاح ستہ پر ہم کو کس طرح ایمان رکھنا چاہئے؟

ج:......حامدا و مصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق : علماء سلف اور محدثین امت نے روایات نبوی وارشادات رسالت پناہی کی حفاظت میں جو جو کاوشیں اور محنتیں برداشت کی ہیں، نیز صحیح وسقیم میں امتیاز کرنے کے لئے جو جو احتیاط برتی ہے، اور ہر راوی کی صدق و دیانت وتقوی وتدین کا جس درجہ لحاظ رکھا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ایک منصف شخص یہ کہنے پر مجبور ہے کہ خداوند کریم کو اس جماعت سے اپنے رسول ﷺ کے ارشادات وافعال کی حفاظت کا ذمہ دارانہ کام لینا تھا۔

محدثین امت نے ہر ہر حدیث کی سند متصل بلا انقطاع، صادق راویوں کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے میں جو کام کیا ہے، اس کی نظیر کسی قوم وملت کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ [۱]

موجودہ دور میں ایک فن تاریخ ہی کو لے لیجئے کہ تاریخی واقعات کی سند میں جو دلائل

---

[۱]......حافظ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں کہ: پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے رسول علیہ السلام کے کلمات صحیح صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کا طغرائے امتیاز ہے کہ اس کو اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق بخش دی گئی ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریق پر پیش کر سکے، اس کے برخلاف اسلام ہے جو اپنے رسول ﷺ کی سیرت کا ایک ایک شوشہ پوری صحت و اتصال کے ساتھ پیش کر سکتا ہے۔ (ترجمان السنہ ص ۱۷۱ ج ۱)

بیان کئے جاتے ہیں تمام عقلاء اس کو صحیح مانتے ہیں اور قابل سند سمجھتے ہیں، لیکن اس کی اسناد صحت وقوت میں محدثین کی اسناد کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں، نہ اس میں اتصال ہے نہ احتیاط ہے اور نہ صادق وکاذب کا کوئی معیار واصول ہے، نہ کفر واسلام کا کوئی معتد بہ فرق رکھا گیا ہے۔

تاہم تاریخی واقعات کو صحیح سمجھا جاتا ہے تو پھر احادیث کی روایات میں صحیح وسقیم کے پہچاننے میں جو جو احتیاط برتی گئی ہے، اور سند متصل کا سلسلہ حضور ﷺ کی ذات اقدس تک سچے راویوں کی وساطت سے ملا رکھا ہے جس کو احادیث کی کتب میں آج بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے، اور آج بھی ہر ایک راوی کی صداقت و عدالت' تدین' راست بازی' عفت' تقوی' قوت حافظہ وغیرہ صادقین کے اوصاف کا پتہ لگا سکتا ہے، پھر بھی صحاح کو صحاح نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ [1]

مذہبی نقطۂ نظر کو الگ رکھئے صرف اصول تاریخ کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیجئے تب بھی محدثین کے اصول واحتیاط کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ تغلیباً وتقریباً صحاح ستہ صحیح کتب ہیں اور قابل عمل وقابل قبول ہیں۔

باقی رہا احادیث کا اختلاف تو یہ بدیہی امر ہے، رواۃ کا اختلاف' اختلاف حدیث کا موجب ہوگا، لیکن یہ اختلاف وتعارض کوئی مضر نہیں۔ نقادین حدیث نے ہر ہر اختلاف کے وجوہات اور اس کے علل واسباب کو واضح کردیا ہے، اور احادیث کے تعارض کو نہایت خوش اسلوبی سے دفع کر کے ارشادات نبوی اور افعال پیغمبری کے متلاشیوں کے لئے قابل اطمینان بہترین راہ عمل نکال دی ہے۔ [2]

---

[1]...... دیکھئے! ترجمان السنہ ص ۱۹۳ ج ۱۔

[2]......ایک جواب یہ ہے کہ عقائد ذات وصفات' حشر ونشر' ترغیب وترہیب اور اخلاق وغیرہ کی احادیث

زید کا قول کہ احادیث کے اختلاف کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ہیں بلا دلیل ہے قابل اعتبار نہیں۔قرآن کی صفت میں ہے: ﴿یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا﴾ [۱] تو کیا زید نعوذ باللہ یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ قرآن شریف صحیح نہیں، کیونکہ اس سے بہت سے آدمی گمراہ ہو گئے، ہرگز نہیں۔تو ماننا پڑے گا کہ احادیث کا اختلاف موجب گمراہی نہیں بلکہ جس طرح قرآن شریف کے احکام کا انکار موجب گمراہی ہے،اسی طرح صادق' دیندار' ثقہ لوگوں کا سند متصل کے ساتھ حضور سرور عالم ﷺ کے ارشادات واسوہ حسنہ کو صحیح صحیح بیان کر دینے کے بعد بھی ثقہ لوگوں کی بات کو معتبر نہ سمجھتے ہوئے احادیث کو صحیح نہ سمجھنا یہ گمراہی ہے۔

محدثین امت کو خدا بہترین جزا عطا فرماوے کہ انہوں نے احادیث کے ضعف وسقم و علل قادحہ کی پرکھ و چھان بین میں وہ وہ موشگافیاں کی ہیں کہ کھرے کو کھوٹے سے،صحیح کو موضوع سے بالکل الگ کر دیا۔آج الحمد للہ امت مسلمہ کے ہاتھوں میں اپنے پیغمبر ﷺ

میں تو تعارض ہی نہیں ہوتا۔احکام کی بعض احادیث میں تعارض ہوتا ہے تو اس کو رفع کرنے کے لئے نسخ' ترجیح' تطبیق اور توقف وغیرہ کے طریقے موجود ہیں،لہذا تعارض کا بہانہ بنا کر احادیث کو رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے، پھر ایسا تعارض تو قرآن مجید کی آیات میں بھی ہوتا ہے،ایک جگہ قرآن مجید میں ہے کہ کفار ایک دوسرے سے سوال کریں گے: ﴿فاقبل بعضهم علی بعض یتساء لون﴾۔(سورۂ صافات' آیت نمبر:۲۷)اور دوسری جگہ ہے وہ سوال نہیں کریں گے: ﴿فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتساء لون﴾ (سورۂ مؤمنون،آیت نمبر:۱۰۱)۔اسی طرح ایک جگہ ہے ﴿ولا یکلمهم الله﴾(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۱۷۴) اور دوسری جگہ ہے ﴿انهم مسئولون﴾(سورۂ صافات،آیت نمبر:۲۴) تو جس طرح یہ تعارض رفع کیا جاتا ہے،اسی طرح احادیث میں بھی عمل ہوتا ہے،اور جس طرح قرآن حجت ہے اسی طرح احادیث کو بھی حجت قرار دیا جائے گا۔(نفحات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح ص۴۹ ج۱)

[۱]......سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۶۔

کے صحیح و مستند اقوال وافعال کا بہترین مجموعہ موجود ہے جس میں حضورﷺ کی کامل زندگی، ہر قسم کے واقعات، اقوال واعمال، عبادات ومعاملات، غزوات ومعاشرت، اخلاق وعادات وغیرہ ۲۳؍سالہ دورِ نبوت کا پورا نقشہ موجود ہے جو بفحوائے: ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾ [۱] ایک مؤمن متلاشی اسوہ حسنہ کے لئے قیامت تک کے لئے مشعل ہدایت وشاہراہِ عمل وصراط مستقیم ہے، اس پر عمل کرنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا، بلکہ ہدایت یافتہ راہ یاب ہوگا۔

احادیث نبویہ میں صراط مستقیم کی توضیح، تفصیل وتشریح اور ایسی ہدایت کا ذکر ہے جس کے اتباع کی قرآن کریم تاکید کررہا ہے ﴿ان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه﴾ الخ۔[۲]

واقعی صحاح ستہ کو صحیح کہہ سکتے ہیں باعتبار غالب واکثر کے۔ ان کتب ستہ میں ''صحیح بخاری'' و''صحیح مسلم'' کا پایہ محدثین ونقادین کے نزدیک بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ دیگر کتب اربعہ میں صحیح وحسن بہت زیادہ وبعض ضعاف بھی ہیں جن کو ماہرین حدیث سمجھتے اور جانتے ہیں۔ [۳]

---

[۱]......سورۂ احزاب، آیت نمبر:۲۱۔

[۲]......سورۂ انعام، آیت ۱۵۳۔ ترجمہ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو۔

[۳]......امام شافعی رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' کے بارے میں فرمایا تھا: ''اصح الكتب بعد كتاب الله'' مگر متأخرین نے ''صحیح بخاری'' پر اس کا اطلاق کیا۔ (کشف الباری ص ۱۸۵ ج ۱)

تمام ائمۂ امت اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتابیں صحیحین ہیں، ان میں بخاری کو بوجوہ فوقیت حاصل ہے۔ علماء مغرب اور حاکم نیشاپوری کی رائے میں مسلم اول درجہ پر ہے، اسی لئے انہوں نے یہ کہہ دیا ''ماتحت اديم السماء كتاب اصح من كتاب مسلم''۔ (فيض المنعم ص ۱۱)

اس میں اختلاف ہے کہ کتب احادیث میں ''بخاری'' و''مسلم'' کے بعد کس کا درجہ ہے؟ تو مقدسی اور حازمی رحمہما اللہ کی تحقیق کے مطابق ترتیب یہ ہے: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی۔

حضرت شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ مصطلحات حدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”الكتب الستة المشهورة المقررة فى الاسلام التى يقال لها الصحاح الست: هى صحيح البخارى وصحيح مسلم والجامع للترمذى والسنن لابى داؤد والنسائى وسنن ابن ماجة، وعند البعض المؤطا بدل ابن ماجة، وصاحب جامع الاصول اختار المؤطا، وفى هذه الكتب الاربعة اقسام من الاحاديث من الصحاح والحسان والضعاف وتسميتها بالصحاح الست، بطريق التغليب وسمى صاحب المصابيح احاديث غير الشيخين بالحسان“، انتهى۔[۱]

امام نووی شارح مسلم ”کتاب الاذکار“ میں ان کتب احادیث کو اصول الاسلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں:

”واقتصر فى هذ الكتاب على الاحاديث التى فى الكتب المشهورة التى هى

حضرت علامہ شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک ترتیب اس طرح ہے:
بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی۔
مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے مقدمۂ تحفہ میں ”کشف الظنون“ سے نقل کیا ہے کہ: ”ترمذی“ کا درجہ ”بخاری“ و ”مسلم“ کے بعد ہے۔ بعض حضرات نے چوتھے درجہ میں ”ترمذی“ کو رکھا ہے۔
”ابن ماجہ“ کو تو محدثین کی ایک جماعت نے صحاح میں داخل ہی نہیں کیا، اس لئے کہ اس میں تقریبا ۲۲ / حدیثیں موضوع ہیں، اس کے بجائے نمبر ۶ / پر مؤطا امام مالک کو رکھا، لیکن ”ابن ماجہ“ پر لفظ صحیح حافظ مغلطائی رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہوا پایا گیا جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معاصر اور حفاظ حدیث میں سے ہیں۔
”ابن ماجہ“ کو صحاح میں سب سے پہلے حافظ مقدسی رحمہ اللہ نے داخل کیا، پھر اکثر حفاظ نے اس میں ان کا اتباع کیا۔ (کوثری علی المقدسی ص ۶۹۔ هدية الاحوذى لطالبى جامع الترمذى ص ۴۶)
[۱]...... مقدمۂ مشکوۃ ص ۷۔

اصول الاسلام وھی خمسة : صحیح البخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد والترمذی والنسائی "۔[۱]

وفی ص ۴۶: " الکتب الستة التی ھی ام کتب الحدیث واشتھر "۔

صورت مسئولہ میں خالد کا قول بوجہ موافقت علماء امت ومحدثین ملت صحیح وحق ہے۔ ان کتب ستہ کو صحاح کہنا صحیح ہے بوجہ اکثریت وغالب کے، بحکم "للاکثر حکم الکل"۔

واقعۂ معراج میں حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے حضور ﷺ کو کاندھا دینے کی روایت موضوع ہے

(۱۰۳): س......جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ معراج کو تشریف لے گئے، اور بیت المقدس سے براق پر سوار ہونے لگے تو حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کو کندھا دیا۔ یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق: یہ روایت از سرتا پا بالکل غلط اور جھوٹی ہے[۲] اور جھوٹی روایتیں وعظ میں بیان کرنا معصیت وگناہ ہے، اور اس جھوٹی روایت کا بنانے والا اور جھوٹ سمجھتے ہوئے روایت کرنے والا ملعون ہے۔[۳] حضرت محبوب سبحانی

---

[۱]......کتاب الاذکار للنووی ص۴۔

[۲]...... یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے، اور اس کا واضع ملعون ہے۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۷)

[۳]......للحاکم فی " المدخل " عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ مرفوعا: من کذب علیّ متعمدا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین ، لا یقبل منہ صرف ولا عدل۔

(الموضوعات الکبری ص۲۵، رقم الحدیث: ۶۷)

ولابن عدی عن ابی ھریرة : من احدث حدیثا أو آوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة و الناس اجمعین ، وعلی من کذب علی متعمدا۔ (الموضوعات الکبری ص۲۶، رقم الحدیث: ۶۸)

رحمہ اللہ کے مناقب وصحیح کرامتیں بہت زیادہ ہیں۔اس قسم کی جھوٹی روایتیں بیان کرنے سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی فضیلت نہیں بڑھتی ۔غرض کندھا دینے کی روایت بالکل غلط ہے،

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم

وعظ میں موضوع روایات بیان کرنے کا حکم

(۱۰۴):س......ایک شخص نے وعظ میں بیان کیا کہ: ایک روز بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نماز میں مشغول تھیں کہ اسی اثناء میں حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں رو رہے تھے ،اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آکر دونوں کو بہلانے لگے ۔صاحب موصوف حضرات اور بھی زیادہ رونے لگے تو بحکم خدا حضرت عرش معلیٰ پر لے گئے ،وہاں اور بھی زیادہ رونے لگے اور شور وغل مچانے لگے،تب خدا نے مخاطب ہو کر فرمایا: اے شہزادو! تمہیں نہیں معلوم یہ کون مقام ہے؟ یہ وہ مقام ہے جہاں پر تمہارے نانا رسول اکرم ﷺ آتے ہوئے گھبرائے تھے،تو حضرت نے جواب دیا کہ خدا! وہ عبداللہ کے لڑکے تھے، اس لئے خوف زدہ ہوئے تھے،ہم لوگ تو علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں، ہم کیوں خوف کھائیں؟ آیا مندرجۂ بالا روایت درست ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق: واعظ صاحب کی بیان کردہ روایت بالکل جھوٹ ہے،اوراس کا بیان کرنے والا کذاب وفاسق وجاہل ہے،اورایسی بے سروپا روایت کا واضع ملعون ہے۔اسلامی حکومت میں ایسے جاہل بے سروپا اورلغو اور جھوٹی روایت بیان کرنے والوں کوشرعی تعزیر دی جاتی ہے،اگر مسلمانوں میں قدرت ہوتو ایسے جاہل واعظوں کو وعظ کہنے سے روکدیں۔

والله تعالى اعلم وعلمه احكم واتم۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع الی السماء کے متعلق تحقیق

(۱۰۵):س......حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے کچھ فرمایا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام زمین میں وفات پاگئے یا آسمان پر چڑھ گئے یا یہودیوں اورعیسائیوں کے عقیدے کے موافق تیسرے دن سولی دینے کے بعد زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے؟

ج:......حامدا و مصلیا، الجواب وبالله التوفیق: ''فتح الباری'' ص ۳۵۷ ج ۶ ''عمدۃ القاری'' ص ۴۵۲ ج ۷ ''ارشاد الساری'' ص ۴۱۶ ج ۵ ''مرقاۃ'' ص ۲۲۱ ج ۵ ''تفسیر در منثور'' ص ۲۴۱ ج ۲ ''تفسیر کبیر'' ص ۳۴۱ ج ۳ ''تفسیر ابی السعود'' ص ۴۸ ج ۳۔ ''فتوحات الہیہ'' ص ۵۳۵ ج ۱، وغیرہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قبل نزول الی الارض کی صاف تصریح موجود ہے۔ [۱]

''بخاری ومسلم'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک عنقریب عیسی بن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے، اس حالت میں کہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ [۲]

---

[۱]......''فتح الباری'' ص ۴۹۱ ج ۶، باب نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام ۔ ''عمدۃ القاری'' ص ۳۸ ج ۱۶۔ ''ارشاد الساری'' ص ۴۱۸ ج ۵۔ ''مرقات'' ص ۲۳۰ ج ۱۰۔ ''تفسیر در منثور'' ص ۴۲۳ ج ۲۔ ''تفسیر کبیر'' ص ۹۹ ج ۱۱۔ ''تفسیر ابی السعود'' ص ۲۵۱ ج ۲۔ ''فتوحات الہیہ'' ص ۴۴۵ ج ۱۔

[۲]......عن ابی ھریرۃ قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا ، فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها ، ثم یقول ابو ھریرة :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اگر اس حدیث کی تائید مطلوب ہو تو اس آیت کو پڑھ لو! ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا﴾۔ ۱

''تفسیر روح المعانی'' میں ہے کہ: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر موت وبغیر نیند کے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ ۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی صحیح قول یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام بحالت حیات اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے۔

اور ''تفسیر فتح البیان'' ص۳۴۲ ج۲/ اور ''تفسیر ابن کثیر'' ص۲۲۸ ج۳/ کی روایت کا خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ: جس وقت حق تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھالینے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص کو حضرت عیسی علیہ السلام کے مشابہ بنادیا۔ یہود نے اس کو حضرت عیسی علیہ السلام سمجھ کر قتل کردیا، اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو مکان کی دریچی سے آسمان پر اٹھالیا۔ ۳ اس سند کے سب راوی علی شرط البخاری ہیں اور یہ روایت

فاقرؤا ان شئتم ﴿وان من اهل الكتاب الا ليؤمننّ به قبل موته﴾الآية ، متفق عليه ۔
(مشکوۃ ص۴۷۹، باب نزول عيسى عليه السلام)

۱......ترجمہ: اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا، مگر وہ عیسی علیہ السلام کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کرلیتا ہے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے۔ سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۵۹۔

۲......والصحيح ان الله تعالى رفعه الى السماء من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد ' وهو اختيار الطبرى ، وهو الصحيح عن ابن عباس ۔

(الجامع لاحكام القرآن، للقرطبى ص۱۰۰ ج۴، تحت قوله تعالى ﴿اذ قال الله يعيسى﴾الخ۔ سورۂ آل عمران، آیت نمبر: ۵۵)

۳......عن ابن عباس قال : لما أراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج على اصحابه ' وفى

حدیث کی متعدد کتابوں میں موجود ہے۔

تمام محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، اور تمام امت کا اس پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں، اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے، جیسا کہ احادیث متواترہ سے معلوم ہوتا ہے۔ [۱]

البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين يعنى فخرج عليهم من عين فى البيت ورأسه يقطر ماء فقال : ان منكم من يكفر بى اثنى عشر مرة بعد ان آمن بى قال : ثم قال : ايكم يلقى عليه شبهى فيقتل مكانى ويكون معى فى درجتى ' فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس، ثم اعاد عليهم فقام ذلك الشاب فقال: اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال : انا فقال : هو انت ذاك فألقى عليه شبه عيسى و رفع عيسى من روزنة فى البيت الى السماء ، قال : وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقة : كان الله فينا ماشاء ثم صعد الى السماء وهؤلاء اليعقوبية ' وقالت فرقة : كان فينا ابن الله ما شاء ثم رفعه الله اليه ' وهؤلاء النسطورية ' وقالت فرقة : كان فينا عبد الله ورسوله ماشاء الله ثم رفعه الله اليه ' وهؤلاء المسلمون ' فتظاهرت الكافرتان على المسلمة فقتلوها فلم يزل الاسلام طامسا حتى بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم وهذا اسناد صحيح۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۴۴ ج ۱، سورۂ نساء، آیت نمبر: ۱۵۷)

[۱]......امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: واجمعت الامة على ان الله عز وجل رفع عيسى الى السماء۔ امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ (کتاب الابانة ص ۴۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد)

ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر میں ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ: اجتمعت الامة على ما تضمنه الحديث المتواتر من ان عيسى حى وانه ينزل فى آخر الزمان۔

اور امت محمدیہ کا اس حقیقت اور عقیدہ پر اجماع ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ عیسی علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ (البحر المحيط ص ۴۷۳ ج ۲)

یہود ونصاری کا یہ گمان فاسد ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اور ان کی روح آسمان پر اٹھالی گئی، حق یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے، اس پر ایمان لانا واجب ہے۔(الیواقیت والجواہر ص۱۳۰) واللہ تعالی اعلم۔

قصہ تعریس صحیح ہے یا نہیں اور ''من نام عن صلوۃ ، الخ'' یہ حدیث ہے

(۱۰۶):س......من نام عن صلوۃ ثم استیقظ فاذا ھی وقتھا ، یہ عبارت حدیث شریف میں ہے، اگر حدیث ہے تو صحیح ہے یا موضوع ؟

اور ایک مرتبہ سفر میں حضور ﷺ کی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز قضا ہوگئی تھی اور آفتاب نکلنے کے بعد اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ قضا نماز جماعت سے پڑھی یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟

ج:......حامدا ومصلیا ، الجواب وباللہ التوفیق :''من نام صلوۃ '' الخ ،اس جملہ کے متعلق تحقیق نہ ہوسکی ،لیکن قریب قریب اس کے اسی معنی میں دوسرے جملے حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ ''مسلم شریف'' میں : من نسی الصلو ۃ فلیصلّھا اذا ذکرھا فان اللہ تعالی قال :اقم الصلوۃ لذکری ، موجود ہے۔[1]

اور صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے: من نسی صلوۃ فلیصلھا اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذلک۔[2]

تفصیل کے لئے دیکھئے ''علامات قیامت اور نزول مسیح'' ۔اس کتاب میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ نے: ۱۰۹/احادیث نقل فرمائی ہیں جو نزول عیسی علیہ السلام کے بارے میں قطعی طور پر متواتر ہیں۔

[1]......مسلم شریف ص۲۳۸، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ۔

[2]......بخاری ص۸۴ ج۱، باب من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکر ، الخ۔ مسلم ص۲۴۱ ج۱، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ۔ ابوداؤد ص۶۴ ج۱، باب فی من نام عن صلوۃ او نسیھا ۔ترمذی ص۴۳ ج۱، باب ما

وفی روایة : من سهی احدکم عن صلوة ' فلیصلها حین یذکرها ومن الغد للوقت۔ ۱

اور بقیہ واقعہ غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت پیش آیا تھا جو "صحیح مسلم" میں موجود ہے۔ ۲

جاء فی النوم عن الصلوة۔ نسائی ص۱۰۱ ج۱، باب اعادة الصلوة لوقتها من الغد من نام عنه۔ ابن ماجہ ص۵۰، باب من نام عن الصلوة أو نسیها۔

۱......رواہ ابوداؤد ص۶۳ ج۱، باب فی من نام عن صلوة أو نسیها۔

۲......عن ابی هریرة قال : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حین قفل من غزوة خیبر سار لیلة حتی اذا ادرکه الکری عرس وقال لبلال اکلألنا الیل ' فصلی بلال ما قدر له ونام رسول الله صلی الله علیه وسلم واصحابه ' فلما تقارب الفجر استند بلال الی راحلته موجه الفجر فغلبت بلالا عیناه وهو مستند الی راحلته فلم یستیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا بلال ولا احد من اصحابه حتی ضربتهم الشمس ' فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اوّلهم استیقاظا ففزع رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال : ای بلال ! فقال بلال : أخذ بنفسی الذی اخذ بنفسک قال : اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شیئا ثم توضا رسول الله صلی الله علیه وسلم وامر بلالا فاقام الصلوة فصلی بهم الصبح ' فلما قضی الصلوة قال : من نسی الصلوة فلیصلها اذا ذکرها فان الله تعالی قال : ﴿واقم الصلوة لذکری﴾۔ (مسلم ص۲۳۸ ج۱، باب قضاء الصلوة الفائتة۔ مشکوٰة ص۶۷)

ترجمہ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سرور کائنات ﷺ جب غزوۂ خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ (جب) آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہونے لگی تو آپ ﷺ آرام کرنے کے لئے آخری رات میں ایک جگہ اتر گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تم ہمارا خیال رکھنا (یعنی صبح ہوجائے تو ہمیں جگا دینا) یہ فرما کر آنحضرت ﷺ اور صحابہ تو سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (تہجد کی) نماز جس قدر ہوسکی پڑھی، جب صبح ہونے کو ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے کجاوہ سے تکیہ لگا کر فجر (مشرق) کی جانب منہ کر کے بیٹھ گئے (تاکہ صبح صادق ہوجائے تو آنحضرت ﷺ کو جگادیں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کجاوہ سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ (اتفاق سے) ان کو بھی نیند آ گئی (چنانچہ صبح صادق کے وقت) آنحضرت ﷺ حضرت بلال اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ جب ان کے اوپر دھوپ آ گئی (اور اس کی گرمی

من لم یعرف امام زمانه ، الخ کی مراد

(۱۰۷):س......ما قولکم رحمکم الله تعالی ،قال فی شرح العقائد للتفتازانی : من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیة ۔ ؎۱

فیفهم منه ان معرفته الامام واجب ، ومن لم یعرف امام زمانه فی حین حیا ته ان امامه موجود فی زمانه اما انه لم یعرف ومات فمیتته میتة جاهلیة۔

وقال فی شرح فقه الاکبر لملا علی القاری بلفظ المسلم :" من مات بغیر امام فقد مات میتة جاهلیة " فیفهم منه ان احدا مات فی زمان لیس فیه امام موجود فقد مات میتة جاهلیة ، فالفرق بین المیتتین ظاهر ، فکیف التوفیق بین الحدیثین ؟ بینوا بالدلیل مرادهما۔ ؎۲

پہنچی) تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھلی اور آپ ﷺ نے گھبرا کر فرمایا کہ: بلال! یہ کیا ہوا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور انہوں) نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی اس چیز نے پکڑ لیا جس نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا تھا (یعنی نیند نے) آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں سے روانہ ہو جاؤ! چنانچہ سب لوگ تھوڑی دور تک اپنی اپنی سواریاں لے کر چلے، پھر آنحضرت ﷺ نے وضو کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: جو شخص (نیند وغیرہ کی بنا پر) نماز پڑھنی بھول جائے تو یاد آتے ہی فوراً اسے پڑھ لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لو۔ (مظاہر حق ص ۴۸۴ ج ا)

؎۱......شرح عقائد میں ہے: **والمذهب انه یجب علی الخلق سمعا لقوله علیه السلام : من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة۔** (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۰)

؎۲......ترجمۂ سوال: علامہ تفتازانی کی ''شرح عقائد'' میں یہ حدیث ہے: جو اپنے زمانہ کے امام وولی کو نہ پہچانے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کی معرفت واجب ہے، پس جو بھی اپنے زمانہ کے امام کی معرفت زندگی بھر حاصل نہ کرے کہ اس کے زمانے میں

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبالله التوفيق : المراد من الحديث الثانی انه من "مات بغير امام" [۱] أی مات بغير اطاعة الامام فقد مات ميتة جاهلية علی حذف المضاف فيحصل بهذا التوجيه أی بحذف المضاف التوفيق بين الحديثين ، فاما التوجيه الذی بين فی السوال فهو صريح البطلان لانه مستلزم للتكليف بما لا يطاق ومخالف للنص الصريح قال الله تعالی :﴿ لا يكلف الله نفسا الا وسعها ﴾۔ [۲]

والله تعالی اعلم وعلمه احكم واتم۔ [۳]

امام موجود تھا اور اس کی معرفت کے بغیر موت آ گئی تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "شرح فقہ اکبر" میں "مسلم" کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ: من مات بغير امام ، الخ جس کی موت بغیر امیر وامام کے آئے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے، پس اس حدیث سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی کی موت ایسے زمانہ میں آئے کہ اس میں امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے، پس ان دونوں موتوں کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ (گو ان دو حدیثوں میں تعارض ہے) لہٰذا دونوں حدیثوں میں توفیق کی صورت کیا ہوگی؟ دونوں حدیثوں کی مراد دلیل سے واضح فرمائیں۔

۱......من مات بغير امام مات ميتة جاهلية۔

(كنز العمال ص۱۰۳ ج۱، رقم الحديث:۴۶۴ وص۶۵ ج۶، رقم الحديث:۱۴۸۶۳)

۲......سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۸۶۔

۳......ترجمہ جواب: من مات بغير امام ، الخ، اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس کی موت بغیر امام کے آئے، یعنی جس کی موت بغیر امام وامیر کی اطاعت کے آئے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ یہاں لفظ "اطاعت" (مضاف) محذوف ہے، اس توجیہ سے یعنی لفظ "اطاعت" کو محذوف ماننے سے دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا اور توفیق ہو جائے گی۔

اور سوال میں جو تعارض کی صورت بیان کی گئی ہے وہ باطل وغلط ہے، اس لئے کہ یہ تکلیف مالا یطاق کو مستلزم ہے، اور نص صریح کے بھی مخالف ہے، کیونکہ ارشاد رحمانی ہے: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں

بنا تا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔

حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث ''من لم یعرف '' الخ ، میں امام سے نبی مراد ہے جیسا کہ خلخالی نے ذکر کیا ہے، یا قرآن مراد ہے، کیونکہ یہود کے زمانے میں توریت اور نصاریٰ کے زمانے میں انجیل امام تھی، اور امت محمدیہ کے زمانے میں قرآن امام ہے۔

اور بعض متکلمین نے حدیث کے معنی یوں لکھے ہیں: **فمن لم یعرف امام زمانه مع انه فی ظل امامه فقد عاش عیش الجاهلیة فیموت میتة جاهلیة۔**

یعنی جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ جانا باوجودیکہ امامت کے سایہ میں رہا، پس اس نے جاہلیت کی زندگی بسر کی ، اور وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اور بعض متکلمین نے حدیث کے معنی یوں لکھے ہیں: **من لم یعرف امام زمانه أی الامام الذی بایعه المسلمون واهل الحل وجعلوه اماما فمن لم یعرف انه امام وانکر امامته وتخلف عن بیعته فقد مات میتة جاهلیة''**

یعنی جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ جانا یعنی اس کے ہاتھ پر مسلمانوں اور اہل حل وعقد نے بیعت کی اور اسے امام بنایا ہے نہ پہچانا کہ یہی امام ہے اور اس کی امامت کا انکار کیا اور اس کی بیعت کو توڑ ڈالا پس وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مجموعۃ الفتاوی ص ۹۵ ج ۱، کتاب العقائد)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''ہر زمانہ میں مسلمانوں کا ایک حاکم ہوتا ہے، اگر ہے تو اس کا جاننا ضروری ہے، اور اگر نہ ہو تو نہ وہ ہے نہ جانا جاوے۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۶۱ فتاوی رشیدیہ، کتاب التفسیر والحدیث)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ حدیث: **من مات ولیس فی عنقه بیعة ' مات میتة الجاهلیة '** کی تشریح کے جواب میں رقمطراز ہیں:

'' لیس فی عنقه بیعة '' سے کنایہ ہے خروج عن طاعۃ الامام سے، اور یہ محقق ہے وقت تحقق امام کے، اور جب امام نہ ہو تو اس معنی کر '' ولیس فی عنقه بیعة '' صادق نہیں آتا، اس لئے کوئی تردد نہیں۔

(امداد الفتاوی ص ۸۸ ج ۵، کتاب ما یتعلق بالحدیث)

کلمۂ طیبہ کے صلہ میں جنت ملنے کا ثبوت حدیث سے ہے؟

(۱۰۸):س......کیا حدیث شریف سے اس کا ثبوت ہے کہ جو شخص سوا لاکھ بار تہلیل پڑھ لے یا اس کی طرف سے پڑھوا دیا جائے تو اس کو جنت اس کے صلہ میں خدا عطا کرے گا اگر چاہے؟

ج:......**حامدا و مصلیا ، الجواب وبالله التوفیق** :اس کا ثبوت احادیث سے ہے۔بعض احادیث میں وارد ہے کہ میت کے واسطے پچھتر مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا جاوے وہ جنتی ہے۔[۱]

والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

نوٹ:......حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت ہی کا انکار فرما دیا۔طویل بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''الغرض کتب معتبرہ حدیث میں اول تو یہ روایت ان الفاظ سے موجود ہی نہیں ہے۔ثانیا اگر قریب المعنی الفاظ سے پائی بھی جاتی ہے تو سب کی اسنادیں کمزور ہیں،قابل احتجاج نہیں ہے۔

''بہر حال اس روایت کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۸۷ و ۳۸۸ ج ۴،مکتوب نمبر ۱۷۱۔معارف مدنی ص ۲۷)

[۱]......ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح میں ستر ہزار مرتبہ ''لا الــه الا الله'' کی روایت ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس کے ضمن میں اس کی تاثیر کے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ: شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے رسول خدا ﷺ کی یہ روایت پہنچی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ ''لا الــه الا الله'' پڑھے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے،اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔میں اس کلمہ کو مخصوص کسی کے لئے نیت کئے بغیر مذکورہ عدد کے موافق پڑھا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں حاضر ہوا،دعوت میں ایک نوجوان تھا جو کشف میں مشہور تھا۔دوران طعام اچانک وہ رونے لگا،میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا،اس نوجوان نے کہا میں اپنی والدہ کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں،میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی والدہ کو بخش دیا،وہ ہنسنے لگا اور کہا:اب میں اپنی والدہ کو بہت اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔میں نے اس

”حب الوطن من الایمان“ حدیث ہے یا نہیں؟

(۱۰۹)س:”حب الوطن من الایمان“ حدیث ہے یا نہیں؟

ج:……حامدا ومصلیا ، الجواب وبالله التوفیق: حدیث نہیں۔[۱]

والله تعالی اعلم وعلمه احکم واتم

واقعہ سے اس حدیث کی صحت کا اور حدیث کی صحت سے اس کے کشف کی صحت کا یقین کرلیا۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۹۸ ج ۳، باب ما علی الماموم من المتابعة ، الفصل الثانی ۔فتاوی رحیمیہ ص ۱۲۳ ج ۵)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اسی نوع کا ایک قصہ شیخ ابو یزید قرطبی رحمہ اللہ کا نقل کیا ہے۔(فضائل ذکر ص ۸۴ (جدید ص ۱۱۷) تحت حدیث نمبر ۱۷، فصل سوم، باب دوم کلمہ طیبہ کے فضائل)

نوٹ……پچھتر والی روایت نہ مل سکی، ناظرین کی نظر سے گذرے تو مرتب کو مطلع فرمائیں۔

[۱]……دیکھئے! تفصیل کے لئے آگے رسالہ ”الرسالة فی تحقیق احادیث الثلاثة“۔

الرسالة فی تحقیق

احادیث الثلاثة

اس رسالہ میں تین احادیث: ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ''اور'' حب الوطن من الایمان ''اورالفاظ حدیث''خیر القرون قرنی '' کی تحقیق محدثین کے اقوال اور حوالوں سے کی گئی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

عرض مرتب

یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، بلکہ مختلف اوقات میں لکھے گئے تین مضامین کا مجموعہ ہے جو تین احادیث کی تحقیق کی غرض سے لکھے گئے تھے۔ان اغراض کو ہر مضمون میں ظاہر کردیا گیا ہے۔وہ احادیث یہ ہیں:

(۱)......علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

(۲)......حب الوطن من الایمان۔

(۳)......خیر القرون قرنی۔

احادیث کے سلسلہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔اس میں بے احتیاطی پر سخت وعید آئی ہے۔ہمارے اسلاف صحابۂ کرام اور محدثین کے واقعات اس باب میں امت کے لئے قابل اتباع ہیں۔

وضع احادیث کا سلسلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی شروع ہو چکا تھا کہ گمراہ فرقے اپنی تائید میں احادیث کو وضع کرتے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے سند مانگ کر ان کی چوری کو پکڑ لیا کرتے۔

محدثین نے اس موضوع پر بیشمار کتابیں لکھیں، اور عربی ایک میں قیمتی ذخیرہ وجود میں آیا، مگر اردو زبان میں اس موضوع پر نا قابل ذکر کام ہوا، اللہ کرے کوئی صاحب ذوق اس موضوع پر قلم اٹھائے۔

اللہ تعالیٰ ان اوراق کو قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۹/محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۰/مارچ ۲۰۰۴، بدھ

تقریظ: حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی بستوی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اکرم ﷺ کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔اس میں پوری احتیاط و تحقیق سے کام لینا چاہئے ،لیکن آج کل اس میں بڑی سہل انگاری اور بے احتیاطی ہونے لگی ہے۔عوام ہی نہیں علماء اور واعظین بھی بے تحقیق وثبوت کے بغیر بہت سی روایات خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ بہت محدثین نے زبان زد روایات کی تحقیق پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سی روایات جن کے حدیث نبوی ہونے کی شہرت ہے وہ واقعةً احادیث نبویہ نہیں ہیں۔امام سخاوی رحمہ اللہ کی ''المقاصد الحسنة ''اور عجلونی ''کشف الخفا ومزیل الالباس ''اس موضوع پر اہم کتابیں ہیں۔

زیر نظر رسالہ ''الرسالة فی تحقیق الاحادیث الثلاثة ''اسی سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے۔اس رسالہ کے مؤلف جناب مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری (ڈیوزبری برطانیہ) زیدمجدہم نے تین روایات جو زبان زد اور مشہور ہیں ان کے بارے میں فنی تحقیق قلمبند کی ہے، اور ان روایات کی فنی حیثیت واضح کی ہے۔نظر ثانی کے نام پر اس ہیچمداں کو بھی کار ثواب میں شریک کرلیا ہے۔اللہ کرے ان کا اشہب قلم رواں دواں رہے، اور ان کے دوسرے رسائل کی طرح یہ رسالہ بھی امت مسلمہ کے لئے نفع بخش ہو۔

عتیق احمد قاسمی بستوی

خادم تدریس دارالعلوم ندوۃ العلماء، سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا

۲۰۰۵/۶/۲۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ حدیث ہے؟

”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔

یہ حدیث محدثین کی تصریح کے مطابق صحیح نہیں۔ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ بعض نے اسے موضوع کہا ہے۔ شاذ ہی کسی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہو۔

اکثر مقررین اپنے وعظ و بیان میں علماء کی فضیلت کو ظاہر کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ اکابر علماء سے بھی یہ تسامح ہو جاتا ہے۔

میرے ایک معزز بزرگ اور جید عالم دین (جن کی قدر و عظمت میرے قلب میں ہے) نے بھی ایک مرتبہ وعظ میں یہ روایت بیان فرمادی۔ میں نے ادب سے ان کی خدمت میں ایک مختصر عریضہ لکھا جس میں چند حوالجات سے اس حدیث کا صحیح نہ ہونا ظاہر کیا۔

یہ حضرت موصوف مدظلہ کی عظمت کی بات ہے کہ انہوں نے راقم کے نام جواب میں تحریر فرمایا:

”گذشتہ کل آپ نے حدیث شریف کے بارے میں جو بات تحریر فرما کر یاد دہانی فرمائی اس سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالی علم و عمل میں مزید برکت عطا فرماوے۔ (پھر علامہ سخاوی رحمہ اللہ کی عبارت نقل فرما کر تحریر فرمایا:) بہر حال ہم لوگوں کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ بے اصل روایات نہ بیان کریں۔ اللہ تعالی آپ کو جزاء خیر عطا فرمائیں اور بندے کو

معاف فرماوے، آمین‘‘۔

غرض تحریر

اسی دوران ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی میں ایک مضمون پڑھا۔اس کے صفحہ ۴۴ ر پر ’’علماء کرام کے فرائض‘‘ کے عنوان کے تحت یہ حدیث نظر سے گذری ،تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس حدیث کے متعلق ایک مختصر سا ایسا مضمون لکھا جائے جس میں حوالوں کے ساتھ محدثین کے نزدیک اس حدیث کا مرتبہ ومقام کیا ہے اس کا بیان آجائے۔چنانچہ ذیل میں چند محدثین کی عبارت پیش کی جاتی ہیں:

محدثین کی تصریحات

(ا)......علامہ سخاوی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

’’قال شیخنا ومن قبله الدمیری والزرکشی : انه لا اصل له ، زاد بعضهم ولا یعرف فی کتاب معتبر ، وقد مضی فی ’’ اکرموا حملة القرآن ،کاد حملة القرآن ان یکون انبیاء الا انهم لایوحی الیهم ‘‘ ولابی نعیم فی فضل العالم العفیف بسند ضعیف عن ابن عباس رفعه ’’ اقرب الناس من درجة النبوة اهل العلم والجهاد ‘‘۔

(المقاصد الحسنة ص۴۵۹، رقم الحدیث:۷۰۲)

خلاصۂ ترجمہ: ......ہمارے شیخ اور ان سے پہلے علامہ دمیری اور علامہ زرکشی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ، ہے اور کسی معتبر کتاب میں اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے،اوراس کی تفصیل ’’اکرموا حملة القرآن ‘‘ کے ذیل میں گذرچکی ہے۔اسی طرح ابونعیم نے ضعیف روایت ’’فضل العالم العفیف ‘‘ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ’’نبوت کے درجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ

قریب اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔

(۲)......ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

’’قال الدمیری والعسقلانی : لا اصل له ، وکذا قال الزرکشی وسکت عنه السیوطی‘‘۔(الموضوعات الکبری ص۱۵۹، رقم الحدیث:۶۱۴)

یعنی علامہ دمیری اور علامہ عسقلانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اسی طرح زرکشی رحمہ اللہ کا قول ہے اور علامہ سیوطی نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔

(۳)......لا یعرف له اصل۔

(اللألی المنثورة فی الاحادیث المشهورة المعروف ب " التذکرة فی الاحادیث المشتهرة‘‘ص ۱۶۷)

یعنی’’اللألی المنثورة‘‘میں ہے کہ: اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۴)......’’قال الدمیری والزرکشی وابن حجر : انه لا اصل له‘‘۔

(تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث ص۱۲۱، رقم الحدیث: ۸۷۱)

یعنی علامہ دمیری، علامہ زرکشی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کی کوئی اصل نہیں۔

۵:......حدیث :" علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل " موضوع لا اصل له ، کما قاله غیر واحد من الحفاظ ، و یذکره کثیر من العلماء فی کتبهم غفلة عن قول الحفاظ‘‘۔(اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب ص۱۵۱، رقم الحدیث:۸۸۹)

یعنی یہ حدیث موضوع ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ متعدد حفاظ حدیث نے

صراحت کی ہے، اور بہت سے علماء حفاظ حدیث کے قول سے عدم واقفیت کی بنا پر اس کو ذکر کر دیتے ہیں۔

(۶)......لا اصل له کما قال الدمیری و الزرکشی و العسقلانی۔

(المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ص۱۲۳، رقم الحدیث :۱۹۶)

(۷)......لا اصل له۔

(الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهرة ص۱۸۸، رقم الحدیث:۲۹۳)

(۸)......قال ابن حجر و الزرکشی لا اصل له۔

(الفوائد المجموعة فی الاحادیث الضعیفة و الموضوعة ص۸۹۸ج۲، رقم الحدیث:۴۷)

(۹)......فائدة : سئل الحافظ العراقی عما اشتهر علی الالسنة من حدیث ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ فقال :لااصل له و لا اسناد بهذا الفظ۔

(فیض القدیر ص۵۰۴ج۴، تحت رقم الحدیث:۵۷۰۳”العلماء مصابیح الارض“)

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن حجر، علامہ دمیری، علامہ زرکشی، حافظ عراقی وغیرہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں۔

شیخ محمد بن درویش الحوت (تلمیذ رشید علامہ شامی رحمہ اللہ) نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

شیخ ابراہیم ناجی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا انکار کیا ہے اور اس پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔”وانکره ایضا الشیخ ابراهیم الناجی و الف فی ذلک جزئا“۔

(کشف الخفاء ص۶۰ج۲)

”کشف الخفاء“ کی عبارت سے اس کا مرفوع ہونا ثابت ہوتا ہے، اور بعض حضرات

نے ’’روی بسند ضعیف ‘‘ کہاہے،جس سے اس حدیث کا ضعیف ہونا معلوم ہوتا ہے،مگر محدثین کی بڑی جماعت کی اس صراحت کے بعد کہ’’لا اصل لہ ‘‘اور صاحب اسنی المطالب کی عبارت’’حدیث موضوع ‘‘ کی وجہ سے اہل علم حضرات کو اس حدیث کے بیان کرنے یا تصنیف وتالیف میں ذکر کرنے سے احتیاط ہی کرنا چاہیے، اور علامہ حوت رحمہ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ: بعض اہل علم حفاظ اور محدثین کی قول پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کتابوں میں لکھ دیتے ہیں۔

’’خیر الفتاوی‘‘ میں ’’تذکرۃ الموضوعات اور’’موضوعات کبیر‘‘ کی عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ:

’’یہ روایت ضعیف ہے،اور بقول بعض (راقم کہتا ہے کہ: بقول اکثر) اس کی کوئی اصل نہیں‘‘۔(خیر الفتاوی ص۳۰۰ ج ۱)

علامہ عبدالرؤف مناوی صاحب فیض القدیر رحمہ اللہ کے بقول حافظ عراقی رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو صاف فرمادیا کہ: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک حدیث’’ علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل ‘‘(میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں) کا بڑا چرچا کیا جاتا ہے،اور اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ واقعی حدیث ہے،لیکن جیسا کہ حفاظ حدیث مثلاً زرکشی‘ عسقلانی‘ دمیری‘ سیوطی (رحمہم اللہ) نے تصریح کی ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں۔

(مظاہر حق جدید ص ۱۷۷ ج ۵، باب مناقب علی،تحت حدیث نمبر:۱)

نوٹ:...... یہ مضمون ماہنامہ’’بینات‘‘ کراچی ربیع الاول ۱۴۲۲ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

’’حب الوطن من الایمان‘‘ حدیث ہے؟

عوام وخواص میں بہت مشہور ہے کہ:’’ حب الوطن من الایمان ‘‘یعنی وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے، حدیث نبوی ہے۔ واعظین ومقررین بھی دوران بیان اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیتے ہیں۔

بعض اہل علم کو اصرار ہے کہ یہ حدیث ہے، حالانکہ ان کی تحقیق میں یہ بات آچکی ہے کہ محدثین نے اس جملہ کے متعلق صراحت فرمادی کہ یہ حدیث نہیں ہے، اور راقم نے عصبیت پسند حضرات سے اپنی حب وطنی پر اس حدیث کو استدلال میں سنا، بلکہ فخریہ انداز اپناتے دیکھا ہے، اعاذنا اللہ۔

لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس جملہ کے متعلق محدثین کی عبارات کو جمع کروں! کیا بعید ہے اللہ تعالی اس مختصر مضمون کو ذخیرۂ نجات بنادے۔

محدثین کی تصریحات

شیخ محمد ابن سید درویش الحوت رحمہ اللہ (م:۱۲۷۶ھ تلمیذ علامہ شامی رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں: حب الوطن من الایمان ، حدیث موضوع۔

(اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب ۱۰۳، رقم الحدیث:۵۵۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’حدیث ’’حب الوطن من الایمان ‘‘ قال الزرکشی : لم اقف علیه ، وقال السید معین الدین الصفوی : لیس بثابت ، وقیل : انه من کلام بعض السلف ، وقال السخاوی : لم اقف علیه ومعناه صحیح‘‘۔

(الموضوعات الکبری ص۱۰۰، رقم الحدیث:۴۱۳)

علامہ منوفی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا ہے:

''قال المنوفی ما ادعاہ من صحۃ معناہ عجیب''(والبسط فی الموضوعات)

مگر ملا قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ومعناہ صحیح ''اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

'' ثم الاظہر فی معنی الحدیث ان صح مبناہ ای یحمل علی ان المراد بالوطن الجنۃ''۔(الموضوعات الکبری ص۱۰۰، رقم الحدیث:۴۱۳)

یہ بھی ممکن ہے کہ وطن سے مراد جنت ہو۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''واما حدیث " حب الوطن من الایمان " فموضوع وان کان معناہ صحیحا لا سیما اذا حمل علی ان المراد بالوطن الجنۃ فانہا المسکن الاول''۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ص۵ ج۴، تحت حدیث " کن فی الدنیا کانک غریب ")

صاحب کشف الخفاء تحریر فرماتے ہیں:

''حب الوطن من الایمان ' قال الصغانی : موضوع''۔

(کشف الخفاء ص۳۴۵ ج۱، رقم الحدیث :۱۱۰۰)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث " حب الوطن من الایمان " لم اقف علیہ''۔

(الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ ص۷۴)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’لم اقف علیه‘‘۔(المقاصد الحسنة ص۱۸۳، رقم الحدیث:۳۸٦)

علامہ عبدالرحمٰن الشیبانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’حدیث ’’ حب الوطن من الایمان ‘‘ قال شیخنا : لم اقف علیه و معناه صحیح‘‘

(تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث ص۷۷، رقم الحدیث: ۵۰۸)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی صاحب فتاوی محمودیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اس جملہ کا حدیث ہونا ثابت نہیں، ہر شخص کو اپنے وطن سے محبت ہوا ہی کرتی ہے، اس اعتبار سے اس کے معنی کو صحیح کہا ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور تحریر فرماتے ہیں:

’’حب الوطن من الایمان ‘‘زبان زد ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر حدیث کر کے لکھا ہے، لیکن یہ لفظ ثابت نہیں۔

(ماخوذ از: مکتوب بنام: مولانا محمد ایوب سورتی صاحب)

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’ حب الوطن من الایمان ‘‘یعنی وطن کی محبت علامت ایمان کی ہے۔ حدیث نہیں ہے، بعض سلف صالحین کا کلام ہے، چونکہ حب وطن حضور ﷺ میں بھی پائی گئی ہے، اور آپ ﷺ نے مختلف مواقع میں وطن کی محبت متعدد احادیث میں ظاہر فرمائی ہے، اس لئے اس صفت کا محمود ہونا اور منجملہ علامات و اخلاق ایمانی ہونا یقینی ہوا۔

مکہ مکرمہ سے آپ ﷺ کا خطاب

مکہ معظّمہ کو خطاب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تو نہایت ہی مبارک شہر ہے، اور مجھے نہایت ہی محبوب ہے، اگر میری قوم مجھ کو یہاں سے نہ نکالتی تو تیرے سوا دوسرے شہر میں نہ رہتا‘‘۔

یہ بھی فرمایا کہ:

’’تو خدا تعالیٰ کی تمام زمینوں سے بہتر ہے اور تمام زمینوں سے مجھ کو زیادہ محبوب ہے‘‘

صحابہ میں بھی اس صفت کی کمی نہ تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد عرصہ تک حسرت کے ساتھ وطن کو یاد کرتے رہے، آخر رسول اللہ ﷺ کی دعا سے مدینہ منورہ کی محبت سب کے قلوب میں اصلی وطن کے برابر ہوگئی۔

اور بعض علماء نے اس مقولہ کے معنی میں بہت تکلف کیا ہے، یعنی وطن سے مراد عالم آخرت یا جنت ہے جو اصل مقام و مسکن ہے، جس کے بھول جانے پر مولانا جامی رحمہ اللہ تعجب سے تنبیہ فرماتے ہیں ۔

توئی آں دست پرور مرغ گستاخ کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی چو دوناں مرغ ایں ویرانہ گشتی

اور واقعی اشتیاق اس عالم کا اور تمنا و محبت جنت کی اہل ایمان ہی کا حصہ ہے، کیونکہ وہ محل دیدار جناب حق سبحانہ وتعالیٰ ہے جو غایت مقصود اہل ایمان ہے۔

(نا قابل اعتبار روایات ص ۳۴)

وطن سے محبت فطری چیز ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وطن ہر کسی کو عزیز ہوتا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام تک بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ بوقت ہجرت آپ ﷺ نے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

’’ما اطیبک من بلد و احبک ، ولولا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت

غیرک‘‘۔(ترمذی ص۲۳۰ ج۲، باب فضل مکة، رقم الحدیث:۳۹۲۶)

یعنی تو کیا ہی پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کس قدر عزیز ومحبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔

مکہ مکرمہ سے آپ ﷺ کا خطاب

﴿ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ﴾ کا شان نزول

مفسرین نے ﴿ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ﴾۔

(سورۂ قصص، آیت نمبر:۸۵)

یعنی جس خدا نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو آپ کے اصلی وطن میں پھر پہنچادے گا۔ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور سے رات کے وقت نکلے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے والے معروف راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں سے سفر کیا، کیونکہ دشمن تعاقب میں تھے، جب مقام جحفہ پر پہنچے جو مدینہ طیبہ کے راستہ کی مشہور منزل رابغ کے قریب ہے اور وہاں سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا معروف راستہ مل جاتا ہے، اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو بیت اللہ اور وطن یاد آیا، اسی وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے، جس میں بشارت دی گئی ہے کہ: مکہ مکرمہ سے یہ جدائی چندروزہ ہے، اور بالآخر آپ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچادیا جائے گا، جو فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اس واقعہ سے بھی آپ ﷺ کی حب وطنی کا پتہ چلتا ہے۔ (معارف القرآن ص ۶۵۹ ج۶)

محدثین نے اس حدیث کی تحقیق کے ذیل میں وطنی محبت کے متعلق کچھ اقوال نقل کئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

تین حیوانوں میں تین خصلتیں

(۱)...... ہندہ کا قول ہے کہ: تین قسم کے حیوانوں میں تین خصلتیں ہوتی ہیں:

اونٹ اپنے ٹھہرنے کی جگہ کا عاشق ہوتا ہے اگر چہ اس کا نگران دور ہو، اور پرندے اپنے گھونسلے کی طرف رغبت رکھتے ہیں اگر چہ وہ بنجر ہو، اور انسان اپنے وطن کا راغب ہوتا ہے اگر چہ دوسری جگہ اس سے زیادہ نفع ہو۔

'' قالت الهندة : ثلاث خصال فی ثلاث اصناف من الحیوان : الابل تحن الی اوطانها وان کان عهدها بعیدا ، والطیر الی وَکُرہ وان کان موضعه مُجْدِباً ، وانسان الی وطنه وان کان غیرہ اکثرله نفعا''۔

(المقاصد الحسنة ص۲۹۷، تحت رقم الحدیث:۳۸٦۔کشف الخفاء ص۳۰۹ ج۱، تحت رقم الحدیث:۱۱۰۱)

آدمی کے پہچان کی علامتیں

(۲)......ایک اعرابی کا مقولہ ہے: جب تو کسی آدمی کو پہچاننا چاہے تو دیکھ! کہ وہ اپنے وطن کا کیسا مشتاق ہوتا ہے، اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کا کتنا خواہش مند ہوتا ہے، اور اپنے گذرے ہوئے زمانہ پر کتنا روتا ہے۔

''عن الاصمعی سمعت اعرابیا یقول : اذا اردت ان تعرف الرجل فانظر کیف تحننه الی اوطانه ، وتشوقه الی اخوانه ، وبکائه علی مامضی من زمانه''۔

(المقاصد الحسنة ص۲۹۷، تحت رقم الحدیث:۳۸٦۔کشف الخفاء ص۳۰۹ ج۱، تحت رقم الحدیث:۱۱۰۱)

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کا فتوی

راقم کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاوی ''مرغوب الفتاوی'' میں ہے:

سوال:...... ''حب الوطن من الایمان'' حدیث ہے یا نہیں؟

جواب:...... حدیث نہیں، فقط، واللہ تعالی اعلم۔

نوٹ:......راقم کا یہ مضمون ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ محرم ۱۴۲۳ھ مطابق مارچ ۲۰۰۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

''خیر القرون قرنی'' حدیث کے الفاظ ہیں؟ تحقیق کی وجہ

راقم الحروف اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاوی ''مرغوب الفتاوی'' کی ترتیب تحقیق وتحشیہ کا کام کررہا تھا کہ ایک استفتاء کے جواب میں ''خیر القرون قرنی'' کے مشہور الفاظِ حدیث پر نظر پڑی جسے عموماً جمعہ کے خطبہ میں سننے کا موقع ملتا ہے۔

اندازہ تھا کہ ان الفاظ سے یہ حدیث مختلف کتب احادیث میں مل جائے گی، مگر تتبع کے وقت دس سے زائد کتب حدیث کی ورق گردانی کے باوجود ایک جگہ بھی نہ ملی تو تعجب کی انتہاء نہ رہی کہ اتنی مشہور حدیث اور کہیں نہیں۔

اہل علم وارباب افتاء کی صراحت

چنانچہ راقم نے مختلف اکابر وارباب افتاء کی خدمت میں ان الفاظ کی تحقیق کے لئے ایک عریضہ استفتاء کی شکل میں ارسال کیا، جن حضرات کے جوابات موصول ہوئے سب نے یہی لکھا کہ ہمیں بھی ان الفاظ سے یہ روایت باوجود تلاش کے نہیں ملی۔

دوسرے الفاظ سے یہ حدیث ثابت ہے

اگرچہ صحاح وغیرہ حدیث کی کئی کتابوں میں یہ روایت مختلف الفاظ سے منقول ہے، مثلاً ''بخاری شریف'' میں ہے:

'' قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' الخ۔ (بخاری ص۳۶۲ ج۱، باب لا یشھد علی شھادۃ جور اذا اشھد ،کتاب الشھادات)

''بخاری''ہی میں دوسری جگہ اس طرح سے یہ روایت مروی ہے:

''خیر امتی قرنی''اور''خیر الناس قرنی''۔

(بخاری ص۵۱۵ ج۱، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کتاب المناقب ، رقم الحدیث:۳۶۵۰/۳۶۵۱)

''صحیح مسلم شریف''میں بھی مختلف الفاظ سے یہ حدیث آئی ہے:

(۱)......سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس خیر؟ قال : قرنی ثم الذین یلونھم۔

(۲)......خیر الناس قرنی۔

(۳)......خیر امتی القرن الذی بعثت فیھم۔

(۴)......ان خیرکم قرنی۔

(۵)......خیر ھذہ الامۃ القرن الذی بعثت فیھم۔

(۶)......ایّ الناس خیر ؟ قال : القرن الذی انا فیہ۔

(مسلم ص۳۰۹ ج۲، باب فضل الصحابۃ ثم الذین ' الخ ، کتاب الفضائل)

''مشکوۃ شریف''میں بھی یہ حدیث موجود ہے:خیر الناس قرنی۔

(مشکوۃ ص۳۲۷، باب الاقضیۃ والشھادات ، کتاب الامارۃ والقضاء)

دوسری جگہ ہے:

''خیر امتی قرنی''۔(مشکوۃ ص۵۵۳، باب مناقب الصحابۃ)

ایک جگہ ہے:اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔

(مشکوۃ ص۵۵۴، باب مناقب الصحابۃ)

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" ورواہ احمد والترمذی ، ورواہ الطبرانی عنه بلفظ :" خیر الناس" الخ ، وروی الطبرانی والحاکم فی مستدرکه عن جعدة بن هبیرة و لفظه : "خیر الناس قرنی" الخ ، (مرقاۃ ص۲۵۶ج ۷)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

" وروی احمد والشیخان والترمذی عن ابن مسعود رضی الله عنه و لفظه : " خیر الناس " الخ"۔(مرقاۃ ص۲۷۷ج ۱۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں کوئی ایک حوالہ بھی "خیر القرون قرنی " کے الفاظ کا نہیں دیا، لہذا معلوم ہوا کہ انہیں بھی ان الفاظ سے یہ روایت نہیں ملی، مگر اپنی ایک اور تصنیف میں " خیر القرون قرنی" کے الفاظ سے یہ روایت نقل فرمادی، اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔(شرح فقہ اکبر ص۱۰۲)

"ترمذی شریف" کی روایت میں "خیر الناس" کا لفظ ہے۔

(ترمذی ص۲۲۵ج ۲، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی الله علیه وسلم و صحبه ، ابواب المناقب ، رقم الحدیث:۳۸۵۹)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اور علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے بھی " خیر الناس "اور "خیر امتی " کے الفاظ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(جامع الصغیر ص۹ج ۲۔فیض القدیر ص۲۳۶۷/۲۶۸/۲۶۹/۲۴۴ج ۳، رقم الحدیث: ۴۰۳۳/۴۰۳۴/۴۰۳۵/۴۰۳۶/۴۰۳۷/۴۰۵۳)

شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے بھی "خیر الناس "اور "خیر امتی "اور "خیر کم قرنی " کے

الفاظ سے چندروایات نقل کی ہیں۔

(کنز العمال ص۵۲۶ ج۱۱، باب فی ذکر الصحابة و فضلھم ، رقم الحدیث:۳۲۴۴۹/۳۲۴۵۰/ ۳۲۴۵۱/۳۲۴۵۲/۳۲۴۵۳/۳۲۴۵۴/۳۲۴۵۷)

’’خیر القرون‘‘ قرنی کے الفاظ ثابت نہیں

ان حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ’’خیر القرون قرنی ‘‘ کےالفاظ حدیث میں منقول نہیں ہے۔غالبا یہی وجہ ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں’’خیر امتی قرنی ‘‘ کےالفاظ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

(خطبات الاحکام ص۸۰)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کی تحقیق

راقم الحروف اس حدیث کے الفاظ کی تحقیق کر چکا تھا کہ حسن اتفاق سے عالم اسلام کے عظیم محدث ومحقق شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ کی صراحت بھی مل گئی۔انہوں نے صاف لکھ دیا کہ: مجھے بھی’’خیر القرون قرنی ‘‘ کےالفاظ نہ تو صحیحین میں اور نہ دیگر کتب حدیث میں ملے:

’’ ھذا اللفظ (ای خیر القرون قرنی) لم اجده فی الصحیحین أو غیرھما مما رجعت الیه من المصادر الحدیثیة ‘‘۔(الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الکاملة ص۲۷)

خطبہ میں حدیث سے ثابت شدہ الفاظ ہی پڑھنے چاہئے

لہٰذا ائمۂ مساجد کی خدمت میں درخواست ہے کہ خطبۂ جمعہ میں،اسی طرح مقررین و مصنفین کو بھی چاہئے کہ اپنی تقریروں اور تصانیف میں’’خیر القرون قرنی ‘‘ کے بجائے

ان الفاظ کا استعمال کریں جو مختلف کتب احادیث میں صحیح سند سے ثابت ہیں۔

راقم نے اپنے استفتاء میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر یہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہ ہو تو جو الفاظ مشہور و زبان زد ہے ان کا خطبہ میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور روایت بالمعنی کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جن حضرات کے جوابات موصول ہوئے ان میں ہے کہ: وہی الفاظ استعمال کرنے چاہئے جو احادیث میں منقول ہیں۔

جن حضرات کے جوابات موصول ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

ارباب افتاء کے فتاوی

مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ کا فتوی

الجواب:......وبالله التوفيق: یہاں بھی کافی تلاش و جستجو کی گئی مگر کسی روایت میں ’’ خیر القرون قرنی ‘‘ کے الفاظ نہیں ملے، گو کہ مفہوم کے لحاظ سے یہ الفاظ صحیح ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ صحیح ثابت شدہ الفاظ ہی خطبہ وغیرہ میں پڑھے جائیں۔ الفاظ حدیث پر کامل معرفت رکھنے والے شخص کے لئے روایت بالمعنی کی اجازت ہے، مگر اسے بھی اخیر میں ’’ أو كما قال ‘‘ جیسے الفاظ کہہ دینے چاہئیں۔

’’ وقد قدمناه فی الفصول السابقة الخلاف فی جواز الرواية بالمعنی لمن هو كامل المعرفة ، قال العلماء : و يستحب لمن روی بالمعنی ان يقول بعده : ’’ أو كماقال ‘‘ أو نحو هذا ، كما فعلته الصحابة فمن بعدهم ، والله اعلم۔

(النووی علی مسلم،۱/۸)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند کا فتوی

الجواب: ......حامدا و مصلیا: عام کتب حدیث میں ''خیر امتی قرنی'' کے الفاظ ہیں۔ بعض روایات میں ''خیر الناس قرنی'' کے الفاظ ہیں۔ ''خیر القرون قرنی'' کے الفاظ سند کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ملے، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے یہ روایت ''خیر القرون قرنی'' کے الفاظ کے ساتھ پیش کی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو پہنچی ہے ''وھذا الاشتباہ مندفع بصریح قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون قرنی'' الخ۔ (فتح الباری ص۵ ج۷)

پس بہتر یہ ہے کہ ''خیر امتی'' کے الفاظ ادا کئے جائیں، اگر کوئی ''خیر القرون'' کے الفاظ کہتا ہے تو یقین کے ساتھ اس کو غلط نسبت نہیں کہا جا سکتا، فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد: محمد طاہر

الجواب صحیح — حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — ظفیر الدین عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی کا فتوی

الجواب: ......حامدا و مصلیا: 'خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم' کے بعینہ الفاظ کافی تلاش وجستجو کے بعد ہمیں بھی کسی حدیث میں نہیں ملے، لہذا خطبہ میں یہ الفاظ پڑھنے کے بجائے وہ الفاظ پڑھنے چاہیئے جو کتب احادیث میں سند سے ثابت ہیں۔

روایت بالمعنی کا مطلب یہ ہے کہ منقول الفاظ کی پابندی نہ کی جائے، بلکہ حدیث کے مفہوم کو اس کے مترادف الفاظ سے بیان کیا جائے، اور روایت بالمعنی اس وقت بیان کی

جاتی ہے جب راوی کو حدیث کے الفاظ صحیح طور پر یاد نہ ہوں البتہ اس کا مفہوم ذہن میں ہو،

ان لم یکن عالما بالالفاظ ومقاصدها خبیرا بما یحیل معانیها لم تجز له الروایة بالمعنی بلا خلاف،.......فان کان عالما بذالک فقالت طائفة : لا تجوز الا بلفظه،.......وقال جمهور السلف والخلف من الطوائف : یجوز بالمعنی فی جمیعه اذا قطع بأداء المعنی اه ۔(تدریب الراوی۱/۹۸)

اما الروایة بالمعنی فالخلاف فیها شهیر ...ولا شک ان الاولی ایراد الحدیث بالفاظه دون التصرف فیه ، قال القاضی عیاض : ینبغی سد باب الروایة بالمعنی لئلا یتسلط من لا یحسن ممن یظن انه یحسن کما وقع بکثیر من الرواة قدیما وحدیثا اه۔ (شرح نخبة الفکر ص۲۲) والله سبحانه اعلم بالصواب۔

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — احقر: محمود اشرف غفر اللہ لہ

الجواب صحیح — بندہ: عبدالرؤف

مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کا فتوی

الجواب:......باسم الوهاب: بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی، المعجم الکبیر، جامع صغیر وغیرہ میں ”خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم “ الخ، اور ”خیر امتی الذی بعثت فیه ثم الذین یلونهم “ الخ ، اور ”خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم “ کے الفاظ تو موجود ہیں اور طبرانی کی ایک روایت میں صرف ”خیر القرن قرنی “ بھی وارد ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی ص۲۱۱ ج۲۴)

لیکن ”خیر القرون قرنی “جو خطبہ میں بصیغۂ جمع ہے، باوجود تلاش کے نہیں مل سکا اور

چونکہ نہ ملنے کے لئے ثابت نہ ہونا لازم نہیں، اس لئے نسبت کے غلط ہونے کا حکم قطعی نہیں لگایا جا سکتا، بالخصوص جب کہ ''خیرا لقرن قرنی'' بھی وارد ہے۔

نیز الفاظ حدیث کو اکثر اصولیین نے ضروری بھی قرار نہیں دیا، بلکہ روایت بالمعنی کی بھی گنجائش دی ہے، اس لئے نسبت کو غلط بھی نہیں کہا جا سکتا۔

بہتر یہی ہے کہ حضور ﷺ کے الفاظ بلا کسی تصرف کے ہو بہو نقل کئے جائیں۔

قال الحافظ : اما الرواية بالمعنى فالخلاف فيه شهير ، والاكثر على الجواز (الى ان قال :) ولا شك ان الاولى ايراد الحديث بالفاظه دون التصرف فيه ، والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

کتبہ: محمود عالم اطہری

الجواب صحیح	الجواب صحیح والرأی صحیح
محمد امین غفرلہ	اطہر حسن غفرلہ

مظاہر علوم سہارنپور کا فتوی

الجواب:......حامدا مصليا : " خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم " بعینہ ان الفاظ کے ساتھ تو یہ حدیث تتبع کے باوجود مل نہ سکی، البتہ اس کے قریب قریب الفاظ کے ساتھ کتب احادیث میں منقول ہے، چنانچہ ''معجم کبیر للطبرانی'' میں ہے:

''ان النبي صلى الله عليه وسلم قال خير القرن قرني ''۔(معجم کبیر للطبرانی ص۲۱۰ ج۲)

اور ''مجمع الزوائد'' میں ہے:

'' خير القرون امتي ثم الذين لونهم ''۔(مجمع الزوائد ص۲۰ ج۱۰)

اور 'مجمع الزوائد'' میں ہے:

"خير القرن الذی انا فيه ثم الثانی ثم الثالث ثم الرابع"۔(مجمع الزوائد ص۱۹ ج۱۰)

اور"مسلم شریف"میں ہے:

"خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم"۔(مسلم ص۳۰۹ ج۲)

اور"مسلم شریف"کے صفحۂ مذکور ہی پر ہے:

"خير امتی القرن الذی بعثت فيهم ثم الذين يلونهم"۔(مسلم ص۳۰۹)

غالب گمان یہ ہے کہ مطبوعہ خطبات میں اس حدیث کی روایت بالمعنی کی گئی ہے، اور حدیث کو بالمعنی روایت کرنا بھی صحیح ہے، اس لئے "خيرا لقرو ن قرنی" کے الفاظ کہنے سے حضور ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا لازم نہ آئے گا، اور ایسا شخص حدیث: "من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار " کی وعید میں داخل نہ ہوگا، لیکن بہر حال اولی اور بہتر حدیث کو منقول الفاظ کے ساتھ پڑھنا ہی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

العبد: محمد اسرار

الجواب صحیح: مقصود

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی کی تحقیق

"خير القرون "والی حدیث بلاشبہ"خير الناس "یا"خير امتی "کے الفاظ سے کتابوں میں مذکور ہے، لیکن مطلب اس کا یہی ہے کہ میرا زمانہ بہتر ہے، اور معلوم ہے کہ آپ ﷺ کی امت سب سے بہتر امت ہے، اور آپ ﷺ کی امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بہتر ہیں۔ اس لئے"خيرا لناس "اور"خير امتی "میں کوئی تعارض نہیں۔

اسی طرح قرن ایک زمانہ کے لوگوں کو کہتے ہیں، تو صحابۂ کرام کا زمانہ"خیر القرون"

ہوا، اس لئے روایت بالمعنی کے طور پر ’’خیر القرون قرنی ‘‘والی حدیث ’’خیر الناس ‘‘ اور ’’خیر امتی ‘‘ کے ہم معنی ہے، اور روایت بالمعنی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لفظ بدل جائے معنی نہ بدلے اور روایت بالمعنی جائز ہے۔

حضرت ﷺ نے ’’خیر الناس ‘‘یا ’’خیر امتی ‘‘میں سے کوئی لفظ فرمایا ہوگا، لیکن دونوں لفظ روایتوں میں موجود ہیں، اور اگر ایک صحابی کی روایت لیجئے تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری میں ’’خیر کم قرنی ‘‘(بخاری ص۳۶۲) سے مذکور ہے اور یہی حدیث ’’خیر امتی قرنی ‘‘ کے لفظ سے مذکور ہے، صرف راویوں کے بدلنے سے لفظ بدل گیا ’’خیر کم ‘‘ کے بجائے ’’خیر امتی ‘‘ ہوگیا۔ (بخاری ص۵۱۵ ج۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ’’التلخیص الحبیر ‘‘میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث ’’خیر القرون قرنی ‘‘ کے لفظ سے نقل کی اور ’’متفق علیه ‘‘ کہا، حالانکہ ’’بخاری ‘‘و’’مسلم‘‘ میں یہ لفظ نہیں، یہ روایت بالمعنی ہے۔ لطف یہ ہے کہ ’’بلفظ خیر القرون‘‘ کہا۔ (التلخیص الحبیر ص۲۰۴ ج۴)

’’بخاری شریف‘‘ میں ہے:

’’بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منه ‘‘۔ (بخاری ص۵۰۳ ج۱)

اس سے آپ ﷺ کا خیر القرون سے ہونا معلوم ہوا۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا کی روایت ’’مسند احمد‘‘ سے نقل کی جس میں:

" خیر ھذہ الامة القرن الذین بعثت فیھم "، نقل کیا،اس سے بھی مقصود حاصل ہوگیا۔(فتح الباری ص۶ ج۷)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے "الموضوعات الکبری "یعنی "الاسرار المرفوعة" میں "خیر القرون قرنی" کے لفظ سے یہ حدیث نقل کی۔

(الموضوعات الکبری ص۱۷۸،حدیث نمبر:۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کی زبان پراس طرح یہ حدیث مشہور ہے،اس لئے خطبہ میں آ گئی،لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحیح حدیثوں میں جوالفاظ ہیں انہی کو کہنا اولی اور بہتر ہے،واللہ اعلم۔

نوٹ:...... یہ مضمون ماہنامہ "اذان بلال" آگرہ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مطابق جون ۲۰۰۱ء۔ میں شائع ہو چکا ہے۔